Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فہرست مضامین

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خلفائے عظام

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مکتوب الیہم

ضمنی تذکرے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد

افسوس صد افسوس کہ ہمارے شیخِ طریقت، عمدۃ السالکین، زبدۃ العارفین، قدوۃ العلما حضرت مولانا سید زوّار حسین شاہ صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی پیشِ نظر تالیف "انوارِ معصومیہ" اسوقت شائع ہو رہی ہے جب کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا سایۂ شفقت و مرحمت "ادارۂ مجددیہ" ہی سے نہیں بلکہ دنیا سے اُٹھ چکا ہے، اُن کی سرپرستی سے "ادارۂ مجددیہ" ہی محروم نہیں ہوا ایک عالَم محروم ہو گیا ہے "مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ" ایسے ہی بزرگوں پر صادق آتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے پیشِ نظر تالیف "انوارِ معصومیہ" کے تمام مضامین اپنی حیات ہی میں مکمل و مرتب فرما دیئے تھے حتیٰ کہ شدید علالت کے باوجود انتقال سے چند دن قبل کتابِ ہٰذا کا مقدمہ بھی تیار فرما کر اس عاجز کے حوالہ کر دیا تھا کیونکہ کتابت تقریباً مکمل ہو چکی تھی اگر دیوش بھی حضرت موصوفؒ کے سامنے ہی تیار ہو چکا تھا اور حضرت صاحب علیہ الرحمہ نے اس کو پسند فرما لیا تھا البتہ کتابت کی تصحیح فرمانے کی مہلت نہ مل سکی اور چھ سات ماہ کی طویل علالت کے بعد بروز منگل ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ مطابق ۵ اگست ۱۹۸۰ء کو صبح آٹھ بجے بوقتِ اشراق بعمر ۶۹ سال اس دارِ فانی سے عالمِ بقا رحلت فرما گئے إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی قبر کو اپنے انوار سے منور فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔ قارئینِ کرام سے بھی درخواست ہے کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو دعائے خیر اور ایصالِ ثواب سے یاد فرمائیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

افسوس کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کتابِ ہٰذا کو مطبوعہ شکل میں نہ دیکھ سکے اور نہ ہی کتابت شدہ کتاب کی تصحیح فرما سکے، تصحیح فرمانے کے سلسلے میں بھی حضرت صاحبؒ بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے اگر اس وقت بھی ضرورت محسوس فرماتے تو قابلِ اصلاح مقامات پر ترمیم و اضافہ فرما دیا کرتے تھے اور غلطیوں کی درستگی کے بعد بھی بغور ملاحظہ فرماتے اور جبتک پوری طرح اطمینان نہ ہو جاتا طباعت کی اجازت نہ دیتے تھے، پیشِ نظر تالیف اس

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مرحلہ سے نہ گذر سکی اس لئے بعض فروگذاشت اور غلطیوں کا رہ جانا عین ممکن ہے، لہذا ناظرینِ کرام سے درخواست ہے کہ ایسے مقامات کی نشاندہی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں، عاجز اُن کا ممنون ہوگا اور آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی پوری کوشش کریگا۔

عاجز کے نزدیک حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ایک بڑی کرامت اور اہم کارنامہ جس کا عوام کو تو کیا خواص کو بھی علم نہیں، وہ ہے عمدۃ الفقہ بزبانِ عربی۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے جب عمدہ الفقہ کتاب الزکوٰۃ وکتاب الصوم اردو میں تالیف فرمائی تو اس کو عربی زبان میں بھی منتقل فرمادیا اسی طرح عمدۃ الفقہ کتاب الحج اردو میں تالیف فرماتے وقت بھی اس کو عربی زبان میں منتقل کرتے رہے بعد ازاں اب عمدۃ الفقہ کتاب الطہارۃ مزید اضافہ کے ساتھ اردو میں جدید تالیف فرمارہے تھے تو ساتھ ساتھ عربی زبان میں بھی اس کو منتقل فرماتے جاتے تھے اور تیمم کے باب تک تیار کر چکے تھے کہ باقی حصہ مکمل کرنے کی مہلت نہ مل سکی۔ اس طرح عمدۃ الفقہ بزبانِ عربی کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم اور کتاب الحج بالکل تیار ہیں اور کتاب الطہارۃ باب تیمم تک تیار ہے۔ ان سب کتابوں کی اشاعت زیرِ غور ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہم کو ہمت اور توفیق عطا فرمائے کہ ہم حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے اس کارِ خیر کو جاری رکھ سکیں۔ آمین

خدایا بیامرز ایں ہر سہ را
نویسندہ خوانندہ گویندہ را

احقر محمد اعلیٰ عفی عنہ

جمعہ
۷ رذی الحجہ ۱۴۰۰ھ
۱۷ راکتوبر ۱۹۸۰ء

ادارۂ مجددیہ
ناظم آباد ۳ ، کراچی

الحمد للہ والمنۃ کہ پیش نظر کتاب "انوارِ معصومیہ" کا دوسرا ایڈیشن پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ اس میں بعض جگہ ضروری اضافے کئے گئے ہیں جن محترم بزرگوں نے بعض جگہ اصلاح فرمائی ہے عاجز اُن کا شکرگزار ہے اور جن کتابوں سے مزید استفادہ کیا ہے عاجز ان مصنفین حضرات کا بھی مشکور ہے اور سب کے لئے دعاگو ہے۔

۱۴ رمحرم الحرام ۱۴۰۶ھ
۳۰ رستمبر ۱۹۸۵ء
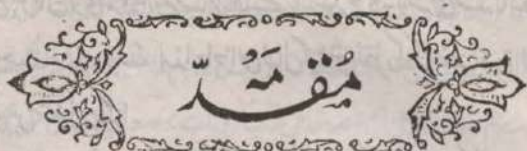
احقر محمد اعلیٰ عفی عنہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدّمہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ [حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم بہترین امت ہو جو انسانوں کے لئے چنے گئے ہو، نیک کاموں کا حکم کرتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو] نیز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً [جو کچھ تم کو مجھ سے پہنچے اس کو دوسروں تک پہنچاؤ خواہ وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو] اِن ارشاداتِ مبارکہ سے واضح ہے کہ اس امت کے ہر فرد کے لئے ضروری ولازمی ہے کہ مخلوقِ خدا کی فلاح وبہبود کے لئے نیک کاموں کا حکم کرے اور بُرے کاموں سے روکے اور شریعت مطہرہ کی تبلیغ واشاعت کے لئے دل وجان سے کوشاں رہے، اگرچہ یہ عاجز اس منصب کا اہل نہیں تھا لیکن تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض ہے کہ یہ محض حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ہی فضل وکرم ہے کہ عاجز کی کم مائیگی اور بے بضاعتی کے باوجود عمدۃ الفقہ ہر چہار جلد، زبدۃ الفقہ، عمدۃ السلوک، حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ اور مکتوباتِ معصومیہ ہر سہ دفتر کا اردو ترجمہ وغیرہ اسی جذبہ کے تحت عاجز کے ہاتھوں مکمل ہو گیا اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے جسقدر چاہا کام لے لیا، فالحمد للہ والمنۃ

من آں خاکم کہ ابرِ نوبہاری کند از لطف بر من قطرہ باری

اگر از تن بروید صد زبانم چو سبزہ شکر لطفش کے توانم

حضرت مجدّد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ السامی کی حیاتِ مبارکہ "حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ" مرتب کرتے وقت یہ گمان بھی نہ تھا کہ اسقدر ضخیم اور جامع کتاب تالیف ہو جائے گی لیکن اُس وقت بھی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا فضل وکرم شاملِ حال رہا اور وہ تالیف عوام وخواص میں اسقدر مقبول ہوئی کہ اب اس کا دوسرا ایڈیشن بھی ختم پر ہے۔ پھر ایک مدت کے بعد حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے یہ بات دل میں ڈالی کہ ابھی حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کی سوانح کا ایک اور گوشہ تکمیل طلب ہے جس میں حضرت موصوف کی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اولادِ امجاد کی سوانح اور ان کے علمی و روحانی کارنامے جو حقیقتاً حضرت مجدّد موصوف ہی کے علمی و روحانی کارناموں کی شرح ہیں ان کو بھی مدوّن و مرتّب کرنا چاہیئے تاکہ سوانح کا یہ گوشہ بھی تشنۂ تالیف نہ رہے اور اور پوری طرح جامعیت پیدا ہو جائے، لہٰذا عاجز اس خیال کو پیشِ نظر رکھ کر حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کی سوانح کی تیاری میں مشغول ہو گیا۔

حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ اور آپ کی اولادِ امجاد کے تذکروں میں تین کتابیں خاص طور پر اہمیت رکھتی ہیں: اوّل "زبدۃ المقامات" یہ کتاب حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمہ کی تالیف ہے جو سب سے پہلی، معتبر اور مقبول ہے۔ دوم "حضرات القدس" حضرت مولانا بدر الدین سرہندی علیہ الرحمہ کی تالیف۔ یہ دونوں بزرگ حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے اجل خلفا میں سے ہیں۔ سوم "روضۃ القیومیہ" جو حضرت مجددؒ کی اولاد در اولاد میں سے حضرت خواجہ کمال الدین محمد احسان بن شیخ حسن احمد بن شیخ محمد ہادی بن حضرت شیخ محمد عبید اللہ بن حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی تالیف ہے۔ صاحب روضۃ القیومیہ کو بھی کئی حیثیت سے شرف حاصل ہے، ایک تو یہی کہ آپ حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ہیں، دوسرے یہ کہ آپ حضرت خواجہ محمد زبیر علیہ الرحمہ کے خلیفہ ہیں جو حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے صاحبزادے خواجہ محمد نقشبندؒ کے پوتے ہیں، تیسرے یہ کہ آپ نے اپنے زمانے کے چشم دید حالات و واقعات کو قلمبند فرمایا ہے اور اپنے سے قبل والے زمانے کے واقعات کو بھی بڑے اہتمام سے جمع کیا ہے اور سنہ وار واقعات کو تو جس خوبی سے آپ نے مرتب فرمایا ہے وہ قابلِ تعریف اور لائقِ تحسین ہے۔

چونکہ اول کی دونوں کتابیں گرامی قدر صاحبزادوں کے مختصر حالات کے علاوہ مزید اولاد و احفاد کے حالات سے خالی تھیں اس لئے پیشِ نظر تالیف "انوارِ معصومیہ" میں زیادہ تر روضۃ القیومیہ ہی سے استفادہ کرنا پڑا البتہ جہاں کہیں تحقیق کے بعد تسامح نظر آیا وہاں دوسری کتابوں سے مراجعت کر کے تصحیح کر دی گئی، نیز روضۃ القیومیہ کے علاوہ بھی بکثرت کتابوں سے استفادہ کیا جیسا کہ آپ کتابیات کے باب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

ہم نے اپنی سابقہ تالیف "حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ" کی طرح پیشِ نظر تالیف "انوارِ معصومیہ" میں بھی متعدد ابواب قائم کئے ہیں اور اسی طرح واقعات کو سنہ وار مرتب کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ جس سنہ میں حج کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے تو اسی سنہ میں آپ کے سفرنامۂ حرمین شریفین کو درج کر دیا ہے۔ یہ سفرنامہ فارسی زبان میں ہے اور ابھی تک اس کا اردو ترجمہ نہیں ہوا تھا، ہم نے اس کا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اردو ترجمہ کر کے شاملِ کتاب کر دیا ہے۔ آپ کی اولادِ امجاد کے باب میں بھی تفصیل سے کام لیا گیا ہے۔ نیز صاحبِ روضۃ القیومیہ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد زبیر علیہ الرحمہ کا بہت تفصیل سے تذکرہ کیا ہے جو چشم دید واقعات پر مشتمل ہے ہم نے اس کا بھی اہم حصہ شاملِ کتاب کر دیا ہے۔ منصبِ قیومیت کی تشریح و توضیح حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہما کے مکتوبات سے کی گئی ہے امید ہے کہ ناظرین پسند فرمائیں گے۔

چونکہ عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رح حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے فرزند جانشین ہیں اور ان کے سلسلۂ طریقت کو جو کہ عین شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہے بامِ عروج تک پہنچانا آپ ہی کی ذات سے وابستہ تھا اور آپ کے زمانے سے عہدِ حاضر تک کے علماءِ حق بالواسطہ یا بلا واسطہ آپ ہی سے مستفید ہیں اور حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات کے شارح بھی آپ ہی ہیں اور حضرت مجدّد موصوف کی طرح آپ نے بھی اپنے مکتوباتِ شریفہ میں مختلف مسائل کو حل فرمایا ہے اور عقائدِ اہلِ سنت کی تبلیغ، شریعتِ مطہرہ کی ترویج اور بدعت سے اجتناب پر بہت زور دیا ہے اور شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت اور حکمت و موعظت کے وہ حقائق و دقائق اور اسرار و نکات بیان فرمائے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے عقل دنگ رہ جاتی ہے اس لئے ہم نے آپ کے ہر سہ دفتر کے چمنستان سے مختلف قسم کے پھول چن کر گلدستہ کی شکل میں "تعلیمات" کا عنوان دیکر "انوارِ معصومیہ" میں سجایا ہے جس کو "مکتوباتِ معصومیہ"[1] کا عطر کہنا بیجا نہ ہوگا اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ باب طالبانِ سلوک کے لئے خصوصاً اور ہر مسلمان کے لئے عموماً بہت مفید و کار آمد ہوگا۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کا ایک رسالہ "اذکارِ معصومیہ" بھی شاملِ کتاب کر دیا گیا ہے اور اس کے فارسی عربی عنوانات کا اردو ترجمہ کر دیا ہے، نیز دوسری کتابوں سے بھی آپ کے جو اوراد مل سکے ہیں وہ بھی شامل کر دیے ہیں۔

جن لوگوں نے ہندوستان کی تاریخ کا اسلامی انداز فکر سے مطالعہ کیا ہے ان پر یہ بات واضح ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے حضرت مجدّد الفِ ثانی رح کو تبلیغِ دین اور ترویجِ شریعت کی کسقدر عمدہ صلاحیت عطا فرمائی تھی اور اس کے کتنے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں آپ ہی کے تجدیدی کارناموں اور آپ ہی کی اولاد و احفاد کی مساعئ جمیلہ کا نتیجہ و ثمرہ ہے کہ عوام و خواص کے علاوہ اکثر مغل بادشاہ عالم و فاضل، رعایا پرور اور خدا ترس گذرے ہیں اور چونکہ اکثر سلاطینِ مغلیہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے باقاعدہ منسلک رہے ہیں اور عقیدتمند تو سب ہی تھے اس لئے مغل بادشاہوں کا تذکرہ آنا بھی قدرتی امر تھا چنانچہ اکبر و جہانگیر کا تذکرہ ہماری سابقہ

---

[1] الحمد للہ کہ مکتوباتِ معصومیہ ہر سہ دفتر کا پہلی مرتبہ اردو ترجمہ کرنے کا شرف بھی حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو حاصل ہوا جس کو ادارۂ مجددیہ، ناظم آباد ۳ کراچی نے شائع کر دیا ہے (ناشر)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تالیف "حضرت مجددالفِ ثانیؒ" میں آچکا ہے اور شاہجہاں سے محمد شاہ (رنگیلا) تک کے واقعات وحالات پیشِ نظر تالیف میں آگئے ہیں، نیز اول وآخر کے چند بادشاہوں کا بھی زیرِ عنوان "شاہانِ مغلیہ ایک نظر میں" مختصر تذکرہ کردیا گیا ہے۔ امید ہے کہ مغلیہ بادشاہوں کا تذکرہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا اور کسی حد تک "مسلمانوں کے عروج وزوال" کا خاکہ بھی نظر میں آجائے گا۔ نیز مناسب مواقع پر ہندوستان کے بعض فرقوں کے حالات اور بہت سے تاریخی واقعات کا بھی ضمناً تذکرہ آگیا ہے۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ، کے خلفائے عظام کا بھی ایک مستقل باب ہے اسی طرح مکتوب الیہم کا بھی علیحدہ ایک باب ہے، مکتوب الیہم کے نام کے ساتھ ان کے نام والے مکتوبات کے نمبر دیدیئے ہیں اور جن مکتوب الیہم کے حالات مل سکے وہ بھی درج کردیئے گئے ہیں۔

زیرِ نظر تالیف کا خاکہ پیش کرنے کے بعد آخر میں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ پیشِ نظر تالیف "انوارِ معصومیہ" میں بھی سابق تالیف "حضرت مجددالفِ ثانیؒ" کی طرح مواد کی فراہمی اور مضامین کی تیاری میں بیشتر حصہ جناب حاجی محمد اعلیٰ صاحب قریشی سلمہ اللہ تعالیٰ کا رہینِ منّت ہے اور حاجی صاحب کے تیار کردہ حصہ پر عاجز نے نظرِ ثانی کرلی ہے لہٰذا یہ تالیف بھی ہم دونوں کی مشترکہ مساعی کا نتیجہ ہے۔ نیز اُن حضرات کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جنھوں نے اس کارِ خیر میں قلمی اور زبانی مشوروں سے نوازا حق سبحانہ وتعالیٰ ان کو دونوں جہاں کی بھلائیوں سے مالامال فرمائے اور مزید نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ ربنا تقبل منّا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وآله واصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين۔

المراجی الی عفو ربہ الکریم

احقر سیّد زوّار حسین عفا اللہ عنہ وعن والدیہ

بروز جمعہ ۴ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۸۰ء

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کی

حیاتِ مبارکہ

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، امّا بعد حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت اور مخلوق کی ہدایت کے لئے ہر زمانہ اور ہر بستی میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا تاکہ وہ دینِ متین کی تبلیغ فرما کر لوگوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائیں اور سب سے آخر میں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کامل و مکمل دینِ اسلام عطا فرما کر مبعوث فرمایا جو قیامت تک تمام دنیا کے لئے راہِ ہدایت ہے، اور اس دینِ متین کی حفاظت کا ذمہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے خود لیا اور اس کا ایک ظاہری انتظام یہ فرمایا کہ اس امت کے علمائے کرام کو حضرات انبیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جانشین بنایا تاکہ وہ دین کی امانت کے حامل و محافظ ہوں اور پوری تن دہی سے دینِ اسلام کی تبلیغ کرتے رہیں، اسی سلسلۃ الذہب کی ایک عمدہ اور مضبوط کڑی حضرت امامِ ربّانی مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ اور آپ کی اولادِ امجاد ہے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم رحمۃ واسعۃ۔

حضرت مجدّدِ الفِ ثانیؒ کی اولادِ امجاد حضرت مجدّدِ الفِ ثانی قدس سرہ السامی کے سب سے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ تھے جن کی ولادت سنہ ۱۰۰۰ھ میں ہوئی جو اولیائے کبار میں سے تھے ۱۰۲۵ھ میں اپنے والد بزرگوار کی حیات ہی میں وصال فرما گئے۔ دوسرے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ تھے جن کی ولادت ماہِ شوال سنہ ۱۰۰۵ھ میں ہوئی آپ بھی صاحبِ کمال بزرگ گذرے ہیں سنہ ۱۰۷۰ھ میں وصال فرمایا تیسرے صاحبزادے حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ ہیں جن کا مبارک تذکرہ پیشِ نظر ہے۔ آپ کے بعد یکے بعد دیگرے تین صاحبزادوں خواجہ محمد فرخ، خواجہ محمد عیسیٰ اور خواجہ محمد اشرف کی ولادت ہوئی جو کم سنی ہی میں انتقال فرما گئے، البتہ ساتویں سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد یحییٰ قدس سرہٗ کی ولادت سنہ ۱۰۲۴ھ میں ہوئی اور سنہ ۱۰۹۶ھ میں انتقال فرمایا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "حضرت مجدد الف ثانیؒ")۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیاسی حالات کا جائزہ | حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی ولادت کے وقت برصغیر ہند پر تیموری خاندان کی عظیم الشان سلطنت پورے عروج پر تھی جس کے زیرِ نگیں بنگال، ہند و پاکستان اور افغانستان تھا۔ چنانچہ آپ نے بشمول دارا شکوہ مغلیہ خاندان کے پانچ عظیم ترین بادشاہوں کا زمانہ پایا، یعنی اکبر[۱]، جہانگیر[۲]، شاہجہاں[۳]، دارا شکوہ[۴] اور عالمگیر[۵]۔ (ان سب کا مختصر تعارف انشاء اللہ تعالیٰ موقع اور محل کے اعتبار سے اپنی اپنی جگہ پر پیش کیا جائے گا۔ مؤلف)۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت مغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے دور میں ہوئی جو مسلمانوں اور اسلام کے لئے بہت پُر آشوب زمانہ تھا کیونکہ اکبر بادشاہ نے نفس و شیطان کے جال میں پھنس کر اہلِ ایمان کو سخت آزمائش میں ڈال دیا تھا۔ اسی طرح مسلمانوں کی دینی ابتری کا یہ عالم تمام دنیائے اسلام پر چھایا ہوا تھا اور اسلام کے شعائر و عقائد سے بیگانگی اور بے اعتنائی ہر طرف عام تھی، چنانچہ مسلمانوں کی عظیم ترین سلطنت ترکیہ کا حال بھی دینی اعتبار سے زیادہ بہتر نہ تھا جہاں اس وقت خلیفہ سلطان محمد ثالث[۲] سریر آرائے سلطنت تھا اور ایران میں شاہ عباس صفوی[۳] کی شیعہ حکومت تھی جہاں بدعات کا دور دورہ تھا اور بد اعتقادی اپنے عروج پر تھی۔

---

[۱] اکبر بادشاہ کا مختصر تعارف صفحہ ۲۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] **سلطنتِ ترکیہ کا شاندار ماضی** | سلطان محمد ثالث (سنہ ۹۷۴ھ / ۱۵۶۶ء تا سنہ ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) سلطنتِ عثمانیہ کا خلیفۂ اسلام تھا، اپنے باپ مراد سوم کے انتقال کے بعد سنہ ۹۷۴ھ / ۱۵۶۶ء میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوا اس وقت مسلمانوں کی سب سے عظیم سلطنت ترکیہ ہی تھی جس کے تحت قبرص، یونان، بلغاریہ، سرویا، بوسینیا، ہنگری، کانکسل وینیا، رومیلیا، کریمیا، آرمینیا، مصر و لیبیا، شام و فلسطین، عراق و حجاز وغیرہ تھے۔

خلافتِ عثمانیہ سے متعلق مولانا سعید احمد اکبر آبادی اپنی کتاب "مسلمانوں کا عروج و زوال" میں رقمطراز ہیں:۔

"آلِ عثمان کی حکومت سنہ ۶۹۶ھ سے سنہ ۱۳۴۲ھ تک جبکہ اس خاندان کے فرمانروا سلطان عبدالمجید ثانی کو معزول کر کے خلافت کا خاتمہ کر دیا گیا چھ سو تینتالیس[۶۴۳] سال رہی۔ اس طویل مدت میں سینتیس[۳۷] فرمانروا ہوئے جن میں سے سلطان بایزید ثانی تک (سنہ ۸۸۶ھ تا سنہ ۹۱۸ھ) آٹھ فرمانروا سلاطین کہلائے پھر سلطان سلیم اول نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا تو یہ خود اور اس کے بعد تمام فرمانروایانِ عثمانی "خلیفہ" کہلانے لگے۔" (ص ۱۲۲)

نیز فرماتے ہیں: "سلیمانِ اعظم قانونی (سنہ ۹۲۶ھ تا سنہ ۹۷۴ھ) کے زمانے میں سلطنتِ عثمانیہ اپنی بری اور بحری دونوں طاقتوں کے اعتبار سے دنیا کی سب سے بڑی طاقتور اور با اقتدار حکومت تھی جس کے حدود بوڈولیا اور بودا سے مصر تک اور فرات سے جبرالٹر تک پھیلے ہوئے تھے۔ غرض یہ ہے کہ سلیمانِ اعظم یورپ، ایشیا اور افریقہ تین براعظموں کے بہت سے ممالک کا فرمانروا اور بحرِ روم و بحرِ احمر دو[۲] اہم سمندروں کا بادشاہ تھا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ سلیمانِ اعظم کی وسیع سلطنت میں بیس[۲۰] مختلف نسلوں کے لوگ آباد تھے جن کی تعداد پانچ کروڑ بتائی جاتی ہے۔" (ص ۱۴۱)

[۳] **ایران کے سیاسی حالات** | شاہ عباس صفوی سنہ ۹۶۵ھ / ۱۵۵۷ء میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کے مرنے کے بعد سنہ ۹۹۴ھ / ۱۵۸۶ء میں

(باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

عجب اتفاق ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی ولادت سے قبل حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو دو بہت بڑے جانکاہ صدمے پیش آگئے یعنی ۲ جمادی الاخریٰ ۱۰۰۷ھ کو آپ کے خسر شیخ سلطان کو پھانسی دی گئی اور پچیس یوم بعد ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۰۰۷ھ کو آپ کے والدِ ماجد حضرت مخدوم شیخ عبد الاحد قدس سرہٗ نے وفات پائی۔ یعنی حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے نانا اور دادا دونوں بزرگ

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) تخت پر بیٹھا۔ سنہ ۱۰۰۵ھ / ۱۵۹۶ء میں اُس نے ازبکوں کو ہرات کے قریب شکست دی اور اُنھیں ایران سے نکال دیا۔ مغرب میں اس کا ترکوں اور تاتاریوں سے مقابلہ رہا جس کی وجہ سے ترکوں کی مغربی یورپ میں پیشقدمی رُک گئی، اُس نے ایران کی سلطنت کو کافی وسعت دی اور ملک میں بہت سی اصلاحات نافذ کیں، وہ ایک کٹر شیعہ تھا اور اس میں مذہبی تعصب کافی تھا چنانچہ اس نے اپنی حدودِ مملکت میں بے شمار سُنّیوں کو شیعہ مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ تقریباً بیالیس ۴۲ سال حکومت کرکے سنہ ۱۰۳۶ھ / ۱۶۲۸ء میں فوت ہوگیا۔ اس موقع پر اگر "ایران میں شیعیت" کی تاریخ کا مختصر خاکہ پیش کردیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

آغازِ اسلام کے وقت ایران کی حدود وہ نہیں تھیں جو آجکل ہیں، اُسوقت موجودہ عراق بھی ایران میں شامل یا اس کے زیرِ اثر تھا۔ دریائے دجلہ کے مشرق کا پورا علاقہ جو عراقِ عجم کہلاتا ہے سلطنتِ ایران کا ایک حصہ تھا اور اسی حصہ میں دار السلطنت مدائن واقع تھا دریائے فرات کے مغربی حصہ میں جس کو عراقِ عرب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ایک عرب حکومت قائم تھی جس کا پایۂ تخت حیرہ تھا یہ حکومتِ ایران کے زیرِ اثر تھی۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کے زمانہ میں بصرہ اور کوفہ کی دو چھاؤنیاں قائم ہوئیں تو وہاں زیادہ تر ایرانی آباد ہوئے اور اس طرح ان دونوں نو آبادیوں میں جتنی تحریکیں چلیں ان میں ایرانیوں کا پورا ہاتھ تھا۔ حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے ذمہ دار یہیں کے لوگ تھے پھر حضرت علی رضؓ کے ساتھ جو لوگ رہے ان میں اکثریت کوفہ، بصرہ اور عراق کے دوسرے باشندوں کی تھی انہی لوگوں نے خود کو شیعانِ علی کے نام سے شہرت دی اور یہی لوگ مذہب شیعہ کے بانی ہوئے، شیعوں کے تمام فرقوں کا آغاز بھی اسی علاقہ سے ہوا۔ سب سے پہلا فرقہ کیسانیہ جس کا بانی مختار ثقفی تھا سنہ ۶۳ھ میں اجرٹ سے شروع ہوا پھر اسمٰعیلی فرقوں کی بنیاد کوفہ کے آس پاس رکھی گئی، قرامطہ کی سرگرمیاں یہیں سے شروع ہوئیں چوتھی صدی ہجری میں اہواز کے علاقہ میں ایک ایرانی خاندان کو عروج حاصل ہوا جو بنو بویہ یا دیالمہ کے نام سے سنہ ۳۲۱ھ / ۹۳۳ء تا سنہ ۴۴۸ھ / ۱۰۵۶ء یعنی تقریباً ۱۲۷ سال جنوب مغربی ایران پر حکومت کرتا رہا اس کا دار الحکومت شیراز تھا۔ مذہب شیعہ اثنا عشری کو اس دور میں باقاعدگی حاصل ہوئی۔ اسی خاندان کے فرمانروا معز الدولہ نے سنہ ۳۵۲ھ / ۹۶۳ء میں سب سے پہلے ماتم کرایا چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ سنہ ۳۵۲ھ کے حالات میں اپنی مشہور کتاب البدایہ والنہایہ میں رقمطراز ہیں: "اس سال کی ۱۰ محرم کو معز الدولہ ابن بویہ نے خدا اُس کا بُرا کرے حکم دیا کہ بازار بند رہیں، عورتیں ٹاٹ کا ماتمی لباس پہنیں اور بازاروں میں اپنے چہرے کھولے بال بکھیرے اور مُنھ پیٹتی نکلیں اور حسین بن علی رضؓ پر ماتم کریں، شیعوں کی کثرت و شوکت اور حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے اہلِ سنت کیلئے ممکن نہ تھا کہ ان باتوں کو روکتے یا منع کرتے"۔

شیعہ مصنف سید امیر علی لکھتے ہیں: "معز الدولہ۔ یہ شخص شیعہ تھا اور یہ وہ شخص ہے جس نے محرم کی دسویں تاریخ سانحہ کربلا کی یادگار کے طور پر مقرر کی تھی"۔ اسی کے زمانے میں صحابہ کرام رضؓ پر تبرّا کیا گیا۔ چنانچہ علامہ اسلم جیراجپوری اپنی کتاب تاریخ الامت جلد پنجم صفحہ ۱۶۵ پر لکھتے ہیں "چنانچہ سنہ ۳۵۱ھ / ۹۶۲ء میں مساجد میں صحابہ کبار پر لعنتوں کے اعلانات چسپاں کرائے گئے"۔ شیعیت کے اس غلبہ کی وجہ سے بہت سے اہل سنت وہاں سے ہجرت کرگئے (باقی بر صفحہ آئندہ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آپ کی ولادت سے تقریباً چار ماہ قبل وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ غرضکہ عالمِ اسلام کی دینی ابتری کے فکر والم اور ان بزرگوں کی جدائی کے رنج وغم کے بعد حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے نعم البدل کے طور پر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کی خوشی نصیب فرمائی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "الفرج بعد الشدۃ" کے مصداق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو جسقدر بڑے حوادث پیش آئے تھے اسی قدر بڑی نعمت (خواجہ محمد معصومؒ) عطا ہوئی فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) ۳۵۲ھ/۹۶۳ء میں ہی عید غدیر کی ابتدا ہوئی (البدایہ والنہایہ)
پھر ۳۶۹ھ/۹۸۰ء میں عضد الدولہ نے جو معز الدولہ کا بھتیجا تھا کوفہ سے سات آٹھ میل کے فاصلہ پر مشہدِ علیؓ کی عالیشان عمارت تعمیر کرائی جو آج مرجع خلائق بنی ہوئی ہے حالانکہ اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں۔
اس زمانہ میں ایران کے مشرقی حصہ پر خاندان غزنوی حکمران تھا، یہ خاندان سُنّی تھا ۴۳۱ھ سے شاہانِ سلجوق کا اقتدار بڑھا، جلال الدین ملک شاہ تک اس خاندان کو بڑا عروج ہوا پھر[۴] ۶۰۵ھ/۱۲۰۸ء تک اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا اور ملکِ ایران ملوکِ خوارزمیہ کے قبضہ میں آ گیا سلجوق اور خوارزمی حکمران دونوں سنی المذہب تھے۔ ۶۰۵ھ/۱۲۰۸ء سے ۷۳۸ھ/۱۳۳۷ء تک خوارزمی برسرِ اقتدار رہے۔ پھر تاتاریوں نے انھیں ختم کر کے اپنی سلطنت قائم کر لی۔ آٹھویں فرمانروا ابو سعید کے بعد اس سلطنت کے بھی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو گئے اور یہ ملوک الطوائف تیمور کے برسرِ اقتدار آنے تک حکومت کرتے رہے، اِن میں سے اکثر شیعہ مذہب کی طرف مائل تھے۔ تیمور لنگ کو عروج حاصل ہوا تو اس نے تاتاریوں کو ختم کر کے اپنی سلطنت قائم کر لی۔ اور ۹۰۷ھ/۱۵۰۲ء سے ۱۱۴۸ھ/۱۷۳۶ء تک صفوی حکومت رہی یہ خاندان کھلم کھلا شیعہ تھا اس کے دور میں نہ صرف ایران میں شیعہ مذہب پوری طرح جڑ پکڑ گیا بلکہ ہندوستان میں بھی اس کا داخلہ اسی زمانہ میں ہوا۔ ۱۱۴۸ھ/۱۷۳۶ء میں نادر شاہ صفوی خاندان کو ختم کر کے خود تخت نشین ہو گیا ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء میں نادر شاہ قتل کر دیا گیا۔ پھر کرم خاں زند نے تخت پر قبضہ کر لیا۔ ۱۲۱۰ھ/۱۷۹۶ء سے خاندان قاچار برسرِ اقتدار آیا یہ بھی شیعہ مذہب کے پیرو تھے اس لئے ان کے زمانہ میں شیعہ مذہب کو مزید فروغ ہوا۔ ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء سے ۱۷ صفر ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۷۹ء تک پہلوی خاندان برسرِ اقتدار رہا اور یہاں کا سرکاری مذہب شیعہ رہا، اس کے بعد آیت اللہ خمینی کا دور شروع ہوتا ہے۔ خمینی صاحب کے متعلق مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی تازہ تالیف٭

(حاشیہ صفحۂ گذشتہ) [۵] شیخ حاجی سلطان تھانیسری اپنے زمانے کے علماء وفضلا میں ممتاز تھے، آپ کو علومِ نقلیہ میں کافی مہارت حاصل تھی اسی بنا پر ایک عرصہ شاہی خدمات پر مامور رہے اور "مہابھارت" کا ترجمہ کیا۔ اکبر بادشاہ آپ کی بہت قدر ومنزلت کرتا تھا اس لئے مقرب شاہی بھی رہے پھر آپ کو تھانیسر کا کروڑی بنا دیا گیا۔ بعد ازاں گاؤکشی کے الزام میں آپ کو جلاوطن کر کے بھکر بھیجدیا۔ حُسنِ اتفاق کہ اس زمانہ میں بھکر (سندھ) کا نظم ونسق عبد الرحیم خانخاناں کے ہاتھ میں تھا وہ آپ کے ساتھ بڑی محبت والتفات کے ساتھ پیش آیا، وہ جب وہاں کی فتوحات سے فارغ ہوا تو آپ کو اپنے ساتھ لے آیا۔ اس طرح آپ پوشیدہ طور پر اپنے وطن تھانیسر آ گئے۔ برہان پور کی فتح کے بعد خان خاناں نے بادشاہ سے سفارش کر کے آپ کی جلاوطنی کے حکم کی تنسیخ اور سابقہ عہدہ کی بحالی کا حکم حاصل کر لیا اور آپ پھر تھانیسر و کرنال کے کروڑی بن گئے لیکن ایک عرصہ بعد سابقہ کشمکش پھر تازہ ہو گئی اور ہندوؤں نے بادشاہ سے آپ کی شکایت کر دی، اکبر ان دنوں کروڑیوں کے ساتھ خاص طور پر سختی کر رہا تھا چنانچہ اس نے آپ کی سزائے موت کا حکم دیدیا اور بحکم خود ۱۵۹۹ء مطابق ۲ جمادی الاخری ۱۰۰۷ھ کو شیخ سلطان کو پھانسی دیدی گئی۔ (منتخب التواریخ وردو کوثر ص ۲۴۲)

[۴] ۵۱۴ھ/۱۱۲۰ء میں سنجر بن ملک شاہ تخت پر بیٹھا لیکن اسکی حکومت مشرقی ایران میں محدود رہی۔ آخرکار

٭ "ایرانی انقلاب" (سنہ ۱۹۸۵ء) ملاحظہ ہو جس میں شیعیت کی خوب نقاب کشائی کی گئی ہے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کی اصلاحی سرگرمیوں کا آغاز ابھی نہ ہوا تھا[1] اور آپ نے اس دور کی خرابیوں کو دور کرنے اور کافرانہ و مشرکانہ رسوم و معتقدات کی بیخ کنی کے لئے سخت متردد اور بے چین تھے، دینِ اسلام کی احیا اور سربلندی اور انسانی بہبودی کی تڑپ آپ کے ذہن و شعور پہ چھائی ہوئی تھی کہ رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور اس نے اس خانوادۂ مجددیہ کو اس آفتابِ عالمتاب سے نوازا جس کی قیومیت اس عالمِ کون و فساد کیلئے قائم ہوئی اور اس کی روحانیت و معرفت تمام نظامِ شمسی کا محور بن گئی، یہی وہ بطلِ جلیل ہے جس پر تجدیدِ دین کی ساری عمارت قائم ہوئی اور اسی سے مجددی تعلیمات کو بقا و تحفظ حاصل ہے۔

ولادت باسعادت

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت بروز پیر (دوشنبہ) ۱۱ ماہ شوال المکرم ۱۰۰۷ھ (مطابق ۷ مئی ۱۵۹۹ء) کو بستی "ملک حیدر" میں ہوئی جو سرہند شریف سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔[2] حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ ولادت کے اعتبار سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تیسرے فرزند ہیں لیکن روحانی فضیلت اور دینی عظمت کے اعتبار سے خانوادۂ مجددیہ میں سب پر فوقیت رکھتے ہیں اس لئے کہ قیومیت وہ عظیم منصب ہے جو شاذ ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ آپ کی ولادت سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو جسقدر خوشی ہوئی کم ہے۔ آپ فرماتے ہیں "میں نے اپنے فرزند محمد معصوم کی ولادت کی شب خواب میں دیکھا کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مع حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، اصحابِ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ شہر سرہند میں تشریف فرما ہیں اور

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) [2] حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہٗ پر بچپن ہی سے جذبۂ الٰہی و عشقِ خداوندی کا غلبہ تھا چنانچہ آپ نے عین شباب میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سے بیعت کی پھر شیخ کی حسبِ ہدایت علومِ دین کے حصول میں مشغول ہو گئے، ابھی تحصیلِ علوم کی تکمیل باقی تھی کہ حضرت گنگوہیؒ کا وصال ہو گیا جس کا آپ کو بہت صدمہ ہوا پھر بعد تکمیلِ تحصیلِ علوم مختلف مقامات کی سیاحت کرتے ہوئے حضرت شیخ کے آستانے پر حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ رکن الدین قدس سرہٗ اپنے والد ماجد کی وصیت کے مطابق آپ کے ساتھ نہایت عزت سے پیش آئے اور بعد ملاحظۂ علوِ استعداد آپ کو طریقۂ قادریہ اور چشتیہ صابریہ کا خرقۂ خلافت عنایت فرمایا، آپ علامۂ وقت تھے، بڑے بڑے علماء و فضلاء نے آپ سے سندِ شاگردی حاصل کی، اور طالبانِ سلوک بھی آپ کی خدمت کثیر البرکت سے فیضیاب ہو کر کمال کے درجہ تک پہنچے۔ آپ کا اسّی سال کی عمر میں باختلافِ روایت ۱۷ جمادی الاخری ۱۰۰۷ھ یا ۲۷ رجب ۱۰۰۷ھ کو سرہند میں انتقال ہوا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ آپ کے چوتھے فرزند تھے۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "حضرت مجدد الف ثانیؒ" صفحہ ۴۹ تا ۵۴ - دوسرا ایڈیشن) (حاشیہ صفحۂ ھٰذا)

[1] بروز جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ سے آپ کی مجددیت کا آغاز ہوتا ہے (ملاحظہ ہو "حضرت مجدد الف ثانیؒ" ۶۴ دوسرا ایڈیشن)

[2] مقاماتِ خیر - (ص ۵۹) -

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وہ تمام حضرات، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارکباد دے رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ فرزند میری امت کے (اسوقت کے) تمام اولیاء سے افضل ہے اور کمالات وقربِ الٰہی کے تمام مدارج میں تمہارے ساتھ ہے ..... اور اس کی آمد تمہارے حق میں بہت مبارک ہے، کیونکہ عنقریب تم کو وہ کمالات عنایت ہوں گے جو اس سے پہلے کسی ولی کو نصیب نہیں ہوئے پھر وہ کمالات اس فرزند کے ذریعے تمام جہان میں پھیل جائیں گے [۱]

حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم کی ولادت ہمارے لئے نہایت مبارک واقع ہوئی کہ ہم اس کی ولادت کے چند ماہ بعد حضرت خواجہ (باقی باللہ قدس سرہٗ) کی شرفِ صحبت سے سرفراز ہوئے اور وہاں دیکھا جو کچھ دیکھا۔ [۲]

نیز آپ کی والدہ ماجدہ کا ارشاد بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب میرا فرزند محمد معصوم پیدا ہوا تو مجھ پر ایک خاص قسم کی بے خودی طاری ہوگئی اس وقت میں نے دیکھا کہ مشرق سے مغرب تک تمام جہان روشن ہوگیا ہے اور ہزارہا فرشتے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میرے گھر میں تشریف فرما ہیں اور مجھے مبارکباد دے رہے ہیں کہ یہ نور جس سے تمام جہان روشن ہوگیا تیرے فرزند کا ہے عنقریب اس کے وجود کے انوار سے تمام جہان اور اہلِ جہان روشن ہو جائیں گے اور اس کی ہدایت وارشاد کا نور اس کے فرزندوں اور خلفا کے ذریعہ قیامت تک باقی رہے گا [۳]

اسمِ گرامی آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی "محمد معصوم" کنیت ابوالخیرات، لقب مجدالدین، منصب عروۃ الوثقیٰ، قیومِ زماں اور قطب الاقطاب تھا، آپ کا مذہب حنفی اور مسلک نقشبندیہ مجددیہ تھا جو دوسرے تمام سلاسل کے کمالات کا جامع ہے۔

نسبِ مبارک آپ کا نسبِ مبارک اٹھائیس واسطوں سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس طرح منسلک ہے:۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ ابن ۱/۲۸ حضرت مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ بن ۲/۲۷ مخدوم شیخ عبدالاحدؒ بن ۳/۲۶ شیخ زین العابدینؒ بن ۴/۲۵ شیخ عبدالحیؒ بن ۵/۲۴ شیخ محمدؒ بن ۶/۲۳ شیخ حبیب اللہؒ بن ۷/۲۲ شیخ امام رفیع الدینؒ بانیٔ قلعہ سرہند شریف ابن ۸/۲۱ شیخ نصیر الدینؒ بن ۹/۲۰ شیخ سلیمانؒ بن ۱۰/۱۹ شیخ یوسفؒ بن ۱۱/۱۸ شیخ اسحاقؒ بن ۱۲/۱۷ شیخ عبداللہؒ بن ۱۳/۱۶ شیخ شعیبؒ بن ۱۴/۱۵ شیخ احمدؒ بن ۱۵/۱۴ شیخ یوسفؒ بن ۱۶/۱۳ شیخ شہاب الدینؒ (المعروف بہ فرخ شاہ کابلی) بن ۱۷/۱۲ شیخ نصیر الدینؒ بن ۱۸/۱۱ شیخ محمودؒ بن ۱۹/۱۰ شیخ سلیمانؒ بن ۲۰/۹ شیخ مسعودؒ

---

[۱] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲ [۲] زبدۃ المقامات ص ۳۱۵ ۔ [۳] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲

جز به غفلت محفل نور او معصوم ❊ نور از فروغ عرش منزه روم

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ابن ۲۱ شیخ عبد اللہؒ واعظ اصغرؒ بن ۲۲ شیخ عبد اللہؒ واعظ اکبرؒ بن ۲۳ شیخ ابو الفتحؒ بن ۲۴ شیخ اسحاقؒ بن ۲۵ شیخ ابراہیمؒ بن ۲۶ حضرت سالمؒ (شیخ ناصر یا شیخ عبد اللہ) بن ۲۷ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ۲۸ امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلۂ نسب نو واسطوں سے "کعب" پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب سے اس طرح مل جاتا ہے:۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن (۱) الخطاب بن (۲) نفیل بن (۳) عبد العزیٰ بن (۴) ریاح بن (۵) عبد اللہ بن (۶) قرط بن (۷) زراح بن (۸) عدی بن (۹) کعب[۱]۔ پھر اس سے آگے عدنان تک سلسلۂ نسب اس طرح متفق علیہ ہے: کعب بن لوئی بن غالب بن فہر[۱۱] الملقب بہ قریش بن مالک[۱۲] بن نضر[۱۳] بن کنانہ[۱۴] بن خزیمہ[۱۵] بن مدرکہ[۱۶] بن الیاس[۱۷] بن مضر[۱۸] بن نزار[۱۹] بن معد[۲۰] بن عدنان[۲۱]۔[۲] اس کے بعد کا سلسلۂ نسب حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی بھی وثوق کے ساتھ پیش نہیں کر سکتا اور اس کا علم حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں[۳]۔

آپ کے آباؤ اجداد آپ کے خاندان کے اکثر حضرات چرخِ ولایت و عرفان کے آفتاب اور برجِ ہدایت و ایمان کے ماہتاب گذرے ہیں چنانچہ آپ کے جدِّ اعلیٰ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفۂ ثانی تھے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جلیل القدر صحابی اور محدث، حضرت سالم رحمہ اللہ تعالیٰ جلیل القدر تابعی اور فقہائے سبعہ مدینۂ منورہ میں سے ہیں، فرخ شاہ کابل کے حکمران اور صاحبِ ولایت بزرگ گذرے ہیں (آپ ہی کی اولاد میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہم وغیرہ ہیں[۴])۔ شیخ امام رفیع الدین حضرت سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ کے داماد، خلیفہ و امام نماز اور سرہند شریف کے بانی تھے۔ حضرت مخدوم عبد الاحد قدس سرہٗ (آپ کے دادا) حضرت شیخ رکن الدین بن حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی چشتی صابری قدس سرہما کے خلیفہ تھے، اور آپ کے والد ماجد حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے خلیفہ اور منصب مجدد الف ثانیؒ و قیوم زماں تھا ———، ان بزرگوں سے نسبت آپ کی عظمتِ شان کے لئے کافی ہے[۵]

پدر نور و پسر نورے ست مشہور | ازیں جا فہم کن نورٌ علیٰ نور

---

[۱] جمع الفوائد و حاشیۂ التاج [۲] بخاری [۳] مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۳۱ [۴] تجلیات ربانی ص ۳۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دو اہم واقعات اتفاق دیکھئے کہ آپ کے زمانۂ طفلی میں دو اہم شخصیتوں کا انتقال ہوا، ایک دینی اعتبار سے بہت بڑی شخصیت ہے اور دوسری دنیوی اعتبار سے، دینی اعتبار سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگ صاحبِ ولایت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے شیخِ طریقت حضرت خواجہ باقی باللہ[۵۲] قدس سرہ کا دہلی میں انتقال ہوا، اور دنیوی اعتبار سے مغلِ اعظم جلال الدین محمد اکبر[۵۳] بادشاہ آگرہ میں فوت ہوا۔

بچپن کی بعض خصوصیات حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں عام بچوں کی طرح رویا نہیں کرتے تھے اور نہ آپ کے کپڑوں پر بول و براز کا کوئی نشان ہوتا تھا، اگر کبھی اتفاقاً آپ کا بدن کھل جاتا تو آپ فوراً ڈھانپ لیتے تھے، آپ دایہ سے دودھ کبھی نہ مانگتے وہ خود ہی پلاتی تو پی لیتے، ماہِ رمضان المبارک میں دن کے وقت ہرگز کچھ بھی نہ کھاتے۔ اگر کوئی اصرار کرتا تو آپ اپنا منہ پھیر لیتے اور نمازِ مغرب کے بعد کھاتے پیتے ——— ایک سال رمضان المبارک کے چاند

---

۵۲ حضرت رضی الدین محمد باقی معروف بہ خواجہ باقی باللہ قدس سرہ بن قاضی عبد السلام خلجی سمرقندی کی ولادت ۹۷۱ھ کو کابل میں ہوئی۔ بچپن ہی سے بزرگی و تقدس کے آثار آپ کی پیشانی سے ظاہر تھے۔ زمانۂ طالب علمی میں بھی آپ اولیائے وقت کی صحبت میں حاضر ہو کر اُن سے اکتسابِ کمالاتِ باطنی فرماتے تھے اور اسی طلب و جستجو میں ماوراء النہر، بلخ، بدخشاں اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر تشریف لے گئے، آخر موضع امکنہ (نواحِ بخارا) میں حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے اور حضرت شیخ کی حسبِ ہدایت ہندوستان تشریف لائے، یہاں آپ کی بہت جلد شہرت ہو گئی، بڑے بڑے امرائے شاہی آپ کے معتقد و نیاز مند ہو گئے۔ چند سال ہدایت و تبلیغ کا کام انجام دینے کے بعد بروز شنبہ ۲۵ جمادی الاخری ۱۰۱۲ھ کو دہلی میں انتقال ہوا، اولاد میں دو صاحبزادے خواجہ عبید اللہ و خواجہ عبد اللہ اور دو صاحبزادیاں چھوڑیں۔ خلفا میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سرہندی، شیخ تاج سنبھلی، خواجہ حسام الدین مشہور ہیں، (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ")

۵۳ جلال الدین محمد اکبر بن ہمایوں بن بابر بن عمر بن سلطان ابو سعید بن سلطان محمد بن میران شاہ بن قطب الدین صاحبقران امیر تیمور گورگان، بروز اتوار ۵ رجب ۹۴۹ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۵۴۲ء کو حمیدہ بانو کے بطن سے قلعۂ عمر کوٹ ضلع تھرپارکر سندھ میں اسوقت پیدا ہوا جبکہ اس کا باپ ہمایوں، شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر حیران و سرگردان تھا۔ اکبر کی پیدائش کے چند روز بعد ہمایوں مع اپنی بیگم ایران چلا گیا اور اکبر کابل میں اپنے دونوں چچا عسکری اور کامران کے زیرِ سایہ پرورش پاتا رہا۔ جب ہمایوں نے چار سال بعد شاہ طہماسپ صفوی کی مدد سے کابل فتح کیا تو اکبر اپنے والدین سے ملا، اسوقت اکبر کی تربیت کا کام بیرم خاں خانخاناں کے سپرد کر دیا گیا جس کی نگرانی میں اُس نے فنونِ جنگ اور طرزِ جہانبانی تو سیکھ لی مگر تعلیم حاصل نہ کر سکا۔ ۹۶۲ھ / ۱۵۵۵ء میں ہمایوں نے دوبارہ دہلی و آگرہ پر قبضہ کر کے ازسرِ نو سلطنتِ مغلیہ کی بنیاد ڈالی لیکن تقریباً چھ ماہ بعد ہمایوں ۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء میں فوت ہو گیا اسوقت اکبر کی عمر بمشکل چودہ سال ہو گی کہ بروز جمعہ ۲ ربیع الثانی ۹۶۳ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۵۵۶ء کو قصبہ کلانور ضلع گورداسپور پنجاب میں اس کے سر پر تاجِ شاہی رکھا گیا، چار سال تک اکبر اپنے اتالیق بیرم خان خانخاناں کی نگرانی میں حکومت کرتا رہا بعد ازاں اکبر نے بیرم خاں کو حج کیلئے روانہ کر کے انتظامِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

(باقی حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میں لوگوں کو شبہ ہو گیا کہ چاند ہوا یا نہیں، حالانکہ چاند ہو چکا تھا اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے روزہ رکھ لیا تھا، لوگوں کے سوال پر حضرت مجددؒ الفِ ثانی نے فرمایا اچھا معلوم کرو کہ محمد معصوم نے کھایا پیا یا نہیں؟ معلوم ہوا کہ نہیں۔ تب حضرت مجددؒ نے شرعی وضاحت اور صاحبزادے کی کرامت سے لوگوں کو آگاہ کیا جس کی وجہ سے لوگوں کو اطمینان ہو گیا[۱]۔ بچپن میں جب آپ مجلسوں اور محفلوں میں جاتے تو "السلوک السلوک" فرماتے اور سلوک کی باتیں بیان کرتے تو لوگوں کے باطن پر فوراً اثر ہو جاتا تھا۔[۲]

جس زمانہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ دہلی میں خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں فروکش تھے حلقۂ ذکر سے فارغ ہونے کے بعد آرام کرنے کے لئے اپنے حجرہ میں تشریف لیگئے دیکھا کہ وہاں آپ کے بستر پر مخدوم زادہ محمد معصوم آرام فرما ہیں، آپ فوراً واپس چلے آئے، خادم نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو مخدوم زادہ کو بیدار کر دوں؟ فرمایا کہ خداوند جل وعلا کا ایک دوست استراحت فرما ہے ایسا نہ ہو کہ میرا جانا موجب رنج وملال ہو۔ اگرچہ باہر بہت گرمی تھی لیکن آپ وہیں باہر تشریف فرما رہے حتیٰ کہ مخدوم زادۂ موصوف از خود بیدار ہو گئے اور جب آپ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو جلدی باہر تشریف لاکر آداب وتسلیمات بجالائے۔[۳]

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ محمد معصومؒ کو الہام ہوا کہ بارہ روز کے بعد دوپہر کو تیرا انتقال ہو جائیگا، دوسرے روز الہام ہوا کہ گیارہ روز کے بعد دوپہر کو ہوگا اور تیسرے روز الہام ہوا کہ دس روز کے بعد ہوگا، غرضکہ ہر روز ایک ایک دن گھٹتا جاتا تھا جب ایک دن باقی رہ گیا تب آپ نے اپنے والد ماجد سے ذکر کیا اور خاتمہ بالخیر ہونے کی درخواست کی، حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا تم کچھ فکر نہ کرو، اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت تمہارا نزول کامل ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بارہویں روز دوپہر کو آپ کا نزول کامل ہو گیا۔[۴]

نیز حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ خود اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: "جس زمانہ میں

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) اکبر نے شروع کے کئی سال جنگ وپیکار میں گذارے اور تمام شمالی ہندوستان اپنے زیرِ نگیں لے آیا، اس کی سلطنت میں بنگال، کشمیر، افغانستان، سندھ اور گجرات شامل تھے، وہ نہایت ذہین اور ذکی الطبع انسان تھا، ناخواندہ ہونے کے باوجود اس نے جو تجربات کئے اور جو اصلاحات نافذ کیں وہ پڑھے لکھے انسانوں کیلئے بھی قابلِ رشک ہیں، شروع میں وہ شریعت اسلام کا بڑا پابند تھا لیکن جوانی اور برِ اعظم ہندوستان کی بادشاہی کا نشہ آخر رنگ لایا اور اس کے نفس وشیطان نے دھوکہ دیکر اس کو گمراہیوں کی طرف دھکیل دیا۔ بعض شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ آخر عمر میں اکبر اپنے غلط عقائد سے تائب ہو کر پھر ایک سچا مسلمان بن گیا تھا واللہ اعلم۔ تقریباً پچاس سال حکومت کرکے بروز منگل ۸ جمادی الاولیٰ ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۶۰۵ء کو انتقال ہوا اور سکندرہ میں جو کہ آگرہ سے چار میل ہے دفن کیا گیا۔

[۱] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۳۔ [۲] ایضاً ص ۴ [۳] حضرات القدس ص ۲۳۹ [۴] حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۳۰۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وہ (یعنی خود درویش) چودہ سال کی عمر کے لگ بھگ تھا، آپ (حضرت مجددِ الفِ ثانیؒ) کی خدمت اشرف میں اُس نے عرض کیا تھا کہ میں اپنے اندر ایک نور پاتا ہوں کہ تمام دنیا اس نور سے منور ہے اور وہ نور ذراتِ عالم کے ہر ذرہ میں آفتاب کی طرح سرایت کئے ہوئے ہے، اگر وہ نور ختم ہو جائے تو دنیا تاریک ہو جائے۔ حضرت عالی (مجددِ الفِ ثانیؒ) نے اس کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ تو اپنے وقت کا قطب ہو گا، میری یہ بات یاد رکھ۔" اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس چیز کا وعدہ کیا گیا تھا وہ پوری ہو گئی اور بشارت کا اثر حاصل ہو گیا کیونکہ قطب ہونا قیومیت ہی کا ایک شعبہ ہے [1]

آپ کی تعلیم و تربیت جب آپ سنِ تعلیم کو پہنچے تو آپ کو مکتب میں بٹھا دیا گیا وہاں آپ نے قلیل مدت میں قرآن کریم حفظ کر کے دیگر علوم حاصل کرنے پر توجہ فرمائی [2]۔

آپ سولہ (۱۶) سال کی عمر میں تحصیلِ علوم سے فارغ ہو گئے۔ حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری خلیفہ حضرت مجددؒ اور اخوند سجاول سرہندی (مؤلف شرح وقایہ) اور سلطان العلماء ملا بدرالدین سلطانپوری سے آپ نے تحصیل علم کی اور حرمین شریفین کے دورانِ قیام آپ نے اپنے خلیفہ مولانا سید زین العابدین محدث مدنیؒ سے اجازتِ حدیث بھی لی [3]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی مبارک توجہ کے اثر سے آپ بھی اپنے بڑے بھائیوں کی طرح سولہ (۱۶) سال کی عمر میں تحصیلِ علوم سے فارغ ہو گئے تھے، اگرچہ اس دوران میں بھی تحصیل حال (تصفیۂ باطن) میں سرگرم تھے لیکن جب تحصیلِ علوم سے فارغ ہوئے تو ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو گئے اور اپنے والد ماجد کی عنایات و توجہ کی بنا پر احوال و اسرارِ خاصہ سے کامل حصہ حاصل کیا۔

نیز صاحب زبدۃ المقامات فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی زبانِ مبارک سے یہ فرماتے سُنا ہے کہ "محمد معصوم کا ہماری نسبتوں کو یوماً فیوماً اقتباس کرنا اسی طرح پر ہے جیسا کہ صاحبِ شرح وقایہ کا اپنے دادا سے ان کی تالیف وقایہ کا حفظ کرنا"۔ چنانچہ انھوں نے کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ "وقایہ جس طرح سبقاً سبقاً میرے جد امجد تالیف کرتے جاتے تھے میں بھی اسے سبقاً سبقاً یاد کرتا جاتا تھا چنانچہ جب یہ تالیف مکمل ہوئی تو تمام کی تمام میرے ذہن میں محفوظ تھی [4]

آپ کی مدح و تعریف و علوِ استعداد کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا "وہ محمدی المشرب ہیں" ایک اور مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں "اپنے فرزند محمد معصوم کے متعلق کیا لکھوں وہ خود اس دولت یعنی ولایتِ خاصۂ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کی استعداد رکھتے ہیں"۔ نیز فرماتے ہیں "یہ اس کی علوِ استعداد کا تقاضا تھا کہ تین سال کی عمر ہی میں اس نے جامعیتِ استعداد و

---

[1] مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۸۶۔ [2] حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۴۴-۳۰۔ [3] حسنات الحرمین ص ۱۶ بحوالہ انفاسِ معصومیہ [4] زبدۃ المقامات ص ۳۱۷

حقیقتِ تجلیٔ ذاتی اور توحید میں لب کشائی کی اور کہنے لگا کہ میں آسمان ہوں، میں زمین ہوں اور میں فلاں ہوں اور فلاں ہوں۔ سچ ہے ؎

چوں زلیخا کز سپنداں تا بعود　　نام جملہ چیز یوسف کردہ بود

[جیسا کہ زلیخا نے ہر چھوٹی بڑی چیز کا نام یوسف کر دیا تھا] اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "اس راہ میں فیضانِ الٰہی کے انوار حاصل ہوتے ہیں پیر و جوان، عورت، مرد اور بچے سب برابر ہیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ [یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے] اسی استعداد کی بلندی اور رشد و ہدایت کے آثار مشاہدہ فرمانے کی وجہ سے جو بچپن کے زمانے میں آپ سے مشاہدہ فرماتے تھے حضرت مجددؒ الفِ ثانی قدس سرہٗ کی خاص نظرِ عنایت آپ کے شاملِ حال رہتی تھی اور حضرت ان مخفی کمالات کے ظہور کے منتظر رہتے تھے جو آپ کی استعدادِ تامہ میں ودیعت تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ چونکہ علم مبدأ حال ہے اس لئے اس کے حاصل کئے بغیر چارا نہیں، اسی وجہ سے علوم معقول و منقول کو حاصل کرنے کی بھی رہنمائی فرماتے اور کتبِ دقیقہ علمیہ کا صفحہ صفحہ اور ورق ورق پڑھنے کا حکم فرما کر ارشاد فرمایا کرتے تھے "بیٹا ان علوم کی تحصیل سے جلد از جلد فارغ ہو جاؤ ہم کو تم سے بڑے بڑے کام لینے ہیں"۔ ؎۱

شادی خانہ آبادی جب آپ بالغ ہوئے تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے آپ کی شادی کرنی چاہی اور اس بارے میں مسنون طریقہ پر استخارہ کیا لیکن اجازت نہ ملی، حضرت ایک عرصہ تک اس سلسلہ میں بارگاہِ خداوندی میں ملتجی رہے، ایک روز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ استنجا کرنے کے لئے مکان کی چھت پر تشریف لے گئے، ابھی پیشاب کرنے کے ارادے سے بیٹھے ہی تھے کہ وہاں گیہوں کے چند دانے پڑے ہوئے نظر آئے، آپ نے ان دانوں کا ادب کر کے وہاں پیشاب نہ کیا اور ویسے ہی اٹھ کھڑے ہوئے . . . اسی اثنا میں آپ کو الہام ہوا کہ ہم نے تمہیں تمہارے فرزند کے نکاح کی اجازت دیدی اور ساتھ ہی منکشف ہوا کہ ہم نے اس کام سے اس لئے روکا تھا کہ ہمیں غیرت آتی تھی کہ محمد معصوم کا تعلق دنیا سے ہو مگر چونکہ ہمارے ارادہ میں تھا کہ تمہارے فرزند بارگاہِ الٰہی کے مقرب ہوں گے اور دین و دنیا کا کارخانہ اس فرزند کے حوالہ ہو گا اس لئے نکاح کی اجازت دی جاتی ہے چنانچہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۰۲۱ھ کو آپ کا عقد مبارک حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ایک خلیفہ میر صفر احمد رومی ؎۳ علیہ الرحمہ کی دوسری صاحبزادی "بی بی رقیہ" سے ہوا اور آپ کی تمام اولاد اسی خاتون کے بطن سے ہے۔ ؎۲

؎۱ زبدۃ المقامات ص ۳۱۶ - ؎۲ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۴ و ۵، عمدۃ المقامات ص ۲۵۶ و جواہر معصومیہ ص ۱۳ و ۱۴ -
؎۳ میر صفر احمد رومی علیہ الرحمہ صحیح النسب سید اور ملک روم کے مشائخ کبار میں سے تھے (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بعض حوادث اور آزمائشیں حضرتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی حکمتوں کو کون سمجھ سکتا ہے اور کس کی مجال ہے کہ اُس کے حضور میں چون وچرا کر سکے، وہ شہر سرہند جس کے متعلق حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں: "اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل شہر سرہند گویا میری جائے پیدائش ہے کہ میرے لئے اس گہرے اور تاریک کنوئیں کو پُر کر کے ایک بلند چبوترہ بنایا گیا ہے اور اس کو اکثر شہروں اور مقاموں پر بلندی (فضیلت) بخشی گئی ہے اور اس زمین میں بے صفتی اور بے کیفی کا ایک نور امانت کے طور پر رکھا گیا ہے اور وہ نور اس نور کی طرح ہے جو بیت اللہ شریف کی پاک ومقدس زمین سے بلند اور روشن ہو رہا ہے"۔ [1]

سرہند شریف کی فضیلت

اور حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ اِس شہر کی فضیلت وبزرگی میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس زمانہ میں یہ معنی جو کہ ولایت کے کمالات میں سے پہلا کمال ہے اور اسی طرح ولایت کے تمام کمالات پیشوائے اکابر حضرت پیر دستگیر قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے مزار فائض الانوار سے مفاض ومستفاد (جاری وحاصل) ہیں اور اس روضۂ منورہ کے مجاورین (طروسی) بلکہ اطراف واکناف کے طالبان جو کہ صحیح اعتقاد کے ساتھ آتے ہیں اور نیاز مندی کا سر اُس آستانۂ بلند سے گھِستے ہیں ان دولتوں سے فیضیاب و بہرہ ور ہوتے ہیں اور ایک گھونٹ پی کر صد جوش وخروش کے ساتھ اپنے آپ کو ترک (فنا) کر کے مطلب کو پہنچ جاتے ہیں۔ آج سرہند کی زمین فیوض وانوار کی کثرت اور اسرار کے ظہور کی بہتات کی وجہ سے ہند وغیرِ ہند کے لئے رشک (کی جگہ) ہے لوگ اس کو ہندوستان سے نہیں جانتے کیونکہ یہ ولایت کی کھڑکی ہے، ہندوستان کی خاک ولایت کے پانی کے ساتھ مل گئی ہے اور محبت کی شراب جمع کی افیون کے ساتھ اس کی طینت میں گھُل مل گئی ہے اس لئے ناچار شکر کے جوش سے عین واثر کو اس کے طالبوں سے

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) زیارت حرمین شریفین کے شوق میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے، ایک روز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پُرنور کے سامنے بعجز ونیاز بیٹھے تھے کہ واقعہ میں آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میر صاحب موصوف کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں سرہند شریف جانے کی ہدایت فرمائی چنانچہ آپ ہندوستان روانہ ہوگئے ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء میں جب لاہور پہنچے تو حسنِ اتفاق کہ ان دِنوں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بھی لاہور ہی میں تشریف فرما تھے لہذا آپ حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے اور سلوک کی تکمیل کے بعد آپ کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ میر صاحب موصوف نے بقیہ زندگی حضرت کی خدمت میں گذاری اور ۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱ء میں سرہند شریف ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔ (روضۃ القیومیہ رکن اول ص ۱۱۹ و ۳۳۹)

[1] مکتوبات حضرت مجدد رح دفتر دوم مکتوب ۲۲۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دُور کر دیا ہے اس جگہ کے رقص کرنے والوں سے سر و دستار اُٹھا لیا ہے، کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

ازاں افیون کہ ساقی در مے افگند　　حریفاں را نہ سر ماند نہ دستار

[اس افیون کی وجہ سے جو کہ ساقی نے شراب میں ڈال دی ہے حریفوں کو نہ سر (کا ہوش) رہا ہے نہ پگڑی (کا)]
اس کے باوجود جمع الجمع کے شربت سے سیراب ہے اور صحو و دعوت کے دودھ سے تر و تازہ ہے، یہ سب ہدایت و ارشاد اس بقعہ (قطعہ) کا اثر ہے اور یہ دید و داد (دیکھنا اور دینا) اس (جگہ) کا پرتو ہے، اس بقعہ (قطعۂ زمین) کی طینت کی لطافت کہاں تک بیان کرے اور اس کے وجود کے فیض و اسرار اور اس کے جود و ایثار کو کہاں تک ظاہر کرے کہ یہ چیز عقل و ہوش والے طالبوں سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور صفائی کی طبیعت والے منصفوں پر پوشیدہ نہیں ہے، اس کے اسرار کے سمندروں سے ایسا موتی ہاتھ آتا ہے کہ کسی دوسری جگہ کمیاب ہے اور اس کے شراب خانے سے مشتاقوں کے حلق میں ایک ایسا گھونٹ پہنچتا ہے جو کہ آفاق و انفس سے بے خبر کر دیتا ہے۔" ؎

نیز ایک دوسرے مکتوب میں حضرت عروۃ الوثقیٰ تحریر فرماتے ہیں:۔

"بیشک آج طالبانِ حق جلّ و علا کی چشمِ امید اس مزار پُر انوار پر لگی ہوئی ہے اور علوم و اسرار سے فیضیاب ہونا اس ملک میں اس سرزمین کے ساتھ وابستہ ہے اور سرزمینِ سرہند اگرچہ بظاہر ہندوستان سے ہے لیکن جنت کا باغ اور ولایت کی کھڑکی ہے بلکہ رشکِ ولایت ہے، ولایتِ سہ گانہ (ولایت اولیاء و ولایتِ ملائکہ و ولایتِ انبیاء علیہم السلام) کا وہاں مرکز ہے اور کمالاتِ نبوت و وراثت اس جگہ میں جلوہ گر ہیں، اسرارِ خُلّت و محبت اسی مقام میں نمایاں ہیں اور کعبۂ حُسنیٰ کے انوار اس سرزمین میں ظاہر ہیں اس کی مٹی کو مدینۂ منورہ کی خاک سے گوندھا گیا ہے، کہاں تک اس قطعۂ زمین کی لطافتوں کو بیان اور اس کی نفاستوں کو ظاہر کرے جو کہ طالبانِ اہلِ بصیرت پر مخفی اور نگاہِ دوربیں پر پوشیدہ نہیں ہے، وہاں وہ موتی ہاتھ آتا ہے جو کہ دوسری جگہ کمیاب ہے اور اس کے بکثرت فوائد دنیا میں ممتاز ہیں۔.....

جہاں کہیں نور و برکت اور رشد و ہدایت ہے وہ سب یثرب و بطحا (مدینۂ طیبہ و مکۂ معظمہ) زادہما اللہ سبحانہ عزاً و شرفاً و افاض علینا من اسرارہما کرماً و لطفاً کے انوار سے ماخوذ و مستفاد ہے۔" ؎

لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کی شانِ بے نیازی ملاحظہ ہو کہ ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء میں اسی متبرک شہر سے طاعون

طاعون کی وبا

؎ مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۸۰۔ ؎ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۸۱۔
نیز مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۴۸-۱۴۲-۲۳۹ میں بھی سرہند شریف کی فضیلت کا تذکرہ ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

گرامی قدر بھائیوں کی وفات

کی ایسی سخت وبا پھیلی کہ ہندوستان کے مختلف شہروں کو اپنے لپیٹ میں لے لیا اور روزانہ ہزاروں انسانوں کو لقمۂ اجل بنایا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ختم بھی وہیں ہوئی کیونکہ حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ[ع] (حضرت مجددالفِ ثانیؒ کے بڑے صاحبزادے) فرماتے ہیں کہ "وبا کوئی تر لقمہ چاہتی ہے جب تک میں نہ جاؤنگا یہ فرو نہ ہوگی۔" چنانچہ "روز دو شنبہ نہم ربیع الاول" (اسی جملہ سے آپ کی تاریخِ وصال نکلتی ہے) کو آپ کا اسی وبا میں انتقال ہوا[1]۔ اس حادثۂ عظیمہ سے دو یوم قبل آپ کے دو خورد سالہ بھائی خواجہ محمد فرخ اور خواجہ محمد عیسیٰ بھی اس وبا کا شکار ہو چکے تھے، یہ حوادث جملہ متعلقین کیلئے بہت غم اندوز اور المناک تھے۔

بعد ازاں ۱۰۲۸ھ میں حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ کو الہام ہوا کہ "ابتک آپ کی تربیت جمالی طور سے ہوئی تھی اب حق سبحانہ وتعالیٰ کو منظور ہے کہ جلالی طور سے ہو۔"[2] چنانچہ حضرت مجددؒ کو جہانگیر کے دربار میں پیش ہونا پڑا اور پورے ایک سال قلعۂ گوالیار میں قید و بند کی تکالیف برداشت کرنی پڑیں، اس زمانے میں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ اور آپ کے بڑے بھائی خواجہ محمد سعیدؒ کو اپنے والد ماجد کی ہدایت کے بموجب گھر سے دُور کوہستان (وزیرستان) میں ایک عرصہ گذارنا پڑا اور سرہند شریف میں آپ کی حویلی، سرائے، کنواں، باغ، کتابیں اور دوسری تمام اشیاء پر حکومت نے جابرانہ قبضہ کر لیا[3] یہ تمام واقعات آپ کی آزمائش کے لئے بڑے صبر آزما تھے۔

حضرت مجددالف ثانی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں "حقیقی غضب دشمنوں کے نصیب میں ہے دوستوں کے ساتھ ظاہری صورت میں غضب ہے اور حقیقت میں عین رحمت ہے، غضب کی اس صورت میں محب کے لئے اسقدر فائدے اور منافع ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔"[4]

ع حضرت خواجہ محمد صادق، حضرت مجددالفِ ثانیؒ کے بڑے صاحبزادے اور اکابر اولیاء میں سے تھے، آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۰۰ھ میں سرہند شریف میں ہوئی، بچپن ہی سے آپ کی پیشانی مبارک سے سعادت کے آثار اور ولایت کے انوار نمایاں تھے۔ حضرت مجددالفِ ثانیؒ فرماتے تھے کہ میرے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ "تمہارا یہ لڑکا مجھ سے حقائق و معارف کی ایسی ایسی عجیب باتیں دریافت کرتا ہے کہ ان کا جواب مشکل سے بن پڑتا ہے۔" حضرت مجددالف ثانیؒ جب ۱۰۰۸ھ میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ صاحبزادے بھی ہمراہ تھے چنانچہ آپ بھی حضرت خواجہؒ کی نظرِ قبولیت میں آکر ذکر و مراقبہ اور جذب و نسبت سے مشرف ہوگئے۔ آپ کو صغر سنی کے باوجود وہ کمالات نصیب ہوئے کہ بڑے بڑے بزرگوں کو بھی کم حاصل ہوئے ہوں گے، آپ نے فنونِ عربیہ شیخ محمد طاہر لاہوری سے اور علوم حکمیہ مولانا محمد معصوم کابلی سے پڑھے اور اٹھارہ سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فارغ ہوگئے۔ اکیس (۲۱) سال کی عمر میں حضرت مجددالف ثانیؒ کی خلعتِ خلافت سے مشرف ہوئے اور ارشاد و تلقین کی عام اجازت حاصل ہوئی۔ جب سرہند شریف میں طاعون کا بہت زور ہوا تو اس کا زور آپ کی وفات پر ختم ہوا اور بروز دو شنبہ ۹ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ کو وصال فرمایا (مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "حضرت مجدد الف ثانی" ص ۶۹۰ تا ۶۹۵ دوسرا ایڈیشن)

[1] زبدۃ المقامات ص ۳۰۵ [2] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ دفتر سوم مکتوب ۱۶۔ [3] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۲۔
[4] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ دفتر سوم مکتوب ۱۵۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جہانگیر بادشاہ نے ایک سال بعد حضرت مجددِ الف ثانی قدس سرہٗ کی رہائی کا حکم صادر فرمایا اور اپنے پاس بُلا کر بہت لطف و کرم سے پیش آیا حتیٰ کہ جہانگیر کی شیفتگی اور عقیدتمندی اس درجہ بڑھی کہ بقول صاحب "خزینۃ الاصفیا" "بادشاہ (جہانگیر) از محبانِ شیخ شد، بحدیکہ گاہے آنجناب را از خود جدانمی کرد و شاہزادہ خرم را داخل حلقۂ مریدان شیخ نمودہ، چنانچہ تا عہدِ شاہجہاں و عالمگیر بادشاہان باہمہ علما و وزرا داخل سلسلۂ مجددیہ می شدند"۔[1] حضرت ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں "یہ بات خزینۃ الاصفیا کی صحیح نہیں ہے کہ "جہانگیر نے شاہجہاں کو حضرت مجددؒ کا مرید کرایا"۔ شاہجہاں (خرم) خود ہی حضرت مجدد الفِ ثانیؒ نے قید سے رہائی کے بعد جب حالات کو خوشگوار پایا اور جہانگیر بادشاہ آپ کا مخلص و معتقد ہو گیا تو آپ نے ۱۰۲۹ھ/۱۶۲۰ء کے اواخر میں دونوں صاحبزادوں حضرت خواجہ محمد معصومؒ و خواجہ محمد سعیدؒ کو کوہستان سے بُلا کر کچھ عرصہ اپنے پاس لشکر میں رکھا اور مزید مدارج طے کرا کر سرہند روانہ کر دیا۔

۱۱ ربیع الثانی ۱۰۳۲ھ/۱۶۲۳ء کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کے ہاں سرہند شریف میں صاحبزادۂ کلاں شیخ محمد صبغۃ اللہ کی ولادت باسعادت ہوئی[2]

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے بعض خصائص و فضائل

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادوں کے متعلق اپنے ایک مرید کو تحریر فرماتے ہیں: "فرزندانِ آں شیخ کہ اطفال اند اسرارِ الٰہی اند بالجملہ شجرۂ طیبہ اند انبتہا اللہ نباتاً حسنا [اس شیخ (حضرت مجددِ الفِ ثانیؒ) کے صاحبزادے جو (ابھی) بچے ہی ہیں اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں، مختصر یہ کہ شجرۂ طیبہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اچھی طرح نشوونما کرے][3]

حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ مخدوم زادۂ کلاں شیخ محمد صادق قدس سرہ کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: "تمہارے خط سے ...... ایسا مفہوم ہوا کہ تم کو ولایتِ خاصۂ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے ساتھ ایک مناسبت پیدا ہو گئی ہے، اس بات سے خداوند جل وعلا کا شکر بجا لایا کہ بہت مدت سے ایک آرزو تھی کہ یہ دولت تمہیں حاصل ہو جائے اور ان دِنوں امیدوار ہو کر اس طرف متوجہ ہوا کہ تم کو اس دولت کی طرف جذب کروں، اتفاقاً اس جستجو میں تم کو ولایتِ موسوی علیٰ نبینا و علیہ الصلوات والتسلیمات میں داخل پایا اور وہاں سے کھینچ کر دائرۂ ولایتِ خاصہ میں داخل کیا۔ للہ سبحانہ الحمد والمنۃ علیٰ ذٰلک .....

دوسرے یہ ہے کہ فرزند محمد سعیدؒ نے اپنے مکتوب میں جو اپنے احوال ظاہر کئے تھے بہت صحیح ہیں اور اس خصوصیت کے ساتھ دوستوں میں سے بہت کم کسی کو حاصل ہوئے ہیں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی ولایت خاصہ سے مشرف فرمائے گا، اور فرزندی محمد معصوم بالذات اس دولت کے قابل ہے حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ

---

[1] بزمِ تیموریہ ص ۱۶۶۔ [2] ہدیۂ مجددیہ ص ۳۶۔ [3] کلیاتِ باقیؒ ص ۱۳۰، مکتوب ۶۵

اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بطفیل قوت سے فعل میں لاتے۔ [1]

نیز حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے متعلق تحریر فرماتے ہیں"۔ حق جل سلطانہٗ کے انعامات کیا کیا لکھے اور اُن کا کیا شکر ادا کرے، وہ علوم و معارف جن کا فیضان ہوتا ہے خداوند جل و علا کی توفیق سے ان میں سے اکثر لکھے جاتے ہیں اور ہر اہل و نااہل یعنی کس و ناکس کے کانوں تک پہنچتے رہتے ہیں لیکن وہ خاص اسرار و دقائق جن کے ساتھ یہ فقیر متمیز ہے اُن کا تھوڑا سا حصہ بھی ظہور میں نہیں لا سکتا بلکہ رمز و اشارہ کے ساتھ بھی اس منقولہ کی نسبت گفتگو نہیں کر سکتا بلکہ اپنے فرزند عزیز (حضرت عروۃ الوثقیٰ رح) کے ساتھ بھی جو کہ فقیر کے معارف کا مجموعہ اور مقاماتِ سلوک و جذبہ کا نسخہ ہے اُن اسرار و دقائق کا کوئی رمز بیان نہیں کر سکتا اور ان کے پوشیدہ رکھنے میں بڑی کوشش کرتا ہے؛
حالانکہ فقیر جانتا ہے کہ فرزند عزیز (حضرت عروۃ الوثقیٰ رح) محرمانِ اسرار سے ہے اور خطا و غلطی سے محفوظ ہے لیکن کیا کرے کہ معانی کی دقت اور باریکی زبان کو پکڑ لیتی ہے اور اسرار کی لطافت لبوں کو بند کر دیتی ہے وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي [میرا سینہ بند ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی] نقدِ وقت ہے اور وہ اسرار اس قسم کے نہیں ہیں کہ فقیر اُن کو بیان نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ ایسے ہیں کہ بیان میں لائے ہی نہیں جا سکتے ؎

فریادِ حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصۂ غریب و حدیثِ عجیب ہست

[حافظ کی یہ تمام فریاد آخر فضول تو نہیں ہے، یہ تو نادر قصہ اور عجیب بات ہے۔]

یہ دولت جس کے چھپانے میں ہم کوشش کرتے ہیں انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے چراغِ نبوت سے مقتبس ہے اور ملائکہ ملائے اعلیٰ علیٰ نبینا علیہم الصلوات والتسلیمات بھی اس دولت میں شریک ہیں اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے تابعداروں میں سے جس کسی کو اس دولت سے مشرف فرمائیں وہ بھی اس دولت میں شریک ہے"۔ [2]

حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مکتوبات سے بھی آپ کے فضائل کا اندازہ ہوتا ہے چنانچہ آپ رقمطراز ہیں:۔
"ہمارے حضرتِ عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ سرورِ دین و دنیا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والبرکات العلیٰ کی پیدائش سے جو (مادہ) باقی رہ گیا تھا مثل پس خوردہ اس کو آپ کی امت کے بختاوروں میں سے ایک فرد (یعنی حضرت مجدد رح) کو عطا فرمایا ہے اور اس کی طینت (سرشت) کو اس سے خمیر کیا (گوندھا) ہے اور اس کے ذریعے اس فرد کو اصالت سے بہرہ ور کیا ہے، اس بقیہ میں سے اس فرد کی طینت کو خمیر کرنے کے بعد کچھ تھوڑا سا بقیہ رہ گیا تھا وہ بقیہ اس فرد کے منتسبین میں سے ایک شخص (یعنی حضرت عروۃ الوثقیٰ رح) کے حصہ

---

[1] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رح دفتر اول مکتوب ۲۳۶۔ [2] ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۶۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میں آیا ہے اور اس کی طینت کی خمیر اس سے کی گئی ہے اور اس نے اس کے اندازے کے مطابق اصالت سے بھی کچھ حصہ پالیا ہے، اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ [بیشک تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے] [۱]

نیز حضرت عروۃ الوثقیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الفِ ثانیؒ نے مجھ سے فرمایا کہ "اصالت سے کچھ حصہ تمہیں نصیب ہے اور محبوبیت تمہارے وجود میں ودیعت ہے"۔ یعنی محبوبیتِ ذاتی اور کمالِ انفعالی دونوں حضرت عروۃ الوثقیٰ میں موجود ہیں [۲]۔ صاحب جواہرِ معصومیہ لکھتے ہیں کہ محبوبیت کی تین قسمیں ہیں: افعالی، صفاتی اور ذاتی۔ کامل اولیا محبوبیتِ افعالی تک پہنچتے ہیں اور صفاتی اکمل اولیاء کو نصیب ہوتی ہے لیکن ذاتی صرف حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے [۳]

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: "حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق علیہ الرحمہ والرضوان کی حیات کے ایام میں ایک روز فرمایا کہ سابقین کے گروہ میں کہ جن کی شان میں حضرتِ حق سبحانہ نے ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۔ (۵۶ / ۱۳ و ۱۴) [ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوگا] فرمایا ہے، میں نے نظر کی تو اپنے آپ کو اس جماعت میں دیکھا اور اپنے منتسبین میں سے بھی ایک شخص (حضرت عروۃ الوثقیٰؒ) کو اس مقام میں اپنے ساتھ پایا۔ اور اسی کی مثل متشابہات کے اسرار میں بھی اس مخدوم زادہ (خواجہ محمد صادق قدس سرہ) کی رحلت فرمانے کے بعد لکھا ہے کہ "متشابہات معاملات سے کنایہ ہیں جائز ہے کہ کسی شخص کو معاملہ حاصل ہو اور اس معاملہ کے متعلق علم نہ ہو" اس معنی کو اپنے منتسبین میں سے ایک فرد (یعنی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ) میں مشاہدہ کیا ہے تو پھر دوسروں کو کیا پہنچا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

سعادت ہاست اندر پردۂ غیب نگہ کن تا کرا ریزند در جیب

[پردۂ غیب کے اندر بہت سی سعادتیں ہیں دیکھئے کس (خوش نصیب) کی جیب میں ڈالتے ہیں] [۴]

صاحب روضۃ القیومیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے آپ (حضرت عروۃ الوثقیٰؒ) کو تین دن رات ایک ہی جلسہ میں حرف قٓ کے اسرار بیان فرمائے بعد ازاں باقی حروفِ مقطعات کے اسرار حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو مسندِ ارشاد پر خود بخود منکشف ہوئے۔ حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ اسرارِ مقطعات تمہارے باطن میں تھے لیکن تمہیں معلوم نہ تھا۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۰)

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ "حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے حضور میں ایک سال تین ماہ سات یوم قیومیت کی"۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۰)

[۱] مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۹۲ [۲] روضہ، رکن دوم ص ۶ [۳] جواہرِ معصومیہ ص ۱۵ [۴] مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۲۱۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فرحت الناظرین میں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے متعلق لکھا ہے "مرید و خلیفۂ والد بزرگوارِ خود شیخ احمدؒ بود، در تربیتِ مریدان و تعبیرِ وقائع و حلِ مشکلاتِ ایشاں از برادران و سائر شیوخِ زماں امتیاز داشت واز جملہ تصانیفِ او سہ جلد مکتوبات است کہ بس اسرارِ غریبہ و نکاتِ عجیبہ و علوم بدیعہ دراں اندراج یافت و بنا بر استدعائے بادشاہِ دین پناہ (عالمگیر) چند بار بہ بارگاہِ عظمت و جاہ رسید باقسام تبجیل و تکریم و انواع توقیر و تعظیم مخصوص گشتہ بود"[1] [یہ اپنے والد بزرگوار شیخ احمدؒ کے مرید و خلیفہ تھے، مریدوں کی تربیت، واقعات کی تعبیر اور ان کی مشکلات کے حل کرنے میں اپنے بھائیوں اور تمام مشائخِ وقت سے امتیاز رکھتے تھے اور ان کی تصنیفات میں سے تین جلدیں ہیں کہ جن میں نہایت نادر اسرار، عجیب نکات اور انوکھے علوم درج ہیں اور بادشاہِ دین پناہ (عالمگیر) کی خواہش کی بنا پر چند بار بارگاہِ عظمت و جاہ (بادشاہ کی خدمت) میں پہنچے قسم قسم کی عزت و تکریم اور طرح طرح کی توقیر و تعظیم کے ساتھ مخصوص ہوئے تھے]

نیز عالمگیر نامہ میں درج ہے کہ "شیخ محمد سعیدؒ و شیخ محمد معصومؒ پسران شیخ مغفور، واقف اسرارِ حقائق و علوم شیخ احمدؒ سرہندی کہ ہر یک در فضائل و کمالات صوری و معنوی خلف الصدق آں سالک مسالکِ طریقت و عرفان است با نعام سہ صد اشرفی ... مورد نوازش گردیدند"[2] [شیخ مغفور، واقفِ اسرارِ حقائق و علوم شیخ احمدؒ سرہندی کے صاحبزادے شیخ محمد سعیدؒ و شیخ محمد معصومؒ کہ ان میں سے ہر ایک ظاہری و باطنی فضائل و کمالات میں اس سالک مسالکِ طریقت و عرفان کے سچے جانشین ہیں تین صد اشرفی کے انعام کے ساتھ ... موردِ نوازش ہوئے]

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ عارفِ صاحب زماں تھے

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ اپنے ایک مکتوب میں عارفِ صاحب زماں کے متعلق محمد امین حافظ آبادی کو تحریر فرماتے ہیں "آپ نے لکھا تھا کہ مولانا احمد برکیؒ نے حضرت عالی (مجددِ الفِ ثانی قدس سرہٗ) کی خدمت میں لکھا تھا کہ "بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ "آدمی جو کچھ کرے صاحبِ زماں کے حکم سے کرے تاکہ فائدہ دے اگرچہ شرع کے موافق کام ہوں" اگر یہ بات صحیح ہے تو تمام شرعی کاموں میں (آپ کے) فرمان کا امیدوار ہے۔ حضرت عالیؒ نے ان کو تحریر فرمایا کہ "آپ کیلئے اجازت حاصل کر کے آپ کو اجازت دیدی، لیکن جان لیں کہ فائدہ سے مراد خاطر خواہ فائدہ ہے نہ کہ مطلقاً" اور آپ نے بھی اس حقیر سے اجازت طلب کی تھی، میرے مخدوم! اگرچہ فقیر کی اجازت کو کوئی دخل نہیں ہے (پھر بھی) ہم نے آپ کو اجازت دی"[3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ بھی "عارفِ صاحب زماں" تھے لیکن کسرِ نفسی کے باعث صاف اظہار نہیں فرمایا۔ مؤلف)

---

[1] و [2] فرحت الناظرین بحوالہ رود کوثر ص ۳۳۶۔ [3] مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۵۵۔

[ع] حضرت موصوف کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مکتوب الیہ کیلئے کسی دوسرے شخص سے جو اسوقت صاحب زماں تھا اجازت حاصل کر کے ان کو اجازت دی ہے اس کے مطلب میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اسوقت تک حضرت صاحب موصوف خود عارف صاحبِ زماں نہیں تھے بلکہ کوئی دوسرا شخص تھا جس سے حضرتؒ نے ان کیلئے اجازت حاصل کی ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرتؒ اسوقت بھی صاحبِ زماں تھے لیکن حضرت اولیائے کرام صاحب زماں کے طریقے کے مطابق حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ سے بطریق استخارہ یا القایا الہام وغیرہ اجازت حاصل کی ہوگی واللہ اعلم بالصواب اور یہ دوسرا احتمال قوی معلوم ہوتا ہے۔ (مؤلف)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو خلعتِ قیومیت وقطب الاقطابی کی بشارت

آپ کی خلعتِ قیومیت وقطب الاقطابی سے سرفرازی کی بشارت حضرت مجدد الف ثانیؒ اور خود موصوف کے مکتوبات شریف سے مندرجہ ذیل اقتباسات سے واضح طور پر ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ جس زمانے میں اجمیر شریف میں قیام پذیر تھے اسی زمانہ میں ایک روز آپ نے فرمایا "آثار بتاتے ہیں کہ اب کوچ کا زمانہ قریب ہے" چنانچہ سرہند شریف اپنے صاحبزادوں حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمہ کو مندرجہ ذیل مکتوب تحریر فرماتے ہیں:

"کل صبح کی نماز کے بعد مجلسِ سکوت یعنی مراقبہ وخاموشی کے وقت ظاہر ہوا کہ وہ خلعت جو میں پہنے ہوئے تھا مجھ سے جدا ہو گئی اور بجائے اس کے اور خلعت مجھے پہنائی گئی۔ دل میں خیال آیا کہ یہ خلعتِ زائلہ (میری اتاری ہوئی خلعت) کسی کو دیتے ہیں یا نہیں، مجھے یہ آرزو ہوئی کہ اگر یہ خلعتِ زائلہ میرے فرزند محمد معصومؒ کو دیدیں تو بہتر ہے۔ ایک لمحہ کے بعد دیکھا کہ میرے فرزند (محمد معصومؒ) کو مرحمت فرمائی گئی ہے اور وہ خلعت سب کی سب اس کو پہنائی گئی ہے، یہ خلعتِ زائلہ معاملۂ قیومیت سے مراد ہے جو تربیت و تکمیل سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے اس عرصۂ مجتمعہ کے ساتھ ارتباط کا باعث ہوا ہے"۔ [1]

اس مکتوب شریف کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے گرامی قدر صاحبزادوں کے نام ایک دوسرا مکتوب بھی تحریر فرمایا جس میں فرماتے ہیں "فرزند دور ہیں اور عمر کا معاملہ نزدیک ہوتا جا رہا ہے"۔ [2]

ان دونوں نامہ ہائے مبارک کے پہنچتے ہی دونوں صاحبزادے یعنی حضرت خواجہ محمد سعید و حضرت خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے چند روز کے بعد حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہ نے ایک دن دونوں صاحبزادوں سے خلوت میں فرمایا "اب مجھے اس جہان سے مطلق دلچسپی نہیں رہی ہے، اُس جہان میں جانا چاہیئے کیونکہ کوچ کی علامات نمایاں ہو رہی ہیں وغیرہ۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ اپنے مکتوبات میں اس مجلس کا حال اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

"جس وقت حضرت مجدّد الف ثانی قدسنا اللہ بسرہ الاقدس نے اپنے مخلصوں میں سے ایک درویش (یعنی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ) کو خلعتِ قیومیت سے نوازا اور اس کو اس امرِ عظیم سے سرفراز فرمایا، اس درویش کو خدمت میں طلب کر کے فرمایا کہ "اس مجمع گاہ (دنیا) کے ساتھ میرے ارتباط کا تعلق یہی قیومیت کا

---

[1] مکتوباتِ حضرت مجددؒ، دفتر سوم مکتوب ۱۰۴ - [2] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۰۶ - [3] زبدۃ المقامات ص ۲۸۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

معاملہ رہا ہے جو کہ تجھ کو عطا کر دیا گیا ہے اور مکونات (موجودات) پورے شوق کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہو گئے ہیں، اب میں اس فانی دنیا میں اپنے رہنے کا کوئی سبب نہیں پاتا" اور جب اس پُرآشوب دنیا سے اپنی رحلت فرمانے کا وقت قریب ہونے کی بابت فرمایا تو وہ زخمی دل درویش اس مذکورہ بشارت کے سننے کے باوجود جگر سوختہ اور چشم پُرنم ہو کر اپنے اندر نہایت غم واندوہ میں ڈوب گیا، نہ زبان کو کچھ کہنے کی طاقت رہی اور نہ کانوں کو سننے کی تاب رہی۔ حضرت عالی ؒ نے اس تبدیلی کو اس مسکین میں ملاحظہ کیا تو نہایت مہربانی سے فرمایا "غم مت کر، اللہ تعالیٰ کی سنّت (طریقہ) اسی طرح جاری ہے کہ کسی ایک کو اپنے پاس بلاتے ہیں اور کسی دوسرے کو اس کی جگہ بٹھا دیتے ہیں"۔ اور نہایت لطف ومہربانی سے اس بزرگ کی عبارت کو جو کہ وہ نفحات میں لائے ہیں زبان پر جاری فرمایا کہ "پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا لیا گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی جگہ بیٹھے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اُٹھا لیا گیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کی جگہ بیٹھے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا لیا گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی جگہ بیٹھے اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اٹھا لیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی جگہ بیٹھے"۔ اس درویش نے چونکہ اس معنی کی کوئی قابلیت اپنے اندر نہیں پائی اور مذکورہ رنج و غم بھی اس کے دل میں چھپا ہوا تھا، ہاں یا نہیں کچھ بھی نہیں کہا اور جن امور کا انکشاف ضروری تھا درمیان میں نہ لایا، یہی وجہ تھی کہ جب حضرت عالی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "اشیاء میری قیومیّت سے تیری قیومیت کے ساتھ زیادہ راضی اور خوش ہیں" یہ درویش اُس کی بھی لِم وعلت کو پوچھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

وحشی گذشت یار و نکردی حکایتے اے خان ومان خراب زبانِ تو بستہ بود

[اے وحشی! یار گذر گیا اور تو نے کوئی گفتگو نہ کی، اے خانماں برباد کیا تیری زبان بندھی ہوئی تھی]

جب حضرت عالی قدس سرہ نے اس درویش کا غم بہت ہی زیادہ دیکھا تو فرمایا کہ "میرے رحلت کرنے میں قدرے مہلت (تاخیر) ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ کیا تعلق درمیان میں ہے"، متوجہ ہو کر ایک لمحہ کے بعد فرمایا "میرے وصال کے دنوں تک تیرا قیام میرے ساتھ ہوگا اور افرادِ عالم کا قیام تیرے ساتھ ہوگا" یہ قول اس مسکین کے غمگین دل کو قدرے تسلی دینے والا ہو گیا۔ اس ماجرا (واقعہ) کے ایک سال اور چند روز کم تین ماہ بعد حضرت عالی رضی اللہ عنہ کے وصال کا واقعہ پیش آیا کیونکہ یہ گفتگو سن ایک ہزار بتیس ۱۰۳۲ ہجری کے ماہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں ہوئی تھی اور اس ہادیٔ انام کا ارتحال (وصال) اٹھائیس صفر سن

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ایک ہزار چونتیس ۱۰۳۴ھ کو ہوا تھا۔ (چند سطور کے بعد فرماتے ہیں)۔

اب ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیوم اس عالم میں حق جل وعلا کا خلیفہ اور اس کا نائب مناب (قائم مقام) ہوتا ہے، قطب و ابدال اس کے دائرہ ظلال میں داخل اور افراد و اوتاد اس کے کمال کے محیط میں شامل ہوتے ہیں، تمام افرادِ عالم اس کی طرف رُخ رکھتے ہیں اور اہلِ جہان کی توجہ کا قبلہ وہی ہوتا ہے خواہ وہ جانیں یا نہ جانیں، بلکہ اہلِ عالم کا قیام اسی کی ذات سے ہے اس لئے کہ افرادِ عالم چونکہ اسماء و صفات کے مظاہر ہیں، کوئی ذات ان کے درمیان کائن (موجود) نہیں ہے اس لئے سب کے سب اعراض و اوصاف ہیں اور اعراض و اوصاف کو ذات وجوہر کے بغیر چارہ نہیں ہے تاکہ ان کا قیام اس کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ طویل زمانوں کے بعد کسی عارف کو ذات سے حصہ عطا فرما کر اس کو ایک ایسی ذات عطا فرماتے ہیں کہ وہ نیابت و خلافت کے طور پر اشیاء کا قیوم ہو جاتا ہے اور اشیاء اس کے ساتھ قائم ہوتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ نسبتِ قیومیت کا حاصل ہونا کسی شخص کو اسوقت تک میسر نہیں ہے جبتک کہ وہ اصالت سے کچھ حصہ نہ رکھتا ہو، اُن عالی حضرت و متعالی منقبت (حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ) نے جس درویش کو نسبتِ قیومیّت کے حاصل ہونے کی بشارت دی تھی اس کو مقامِ اصالت کے حاصل ہونے کی خوشخبری کے ساتھ بھی سربلند کیا اور نیز فرمایا کہ "جسقدر تو اصالت سے حصہ رکھتا ہے اسی کے موافق محبوبیت کی فطرت تیری ذات میں ودیعت کی گئی ہے" یعنی محبوبیتِ ذاتی و کمالِ انفعالی کی بھی اس کے حق میں نشاندہی فرمائی، وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ [اور یہ بات اللہ تعالیٰ کیلئے مشکل نہیں ہے] [1]

قیومیّت کی مزید توضیح و تشریح

حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ مکتوباتِ شریفہ آیتِ مبارکہ "اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا" [2] کی شرح میں فرماتے ہیں:—

"جاننا چاہئے کہ (حدیث شریف میں ہے) اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ [بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے] اور اللہ تعالیٰ صورت سے پاک و برتر ہے، پس آدم کا اُس کی صورت پر پیدا ہونا اس معنی میں ہو سکتا ہے کہ اگر مرتبۂ تنزیہہ کی صورت عالمِ مثال میں فرض کی جائے تو بیشک یہ صورت جامع ہو گی جس پر یہ انسان جامع موجود ہوا ہے، دوسری صورت کو یہ قابلیت حاصل نہیں کہ اس مرتبۂ مقدسہ کی

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۸۶ - [2] سورت ۳۳ آیت ۷۲

تمثال ہو سکے اور اس کا آئینہ بن سکے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان حق تعالیٰ کی خلافت کے لائق ہوا ہے کیونکہ خلیفہ جبتک شے کی صورت پر مخلوق نہ ہو اُس شے کی خلافت کا مستحق نہیں ہوتا کیونکہ شے کا خلیفہ اس کا خلف اور قائم مقام ہوتا ہے۔ چونکہ انسان رحمٰن کا خلیفہ بن گیا اس لئے بارِ امانت بھی اسی کو اٹھانا پڑا۔ لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ [بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے باربردار اُٹھا سکتے ہیں] آسمان و زمین اور پہاڑ یہ جامعیت کہاں سے پائیں کہ حق تعالیٰ کی صورت پر پیدا ہوں اور اس کی خلافت کے لائق ہو کر بارِ امانت کو اُٹھا سکیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر بالفرض اس بارِ امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے حوالے کرتے تو یہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے اور ان کا کچھ نشان باقی نہ رہتا۔ وہ امانت اس فقیر کے خیال میں نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت ہے جو انسانِ کامل کے ساتھ مخصوص ہے یعنی انسانِ کامل کا معاملہ یہانتک پہنچ جاتا ہے کہ اس کو بحکمِ خلاقت تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں اور تمام مخلوق کو تمام فیضانِ وجود و بقا اور تمام کمالاتِ ظاہری و باطنی اسی کے واسطے سے پہنچاتے ہیں، اگر فرشتہ ہے تو وہ بھی اسی کے ساتھ متوسل ہے اور اگر انسان و جن ہے تو وہ بھی اسی کا (دامن) پکڑنے والا ہے اور درحقیقت تمام اشیا کی توجہ اسی کی طرف ہے اور سب اسی کی طرف متوجہ ہیں خواہ وہ اس حقیقت کو جانیں یا نہ جانیں۔ الخ [۲]

نیز دفتر سوم مکتوب ۱۰۴ میں تو بالکل واضح طور پر فرماتے ہیں "وایں خلعتِ زائلہ کنایت از معاملۂ قیومیت بودہ است" یعنی اس خلعتِ زائلہ سے مراد (جو رحلت سے قبل آپ سے جدا ہو گئی اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کو مرحمت فرمائی گئی جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے) معاملۂ قیومیت ہے جو کہ تربیت و تکمیل سے تعلق رکھتا ہے۔

اور حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ قیومیت سے متعلق ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: "اور اللہ تعالیٰ کی سنت (اس طرح) جاری ہوئی ہے کہ زمانۂ دراز کے بعد کسی عارف کو فنائے اکمل کے بعد اپنے پاس سے ایک ذات عطا فرماتے ہیں کہ اس ذات سے ذاتِ اقدس کی طرف راستہ ہے۔ پس یہ عارف (اس موہوب) ذات کے تعلق سے ذاتِ مقدس (تعالیٰ شانہٗ) سے کچھ حصہ پا لیتا ہے اور افرادِ عالم جو کہ اعراض کی مانند ہیں اور (ان کی) کوئی ذات نہیں ہے کہ جس کے ساتھ وہ قائم ہوں، ان کا قیام (اس) عارف کی ذات کے ساتھ ہے اور ان سب کی ذات یہی عارف کی ذات ہے اور عارف نیابت و خلافت کے حکم کے مطابق ان کا قیوم ہے، پس عارف کو افرادِ عالم کے ساتھ نام کی مشارکت اور صورت کی مماثلت کے سوا کونسی مشارکت اور کیا مماثلت ہے؟ (کیونکہ) جوہر کو اعراض کے ساتھ کیا مشارکت ہو سکتی ہے؟" [۳]

---

[۱] اس میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی قیومیت کی طرف اشارہ ہے۔ نیز مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۳۹ میں بھی یہ بات تفصیل سے موجود ہے۔

[۲] مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی رح دفتر دوم مکتوب ۹۴۔ [۳] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۵۸۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نیز حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ ایک دوسرے مکتوب میں قیومیّت کے دقائق اور انسانِ کامل کی جامعیت کو بہت تفصیل سے تحریر فرمایا ہے جس کے اقتباسات درجِ ذیل ہیں:۔ "اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ صدیوں کے بعد ہزاروں میں کسی ایک کو بقائے ذات کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور اس مرتبۂ مقدسہ سے اس عارف کو ایک ذات جو کہ بے چونی سے کچھ حصہ رکھتی ہے عطا فرماتے ہیں جو کہ عارف کی کنہ (حقیقت، ماہیت) ہوتی ہے اور یہ تمام اوصاف اس ذات کے ساتھ قائم ہوتے ہیں بلکہ افرادِ عالم بھی اس ذات کے ساتھ قائم ہوتے ہیں کیونکہ افرادِ عالم اس کے بالمقابل ہیں، چونکہ اسماء وصفات کے مظاہر ہیں (اور) کوئی ذات ان میں کائن (کالم فرما) نہیں ہے اس لئے وہ عارف خلیفۃ اللہ ہونے کے حکم سے قیوم عالم ہو جاتا ہے اور وزیر کا حکم حاصل کر لیتا ہے۔

(اسی مکتوب میں مزید فرماتے ہیں) ہم اصل بات بیان کرتے ہیں، جو ذات کہ عارف کو بخشی گئی ہے چونکہ وہ بے چونی سے کچھ حصہ رکھتی ہے اس کی جامعیت ظاہری نگاہ میں چون کے درک میں نہیں آتی لیکن حقیقت میں تمام اسماء وصفات سے جو کہ عارف کے اجزاء کی مانند ہو گئے ہیں زیادہ جامع ہے بلکہ اس جامعیت کو اس جامعیت کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے اور اس کے مقابلے میں لاشئے ہونے کا حکم رکھتی ہے سبحان اللہ وبحمدہ۔ اس قسم کی وسیع مملکت کو حقیر شخص کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے اور مُلک وملکوت کے ان تمام خزانوں کو اس طرح کے بے قدر وقیمت ویرانہ میں ودیعت فرما دیا گیا ہے اور ان سب بے رنگ حسن وجمال اور بے کیف انوار واسرار کو اس ظلمانی ڈھانچہ میں جو کہ ذلیل (گندے) پانی سے پیدا ہوا ہے پنہاں کر دیا گیا ہے وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ [اور یہ بات اللہ تعالیٰ کیلئے کچھ مشکل نہیں ہے] [1]

اب ہم قیومیت سے متعلق حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ العالی کی تالیف لطیف "مقاماتِ خیر" کا اقتباس پیش کرتے ہیں:۔

"امام بخاریؒ اور دوسرے محدثین نے اس حدیثِ قدسی کو روایت کیا ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک وتعالیٰ قال من عادی لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیٔ احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سألنی اعطیتہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ۔ یہ صحیح حدیث شریف ہے اور اس میں کامل ولی کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی ولی سے عداوت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے لڑائی مول لے رہا ہے۔ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۲۰۳۔

رضامندی اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے عبادت میں مصروف ہوتا ہے، تو وہ ایسے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتا ہے کہ اس کے تمام افعال اللہ تبارک وتعالیٰ کے افعال ہو جاتے ہیں اور اس کو محبوبیت کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اب نہ اس کی اپنی سماعت رہتی ہے اور نہ بصارت، نہ اس کی اپنی گرفت رہتی ہے اور نہ چلنا پھرنا۔ اور وہ ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمیٰ، اوران الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ کے دائرہ میں آجاتا ہے، یہ دائرہ خلافتِ الٰہیہ کا ہے۔ یعنی ایسا فردِ اکمل، اللہ جل شانہٗ کا خلف اور اس کا نائب مناب ہو جاتا ہے اور تمام کائنات کا قیام بہ حکمِ خلافت اس سے ہوتا ہے، کیا فرشتے، کیا جنّ، کیا انس، کیا آسمان، کیا زمین، سب اُسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ کائنات میں سے ہر کائن کی نظر کا مرکز وہی بن جاتا ہے، ایسے فردِ اکمل کو کسی نے غوثِ اعظم کا نام دیا ہے کوئی قطب الاقطاب کہتا ہے، حضرت مجدد قدس سرہٗ نے اس کو قیوم کہا ہے حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ قطب الاقطاب کا نام تجویز کرتے ہیں، آپ نے "فتوحاتِ مکیہ" میں خوب تفصیل سے اس کی حقیقت واضح کی ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے جو نام (قیوم) تجویز کیا ہے وہ آپ کی کمالِ معرفت پر دال ہے، اخلاقِ الٰہیہ سے متخلق ہونا عین سعادت ہے، قیوم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے کامل فرد کو اس صفت سے محلی ومتصف کر دیا ہے۔ تمام کائنات کا قیام اس کی ذات سے وابستہ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پوتے مولانا محمد اسمٰعیل رحمہما اللہ وقدس اسرارہما نے اپنی کتاب "عبقات" کے مقدمہ کے بیسویں عبقہ میں لکھا ہے "اتفق اھل الکشف والوجدان وارباب الشھود والعرفان مؤیدین بالبراھین العقلیۃ والاشارات النقلیۃ علی ان القیوم لکثرات الکونیۃ واحد شخصی" "یعنی اہلِ کشف ووجدان اور اربابِ شہود وعرفان جو کہ براہینِ عقلیہ اور اشاراتِ نقلیہ سے مؤید ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ کثراتِ کونیہ کا قیوم شخص واحد ہوا کرتا ہے"۔ یعنی قیوم کا جو بیان حضرت مجدد قدس سرہٗ نے کیا ہے کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ اس بات پر تمام اہلِ کشف ووجدان اور اربابِ شہود وعرفان کا اتفاق ہے"۔ (مقاماتِ خیر، ص ۶۱ و ۶۲)

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی سجادہ نشینی

حضرت مجدد الفِ ثانیؒ نے بادشاہ کی بیعت کے زمانے میں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو اپنے حضور میں مسندِ ارشاد پر بٹھا کر تمام خلفاء و مریدین کو حکم دیا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے بیعت کریں اور ان کے حلقہ میں بیٹھیں اور خانقاہ کے تمام معاملات بھی آپ کے سپرد کر دیئے گئے تھے۔ بعد ازاں دونوں صاحبزادوں کو سرہند شریف واپس بھیج دیا تھا۔

جب حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کی عمر کا تقریباً ایک سال باقی رہ گیا تو آپ نے بادشاہ سے رخصت حاصل کر کے اجمیر سے سرہند تشریف لے آئے، اہلِ سرہند نے آپ کے شایانِ شان استقبال کیا اور آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں سجدۂ شکر بجا لائے۔ حضرت مجدد الفِ ثانیؒ نے سرہند پہنچ کر تمام تعلقات سے کلّی انقطاع کر کے خلوت اختیار کی حتیٰ کہ ترسیٹھ ۶۳ سال کی عمر میں بوقتِ اشراق بروز سہ شنبہ ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ کو آپ نے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کی

سجادہ نشینی کا پہلا سال

(از یکم ربیع الاول ۱۰۳۴ھ ۱۶۲۴ء)

(حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ کا سانحۂ ارتحال، حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی سجادہ نشینی، جملہ خلفاء و مریدین کی تجدیدِ بیعت اور مخدوم زادہ خواجہ محمد نقشبند کی ولادت)

اس سال کا سب سے بڑا سانحہ حضرت مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ کی وفات حسرت آیات ہے جو بروز منگل ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ کو ہوئی۔ آپ کے وصال کے تیسرے دن یعنی یکم ربیع الاول ۱۰۳۴ھ مطابق ۱۳ دسمبر ۱۶۲۴ء کو بروز جمعرات بوقتِ اشراق حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ مسندِ ارشاد و قیومیت پر جلوہ افروز ہوئے، حضرت مجددالفِ ثانیؒ کے تمام خلفا اور مریدوں نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے حلقہ میں بیٹھے، کہتے ہیں کہ اُس روز پچاس ہزار آدمیوں نے آپ سے بیعت کی جن میں دو ہزار حضرت مجددالفِ ثانیؒ کے بڑے بڑے خلفا بھی تھے، نیز ماوراء النہر، خراسان، بدخشان وغیرہ ممالک کے امراء نے بھی تجدیدِ بیعت کے لئے اپنے اپنے وکیل مع تحائف و ہدایا حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں روانہ کئے۔

جہانگیر بادشاہ بھی حضرت مجددالفِ ثانیؒ کے وصال کی خبر سُن کر تعزیت کے لئے سرہند آیا مزارِ مقدس کی زیارت و فاتحہ سے فارغ ہو کر اُس نے پوچھا کہ حضرت مجددالفِ ثانیؒ کا جانشین کون ہے؟ حاضرین نے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی طرف اشارہ کر دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ حضرت مجددالفِ ثانیؒ اپنے تمام خلفا اور مریدوں کی نسبت مجھ پر زیادہ مہربان تھے اور عرصہ دراز تک میرے ساتھ رہے اور مجھے خلوت میں توجہ باطنی سے مشرف فرمایا کرتے تھے لہٰذا میں حضرتؒ کا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مریدِ خاص ہوں اور مجھے خرقہ بھی عنایت ہوا ہے وغیرہ"۔ ۔ اور حضرت مجددؒ سے عطا شدہ خرقہ پہن کر خانقاہ میں آ کر بیٹھ گیا اور اپنے امراء ولشکریوں سے کہا کہ حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کا سب سے بڑا خلیفہ میں ہوں لہٰذا میری بیعت کرو، تمام لشکر نے خوف اور ڈر کے سبب اس کی بیعت کی پھر اُس نے حکم دیا کہ تمام لوگ اپنی اپنی انگشتریوں اور مُہروں پر "مریدِ سلطان جہانگیر" لکھا کریں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بعد ازاں حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کے خلفاء و مریدین کو اپنی بیعت کی تکلیف دی تو سب حیران رہ گئے کہ کیا کریں آخر مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ بادشاہ سے یہ عرض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کا کارخانہ حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کو عنایت فرمایا تھا لہٰذا جو امور دنیاوی معاملات سے تعلق رکھتے ہیں اُن کی خلافت بادشاہ کو حاصل ہے اور جو باتیں دین سے متعلق ہیں ان کی خلافت حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کو حاصل ہے اس لئے کہ بادشاہ کو اتنی فرصت کہاں کہ لوگوں کو توجہ دے سکے۔ بادشاہ کو یہ بات پسند آ گئی، چنانچہ حضرت کے تمام خلفاء و مریدین اور شاہی امراء ولشکر نے بیعتِ سلطنت تو بادشاہ سے کی اور بیعتِ قیومیت وارشاد حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ سے کی۔[1]

بعد ازاں جہانگیر بادشاہ نے سرہند شریف میں ڈیرے خیمے نصب کرا کر چند دن قیام کیا اور تعزیت کیلئے آنے والوں کی مہمانداری کے انتظامات کا حکم دیا، چنانچہ حضرت خواجہ میر محمد نعمان قدس سرہٗ تشریف لائے تو بادشاہ نے اپنے امراء کو ان کے استقبال کے لئے بھیجا جو آپ کو بڑی تعظیم و تکریم سے شہر میں لائے۔ میر صاحب نے پہلے مزار فائض الانوار پر فاتحہ پڑھی بعد ازاں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے بیعت کی، اسی طرح جو صاحب بھی حاضر ہوتے اول مزار مبارک پر فاتحہ پڑھتے اس کے بعد حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے بیعت کرتے۔[2]

بعد ازاں دیگر بادشاہوں کے امراء و وزراء مع تحائف و ہدایا حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر بیعت ہوتے رہے اور بادشاہ کی طرف سے بھی غائبانہ بیعت کر کے تحفے اور ہدیے پیش کئے۔ نیز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے جملہ خلفاء و مریدین بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تجدیدِ بیعت سے مشرف ہوئے۔[3]

---

[1] تا [3] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱ تا ۱۳ ملخصاً

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مرأت العالم اور مرأت جہاں میں لکھا ہے کہ آپ (یعنی حضرت عروۃ الوثقیٰ رح) سے پہلے ایسا کوئی شخص نہیں گذرا جس کی خدمت میں اسقدر معتقدوں اور مریدوں کا مجمع ہو، یا اسقدر ارشاد و مشیخت کا اس سے ظہور ہوا ہو یا اس شان و شوکت سے کوئی ولی ارشاد و مشیخت کی مسند پر جلوہ افروز ہوا ہو۔[1]

اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے ہاں دوسرے صاحبزادے خواجہ محمد نقشبند ثانی رح کی ولادت باسعادت ۷ رمضان المبارک ۱۰۳۴ھ (مطابق ۱۳ رجون ۱۶۲۵ء) کو سرہند شریف میں ہوئی۔[2] حضرت عروۃ الوثقیٰ رح نے صاحبزادے کی ولادت کی خوشخبری سن کر دوگانہ شکر ادا کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُرفتوح کے ایصالِ ثواب کے لئے بہت سا طعام پکوا کر فقراء کو تقسیم کیا اور مولود مسعود کا اسم مبارک محمد نقشبند، کنیت ابو القاسم اور لقب شرف الدین مقرر فرمایا۔ . . . . صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ "حضرات قیوم اربعہ کے طریقہ میں اس سال کو "سال قیومیت مطلق" کہتے ہیں کیونکہ ایک قیوم (حضرت مجددؒ) نے وفات پائی، دوسرا قیوم (حضرت عروۃ الوثقیٰ رح) مسند ارشاد و قیومیت پر بیٹھا اور تیسرا قیوم (خواجہ محمد نقشبندؒ) پیدا ہوا۔[3]

سجادہ نشینی کا دوسرا سال[2] (از یکم ربیع الاول ۱۰۳۵ھ مطابق ۱۶۲۵ء)

(حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کو "عروۃ الوثقیٰ" کا خطاب)

اس سال ایک روز حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ آج میں صبح کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ حضرت سرور کائنات خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تم کو عروۃ الوثقیٰ کا خطاب عنایت فرمایا ہے لہذا اس نعمت کا شکر بجا لاؤ۔[4]

سجادہ نشینی کا تیسرا سال[3] (از یکم ربیع الاول ۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۲۶ء)

(شہزادہ خرم حضرت عروۃ الوثقیٰ رح سے طالبِ توجہ)

اس سال شہزادہ خرم (شاہجہاں) نے خفیہ طور پر حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ "مجھے حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ نے خوشخبری دی تھی کہ میرے بعد تم کو تختِ سلطنت حاصل ہوگا، اب حضرت کے وصال کو تقریباً دو سال گذر چکے ہیں اور میں بھی بہت کوشش کر چکا ہوں

---

[1] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۳ - [2] ایضاً رکن سوم ص ۱ [3] ایضاً رکن دوم ص ۱۳ و ۱۴ - [4] ایضاً رکن دوم ص ۱۵ و ۱۶

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

لیکن ابھی تک گوہرِ مقصود ہاتھ نہیں آیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امید ہے کہ آپ اس بارے میں توجہ فرمائیں گے تاکہ شریعت و طریقت کو حسبِ دلخواہ رونق ہو۔" حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ "خاطر جمع رکھو عنقریب بلا محنت و مشقت سلطنت تمہارے ہاتھ آئے گی۔" شہزادہ یہ خبر فرحت اثر سن کر بہت خوش ہوا۔ [1]

سجّادہ نشینی کا چوتھا سال (از یکم ربیع الاول سنہ ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء)

(جہانگیر کا انتقال اور شاہجہاں کی تخت نشینی نیز مخدوم زادہ سوم خواجہ محمد عبید اللہؒ کی ولادت باسعادت)

حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے وصال کے پورے تین سال بعد اُسی مہینے اُسی تاریخ یعنی ۲۸ صفر سنہ ۱۰۳۷ھ مطابق ۸ نومبر سنہ ۱۶۲۷ء کو جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہوا اور شہریار (نورجہاں کا داماد) تختِ سلطنت پر قابض ہو گیا۔ جب جہانگیر کی وفات اور شہریار کی تخت نشینی کی اطلاع حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو ہوئی تو جہانگیر کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور اس کی مغفرت کی خوشخبری دی، بعد ازاں فرمایا کہ شہریار کا تسلط چند روزہ معلوم ہوتا ہے آخر صاحبِ تخت و تاج شاہجہاں ہی ہوگا۔ [2]

---

[1] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۵ [2] ایضاً ص ۱۶ ر ۱۷

[2] جہانگیر بادشاہ کا اصل نام "سلیم" تھا چونکہ حضرت سلیم چشتی علیہ الرحمہ کی دعا کی برکت سے شہزادہ کی ولادت ہوئی تھی اس لئے اکبر بادشاہ نے اس کی پیدائش سے قبل شہزادہ کی والدہ جودا بائی کو حضرت سلیم چشتی علیہ الرحمہ کے مکان پر بھیجدیا تھا چنانچہ اُنہی کے مکان واقع فتحپور سیکری آگرہ میں بروز بدھ ۱۷ ربیع الاول سنہ ۹۷۷ھ مطابق ۳۰ اگست سنہ ۱۵۶۹ء کو شہزادہ کی ولادت ہوئی۔ اکبر نے حصولِ برکت کی غرض سے شیخ کے نام پر شہزادہ کا نام بھی "سلیم" رکھا اور اس کی تعلیم و تربیت اعلیٰ درجہ پر کی گئی۔ اکبر کے انتقال کے بعد شہزادہ سلیم بروز جمعرات ۱۱ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۰۱۴ھ کو تخت نشین ہوا اور سلطان نور الدین جہانگیر لقب اختیار کیا، اس کے زمانے میں دکن کے بعض حصے فتح ہو کر سلطنتِ مغلیہ میں شامل کئے گئے۔

صاحبِ بزمِ تیموریہ رقمطراز ہیں: "جہانگیر نے ترکی زبان عبد الرحیم خان خاناں سے سیکھی اور فارسی زبان کا وہ ایک بے مثل انشا پرداز تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کا علمی شاہکار خود اس کی تزک ہے جو سادگی، صفائی، بے تکلفی اور قادر الکلامی کے لحاظ سے بے عدیل ہے، مولانا شبلی کی رائے ہیں" اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ واقعات کو ایسے بے تکلف برجستہ اور دلآویز طریقہ سے ادا کرتا ہے کہ بڑے بڑے انشا پرداز نہیں کر سکتے" وہ جب کسی جنگ کی ہنگامہ آرائیوں کی تصویر کھینچتا ہے تو ہم میدانِ کارزار میں کھڑے نظر آتے ہیں، جب کسی جشن کی چہل پہل یا شبستانِ عیش کا نقشہ کھینچتا ہے تو آنکھوں کے سامنے اس کی ساری رنگینیاں اور سرمستیاں آجاتی ہیں، جب وہ کسی علمی مسئلہ پر بحث کرتا ہے تو اس کے ہر پہلو کو نمایاں کر دیتا ہے (بزمِ تیموریہ ص ۱۲۵) سلسلۂ تیموریہ میں یوں تو ہر فرمانروا سخن فہم اور ادا شناس گذرا ہے لیکن جہانگیر اس فن میں اجتہاد رکھتا تھا وہ فطرۃً محبت کیش تھا اور ازل سے دردمند دل لیکر آیا تھا (بزمِ تیموریہ ص ۱۳۶) تاریخ خان جہاں میں ہے کہ جہانگیر نے ان تمام مدارس کو از سر نو آباد کیا جو گذشتہ تیس سال سے پرندوں اور چوپایوں کے مسکن بنے ہوئے تھے۔ (بزمِ تیموریہ ص ۱۶۸) باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جب شاہجہاں[ع] چند روز بعد اپنے نصیب کی یاوری سے سلطنتِ ہند پر قابض ہوگیا تو شہریار، اس کی آل واولاد اور بھائی بھتیجوں کو تہِ تیغ کردیا، اس پر شہریار کی بیوی روتی پیٹتی حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے بیٹوں کے ناحق قتل کئے جانے کی شکایت کی، حضرت نے فرمایا کہ اس کی اولاد بھی اسی طرح ناحق قتل ہوگی۔ شاہجہاں کو حضرت کے ارشاد کا علم ہوا تو اپنے کئے پر سخت نادم ہوا، اور جب اورنگ زیب نے اپنے بھائیوں کو قتل کیا تو شاہجہاں نے کہا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے فرمانے کے مطابق مجھ سے شہریار کے بیٹوں کا بدلہ لیا گیا[۱]۔

پھر جب شاہجہاں کو ممالکِ محروسہ پر پوری طرح استحکام حاصل ہوگیا تو حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں سرہند شریف حاضر ہوا، بہت کچھ تحفے اور ہدیے آپ کی خدمت میں پیش کئے، نیز حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کی روحِ پرفتوح کے ایصالِ ثواب کیلئے سات روز تک فقیروں کو کھانا تقسیم کیا، چونکہ شاہجہاں کو حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کی خدمت میں بڑا رسوخ واعتقاد تھا اس لئے حضرت سے بیعت ہوکر صبح وشام حضرت کے حلقہ میں شامل ہوتا تھا، حضرت بھی اس پر بدرجہ غایت مہربان تھے۔[۲]

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) ربیع الاول ۱۰۲۰ھ مطابق ۱۶۱۱ء میں غیاث الدین کی بیٹی مہر النساء اپنے شوہر شیر افگن کے قتل ہوجانے کے تقریباً چار سال بعد حرم شاہی میں داخل ہوئی اور نورجہاں لقب پایا۔ نورجہاں مذہباً شیعہ تھی لیکن حسین وجمیل اور عقلمند عورت ہونے کی وجہ سے اس نے جہانگیر پر اسقدر تسلط حاصل کرلیا تھا کہ بادشاہ کی حکومت برائے نام تھی ورنہ تمام احکامِ سلطنت اور مہماتِ سلطانی صرف نورجہاں پر منحصر تھے، ان سب باتوں کے باوجود جہانگیر کے دینی عقائد کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اُس نے ایک موقع پر اِسی نورجہاں کو مخاطب کرکے کہا تھا "جان دادیم ایمان ندادیم"

جہانگیر کے کردار کا ایک بُرا پہلو یہ تھا کہ وہ شراب کا بہت عادی تھا، ابتدائی دَور میں وہ اپنے باپ اکبر کے جاری کردہ دینِ الٰہی پر قائم تھا، حضرت مجدد الف ثانی رح کی شہرت اور اثر ورسوخ کو دیکھکر بعض حاسدوں نے جہانگیر کی توجہ اس طرف کی، چنانچہ اس نے حضرت مجدد الف ثانی رح کو گوالیار کے قلعہ میں قید کردیا تھا لیکن جلد ہی اس نے اپنی غلطی کو محسوس کرلیا اور حضرت رح کو رہا کرکے انعام واکرام سے نوازا۔ اس کا انتظامِ سلطنت بہت اچھا تھا اور اس کے عدل وانصاف کی وجہ سے اس کو جہانگیرِ عادل مانا گیا، اس کے زمانے میں پہلی مرتبہ انگلستان سے سفراء دربارِ مغلیہ میں آئے۔ انسٹھ ۵۹ سال گیارہ ماہ دس دن کی عمر میں بروز جمعرات ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ مطابق اکتوبر ۱۶۲۷ء کو کشمیر میں انتقال ہوا اور نعش کو شاہدرہ (متصل لاہور) میں دفن کیا گیا مدتِ سلطنت بائیس سال آٹھ ماہ تیرہ دن بتائی جاتی ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] و [۲] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۸

[ع] ان واقعات کو تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی تحریر فرماتے ہیں: "جہانگیر کی وفات کے وقت شہزادہ خرم معروف بہ شاہجہاں ایک باغی کی حیثیت سے دکن میں تھا، باپ کے انتقال کی خبر سنتے ہی مہابت خاں کو ساتھ لیکر آگرہ روانہ ہوا، ادھر شہریار نورجہاں کی تائید سے حوصلہ یاب ہوکر اس کوشش میں تھا کہ تخت پر قابض ہوجائے لیکن آصف خاں وزیرِ اعظم شہزادہ خرم کا خسر ہونے کی وجہ سے اس کا زبردست حامی تھا چنانچہ شہزادہ خرم کے دار السلطنت پہنچتے ہی آصف خاں نے شہریار پر حملہ کرکے اسے گرفتار کرلیا اور شاہجہاں کو تختِ سلطنت حاصل ہوگیا (باقی بر صفحہ آئندہ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شاہجہاں نے اپنے زمانے میں اکثر بدعتوں کو جو جہانگیری دور میں باقی رہ گئی تھیں دُور کیا اور حکم دیا کہ اشرفی اور روپے کے سکّوں پر کلمۂ طیبہ کندہ کرایا جائے۔ عہ

اور تمام شہروں، قصبوں اور دیہات میں مسجدیں اور مدرسے بنائے جائیں چنانچہ بکثرت مساجد و مدارس تعمیر کئے گئے اور علماء، فقراء اور حفاظ کے وظائف مقرر کئے گئے اور دینِ اسلام کی ترویج میں بے حد کوشش کی گئی۔ ؎۱

اسی سال بروز پیر ۲۱ شعبان ۱۰۳۷ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۶۲۸ء کو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے فرزندِ سوم حضرت جیو شیخ محمد عبیداللہ مروج الشریعت کی ولادت ہوئی ؎۲ نیز اسی سال خواجہ محمد حنیفؒ کابلی جو کابل کے اکابر میں سے تھے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور بعد تکمیلِ سلوک خلافت پائی۔ حضرت کے فرزندوں کے بعد خلفا میں آپ ہی کا درجہ ہے ؎۳

سجّادہ نشینی کا پانچواں سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۳۸ھ ۱۶۲۸ء)

(حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے خواجہ محمد صدیق پشاوری اور شیخ ابوالمظفر دکنی کی بیعت)

اس سال خواجہ محمد صدیق جو توران کے خواجہ زادوں میں سے تھے اور شیخ ابوالمظفر جو دکن کے رؤسا میں سے تھے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور تکمیلِ سلوک کے بعد خلافت سے سرفراز ہوئے ؎۴

سجّادہ نشینی کا چھٹا سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۳۹ھ ۱۶۲۹ء)

(حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے سید اخون موسیٰ اور خواجہ عبدالصمد کابلی کی بیعت)

اس سال ننگرہار کے بڑے سید اخون موسیٰ اور خواجہ عبدالصمد کابلی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور تکمیلِ سلوک کے بعد خلافت سے نوازے گئے ؎۵

عہ دوسرے ایڈیشن کی تیاری کے وقت جب عاجز (محمد اقبال) اس جگہ پہنچا تو خیال آیا کہ کوئی مغلیہ دور کا سکہ عاجز کے پاس بھی تو ہے۔ اس کو دیکھا تو وہ چاندی کا بڑا روپیہ ہے۔ اس پر ایک طرف کلمۂ شہادت اور دوسری جانب "جلال الدین محمد اکبر غازی ۹۸۶ھ" کندہ ہے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) شاہجہاں نے تخت نشینی کے بعد پہلا کارنامہ یہ کیا کہ شہریار اور اپنے دو بھتیجوں کو احتیاط کے خیال سے قتل کرا دیا۔ (خلاصہ "مسلمانوں کا عروج و زوال" ص ۳۰۸)

نیز منتخب اللباب میں ہے "شاہجہاں کے دار الخلافہ آگرہ پہنچنے کے بعد، ۸ جمادی الاخری ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۸ء کو دن کے ڈیڑھ ساعت پر تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی، تمام مساجد میں نئے بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا (ص ۱۸) تخت نشینی کے بعد پہلے ہی دربار میں بادشاہ نے غیر شرعی مراسم اور بدعتوں کی ممانعت کے احکام دیئے . . . اور الٰہی مہینوں کے ہجری سن سے مطابقت کرنے کرنے کا انتظام کرایا . . . اشرفی اور روپے کے ایک رُخ پر کلمۂ توحید اور چاروں خلفا کے اسمِ گرامی تھے اور دوسرے رُخ پر بادشاہ کا نام۔ (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۱۹)

؎۱ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۸ ؎۲ ایضاً ص ۲۰ و ۱۸۰ و ہدیہ مجددیہ ص ۵۷ ؎۳ روضہ رکن دوم ص ۲۰ ؎۴ ایضاً ص ۲۱ و ۲۲ ؎۵ ایضاً ص ۲۴

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سجّادہ نشینی کا ساتواں سال (از یکم ربیع الاول سنہ ۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۰ء)

(حضرت عروۃ الوثقیٰ سے شیخ بدرالدین سلطانپوری اور شیخ انور کی بیعت اور ممتاز محل کی وفات)

اس سال شیخ بدرالدین سلطانپوری اور شیخ انور نور سرائے والے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور سلوک کی تکمیل کے بعد خلافت پائی[1] اسی سال شاہجہاں بادشاہ کی چہیتی بیوی ممتاز محل کا انتقال ہوا۔[2]

سجّادہ نشینی کا آٹھواں سال (از یکم ربیع الاول سنہ ۱۰۴۱ھ / ۱۶۳۱ء)

(شیخ عبداللہ دمشقی اور شیخ عبدالسلام متولی مسجدِ اقصیٰ کا بیعت ہونا)

صاحبِ روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ شیخ عبداللہ دمشقی جو ملکِ شام کے مشائخ کے سردار تھے ایک شب بعد نمازِ عشا مسجدِ اقصیٰ کے ایک کونے میں بیٹھے ذکر و شغل میں مشغول تھے، واقعہ میں دیکھتے ہیں کہ بکثرت اولیائے کرام مسجد میں آکر مؤدب بیٹھ رہے ہیں، اس کے بعد ایک بزرگ تخت پر

---

[1] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۵ ـ [2] ارجمند بانو عرف "ممتاز محل" نورجہاں کے بھائی وزیرِ اعظم آصف خاں کی بیٹی تھی جس کی شادی شاہجہاں بادشاہ کے ساتھ ہوئی تھی وہ صورت و سیرت میں بہت حسین اور عقل و فہم میں بہت ممتاز تھی، شاہجہاں کی تمام اولاد اسی بیگم سے تھی، اس کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ شیعہ گھرانے میں پروان چڑھنے کے باوجود اس سے شیعہ عقائد کی کوئی بات سرزد نہیں ہوئی بلکہ وہ صحیح العقیدہ سُنّی خاتون ہوگئی تھی۔ منتخب اللباب حصہ دوم ص ۶۵ پر ہے کہ "۷ ذیقعدہ سنہ ۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۱ء کو ممتاز محل کے بطن سے شدید دردِ زہ کے بعد جو دس پہر تک جاری رہا لڑکی تولد ہوئی اسی تکلیف میں ملکہ کا انتقال ہوگیا، بادشاہ کو اس سانحہ سے بڑا رنج و غم ہوا جو مرتے دم تک جان کے ساتھ لگا رہا۔" بادشاہ کو ملکہ سے بہت زیادہ محبت تھی، یہ محبت ہی کی کارفرمائی تھی کہ شاہجہاں نے ملکہ کی قبر پر مقبرہ "یادگارِ محبت" تعمیر کرایا جو "تاج محل" کے نام سے مشہور ہوا اور اپنی خوبصورتی کی بنا پر آج بھی تمام دنیا سے خراجِ تحسین حاصل کر رہا ہے دنیا کے تمام مبصرین کا فیصلہ ہے کہ "تاج محل" سے زیادہ خوبصورت عمارت روئے زمین پر آجتک تعمیر نہیں ہوئی۔
شاہی خاندان کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو "اس سال شاہی جھروکہ کے نیچے ہاتھیوں کی لڑائی کا جشن منعقد ہوا، بادشاہ نے حکم دیا کہ شہزادے گھوڑوں پر سوار ہو کر ہاتھیوں کا مقابلہ دیکھیں، جب مقابلے شروع ہوئے تو شیر شکار فیل افگن شہزادہ محمد اورنگ زیب اپنے گھوڑے پر سوار ہاتھیوں کے بالکل قریب چلا گیا..... یہانتک کہ ایک ہاتھی نے پلٹ کر شہزادہ پر حملہ کر دیا.... مگر شہزادہ نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی اور اس بلائے سیاہ کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہوگیا..... شہزادہ کی عمر حدِ بلوغ کو نہیں پہنچی تھی، اس نے موروثی بہادری کو ہاتھ سے جانے نہ دیا اور بہ فضلِ خدا برچھی اٹھا کر ایسی سخت ضرب لگائی کہ اس دیو ہیکل ہاتھی کی پیشانی پھٹ گئی..... اس دلیرانہ حملہ پر ہر طرف سے آفرین کا غلغلہ بلند ہوا اور لوگوں نے چاروں طرف سے چاروں قل پڑھ کر پھونکے تاکہ وہ نظرِ بد سے محفوظ رہے، ہاتھی زخم کھا کر اور بپھر گیا..... خشمناک ہو کر شہزادہ پر جھپٹا اور مع گھوڑے کے اسے اپنے دانتوں پر اٹھانا چاہا۔ شہزادہ نے بھی بڑی پھرتی سے کام لیا، کود کر گھوڑے سے علیحدہ ہوگیا اور اسی لمحہ تلوار کھینچ کر بڑی چستی سے دوبارہ ہاتھی پر حملہ کر دیا (آخر بڑی مشکل سے ہاتھی پر قابو پایا گیا)۔ بادشاہ نے اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ادا کیا اور حکم دیا کہ شہزادہ محمد اورنگ زیب کو اشرفیوں سے تول کر وہ اشرفیاں صدقہ کر دی جائیں۔" (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۷۷ و ۷۸)

نمودار ہوئے سب نے اُن کا استقبال کیا، بعد ازاں ایک جوان کو ان کی خدمت میں پیش کیا گیا انھوں نے اس جوان کو خلعتِ فاخرہ پہنانے کا حکم دیا اور اپنے دستِ مبارک سے اس کے سر پر دستار رکھی۔ شیخ عبداللہ دمشقی کے دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ یہ بزرگ حضرت عروۃ الوثقیٰ ہیں جو اس زمانہ کے قطب الاقطاب اور قیوم ہیں، آج اس ملک (شام) کا قطب فوت ہو گیا حضرت نے اس کی جگہ اس جوان کو مقرر فرمایا ہے۔ اس واقعہ سے متاثر ہو کر آپ شیخ عبدالسلام متولی مسجدِ اقصیٰ اور بکثرت دیگر علماء و مشائخ کے ہمراہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں سرہند شریف حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ نیز اہلِ شام نے عرض کیا کہ ہمارے ملک کے بہت لوگ حضرت کے معتقد ہیں لیکن بعض رکاوٹوں کی بنا پر حاضرِ خدمت ہو کر مرید نہیں ہو سکتے اُن کی درخواست ہے کہ ہم کو غائبانہ مرید کر لیں، حضرت نے اُن سب کو غائبانہ مرید کر لیا۔ [۱]

سجّادہ نشینی کا نواں [۹] سال (از یکم ربیع الاول سنہ ۱۰۴۲ھ / ۱۶۳۲ء)

(حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلیفہ شیخ حامد کا بادشاہِ روم کی خدمت میں حاضر ہونا اور بادشاہ کا حضرت کی خدمت میں ہدیہ اور عریضہ بھیجنا)

والیٔ شام نے شیخ عبداللہ دمشقی اور شیخ عبدالسلام متولی مسجدِ اقصیٰ کی روانگی کا مفصل حال بادشاہِ روم (سلطان مراد رابع [ع]) کی خدمت میں لکھا۔ سلطانِ روم شیخ عبداللہ اور شیخ عبدالسلام کا بہت معتقد تھا، سلطنت کے اکثر امور میں اُن سے مشورہ لیتا اور ہمیشہ دعا و توجہ کی درخواست کیا کرتا اور اُن کو ظاہر و باطن میں اپنی سلطنت کا ممد و معاون جانتا تھا، ان مشائخ کے ہندوستان جانے سے حیران رہ گیا اور تعجب سے دریافت کیا کہ جن بزرگ کی خدمت میں یہ حضرات گئے ہیں وہ کون ہیں اور اگر ان کا کوئی خلیفہ یا مرید ہمارے علاقہ میں ہو تو اُسے ہمارے پاس بھیجدو۔ حسنِ اتفاق کہ اُن دنوں شیخ حامد، حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلیفہ بغرضِ تجارت روم گئے ہوئے تھے اور وہاں موجود تھے لہٰذا آپ کو بادشاہِ روم (سلطان مراد رابع) کی خدمت میں پیش

[ع] سلطان مراد رابع خلافتِ عثمانیہ کا چودہواں فرمانروا اور آلِ عثمان میں آخری جنگجو سلطان تھا وہ سنہ ۱۰۱۸ھ / ۱۶۰۹ء میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰ء میں فوت ہو گیا۔ وہ صرف ۱۳، ۱۴ سال کا تھا کہ بارِ خلافت اس کے کندھوں پر رکھا گیا، لیکن اس مختصر مدتِ عمر میں اُس نے نہ صرف پچھلی حکومتوں کی بدنامی کو مٹایا بلکہ ایک بار پھر خلافتِ عثمانیہ کی عظمت و شوکت کو بحال کر دیا۔ اس کے زمانہ میں یورپ میں پولینڈ سے اور ایشیا میں ایران سے لڑائیاں رہیں۔ اس نے بغداد کو فتح کر کے دوبارہ سلطنتِ ترکیہ میں شامل کیا جو پہلی عالمگیر جنگ تک ترکوں کے قبضہ میں رہا۔ بحیرۂ کیسپین کے جنوب کا علاقہ فتح کر کے اپنی سلطنت میں ملا لیا۔ اس نے صرف جنگی کارنامے ہی انجام نہیں دیئے بلکہ داخلی معاملات کو بھی درست کیا۔ لیکن اس کی عمر نے وفا نہ کی اور صرف اکتیس [۳۱] سال کی عمر میں اس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ خانۂ کعبہ کی موجودہ عمارت سلطان مراد ہی کی بنوائی ہوئی ہے۔ اور مدینہ منورہ میں بھی اس کا بنوایا ہوا منبر موجود ہے۔

[۱] خلاصہ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کیا گیا۔ بادشاہ نے حضرت مجدد الفِ ثانی اور حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہما کے حالات و عقائد اور شریعت و طریقت سے متعلق حقائق دریافت کئے۔ شیخ حامد نے بتایا کہ ہمارے حضرت کتاب اللہ، سنتِ نبوی، اصحابِ کرام کی پیروی اور اہلِ حق ائمہ مجتہدین کے مذہب کی دعوت دیتے ہیں۔ بعد ازاں ذکرِ قلبی تعلیم کرتے ہیں جیسا کہ آیۂ کریمہ سے ظاہر ہے "اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" اور اپنے مریدوں کو بدعت سے تاکیداً روکتے ہیں کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے اور فرماتے ہیں کہ سنتِ نبوی کی پوری پوری متابعت کرو تاکہ قیامت کے دن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو سکو۔ کشف میں غلطی کا امکان خیال کرتے ہیں، وحدتِ وجود کے قائل نہیں، رقص و سماع اور نغمہ سے منع فرماتے ہیں، بال برابر بھی شریعت کی مخالفت کو پسند نہیں کرتے، سوائے متابعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور بات کو اپنے طریقے میں جائز نہیں سمجھتے غرضکہ آپ کا سلسلہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قدم بقدم ہے۔

بادشاہِ روم (سلطان مراد رابع) یہ باتیں سُنکر بہت خوش ہوا اور اس نے پوچھا کہ تمہارے شیخ نے حقائق و معارف کی کونسی اصطلاحات مقرر کی ہیں؟ شیخ حامد نے فرمایا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ ولایتِ اولیاء کو ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں اور تمام اولیائے سلف و خلف کی اصطلاحات ولایتِ صغریٰ میں مندرج ہیں، اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے حضرت موصوف کو عنایت فرمائی ہے اور جس کے سبب وہ باقی تمام اولیائے امت سے افضل ہیں وہ ولایتِ کبریٰ ہے جو کہ ولایتِ انبیاء ہے اور ولایتِ علیا ہے جو کہ ولایتِ ملائکہ ہے، ان کے علاوہ کمالاتِ نبوت (کمالاتِ رسالت و کمالاتِ اولوالعزم) حقیقتِ کعبہ، حقیقتِ قرآن اور حقیقتِ صلوٰۃ وغیرہ آپ کے مخصوص کمالات ہیں، حضرت کے نزدیک نبوت اِن تینوں ولایتوں سے بدرجہا افضل ہے بلکہ ان کی مثال سمندر کے مقابلہ میں قطرہ کی بھی نہیں اور سب سے بڑا منصب جو حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو حاصل ہے وہ قیومیت ہے جو کمالاتِ نبوت کا انتہائی مقام ہے اور ہزار سال کے بعد حق سبحانہ و تعالیٰ نے منصبِ قیومیت حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کو عنایت فرمایا بعد ازاں وہ منصب حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو عنایت ہوا۔ سلطانِ روم یہ گفتگو سُن کر حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کا بہت معتقد ہوا اور حضرت کے مریدوں کا حال دریافت کیا، شیخ حامد نے جواب دیا کہ سب کے سب عالم، صالح، متقی اور عارف کامل ہیں چنانچہ سلطانِ روم (مراد رابع) نے ایک مکتوب مع تحفہ و ہدایا اپنے وکیل کی معرفت حضرت کی خدمت میں بھیجا اور غائبانہ مرید ہو گیا بعد ازاں ہر سال حضرت کی خدمت میں عریضۂ نیاز مندی اور تحفے تحائف بھیجتا رہا۔"

(روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۷ تا ۲۹ ملخصاً)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سجّادہ نشینی کا دسواں سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۴۳ھ ۱۶۳۳ء)

(شیخ حبیب اللہ بخاری اور مولانا شریف کابلی کا مرید ہونا اور مخدوم زادہ شیخ محمد اشرف کی ولادت)

اس سال بکثرت لوگوں کے مرید ہونے کے علاوہ شیخ حبیب اللہ بخاری اور مولانا شریف کابلی حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور بعد تکمیلِ سلوک خلافت پائی[1]۔ نیز اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کے فرزند چہارم شیخ محمد اشرف کی ولادت باسعادت سرہند شریف میں ہوئی[2]۔

سجّادہ نشینی کا گیارہواں سال (۱۰۴۴ھ ۱۶۳۴ء)[ع]

(شہزادہ اورنگ زیب کا بیعت ہونا)

اس سال شہزادہ محمد اورنگ زیب حضرت عروۃ الوثقیٰ کا مرید ہوا[3]۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ شاہجہاں کے بیٹوں میں جو سب سے پہلے آکر مرید ہوگا ہم سلطنت کا تاج اُس کے سر پر رکھ دیں گے، چونکہ شہزادہ اورنگ زیب پہلے مرید ہوا اس لئے حضرت نے سلطنت کی خوشخبری اس کو عنایت فرمائی۔ . . . کہتے ہیں کہ جب اورنگ زیب مرید ہو چکا تو دارا شکوہ بھی حضرت کی خدمت میں مرید ہونے کے ارادہ سے حاضر ہوا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے فرمایا ہم جانتے ہیں کہ تم حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہمارے پاس نہیں آئے بلکہ حصولِ سلطنت کی نیت سے آئے ہو، سو وہ ہم سے اورنگ زیب لے گیا۔ دارا شکوہ مایوس ہو کر حضرت کی خدمت سے اٹھا اور جا کر شاہ (میاں) میر لاہوری کا مرید ہو گیا۔[4]

---

[1] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۳۰۔ [2] ہدیۂ احمدیہ ص ۶۸ و عمدۃ المقامات ص ۳۹۱

[3] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۳۸۔ [4] ایضاً ص ۳۹

[ع] شاہجہاں بادشاہ نے زمرد کا ایک تخت مور کی شکل کے مانند بہت خوبصورت بنوایا تھا جو ایک عجیب صنعت و کاریگری کا نمونہ تھا لہٰذا وہ تختِ طاؤس کے نام سے مشہور ہوا۔ طاؤس کے سر پر ایک بہت عمدہ لعل جڑا ہوا تھا جس کی جگمگاہٹ سے اندھیرے میں اُجالا ہو جاتا تھا وہ تخت ۱۰۴۴ھ میں تیار ہو کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا، چنانچہ خافی خاں اس کے متعلق منتخب اللباب میں رقمطراز ہیں:-

"۱۰۴۴ھ میں تختِ طاؤس سات سال کی مدت میں ایک کروڑ کی لاگت سے تیار ہوا تھا جس میں چودہ لاکھ روپیہ کا تو سونا لگا تھا اور باقی رقم میں بیش قیمت جواہرات لگائے گئے تھے (حصہ دوم ص ۱۰۱)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سجادہ نشینی کا بارہواں سال (سنہ ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء)

(خواجہ ازغون کو برائے تبلیغ ملکِ چین بھیجا اور مخدوم زادہ محمد عبید اللہ کی شادی)

اس سال قاآن بادشاہِ چین کی فرمائش پر حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے اپنے ایک خلیفہ خواجہ ازغون کو مع ایک جماعت کے ملکِ خطا (چین) بھیجا وہاں خواجہ صاحب کو قبولیتِ عامہ نصیب ہوئی اور بہت بڑی تعداد میں مخلوقِ خدا نے اسلام قبول کیا حتیٰ کہ اس علاقہ کے بعض حکمران بھی مسلمان ہو کر حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے حلقہ بگوش ہو گئے، کہتے ہیں کہ خواجہ ازغون نے ایک ہزار لوگوں کو خلافت عنایت فرمائی اور مریدوں کی تعداد تو اللہ ہی جانتا ہے۔ آپ کا مزار چین میں زیارت گاہ خاص و عام ہے[1]۔

اسی سال مخدوم زادہ شیخ محمد عبید اللہ مروج الشریعہؒ کی شادی حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمہؒ کی صاحبزادی سے ہوئی[2]۔

سجادہ نشینی کا تیرہواں سال (سنہ ۱۰۴۶ھ / ۱۶۳۶ء)

(عبد العزیز خاں بادشاہِ توران کا حضرت عروۃ الوثقیٰ کی دعا کی
برکت سے تخت حاصل کرنا نیز شہزادہ اورنگ زیب کی شادی)

عبد اللہ ازبک شاہِ توران کے انتقال کے بعد ارکانِ سلطنت نے عبد العزیز خاں کے بھائی کو تخت پر بٹھا کر عبد العزیز خاں کو قتل کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ جب عبد العزیز کو اس بات کا علم ہوا تو وہ سمرقند بھاگ گیا اور حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلیفہ خواجہ کلاں کی خانقاہ میں پناہ حاصل کر کے خواجہ صاحب سے دعا اور مدد کی درخواست کی۔ خواجہ صاحب نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ رات کو عبد العزیز نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ فرما رہے ہیں کہ "خاطر جمع رکھو انشاء اللہ عنقریب تم کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو گی قندھار چلے جاؤ۔" دوسرے روز عبد العزیز خاں اور خواجہ کلاں دونوں قندھار روانہ ہو گئے اور وہاں سے ایک لشکر تیار کر کے بخارا پہنچ گئے۔ عبد العزیز کے بھائی شاہِ توران کو جب یہ خبریں پہنچیں تو وہ حواس باختہ ہو کر وہاں سے بھاگ گیا اور عبد العزیز خاں کو بلا مزاحمت توران کی سلطنت حاصل ہو گئی۔ بعد ازاں عبد العزیز نے اپنی کامیابی اور تختِ سلطنت حاصل ہونے کی خوشی میں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں ایک عریضہ مع تحائف روانہ کیا اور غائبانہ مرید ہو گیا[3]۔

---

[1] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۶۶ تا ۷۳۔ [2] ایضاً ص ۶۰۔ [3] ایضاً ص ۳۶ تا ۳۸۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اسی سال ۲۳ ذی الحجہ ۱۰۴۶ھ کو شاہزادہ اورنگ زیب کی شادی شاہنواز خاں کی بیٹی سے منعقد ہوئی اور چار لاکھ روپیہ مہر بندھا۔ (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۳۳۳ و ۳۳۴)

سجّادہ نشینی کا چودہواں سال (سنہ ۱۰۴۷ھ / ۱۶۳۷ء)

اس سال کے حالات میں کوئی خاص واقعہ قابلِ ذکر نہیں مل سکا اور بکثرت لوگوں کا حضرت سے مرید ہونا تو ہر سال کے حالات میں پایا جاتا ہے۔

سجّادہ نشینی کا پندرہواں سال (سنہ ۱۰۴۸ھ / ۱۶۳۸ء)

(شاہجہاں بادشاہ کا ایک عجیب و غریب خواب دیکھنا اور خواب کے مطابق شہر تعمیر کرانا)

اس سال شاہجہاں بادشاہ نے خواب میں ایک نہایت عظیم الشان اور نزاکت و نظافت کے اعتبار سے نہایت خوشنما شہر دیکھا کہ اس سے قبل ویسا شہر نہ دیکھا تھا نہ سنا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس شہر میں ایک سرخ رنگ کا قلعہ ہے جس میں سونے اور جواہرات سے مرصع محلات بنے ہوئے ہیں، نہریں اور چشمے جاری ہیں جن پر فِیْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بجا طور پر صادق آتا ہے۔ ان نہروں کے نزدیک جواہرات و یاقوت سے جڑا ہوا ایک بڑا خیمہ ہے - بادشاہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ شہر حضرت عروۃ الوثقیٰ رحمہ اللہ کا ہے۔ بادشاہ نے کہا وہ کہاں تشریف فرما ہیں؟ بتایا گیا کہ برج میں تشریف فرما ہیں۔ چنانچہ بادشاہ حضرت کی زیارت کے لئے گیا تو وہ اس برج کو دیکھ کر دنگ رہ گیا کیونکہ برج ہشت پہلو خالص سونے کی جالی دار دیواروں پر بنا ہوا ہے جس میں لعل و زمرد اور الماس و یاقوت جڑے ہوئے ہیں، اس برج کے اندر حضرت عروۃ الوثقیٰ رح تشریف فرما ہیں، اور آپ کے گرد اولو العزم اولیائے کرام صف بستہ ہیں۔ بادشاہ بھی سلام کر کے باادب کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے بادشاہ سے فرمایا ہم نے بڑی دعاؤں سے تمہیں بادشاہت دلوائی اور اب بھی تمہارے ممد و معاون ہیں اب یہ قلعہ اور قلعہ کی تمام چیزیں ہم نے تمہیں بخشیں۔ بعد ازاں بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر تختِ طاؤس پر بٹھایا۔

جب بادشاہ خواب سے بیدار ہوا تو رات کے خواب کا نقشہ صحیح طور پر ذہن میں نہیں رہا لیکن اطمینان تھا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کا عطا کردہ ہے لہٰذا حضرت کی خدمت میں سرہند شریف حاضر ہوا۔ قبل اس کے کہ بادشاہ کچھ عرض کرے حضرت نے فرمایا "تم نے دیکھا کہ کیسا جنت نشان شہر حق سبحانہ وتعالیٰ کے فضل و کرم سے تم کو عنایت ہوا۔ بادشاہ نے اظہارِ تشکر کے بعد عرض کیا کہ مجھے اس شہر اور

قلعہ کا نقشہ اچھی طرح یاد نہیں رہا؟ حضرت نے قلم دوات منگا کر نقشہ کی مزید وضاحت فرمادی اور جگہ وغیرہ کا تعین کردیا۔ چنانچہ بادشاہ وہ نقشہ لیکر دعائیں حاصل کرکے آداب وشکریہ بجالایا اور واپس آکر نقشہ کے مطابق دہلی شہر، لال قلعہ اور جامع مسجد وغیرہ کی تعمیر شروع کرادی اور قلعہ کے اندر محلات وغیرہ بنوائے، ایک ہشت پہلو برج بھی . . . . . خواب والے نقشہ کے مطابق بنوایا۔ اس برج کے شمال کی طرف ایک باغ لگوایا جس کی دیوار سنگ رخام کی ہے دیوار پر یمنی عقیق جڑوائے اور اس کے اندر طرح طرح کے پھل دار درخت اور قسم قسم کے پھولدار پودے لگوائے اور اس کے محلوں میں نہریں جاری کرائیں اور باغ کے دروازے پر یہ شعر کندہ کرایا ؎

اگر فردوس بر روئے زمیں است ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

اگرچہ یہ تعریف شاعرانہ مبالغہ ہے لیکن درحقیقت ان عمارات کی حسن وخوبی کی جسقدر بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس باغ کا نام "حیات بخش" رکھا اور اس کے محاذی "دیوانِ خاص" سنہری کام کا بنوایا جس میں سوائے ارکانِ سلطنت کے اور کسی کو آنے کی اجازت نہیں تھی، اس کے مغرب کی طرف "دربارِ عام" بنوایا جس میں چالیس ستون تھے ان میں بھی سنہری کام تھا، دربارِ عام کے سامنے ایک بہت وسیع میدان میں گرداگرد ستونوں والی سو محرابوں پر ایک عمارت بنوائی جو قسم قسم کے نقش ونگار سے آراستہ تھی ہر ستون کا فاصلہ دس گز تھا۔ اس قلعہ کے چار دروازے بنوائے، ایک دریائے جمنا کی جانب، دوسرا قلعہ سلیم گڑھ کی طرف جو دریا اور شہر کے درمیان واقع ہے ایک مغرب کی طرف اور ایک جنوب کی طرف، مغرب اور جنوب کے دروازے لوگوں کی آمدورفت کے لئے ہیں۔

اس قلعہ کے باہر شہر آباد کیا جس کے گرد ایک قلعہ نما فصیل بنوائی اس میں چھ دروازے قائم کئے جن کے نام یہ ہیں: (۱) کشمیری دروازہ، (۲) کابلی دروازہ، (۳) لاہوری دروازہ (۴) اجمیری دروازہ، (۵) ترکمان دروازہ، (۶) دہلی دروازہ۔ قلعہ کے مغربی دروازے کے سامنے ایک ٹیلے پر جامع مسجد تعمیر کرائی جو اپنی خوبصورتی، خوشنمائی، بلندی اور وسعت کے اعتبار سے عجائبات میں سے ہے۔ پھر ایک عرصہ بعد دہلی کی آبادی کا طول بارہ میل اور عرض چھ میل اور گرداگرد چھتیس میل لکھا ہے۔

شہر اور قلعہ کی تکمیل اور اُن کے آباد ہوجانے کے بعد بادشاہ نے حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کو مع مخدوم زادگانِ کرام وخلفائے عظام تشریف آوری کی دعوت دی اور اسی ہشت پہلو برج میں ٹھہرایا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح نے بادشاہ سے فرمایا جیسا تم نے خواب میں دیکھا تھا کیا یہ سب کچھ ویسا ہی ہے؟ بادشاہ نے عرض کیا گویا وہی خواب ہے جسے حضرت کے طفیل بیداری میں دیکھ رہا ہوں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بعدازاں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے بادشاہ کو تختِ طاؤس پر بٹھایا اور چند روز قیام فرماکر بادشاہ کو دعائیں دیکر واپس سرہند تشریف لے آئے۔

بفضلہ تعالیٰ دہلی میں لال قلعہ اور جامع مسجد، نیز آگرہ میں تاج محل وغیرہ شاہجہانی عمارتیں آجتک قائم اور محفوظ ہیں البتہ تختِ طاؤس نادر شاہ لے گیا تھا جس کا اب نام ونشان تک نہ رہا۔

سجّادہ نشینی کا سولہواں[۱۶] سال (سنہ ۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۹ء)

(شاہجہاں کی دوسری لڑکی روشن آرا کا حضرتؒ سے بیعت ہونا اور خواجہ سیف الدین کی ولادت)

شاہجہاں بادشاہ کی دوسری لڑکی روشن آرا بیگم جو اپنے بہن بھائیوں میں بہت خوبصورت تھی، اس کے سب بھائی اپنے اپنے پیروں کی تعریف کرتے اور اس کو اُن سے مرید ہونے کے لئے کہتے تھے۔ اسی طرح جب شہزادہ اورنگ زیب نے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے بیعت کی تو اس نے بھی روشن آرا سے حضرت کا مرید ہونے کے لئے کہا۔ آخر روشن آرا نے ایک رات استخارہ کیا کہ مجھے کس بزرگ سے بیعت ہونا چاہئے۔ چنانچہ اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان محل ہے جو طرح طرح کے نقش ونگار سے منقش ہے اور اس طرح چمک دمک رہا ہے کہ اس پر نظر نہیں ٹھہرتی، اس کے چاروں طرف سنگِ رخام کے برج بنے ہوئے ہیں اور اس محل کے اوپر ایک سنہری گنبد بنا ہوا ہے جو بہت بڑا اور آفتاب کی مانند روشن ہے، اس محل میں حضرت عروۃ الوثقیٰ تشریف فرما ہیں، نیچے کے حصہ میں بکثرت اولیائے کرام موجود ہیں، حضرت اسوقت خربزہ کھاکر چھلکے نیچے پھینک رہے ہیں، جو اولیائے امت وہاں موجود ہیں وہ ان چھلکوں کو بڑی جدوجہد سے حاصل کرتے اور بڑی خوشی ورغبت سے کھاتے ہیں اور ان چھلکوں کے کھانے پر بڑا فخر کرتے ہیں، اسی اثنا میں ہاتف کی ندا آئی کہ جو شخص حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے پس خوردہ چھلکے کھائے گا اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام فرمائے گا۔

روشن آرا نے صبح کو یہ خواب اپنے بھائی اورنگ زیب سے بیان کیا، وہ اس کو حضرت کی خدمت میں لے گیا اور مرید کرادیا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے انتقال کے بعد روشن آرا بیگم نے اسی خواب والے نقشہ کے مطابق حضرت کے مزار پر عمارت تعمیر کرائی [۲]

اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے پانچویں صاحبزادے خواجہ سیف الدین کی سرہند شریف میں ولادت ہوئی [۳]

---

[۱] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۳۱ تا ۳۴۔ [۲] ایضاً ص ۳۹ و ۴۰ [۳] ہدیۂ احمدیہ ص ۷۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سجّادہ نشینی کا سترہواں سال (سنہ ۱۰۵۰ھ ؍ ۱۶۴۰ء)

(حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی والدہ ماجدہ اور آپ کے خسر میر صفر احمد رومیؒ کا انتقال پر ملال اور شاہجہاں بادشاہ کی تیسری بیٹی گوہر آرا بیگم کا حضرت سے مرید ہونا۔)

جس طرح جمادی الاخریٰ ۱۰۳۴ھ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے لئے بڑا رنج و الم کا زمانہ تھا کہ ۲ جمادی الاخریٰ ۱۰۳۴ھ کو آپ کے خسر شیخ سلطان کے حسرتناک انجام کا سانحہ پیش آیا اور پچیس دن کے بعد ۲۷ جمادی الاخریٰ کو آپ کے والد ماجد وفات پا گئے۔ اسی طرح ۱۰۵۰ھ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے لئے بڑے رنج و الم کا سال تھا کہ اس سال آپ کے خسر حضرت میر صفر احمد رومیؒ کا انتقال ہوا جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلفا میں سے تھے اور اسی سال آپ کی والدہ ماجدہ نے بھی رحلت فرمائی، صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ "اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قبہ سے سات ہاتھ بر مغرب کی طرف دفن کی گئیں۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو والدہ ماجدہ کے انتقال کا بہت رنج ہوا اور چند روز مریدوں کو توجہ بھی نہ دی، ایک دن فرمایا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا ہے کہ ایک بڑی مجلس منعقد ہے جس میں تمام بزرگ بی بیاں مثلاً حضرت مریمؑ، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ وغیرہ جمع ہیں، وہیں میری والدہ ماجدہ بھی تشریف فرما ہیں اور کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تمہاری والدہ کو بھی زمانہ کی افضل عورتوں میں شمار کیا ہے"۔[1]

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ بھی ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "شب دوشنبہ ۷ ماہ ذی الحجہ ۱۰۵۰ھ کو حضرت قبلہ گاہی والدہ ماجدہ جیو نے سفر آخرت اختیار کیا اور پسماندگان کو با سینۂ بریاں اور با چشم گریاں چھوڑ گئیں، اُن کا وجود مبارک وسیلہ سعادت کونین اور دریچہ رضا مندیٔ رب المشرقین تھا، اب اس راہ سے کسب فیض سے محرومی ہو گئی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۝ دوست اور احباب ستر ہزار بار کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ کر اس کا ثواب آں مرحومہ کی روحانیت کو پہنچائیں"۔[2]

شاہجہاں بادشاہ کی تیسری لڑکی گوہر آرا بیگم، عقل و فہم، علم و عمل، میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھی، دن رات عبادت میں مشغول رہتی اور صبح و شام خوف خدا سے روتی اور سنت نبویؐ سے

---

[1] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۵ و ۲۶۔ [2] مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۳۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سرِ مو تجاوز نہ کرتی، ایک شب اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک باغ ہے جس کی دیواریں سرخ یاقوت کی ہیں درخت زمرد کے ہیں اور زمین سنہری ہے، اس باغ کے اندر ایک محل مروارید کا ہے جس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسی محل میں کھڑا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف بار بار متوجہ ہوتے ہیں اور وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جملہ جہات سرانجام دیتا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین و دنیا کا کارخانہ اُن کے سپرد کر دیا ہے۔

یہ خواب گوہر آرا بیگم نے اپنے بھائی اورنگ زیب سے بیان کیا اور اسی کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئی، حضرت عروۃ الوثقیٰ اس کے حالات سے بہت خوش تھے، تکمیلِ سلوک کے بعد اس کے حق میں نہایت اعلیٰ درجہ کی خوشخبری دی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گوہر آرا بیگم سرہند شریف ہی میں مقیم ہو گئی تھی اور وہیں اس نے وفات پائی، کیونکہ صاحب روضۃ القیومیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ ہر جمعہ کو نماز کے بعد باغ کی سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو سرہندی باغ میں گوہر آرا کی قبر پر دیر تک فاتحہ پڑھتے رہتے اور فرماتے کہ اس قبر پر نورِ عظیم کا عجب ظہور ہے جو اکثر اولیاء کی قبر پر بھی نہیں ہوتا۔" [۱]

سجادہ نشینی کا اٹھارہواں سال (سنہ ۱۰۵۱ھ / ۱۶۴۱ء)

(حضرتؒ کی دعا کی برکت سے قندھار فتح ہوا)

اس سال بادشاہِ ہند (شاہجہاں) نے ایرانؔ پر فوج کشی کی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ والیٔ ایران نے اپنی مجلس میں کہا کہ سلطانِ ہند میں اہلِ ایران سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں اگر ہم چاہیں تو صرف

---

[۱] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۴۰ و ۴۱۔

[۲] صاحب منتخب اللباب لکھتے ہیں "(شاہجہاں نے قلعۂ قندھار کی تسخیر کیلئے فوجیں روانہ کر دیں) اور اواخر شوال ۱۰۴۸ھ / ۱۶۳۹ء کو قندھار میں شاہجہاں بادشاہ کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہو گیا (ص ۱۴۵) ۱۰۵۱ھ میں پھر اطلاع ملی کہ شاہ صفی نے رستم خاں گرجی کو ایک لشکر اور بھاری توپ خانہ کے ساتھ قلعۂ قندھار کی تسخیر کیلئے روانہ کر دیا ہے...... (اس خبر کی بنا پر) آخر محرم میں دارا شکوہ کو ایک بڑی فوج کے ساتھ روانہ کیا گیا (ص ۱۷۰) اسی اثنا میں شاہِ ایران کے فوت ہو جانے کی اطلاع ملی...... اس کے ساتھ ہی دارا شکوہ کی عرضداشت پہنچی جس میں شاہِ ایران کی وفات کی اطلاع تھی اور اس نے لکھا تھا کہ اگر حکم ہو تو لشکر اور توپ خانہ لیکر بلاد خراسان پر فوج کشی کر دی جائے۔ بادشاہ نے جواب میں لکھا کہ "ایک یتیم خورد سال حکمراں پر جس کی سلطنت ابھی قائم نہیں ہو سکی، چڑھائی کر دینا نیک سیرت سلاطین کی روش کے خلاف ہے۔" (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۱۷۱ و ۱۷۰)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ایک مہینے میں تمام ہندوستان پر قبضہ کر سکتے ہیں لیکن چونکہ زمانہ قدیم سے ہم میں اور ان میں برادری کا سا تعلق ہے اس لئے ہمیں کبھی خواہش نہیں ہوئی کہ ہم ہندوستان پر قبضہ کریں۔ جب شاہجہاں نے یہ بات سُنی تو۔۔۔۔ ایک جرار لشکر لیکر ایران کی طرف متوجہ ہوا اور سرہند پہنچکر حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں اس مہم کے لئے دعا اور توجہ کی درخواست کی، حضرت نے فرمایا کہ "ہم آج رات اس بارے میں توجہ کریں گے جو کچھ معلوم ہوگا اس کے موافق جواب دیں گے۔ دوسرے روز جب بادشاہ حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ "ہم نے اس مہم کے بارے میں توجہ بلیغ کی ہے فضلِ الٰہی سے قوی امید ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو فتح ونصرت عطا فرمائے گا"۔ بادشاہ اس خوشخبری سے باغ باغ ہو گیا بعد ازاں ایران کی جانب روانہ ہوا، جب منزلیں طے کر کے کابل کے قریب پہنچا تو شہزادہ محمد اور نگ زیب کو آگے بھیجا، شہزادے نے کابل پہنچکر ایک عریضہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں دعا و توجہ کیلئے لکھا[۱] (روضہ رکن دوم ۴۲)

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے اس کے جواب میں ایک بہت طویل مکتوب جہادِ اصغر کے فضائل اور جہادِ اکبر کے معارف کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا جس کے چند اقتباسات ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اس مکتوب کو ان معزز الفاظ سے شروع کیا ہے:۔

"شاہزادہ دین پناہ سلطان محمد اورنگ زیب سلمہ اللہ تعالیٰ۔۔۔۔۔ ان لوگوں کا وقت و حال کتنا اچھا ہے جنھوں نے اس بہت بڑے کام اور عظیم مہم کے لئے کمرِ ہمت کو پُر مسرت خدمت کے ساتھ چُست باندھا ہے اور نیک نیتی کے ساتھ اس سخت سفر کو جو کہ حقیقت میں خیرات و برکات کا پھل دینے والا اور درجات کی ترقی کا وسیلہ ہے ذوق و شوق کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک جنت میں سَو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار کیا ہے ہر دو درجوں کا درمیانی فاصلہ آسمان و زمین کے درمیانی فاصلہ کی مانند ہے۔۔۔۔۔ (نیز) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک ساعت ٹھہرنا شبِ قدر کو مکہ مکرمہ میں حجرِ اسود کے نزدیک قیام کرنے سے بہتر ہے۔۔۔۔ اگر گوشہ نشین فقراء سالہا سال ریاضت کریں اور چلّے کھینچیں تو بھی اس عمل کی گرد کو نہ پہنچیں، جو طاعت و عبادت اُس مقام میں ادا ہوتی ہیں گوشہ نشین کی طاعات سے کئی گُنا زیادہ (افضل) ہیں۔۔۔۔ نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا البتہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کھڑا ہونا (اگرچہ) وہ اس میں تلوار بھی میان سے نہ نکالے اور وہ تیر سے کسی کو زخمی بھی نہ کرے اور کسی پر تیر بھی نہ پھینکے ایسی ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے جس میں آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو۔۔۔۔ (اس میں کچھ) شک نہیں ہے کہ یہ خدمت و مہم جس کی طرف آپ متوجہ ہیں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے۔۔۔۔۔ اب ہم جہادِ اصغر (جہادِ اعداء) سے جہادِ اکبر (جہادِ نفس) کی طرف لوٹتے ہیں۔۔۔۔ انسان کا نفسِ امارہ تصدیقِ قلبی اور اقرارِ لسانی کے باوجود اپنے کفر و انکار پر مُصر ہے آسمانی احکام کی طرف مائل نہیں ہوتا اور احکامِ الٰہی جل سلطانہٗ کی اطاعت نہیں کرتا وہ (نفس) چاہتا ہے کہ سب اس کے مطیع و فرمانبردار ہوں اور وہ کسی کا فرمانبردار نہ ہو۔۔۔۔ صوفیائے کرام کے طریقہ میں اولین مطلوب اسلامِ حقیقی کا حاصل ہونا ہے جو کہ نفسِ امارہ کے مطیع ہونے کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ اسلام جو اطمینانِ نفس سے پہلے محض تصدیقِ قلبی سے حاصل ہوتا ہے صوفیہ اُس کو مجازی کہتے ہیں اور اس کو حقیقی اسلام کہتے ہیں۔ الیٰ آخرہ [1]

سجادہ نشینی کا انیسواں (۱۹) سال (سنہ ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء) [2]

(حضرت آدم بنوریؒ کا حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں)

اس سال کے حالات میں سے یہ ہے کہ جس طرح حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے حضور میں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو اپنا قائم مقام بنا کر مسندِ ارشاد پر بٹھایا تھا اور تمام خلفا و مریدین کو ان کی بیعت کا حکم دیا تھا اور سب نے بیعت کی تھی اسی طرح حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وصال کے بعد حسبِ سابق تمام خلفا اور مریدین نے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے تجدیدِ بیعت کی تھی، ان دونوں بیعتوں میں حضرت آدم بنوریؒ بھی شریک تھے اور روزانہ صبح و شام حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے حلقہ میں شامل ہوتے تھے۔ بعد ازاں چند دن شہر بنور (جو کہ سرہند شریف سے بارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے) میں رہتے اور چند دن حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں، لیکن جب شیخ کا حلقہ بہت وسیع ہوگیا تو سرہند شریف کی حاضری میں بہت کمی آگئی اور شیخ کے مریدوں نے (جیسا کہ مریدوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے پیر کی تعریف میں حد سے بڑھ جاتے ہیں) کہنا شروع کر دیا کہ "ہمارے پیر حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کے نائب مناب ہیں اور حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے افضل ہیں" ـــــ دوسری وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ حضرت شاہ جیو شیخ محمد یحییٰؒ (حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کے چھوٹے صاحبزادے جو حضرت کی حیات میں کم سن تھے) سیر کے لئے بنور تشریف لے گئے تو حضرت شیخ آدمؒ نے علانیہ مجلس میں کہا کہ یہ مخدوم زادے اپنے والد بزرگوار کی حیات میں چھوٹے تھے اس لئے حضرت سے

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۶۴۔

[2] سنہ ۱۰۵۲ھ کے واقعات میں ہے کہ ممتاز محل کے مزار کی عمارت "تاج محل" آگرہ مکرمت خاں کے اہتمام میں بارہ سال کی مدت میں پچاس لاکھ کے صرف سے تیار ہوئی۔ (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۱۷۵)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سلوک حاصل نہ کر سکے اور یہ نعمت جو مجھے حاصل ہے یہ بھی انہی کے والد بزرگوار کی عطا کردہ ہے۔ اس بات کے کہنے سے ان کا یہ مقصد تھا کہ شاہ جیو مجھ سے فیض حاصل کریں۔ اس بات کو بہت لمبا چوڑا کر کے اور مزید باتوں کے اضافہ کے ساتھ لوگوں نے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ تک پہنچا دیا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو ان باتوں کا علم ہو کر بہت رنج ہوا اور شیخ آدمؒ سے ناراض ہو گئے۔ لیکن جب شیخ آدم بنوریؒ کو حضرت کی ناراضگی کا علم ہوا تو سرہند شریف حاضر ہوئے اور ایک خادم کو حضرت کی خدمت میں بھیجا کہ اگر اجازت ہو تو حاضر خدمت ہوں، حضرت نے اجازت دی، چنانچہ شیخ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ میں آنجناب کا ادنیٰ خادم ہوں اگر مجھ سے سہواً کچھ خطا ہو گئی ہے جو آنجناب کے ملولِ خاطر کا باعث ہوئی ہے تو میں معافی کا خواستگار ہوں، حضرت خواجہ محمد سعیدؒ اور حضرت عروۃ الوثقیٰؒ دونوں نے معاف فرما دیا اور بہت کچھ عنایت و شفقت فرما کر رخصت کیا۔ شیخ صاحب آداب بجا لا کر حج کو تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی۔

حضرت مروج الشریعہ یواقیت الحرمین میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصومؒ حج کے لئے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو جب کبھی بقیع کی زیارت کے لئے تشریف لیجاتے شیخ کی قبر پر دیر تک فاتحہ پڑھتے اور باطن میں ان کے ممد و معاون ہوتے اور فاتحہ کے بعد فرماتے کہ شیخ آدمؒ ہم سے شرماتا ہے لیکن ہم نے اُسے بالکل معاف کر دیا[1]

سجّادہ نشینی کا بیسواں[20] سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۵۳ھ ۱۶۴۳ء)

(سلطان عبدالرحمٰن بلخی کا مرید ہونا)

سلطان عبدالرحمٰن بلخی شہزادہ اورنگ زیب کی قید میں سرہند شریف پہنچا اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کی زیارت سے مشرف ہو کر اسقدر متاثر ہوا کہ فوراً مع اپنی بیوی کے حضرت کا مرید ہو گیا اور سرہند شریف میں ہی اقامت اختیار کر لی اور وہیں دفن ہوا، چنانچہ سلطان کی قبر حضرت عروۃ الوثقیٰ کے روضہ کے چبوترہ کے جنوب میں سنگ رخام کی بنی ہوئی ہے "شرف المکان بالمکین" اس کے حق میں صادق آتا ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ اس پر بہت مہربان تھے۔ شاہجہاں بادشاہ نے بلخ کی سلطنت اُسے واپس دینی چاہی لیکن اس نے صاف انکار کر دیا اور حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی صحبت میں رہنے کو ترجیح دی۔ اور سلطنت اپنے بھائی کو دلوادی[2]

---

[1] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۶۳ تا ۶۶ ملخصاً [2] ایضاً ۳۹ و ۴۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۸ شعبان ۱۰۵۳ھ کو بادشاہ حضرت معین الدین چشتی رحمہ کے مزار کی زیارت کے لئے اجمیر گئے ۸ رمضان کو وہاں پہنچکر زیارت کی، وہاں کے خادموں کو دس ہزار روپیہ عنایت کیا کہ ایک بڑی دیگ بنا کر شکار کئے ہوئے بیل گایوں کے گوشت اور چاول پکا کر جنت مکانی جہانگیر بادشاہ کو ایصالِ ثواب کے لئے مستحقوں میں تقسیم کرائیں، ایک سو پینتالیس (۱۴۵) من پختہ چاول گوشت اور گھی اس دیگ میں پکایا گیا[۱]

سجّادہ نشینی کا اکیسواں (۲۱) سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء)

اس سال جب شاہجہاں بادشاہ کی سواری اسرہند شریف پہنچی تو جشنِ نوروز اور بادشاہ بیگم[ع] کے غسلِ صحت کی خوشی منائی گئی[۲]

سجّادہ نشینی کا بائیسواں (۲۲) سال (۱۰۵۵ھ / ۱۶۴۵ء)

کوئی قابلِ ذکر بات نہیں ملی۔[حہ]

سجّادہ نشینی کا تیئسواں (۲۳) سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۵۶ھ / ۱۶۴۶ء)[ص]

کاشغر کا بادشاہ حضرت عروۃ الوثقیٰ رحمہ سے غائبانہ مرید ہوا۔ اور حضرت عروۃ الوثقیٰ رحمہ کے دوسرے فرزند حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمہ کی شادی حضرت عروۃ الوثقیٰ رحمہ کی ہمشیرہ حضرت خدیجہ رحمہا کی صاحبزادی سے ہوئی[۳]

---

[۱] منتخب اللباب حصہ دوم ص ۱۷۵ و ۱۷۶۔ [۲] ایضاً ص ۱۸۳۔ [۳] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۵۸

[ع] ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء کا واقعہ ہے کہ بادشاہ بیگم کی سالگرہ کے جشن کے دن اتفاق سے شمع کا شعلہ بادشاہ بیگم کے دامن میں لگ گیا جس سے اس کے دونوں ہاتھ، پیٹ اور سینہ جل گیا۔ ۔ ۔ ۔ بادشاہ بیٹی کے غم میں بہت کم دربار میں آتے زیادہ تر بیگم کے بستر کے پاس ہی رہتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ کو جتنی محبت داراشکوہ اور بادشاہ بیگم سے تھی اتنی کسی اولاد سے نہیں تھی بیگم کی بیماری میں وہ رات کو دو دوپہر تک بیٹھا ہوا اللہ تعالیٰ کے حضور میں رو رو کر دعائیں کرتا رہتا تھا۔۔ آخر اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی (ص ۱۷۶ و ۱۷۷)

[حہ] اس سال یکم ذیقعدہ (۱۰۵۵ھ / ۱۶۴۵ء) کو نورجہاں بیگم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نے وفات پائی۔ (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۱۹۲)

[ص] اس سال قبلۂ عالم (شہزادہ اورنگ زیب) بلخ میں عبدالعزیز خاں کے مقابلے میں صف آرا تھے اور غنیم کی فوج نے مور و ملخ کی طرح ہر طرف سے حضرت کو گھیر رکھا تھا نماز کا وقت آگیا تو جہاں پناہ نے ارادہ فرمایا کہ عین معرکہ کارزار میں نماز سے فراغت حاصل کر لیں۔ خدامِ بارگاہ نے حضرت کو منع کیا کہ ایسے نازک وقت میں اپنے سے اس طرح غافل ہونا مناسب نہیں ہے۔ قبلۂ عالم نے ارکین دربار کے معروضے پر توجہ نہ فرمائی اور سواری سے نیچے اتر کر فرض و سنت اور نفل بے حد اطمینان کے ساتھ میدان کارزار میں ادا فرمائے۔ عبدالعزیز خاں والیٔ بخارا نے یہ واقعہ سنا تو حضرت کی شجاعت کا اندازہ کر کے حیران رہ گیا چنانچہ اس نے جنگ سے کنارہ کشی کی اور کہا کہ ایسے شخص سے جنگ کرنا اپنے کو قعرِ ہلاکت میں گرانا ہے۔ (مآثرِ عالمگیری ص ۳۵۹)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۲۴
سجّادہ نشینی کا چوبیسواں سال (سنہ ۱۰۵۷ھ / ۱۶۴۷ء)

(والیٔ یمن کا غائبانہ مرید ہونا)

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے کچھ مرید حج کے لئے گئے تو اثنائے راہ میں یمن کی بندرگاہ محہ پر پہنچے وہاں کا حاکم امامِ یمن کے رشتہ داروں میں سے تھا، جب اس نے حضرت کے ان مریدوں کا طور وطریقہ دیکھا اور شریعتِ مطہرہ پر پابند پایا تو ان کا معتقد ہو گیا اور ان کے حالات سے والیٔ یمن کو بھی مطلع کیا، چنانچہ والیٔ یمن نے ان کو اپنے پاس بلا کر تفصیلی حالات معلوم کئے بعد ازاں مخلصانہ ارادت ونیازمندی کا ایک عریضہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں ارسال کیا اور غائبانہ مرید ہوا[1]

۲۵
سجّادہ نشینی کا پچیسواں سال (سنہ ۱۰۵۸ھ / ۱۶۴۸ء)[ع]

(شیخ حبیب اللہ کو خلافت عطا فرما کر بخارا روانہ فرمانا)

اس سال حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے شیخ حبیب اللہ کو خلافت عطا فرما کر بخارا بھیجا وہاں اُن سے بڑی کرامات ظاہر ہوئیں جس کی وجہ سے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی بخارا میں مزید شہرت ہو گئی[2]

۲۶
سجّادہ نشینی کا چھبیسواں سال (سنہ ۱۰۵۹ھ / ۱۶۴۹ء)

(شاہِ بدخشاں کا غائبانہ مرید ہونا)

شاہِ بدخشاں جو حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کا معتقد ومرید تھا جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کی جگہ جس کو بادشاہ بنایا گیا وہ نوجوان ونوآموز تھا اس لئے وہ بہت جلد شاہزادہ اورنگ زیب کے رعب ودبدبہ سے

---

[1] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۵۸، ۵۹۔ [2] ایضاً ص ۶۰

[ع] حق سبحانہ وتعالیٰ نے شاہجہاں بادشاہ کو تعمیرات کا جو عمدہ ذوق عطا فرمایا تھا اس کی نظیر بھی مشکل ہے۔ اس سال (۱۰۵۸ھ) دو تعمیرات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں: (۱) دہلی کا لال قلعہ: ۹ محرم ۱۰۴۸ھ کو قلعہ کی عمارتوں کی بنیاد رکھی گئی۔ (ص ۲۴۳، ۲۴۴) بعد ازاں بادشاہ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۵۸ھ کو دریا کے راستہ شاہجہاں آباد روانہ ہو گئے اور ۲۲ تاریخ کو بادشاہ کی سواری قلعہ پر پہنچی۔ یہ قلعہ آٹھ سال کی مدت میں ساٹھ لاکھ روپے کے خرچ سے تعمیر ہوا۔ تعمیر کا انتظام پہلے غیرت خاں عرف کامگار کے اہتمام میں شروع ہوا تھا پھر اللہ وردی خاں تعمیرات کا داروغہ مقرر ہوا آخر اس کی تکمیل مکرمت خاں کے زیرِ اہتمام ہوئی۔ بادشاہ کو یہ تاریخ بہت پسند آئی "شد شاہ جہاں آباد از شاہ جہاں آباد" (۱۰۵۸ھ) (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۲۴۶، ۲۴۷)
(۲) ٹھٹہ کی جامع مسجد، اس میں خوبی یہ ہے کہ امام خواہ منبر پر خطبہ پڑھے یا محراب میں نماز پڑھائے اس کی آواز ہر سمت کے دالان میں اسی طرح پہنچتی ہے جس طرح کہ محراب ومنبر پر ہوتی ہے۔ تاریخ ملاحظہ ہو "گشت زیبا چو مسجدِ اقصیٰ"

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مرعوب ہوگیا اور اس نے شہزادہ کو بہت بڑی رقم بطورِ ضیافت پیش کر کے صلح کر لی، اس بنا پر حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے بعض حاسدین نے موقع پاکر شاہِ بدخشاں سے کہا کہ اورنگ زیب نے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے اشارے سے تجھ پر چڑھائی کی تھی وغیرہ۔ شاہِ بدخشاں کو اس بات سے بہت رنج ہوا اور اس کے دل میں حضرت کی طرف سے کدورت آگئی۔ بعد ازاں ایک رات شاہِ بدخشاں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ اُس پر ناراض ہو رہے ہیں جب خواب سے بیدار ہوا تو حضرت کے رعب و جلال سے متاثر ہو کر اپنے خیالات سے توبہ کی اور ایک عریضہ تحفے اور ہدیے کے ساتھ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں ارسال کر کے درخواست کی کہ مجھے اپنا مرید بنا لیا جائے۔ حضرت نے اس کو غائبانہ مرید کر کے بطور تبرک اپنی کلاہ مبارک اس کے لئے ارسال فرمائی جو ایک عرصہ تک بدخشاں کے بادشاہوں کی زینت رہی ہے[۱]۔

اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے چھٹے فرزند شیخ محمد صدیق کی ولادت ہوئی[۲]۔

۲۷
سجّادہ نشینی کا ستائیسواں سال (سنہ ۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰ء)

(حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کا اپنی خانقاہ و مسجد کی توسیع کرانا)

جب حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے ارشاد و تبلیغ کی شہرت زیادہ ہوئی اور لوگوں کا ہجوم بہت بڑھ گیا تو وہ قدیم مسجد جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بنوائی تھی ناکافی ہوگئی لہذا حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے اس میں توسیع کرنی چاہی تو دیگر حضرات کے علاوہ تربیت خاں نے بھی حصولِ سعادت کے لئے درخواست کی حضرت نے اس کی درخواست منظور فرمائی، چنانچہ تربیت خاں نے نہایت عالیشان اور وسیع مسجد و خانقاہ بنوائی اور قدیم مسجد کو علامت کے طور پر ایک چبوترہ کی شکل میں رہنے دیا کیونکہ وہ مقام بھی بہت متبرک ہے اسی مقام پر مثالی شکل میں کعبہ کا نزول ہوا تھا۔ اس چبوترہ سے مغرب کی جانب ایک حوض بنوایا جس کے اوپر مچھلی کی پیٹھ کی طرح کی ایک آبشار تھی۔ مسجد کے جنوب میں سالکانِ طریقت کے لئے چند حجرے بنوائے۔ قدیم مسجد کا حوض اور بہت سی زمین حضرت مجددؒ کے روضہ کے صحن میں داخل کر کے روضہ کے گرد و نواح کو وسیع کر دیا گیا۔

حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کے روضہ کے مغرب اور شمال کی طرف ایک باغ تھا جو "باغِ ملک احمد" کے نام سے مشہور تھا جس کا طول و عرض ایک ایک کوس تھا، یہ باغ ایک مخلص نے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں بطورِ نذر پیش کیا تھا جس میں حضرت کے صاحبزادوں نے اپنے رہنے کیلئے عالی شان

---

[۱] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۴۸ و ۴۹۔ [۲] ہدیۂ احمدیہ ص ۸۴۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

محلات تعمیر کرائے۔ اس کے شمال و مغرب میں مزید زمین حاصل کر کے ایک خوبصورت بازار بنوایا، جس میں ہر قسم کی دکانیں اور ساز و سامان تھا۔ چونکہ ان عمارتوں کا مہتمم صندل نامی حضرت کا خواجہ سرائے تھا اس لئے اس بازار کا نام صندلپورہ ہو گیا، اس بازار کے مشرقی سمت بلاغ کے کنارے پر حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے لئے ایک بڑا محل بنایا گیا جس میں حضرت حلقہ و مراقبہ کرایا کرتے تھے۔ حضرت نے عمر کے آخری آٹھ سال یہیں گذارے۔

اس سال شاہجہاں بادشاہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی زیارت کے لئے سرہند آیا، کافی دن قیام کیا اور اپنے ارکانِ سلطنت سے کہا کہ چونکہ یہ شہر میرے دونوں دار الخلافوں (لاہور و دہلی) کے درمیان ہے نیز یہ کہ میں حضرت کی زیارت کے لئے آتا رہتا ہوں اس لئے بھی اس شہر میں میرے لئے عالی شان محلات بنوائے جائیں چنانچہ یہاں بھی اسی طرح کے محلات بنوائے گئے جیسے کہ شاہجہاں آباد میں بنے تھے ؎

الا سودائیاں شہرے ست در ہند   کہ اندر پائے او بنہاد سر ہند ؎[1]

(اے عاشقو! ہندوستان میں ایک شہر ہے، جس کے پیروں پر خود ہندوستان نے سر رکھدیا ہے۔)

سجادہ نشینی کا اٹھائیسواں سال (سنہ ۱۰۶۱ھ / ۱۶۵۱ء)

(شاہجہاں بادشاہ کا حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے مشورے سے مملکت کو اپنے بیٹوں میں تقسیم کرنا:)

اس سال مملکت کی سیاست میں ایک طرح کا انقلاب آیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شاہجہاں بادشاہ سرہند شریف میں حاضر ہوا اور حضرت سے ملاقات کے بعد عرض کیا کہ دنیاوی زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں مملکت کو اولاد میں تقسیم کر دوں تاکہ میرے بعد شہزادے آپس میں نہ لڑیں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور فرمایا کہ ولیعہد اورنگ زیب کو بنا یا کیونکہ وہ سب شہزادوں میں زیادہ لائق ہے۔ شاہجہاں نے بھی اس بات کو منظور کر لیا۔ دہلی پہنچکر جب شاہجہاں نے اورنگ زیب کو ولیعہد بنانا چاہا اور ملکِ دکن دارا شکوہ کے حوالے کرنا چاہا تو دارا شکوہ نے جو بڑا بیٹا تھا دکن لینے سے انکار کر دیا، چونکہ شاہجہاں بادشاہ کو دارا شکوہ سے بے حد محبت تھی جو وہ کہتا مان لیتا تھا اس لئے مجبوراً دکن اورنگ زیب کو دیا اور ہندوستان دارا شکوہ کو۔ اورنگ زیب نے کہا مجھے سلطنت درکار نہیں میں تو ایک فقیر آدمی ہوں میں حضرت کی خدمت میں رہوں گا ہند اور دکن دونوں دارا شکوہ کو دیدو۔ آخر بادشاہ نے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے ہر چند حیلہ کیا کہ کسی طرح دارا شکوہ

---

[1] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۳۵ و ۳۶

دکن لینے پر راضی ہو جائے لیکن وہ راضی نہیں ہوتا اور میرے بس میں نہیں آتا، اگر میں نے ہندوستان اورنگ زیب کے حوالہ کر دیا تو فسادِ عظیم کا خطرہ ہے اس لئے درخواست ہے کہ چونکہ اورنگ زیب آنجناب کا مرید ہے اس لئے آپ اسے دکن لینے پر راضی کریں۔ حضرت نے اورنگ زیب کو بلا کر فرمایا کہ اطمینان رکھو آخر تم ہی دکن اور ہندوستان کے بادشاہ ہو گے، تمہاری سلطنت کا پورے ہندوستان پر ہونا اظہر من الشمس ہے، اس وقت باپ کے فرمان کو قبول کر لو اور دکن لینے پر راضی ہو جاؤ۔ اورنگ زیب حضرت کے فرمان سے مجبور ہو کر دکن لینے پر رضامند ہو گیا۔ عــہ بعد ازاں حضرت نے بادشاہ سے فرمایا کہ ہم نے اورنگ زیب کو دکن لینے پر رضامند تو کر لیا ہے لیکن داراشکوہ کو سمجھا دینا کہ شریعتِ محمدیہ کو رواج دینے کی کماحقہ کوشش کرے اور شریعت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے پائے تاکہ اس کی سلطنت قائم رہ سکے اگر امورِ شرعیہ کے اجراء میں ذرا بھی غفلت برتی تو نہ وہ رہے گا نہ اس کی سلطنت بلکہ شامتِ اعمال کا خمیازہ تم کو بھی بھگتنا پڑے گا۔ بادشاہ نے اس بات کو قبول کر لیا اور ملک کو اس طرح تقسیم کیا کہ شاہجہان آباد، اکبر آباد، الہ آباد، بہار، اودھ، مالوہ، اجمیر، سرہند، لاہور، ملتان، ٹھٹھہ، کشمیر اور کابل، داراشکوہ کو دیئے۔ اور برہان پور، اورنگ آباد بیدر، کرناٹک اور ارکاٹ وغیرہ دکن کے تمام ممالک اورنگ زیب کے سپرد کئے اور یہ قرار دیا کہ اورنگ زیب اورنگ آباد میں رہے اور داراشکوہ شاہجہاں آباد میں، اور دونوں کی سرحد دریائے نربدا قرار پائی۔ دونوں کو تاکید کر دی کہ اپنے اپنے علاقہ میں بھائیوں کی طرح رہیں گے اور آپس میں جنگ وجدال نہ کریں گے۔ بنگال تیسرے بیٹے شہزادہ شجاع کو دیا اور گجرات چوتھے بیٹے مراد بخش کے سپرد کیا۔ چاروں سے عہد وپیمان لیا کہ اپنی اپنی حدود پر قائم رہیں گے۔ اور اس بارے میں ایک عہد نامہ تیار کرایا جس پر حضرت عروۃ الوثقیٰ اور حضرت خازن الرحمہ اور حضرت کے فرزندوں اور خلفاء کے علاوہ ارکان سلطنت و مشاہیر سے دستخط کرائے اور شہزادوں کو پند و نصائح کر کے اپنے اپنے علاقوں کو رخصت کر دیا۔ [1]

عــہ ان واقعات کو تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:- جب شاہزادہ محمد اورنگ زیب خدمت میں واپس آیا تو بادشاہ نے اُسے دکن کے چار صوبوں کا بااختیار صوبہ دار بنا کر رخصت کر دیا، احمد آباد کا صوبہ شائستہ خاں کو عطا ہوا شاہزادہ داراشکوہ کو ترقی دیگر تیس ہزاری بیس ہزار سوار کا منصب اور دو کروڑ دام انعام اور کابل کی صوبہ داری عطا ہوئی۔ کابل کی نیابت سلیمان شکوہ کے تفویض ہوئی اور اسے ترقی دے کر آٹھ ہزاری چار ہزار سوار کا منصب دیا اور سرخ خیمہ بھی عطا کیا جو اس تاریخ تک شاہزادوں کو نہیں دیا جاتا تھا۔ داراشکوہ کی طرف سے ملتان کی نیابت محمد علی خاں کو دی گئی۔ شاہزادہ محمد شجاع کو بنگالہ رخصت کر دیا۔

(منتخب اللباب حصہ دوم ص ۲۷۲)

[1] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۷۸ تا ۸۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

٢٩
سجادہ نشینی کا انتیسواں سال (سنہ ١٠٦٢ھ ١٦٥٢ء)

(شیخ میر کا مرید ہونا اور شیخ محمد ہادی کی ولادت)

اس سال ارکانِ سلطنت میں سے شیخ میر نامی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے مرید ہوئے۔ شیخ میر کے دو صاحبزادے مکرم خاں اور محتشم خاں پہلے ہی سے حضرت کے خصوصی مریدوں میں سے تھے، امارت وریاست کے باوجود یہ دونوں صاحبزادے محبت و احترام کے جذبہ میں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی پالکی کندھوں پر اٹھا کر شاہجہاں آباد (دہلی) تک لیجاتے تھے حضرت بھی ان دونوں صاحبزادوں پر بیحد مہربان تھے۔

اسی سال حضرت شیخ محمد عبید اللہ کے بڑے صاحبزادے شیخ محمد ہادی کی ولادت ہوئی [١]

٣٠
سجادہ نشینی کا تیسواں سال (سنہ ١٠٦٣ھ ١٦٥٣ء)

(حضرتؒ نے شیخ مراد کو مرید کرنے کے ہفتہ عشرہ بعد خلافت دیکر بیت المقدس روانہ کیا)

اس سال ہندوستان کے ایک بزرگ شیخ مراد حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے مرید ہوئے۔ حضرت نے ان کو ایک ہفتہ یا تین ہفتہ بعد خلافت عطا فرما کر ملک شام بھیجدیا، شیخ صاحب نے عذر پیش کیا لیکن حضرت نے فرمایا کہ میں نے تمام خواجگان کی رائے سے تم کو مامور کیا ہے لہٰذا کسی قسم کا فکر نہ کرو۔ بعد ازاں فرمایا کہ پہلے ماوراء النہر میں شیخ حبیب اللہ کے پاس جاؤ پھر براہِ ایران ملکِ شام پہنچکر بیت المقدس میں مقیم ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ نے حسب الارشاد عمل کیا اور وہاں پہنچکر لوگوں میں تبلیغ کی۔ جب بادشاہِ روم (ابراہیم خاں) کو معلوم ہوا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے اپنا ایک خلیفہ ملکِ شام میں بھیجا ہے تو ایک امیر کے بدست ایک لاکھ دینار شیخ صاحب کے لئے اور تین لاکھ دینار آپ کی خانقاہ کے اخراجات کے ملئے سالانہ مقرر کئے۔ شیخ مراد اپنے زمانہ میں ملک شام کے مشہور شیخ تھے۔ جب حضرت عروۃ الوثقیٰؒ حج کے لئے تشریف لے گئے تو شیخ مراد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہر طرح کی خدمت بجالائے [٢]

اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے مکتوباتِ شریفہ کی جلد اول تکمیل ہوئی، اس کے آغاز کا مادۂ تاریخ "درۃ التاج" ہے ١٠٣٩ھ اور اختتام کا مادۂ تاریخ "جمع کمالاتِ نبوت" ہے۔ ١٠٦٣ھ

---

[١] روضۃ القیومیہ لمحمد احسان رکن دوم ص ٧٧ [٢] ایضاً ص ٧٤ تا ٧٦

سجّادہ نشینی کا اکتیسواں سال (ازیکم ربیع الاول ۱۰۶۴ھ ۱۶۵۴ء)

صاحب روضۃ القیومیہ نے اکتیس اور بتیسویں سال کا ایک ہی عنوان لگایا ہے غالباً ان کو اس سال کے واقعات میں کوئی اہم واقعہ نہ ملا ہوگا۔

سجّادہ نشینی کا بتیسواں سال (ازیکم ربیع الاول ۱۰۶۵ھ ۱۶۵۵ء)

(شہر سامانہ کے ایک رئیس کا قتل)

اس سال شہر سامانہ کے (جو کہ مضافاتِ سرہند میں ہے) ایک رئیس تاج محمود نامی سے دینِ اسلام کی اہانت سرزد ہوئی جس کی وجہ سے اس کو قتل کیا گیا چونکہ تاج محمود کی والدہ اور چچی دونوں کا شاہی محل میں بڑا رسوخ تھا بلکہ اس کی والدہ نے داراشکوہ کو دودھ بھی پلایا تھا اس لئے داراشکوہ نے اس کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن حضرت عروۃ الوثقیٰؒ دینی حمیت کے جوش میں دہلی تشریف لے گئے اور اس کو قتل کرا کر دم لیا۔[۱]

سجّادہ نشینی کا تینتسواں سال (ازیکم ربیع الاول ۱۰۶۶ھ[ع] ۵۶-۱۶۵۵ء)

(وزیر اعظم سعد اللہ خاں کی وفات اور ہندوستان میں بدعات کا زور)

مذکورہ بالا واقعہ تاج محمود کے سلسلہ میں وزیر سعد اللہ خاں نے بھی اس کے بچانے کی کوشش کی تھی اس لئے سعد اللہ خاں بھی حضرت کے موردِ عتاب ہوا، سعد اللہ خاں نے اپنے بیٹے فتح اللہ خاں کو حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں بھیجکر معافی چاہی، حضرت نے فرمایا اب موقع ہاتھ سے نکل گیا البتہ ہم دعا کرتے ہیں کہ اس کا خاتمہ بخیر ہو[ع][۲]

اب ہندوستان میں پھر بدعات کا زور و شور ہوگیا، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب شاہجہاں بادشاہ نے داراشکوہ کو ولیعہد مقرر کر کے تاجِ شاہی اس کے سر پر رکھدیا تو وہ بڑی حد تک برسرِ اقتدار آگیا اور

ع دارالخلافہ کے قلعہ اور حصار کے تیار ہو جانے کے بعد بادشاہ نے ایک ایسی مسجد کی عمارت کا حکم دیا کہ اس جیسی عمارت ہندوستان میں آجتک تعمیر نہیں ہوئی ہے اس میں جس صنعت کاری سے کام لیا گیا اس کی تفصیل تحصیل حاصل ہے، معماروں نے جس ہنر اور کمال کا مظاہرہ کیا ہے وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے، یہ مسجد تین چار امیروں خلیل اللہ خاں جعفر خاں، سعد اللہ خاں اور روح اللہ خاں کے اہتمام سے چھ سال میں دس لاکھ روپے کے خرچ سے تعمیر ہوئی، اس کی تاریخ ہے "قبلۂ حاجات آمد مسجدِ شاہِ جہاں" ۱۰۶۶ھ۔ (منتخب اللباب حصہ دوم ص ۳۰۶۔

ع سعد اللہ خاں کا اواخر جمادی الاخریٰ ۱۰۶۶ھ میں مرضِ قولنج کے عارضہ میں انتقال ہوا۔ (ایضاً حصہ دوم ص ۲۹۱

[۱] و [۲] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۸۱ تا ۸۵۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اب اس کے پاس کھلم کھلا برہمنوں اور جوگیوں کا مزید جمگھٹا رہنے لگا جو اس کی خام خیالیوں کی تائید و تعریف کرتے اور ہاں میں ہاں ملا کر اس کو آسمان پر بٹھاتے تھے، اور وہ ان برہمنوں سے سنسکرت کی تعلیم حاصل کر کے ان کی مذہبی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کرنے لگا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے عقائد میں بڑی تبدیلی آگئی حتیٰ کہ وہ ایسی باتوں کا قائل ہو گیا کہ کافروں کے طریق پر چلنے سے بھی انسان حق تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے، اس نے کفر و اسلام کو توام قرار دیدیا

ان وجوہات کی بنا پر مسلمانوں میں کافرانہ رسومات شروع ہو گئیں اور ہر قسم کی بدعات نے پنجے نکالنے شروع کر دیئے۔ شاہجہاں بادشاہ چونکہ ان باتوں کا سخت مخالف تھا اس لئے بادشاہ سے ایسی باتوں کو پوشیدہ رکھنے کی سخت ہدایات تھیں۔ آخر داراشکوہ تمام احکامات بادشاہ کے نام سے اپنی مرضی کے مطابق نافذ کرنے لگا، پھر بادشاہ سے ملاقات پر بھی پابندی لگادی بلکہ ایک حد تک بادشاہ کو نظر بند کر دیا گیا تھا، بعد ازاں داراشکوہ میں خود مختاری کی نخوت زیادہ آگئی تو وہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بھی خلاف ہو گیا اس سلسلہ میں شاہجہاں نے ہر چند اُس کو سمجھایا لیکن اس کی سمجھ میں خاک نہ آیا، حضرت عروۃ الوثقیٰ رح بھی ان حالات کی وجہ سے بہت آزردہ خاطر تھے اور چاہتے تھے کہ ہندوستان سے کافرانہ رسومات ختم ہو کر اسلامی نظام کو عروج حاصل ہو جائے [1]

۳۴
سجادہ نشینی کا چونتیسواں سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۶۷ھ سنہ ۱۶۵۶ء)

(حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کا فریضۂ حج اور زیارتِ حرمین شریفین)

ممکن ہے کہ بعض حضرات کے دل میں اس موقع پر یہ وسوسہ پیدا ہو کہ ہندوستان کی سلطنت کے بگڑے ہوئے حالات سے متاثر ہو کر حضرت عروۃ الوثقیٰ رح نے سفرِ حج کا ارادہ کیا، یہ بات قطعاً نہیں، اور نہ ہی یہ ان کی شایانِ شان ہے بلکہ حضرات اولیائے کرام کے پیشِ نظر تو حق سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ہوتا ہے اور اس کی رضا تمام امور میں مقدم ہوتی ہے، ان کا آرام و سکون حق سبحانہ وتعالیٰ کی یاد اور ذکر میں ہوتا ہے ان کو نہ کسی کی دشمنی گزند پہنچا سکتی ہے اور نہ کسی کی دوستی فائدہ دے سکتی ہے۔ ان کو تو صرف حق تعالیٰ کی جانب نگاہ رکھنی ہوتی ہے، جو حکم ملتا ہے اس پر لبیک کہنا ان کا کام ہوتا ہے، وہ اولیاء اللہ بنتے ہی اس وقت ہیں جب اپنی خواہشات

[1] روضہ رکن دوم ص ۸۵ تا ۸۸ ملخصاً۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بلکہ خود کو اس کے حکم اور خوشنودی کے تابع اور وقف کردیں، لہٰذا حق سبحانہ وتعالیٰ نے جس سال حضرت عروۃ الوثقیٰ کی قسمت میں فریضۂ حج ادا کرنا مقدر فرما دیا تھا اسی سال آپ کے دل میں وہاں کے شوق نے غلبہ کیا اور اسباب پیدا ہوگئے جیسا کہ یاقوتہ ۲۔ع میں ہے کہ "جب حضرت عروۃ الوثقیٰ پر زیارتِ حرمین شریفین کے عشق نے غلبہ کیا۔۔۔۔ تو استطاعت اور زادراہ کی کمی۔۔۔۔۔ اور دوسرے مہلکات کے خوف کے باوجود آپ نے عزم کرلیا کہ شوق کے پاؤں اس راستہ کی فضا میں رکھدیں۔۔۔۔۔ (بعدازاں ایک مخدوم زادہ سے فرمایا) میں نے اپنے آپ کو اور تم سب بھائیوں کو اس مقام مقدس میں پہنچا ہوا پایا اور طواف کرتے ہوئے دیکھا اور ان تمام دشواریوں کو جو مشکل نظر آرہی تھیں (حق تعالیٰ کی جانب سے) آسان کردیا گیا۔ لہٰذا آپ نے حج مقدس کا ارادہ مصمم کرلیا اور اس کی تیاری شروع کردی۔

صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے حج کا عزم بالجزم کرلیا تو پہلے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزارِ مبارک پر حاضر ہوئے پھر اپنے دونوں بھائیوں، مخدوم زادوں اور تقریباً سات ہزار خلفاء مریدوں کے ساتھ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوگئے، شاہجہاں آباد پہنچے تو بادشاہ اور داراشکوہ حضرت کو رخصت کرنے کے لئے آئے اور بہت بڑی رقم بطور نذرانہ پیش کی، حضرت نے اس میں سے تھوڑی رقم قبول کی۔ پھر جس شہر سے آپ کا گذر ہوتا وہاں کے عوام وخواص اور حکمران طبقہ حسب حیثیت آپ کا استقبال کرتے اور بڑی تعظیم وتکریم اور ہر طرح کی خاطر ومدارات سے پیش آتے۔ بعض حضرات آپ کی معیت کی سعادت اور حج کے ذوق وشوق میں آپ کے ہمراہ بھی ہوگئے اورنگ زیب بھی نربدہ کے قریب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے از راہِ لطف وکرم اپنی خاص ٹوپی اورنگ زیب کو عنایت کی، تاجِ شاہی اپنے دستِ مبارک سے اس کے سر پر رکھا اور بہت دعائیں دے کر رخصت کیا۔ نیز اورنگ زیب کی درخواست پر حصولِ برکت کیلئے مخدوم زادگان شیخ محمد اشرف وشیخ سعد الدین کو اس کے پاس چھوڑ دیا۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ نے سورت پہنچکر بحری سفر کے لئے پانچ جہاز خود کرایہ پر لئے اور دس جہاز اورنگ زیب کی طرف سے آپ کو عنایت ہوئے جن میں غربا اور فقراء کو سوار کیا گیا اور صاحب حیثیت حضرات نے اپنے لئے خود انتظام کیا۔ کہتے ہیں کہ تین ہزار علماء اور مشائخ آپ کے ہمراہ تھے اس طرح پندرہ جہازوں میں تقریباً سات ہزار کا قافلہ بندرگاہ سورت سے حج کے لئے روانہ ہوا۔

جب جہاز بندرگاہ مخہ پر پہنچے تو والیٔ یمن نے ارکانِ سلطنت کو حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

استقبال کے لئے بھیجا اور شایانِ شان مہمانداری کے فرائض انجام دیئے۔ اسی طرح ارضِ مقدس میں امامِ یمن، شریفِ مکہ، روم وشام اور عرب کے امرا نے ہر جگہ حضرت کا استقبال کیا اور ہر ممکن خدمت بجالائے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے جسقدر خلفا، ان علاقوں میں مقیم تھے اپنے مریدوں سمیت حاضر ہوئے خصوصاً شیخ مراد جن کو حضرت نے خلافت عطا فرما کر ملکِ شام بھیجا تھا شامیوں کی ایک بڑی جماعت کے ہمراہ حاضرِ خدمت ہوئے اور حضرت کے زمانۂ قیام میں تمام انتظامات بحسن وخوبی انجام دیئے۔ سلطان روم بھی مع ارکانِ سلطنت اور تحائف وہدایا زیارت سے مشرف ہوا۔ عرفات، مزدلفہ اور منیٰ وغیرہ میں ہر جگہ حضرت ہی امیرِ حج سمجھے جاتے تھے، غرضکہ حجاج کی کثرت اور چہل اس سال اسقدر ہوئی کہ اس سے قبل کبھی نہیں دیکھی گئی[۱]

سفرنامۂ حرمین شریفین

یواقیت الحرمین کا ترجمہ پیش کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدس سفرِ حج اور زیاراتِ حرمین شریفین کی تاریخوں کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کردیا جائے تاکہ ناظرین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

حج کی روانگی کے متعلق خود حضرت عروۃ الوثقیٰ تحریر فرماتے ہیں: "انشاء اللہ تعالیٰ ماہ ذی الحجہ میں اس جگہ (سرہند شریف) سے حجاز کے سفر پر روانگی ہوگی" (دفتر دوم مکتوب ع ۳۹)۔ نیز ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: "میرے مخدوم! ہم امید رکھتے ہیں کہ اس مہینے کے آخری دنوں میں جو کہ ماہ ذی الحجہ ہے ۲۲ یا ۲۹ تاریخ تک کسی روز سرہند سے روانگی ہوجائے اور سورت کی بندرگاہ سے کعبۂ مقصود تک پہنچنا حاصل ہوجائے" (دفتر دوم مکتوب ع ۴۲)۔ اور سنہ ۱۰۶۷ھ کا تعین یاقوتہ ع ۲ سے ہوتا ہے۔ "جب سنہ ۱۰۶۷ھ میں حضرت (عروۃ الوثقیٰ رح) پر زیارتِ حرمین شریفین کے عشق نے غلبہ کیا الخ" یعنی ۲۲ تا ۲۹ ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۰۶۷ھ کی کسی تاریخ میں حضرت عروۃ الوثقیٰ سرہند شریف سے حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوگئے۔

سرہند شریف سے سورت کی بندرگاہ تک پہنچنے اور راستے میں مختلف مقامات پر ٹھہرنے میں کتنا عرصہ لگا پھر کس تاریخ کو وہاں سے جہاز پر سوار ہوئے اور کب بندرگاہ مخہ (یمن) پہنچے اس کا تعین مشکل ہے البتہ یواقیت الحرمین کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یاقوتہ ع ۱ تا ع ۶ سرہند سے مخہ (یمن) کی بندرگاہ تک پہنچنے کے واقعات پر مشتمل ہیں ——— یاقوتہ ع ۷ میں درج ہے کہ

[۱] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۸۹ تا ۹۳ ملخصاً۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

"حضرت (عروۃ الوثقیٰؒ) شبِ جمعہ ۲۳ شعبان ۱۰۶۸ھ کو مزارعہ سے ضحیٰ کی طرف روانہ ہوئے"۔
پھر یاقوتہ ۸ میں مکہ معظمہ میں داخلہ اور طواف کا ذکر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ کی آخری تاریخوں میں سرہند شریف سے روانہ ہو کر ہند اور یمن کے مختلف شہروں میں قیام فرماتے ہوئے آٹھ ماہ میں ماہِ شعبان ۱۰۶۸ھ کی آخری تاریخوں میں مکہ معظمہ پہنچے۔

مقدمہ یواقیت الحرمین میں درج ہے کہ ان حضرت (عروۃ الوثقیٰؒ) کو ۱۰۶۸ھ میں جو کہ کلمہ "محمد معصوم زار الشفیع" (کے عدد) سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل وعلا کی عنایت سے طواف بیت اللہ اور روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری اور اصحاب کرامؓ اور متبرک زیارت گاہوں کی زیارت میسر ہوئی"۔ یعنی ۱۰۶۸ھ میں آپ کو فریضۂ حج ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

یاقوتہ ۹ و ۱۰ حج سے متعلق ہیں اور یاقوتہ ۱۱ تا ۲۲ حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد مکہ معظمہ کے قیام میں اور وہاں کے انوار و برکات کے تذکرہ میں ہیں۔ نیز یاقوتہ ۱۲ میں ۳ محرم الحرام (۱۰۶۹ھ) کا ذکر ہے۔ یاقوتہ ۲۷ تا ۲۸ مدینہ منورہ کے فیوض و برکات کے تذکرہ میں ہیں۔ یاقوتہ ۳۲ میں جمادی الاولیٰ کا اور یاقوتہ ۳۷ میں جمادی الاخریٰ (۱۰۶۹ھ) کا ذکر ہے۔ نیز یاقوتہ ۳۵ میں ہے کہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ) ۱۸ رجب المرجب (۱۰۶۹ھ) کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لائے اور یاقوتہ ۴۹ تا ۵۲ میں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک راستے کے واقعات و برکات درج ہیں۔

پھر یاقوتہ ۲۳ میں نصف ماہ شعبان (۱۰۶۹ھ) کو بیت اللہ شریف میں داخلہ اور حرمِ محترم کو الوداع کہنے کا ذکر ہے اور یاقوتہ ۲۶ میں مکہ معظمہ سے واپسی اور جدہ پہنچنے کا تذکرہ ہے یعنی شعبان کے آخری عشرہ میں مکہ معظمہ سے واپسی ہو گئی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ پورے ایک سال مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں حضرت کا قیام رہا۔

یواقیت الحرمین کے خاتمہ یاقوتہ ۵۳ میں ۲۷ رمضان المبارک (۱۰۶۹ھ) اور مخا (یمن) کی بندرگاہ کا تذکرہ ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سرہند شریف سے روانہ ہو کر واپس پہنچنے تک کی مدت تقریباً دو سال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب یواقیت الحرمین کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

❖

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کا

سفرنامہ حرمین شریفین (اردو ترجمہ)

مسمّٰی بہ

یواقیت الحرمین و حسنات الحرمین

حق سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت کی کوئی حد نہیں نہ ہی اس کے علم کی کوئی انتہا ہے وہ جس کو جسقدر چاہے عطا فرمائے یہ اس کے فضل وکرم پر موقوف ہے، ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کو سفرِ حج میں جو عجیب وغریب واقعات پیش آئے اور حقائق ومعارف کے جوانوات آپ پر وارد ہوئے ان کو مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ قدس سرہ نے اہلِ عرب کے اصرار پر عربی زبان میں یواقیت الحرمین کے نام سے مرتب فرمایا تھا پھر شیخ محمد شاکر فرزند صاحبِ حضرات القدس حضرت مولانا بدر الدین سرہندی نے حسنات الحرمین کے نام سے فارسی زبان میں اس کا ترجمہ کیا اور اس کا نام یاقوتِ احمر تجویز کیا جیسا کہ اس کے مقدمہ اور اختتامیہ میں اس کی صراحت ہے۔ کوشش کے باوجود اصل عربی رسالہ تو دستیاب نہ ہوسکا البتہ "حسنات الحرمین" کا (فارسی قلمی) نسخہ حضرت مولانا پیر محمد ہاشم جان مجددیؒ سے حاصل ہوگیا، جس کا مکمل اردو ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے (مترجم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے اولیاء کے دلوں کو عجائب امور کے نازل ہونے کی جگہ بنایا اور ان کی زبان پر ایسا کلام جاری کیا جو کہ نادر چیزوں پر مشتمل ہے اور ان کے کلام کو مصائب کے لئے شفا بخشنے والی دوا بنایا اور اس کے حبیب پر درود وسلام ہو جن کی نعمت وثنا کو علم احاطہ نہیں کرسکتا، ان کی تعریف میں یہ حدیث (قدسی) "لولاک لما خلقت الافلاک" (اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) کافی ہے۔ اور ان کے آل واصحاب اور ان کی پیروی کرنے والوں اور تمام اولیائے کرام اور ان کے متوسلین ومتبعین پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اللہ تعالیٰ کے الطاف کی پناہ حاصل کرنے والوں میں سب سے کم درجہ والا محمد شاکر ابن شیخ بدر الدین احمد سرہندی عرض کرتا ہے کہ جب حضرت قطب الاقطاب، غوث شیخ وشاب، خازنِ گنجہائے ہدایت و معرفت، قاسم معادنِ رحمت و برکت، واصلِ بلند ترین درجاتِ ولایت، معرفت کی انتہائی سیڑھیوں پر چڑھنے والے، کامل وارث، اکمل تبع، محبتِ ذاتیہ سے مشرف، خلعتِ قیومیہ کی سعادت والے، کمالاتِ اصلیہ وظلیہ کے جامع، محبوبیتِ صرف سے پیدا ہونے والے اسرار کے بشارت یافتہ، خدائے قیوم کی طرف سے نورِ کامل، ہمارے سید، ہمارے امام، ہمارے قبلہ حضرت خواجہ محمد معصوم اللہ تعالیٰ اُن کو سلامت رکھے اور اُن کی برکات کو دوام عطا فرمائے اور اُن کے ارشاد کو قیامت تک جاری رکھے، کہ اُن کو ۱۰۶۸ھ میں جو کہ کلمہ "محمد معصوم زار الشفیع" سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل وعلا کی عنایت سے طواف بیت اللہ اور روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری اور اصحابِ کرامؓ اور متبرک زیارت گاہوں کی زیارت میسر ہوئی اور اُن باعظمت مقامات میں اعلیٰ درجہ کی بخششوں اور نہایت گہرے اسرار کے ساتھ مشرف کئے گئے اور بلند ترین واردات والہامات اور عمدہ ترین مقامات و کمالات سے نوازے گئے اور مخصوص انوار و اسرار اور اعلیٰ خلعتیں مرحمت کی گئیں، اُن عالی حضرت (عروۃ الوثقیٰ) نے دلی شادمانی کے وقت میں "واما بنعمۃ ربک فحدث" [اور البتہ اپنے رب کی نعمت کو بیان کر] کے حکم کے مطابق قابلِ فخر واردات و عنایات اور واضح مکاشفات میں سے کچھ حصہ محترم مخدوم زادوں پر ظاہر فرمایا جو کہ اس سفر فیض اثر میں آپ کے ہمراہ تھے۔ اِن (مخدوم زادگان) میں سے ہر ایک کمال درجہ کے شرع و تقویٰ سے آراستہ اور سنتِ منورہ کی متابعت اور عزیمت پسندیدہ پر عمل کے ساتھ مزین اور واردات و مقامات عالیہ و درجات و کمالاتِ متعالیہ تک پہنچے ہوئے تھے، خصوصاً مخدوم زادۂ عالی درجات حضرت خواجہ محمد عبید اللہ سلمہ اللہ سبحانہٗ جو کہ کم عمری ہی میں (حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے) خفیہ اسرار و پوشیدہ نکات کے خصوصی محرمِ راز تھے اور خلوت و جلوت میں ہمیشہ حاضرِ خدمت رہتے تھے اور اُن حضرت (عروۃ الوثقیٰؒ) کو بھی آپ سے خاص محبت اور خصوصی نظرِ عنایت تھی جیسا کہ ہدایت و کرامت کے آثار اور شرافت و ولایت کے اطوار اس عالی خاندان کے چہرۂ ہدایت سے نمایاں ہیں۔ اور جب آپ (خواجہ محمد عبید اللہؒ) نے اُن حضرت (عروۃ الوثقیٰؒ) کے اسرار مقامات سننے کے لئے اہلِ عرب کا کامل ذوق وشوق ملاحظہ کیا اور اُن (اہلِ عرب) کی جانب سے بار بار درخواست کی گئی (تو آپ نے) ان حضرات کی درخواست کو قبول فرما کر اُن معارف میں سے پوشیدہ رکھنے کے قابل معارف کے علاوہ جو قابلِ اظہار تھے ان کو قلم عنبریں رقم سے عربی زبان میں فصیح و بلیغ عبارت کے ساتھ جمع فرمایا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جب (حضرات واپس) وطنِ مالوف پہنچے تو بعض احباب وطالبانِ حقایق ومعارف نے خواہش کی کہ اگر یہ پوشیدہ اسرار فارسی زبان میں بیان ہوجائیں تو اس کا فائدہ کامل اور فیض عام ہوجائے، اس بِنا پر مخدوم زادۂ عالی مرتبہ نے اس ناچیز خاکسار (محمد شاکر) کو ازراہِ مہربانی اس کے ترجمہ کرنے کا حکم دیا اس جلیل القدر کام سے مشرف فرمایا تاکہ اُن مقاماتِ عالیہ کو فارسی میں منتقل کرے اور ان کے چہرے سے نقاب اٹھا کر عاشقوں کی آنکھوں میں جلوہ افروز کرے۔

آج جبکہ سنہ ۱۰۷۱ھ ہے ان شاہدانِ معانی کو جو کہ عرفان کا کتب خانہ ہیں عربی سراپردہ سے نکال کر فارسی کی ایسی فضا میں لا کر جو کہ رسمی تکلفات سے پاک ہے صاحبانِ اسرار کی خدمت میں پیش کیا تاکہ طالبانِ یقین اپنی عقل وفہم کے حوصلے کے مطابق اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔ (امید ہے کہ) اہلِ تحقیق اس ناکارہ کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

آپ جان لیں کہ اس رسالۂ شریفہ کے تمام معارف مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ سلمہ اللہ سبحانہٗ سے منقول ہیں البتہ چند معارف دوسرے مخدوم زادوں سے نقل کئے گئے ہیں جن کی وضاحت اُن کے اسمائے گرامی کے ساتھ کردی گئی ہے۔ اور یہ رسالۂ شریفہ نفحات ورشحات کے طریق پر "حسنات الحرمین" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، اور چونکہ اس رسالہ کے اسرار کو "یاقوتہ" سے معنون کیا گیا ہے لہٰذا اس "یاقوتِ احمر" (یا "یواقیت الحرمین" کے نام) سے موسوم کیا جائے تو بھی زیبا ہے۔ اور اس رسالہ کو اس اسم کے ساتھ مسمی کرنے کی موزوں وجہ اس رسالہ کے آخر میں تحریر کی گئی ہے، اور یہ رسالہ تین فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

فصل اوّل: حضرت (عروۃ الوثقیٰؒ) کے بعض مکاشفات وملہمات کے بیان میں جو کہ حرمین شریفین سے تعلق رکھتے ہیں اور جو اُن حضرت (عروۃ الوثقیٰؒ) کے ان متبرک مقامات پر پہنچنے سے پہلے ظاہر ہوئے، وہ سات یواقیت پر مشتمل ہیں۔

(۱) **یاقوتہ:** حضرت (عروۃ الوثقیٰؒ) دامت برکاتہٗ فرماتے تھے کہ میں ایک روز صبح کی نماز کے بعد طلوعِ آفتاب سے قبل (اپنے) احباب کے ساتھ حلقۂ ذکر میں مشغول تھا کیا دیکھتا ہوں کہ مخلوق اور فرشتوں کی بہت سی جماعتیں میرا احاطہ کئے ہوئے نماز پڑھ رہی ہیں اور مجھے سجدہ کرتی ہیں، میں حیران رہ گیا اور اس کشف (راز) کے ظاہر ہونے میں توجہ مبذول کی تو نہایت غور کے بعد معلوم ہوا کہ کعبۂ حُسنیٰ نے ملاقات کے لئے آکر مجھ کو احاطہ کرلیا ہے (یعنی کعبۂ معظمہ کی مثالی صورت نے آپ پر نزول فرمایا) اسی وجہ سے متمثل ہوا کہ جو جماعت کعبہ کی جانب سجدہ کرتی ہے وہ سجدہ میری طرف واقع ہوتا ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جاننا چاہیے کہ (بعینہٖ) ایسا ہی معاملہ امام ہمام ہادیٔ انام حضرت قطب الاقطاب مجدد الفِ ثانی (قدس سرہٗ) والدِ ماجد (حضرت عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ سبحانہ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا جیسا کہ مقاماتِ حضرتِ عالی قدس سرہ (یعنی حضرات القدس) میں تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے جو کہ اس مترجم (محمد شاکر) کے والد ماجد شیخ بدرالدینؒ کی تالیفات میں سے ہے کہ وہ حضرت مجدد (قدس سرہ) کے خاص احباب (خلفاء) میں سے تھے۔ بعد ازاں (یہ سعادت) اِن خلف الرشید (حضرت عروۃ الوثقیٰ) کو نصیب ہوئی۔ فنعم السلف ونعم الخلف (پس کیا اچھا سلف ہے اور کیا اچھا خلف ہے)۔

(۲) یاقوتہ: جب ۱۰۶۷ھ میں حضرت عروۃ الوثقیٰ پر زیارتِ حرمین شریفین کے عشق نے غلبہ کیا اور رسول اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ الف الف صلوٰۃ وسلام کے روضۂ منورہ کی زیارت کے عشق نے شدت اختیار کی تو استطاعت کی قلت اور زادِ راہ کی کمی اور دور اندیش دوستوں کے اس سفر کے اختیار کرنے سے مشورہ کے طور پر منع کرنے اور سمندر کی سواری اور دوسرے مہلکات کے خوف کے باوجود آپ نے عزم کیا کہ شوق کے پاؤں اس راستہ کی فضا میں رکھدیں، کبھی مقدماتِ عقلی کی راہ سے ایک گونہ تشویش و گرانی خاطر مبارک میں پیدا ہوتی تھی حتیٰ کہ ایک روز چاشت کے وقت نماز کے بعد مخدوم زادۂ عالی مرتبہ خواجہ عبید اللہ سلمہ اللہ سبحانہ خدمتِ گرامی میں حاضر ہوئے اور حضرت (عروۃ الوثقیٰ) کو نہایت خوشی میں پایا حضرت نے زبان گوہر فشان سے فرمایا کہ میں اس مبارک سفر کی کیفیت کی طرف متوجہ تھا کہ میں نے اپنے آپ کو اور تم سب بھائیوں کو اس مقامِ شریف (حرم شریف) میں پہنچا ہوا پایا اور طواف کرتے ہوئے دیکھا اور ان تمام دشواریوں کو جو کہ شدید نظر آرہی تھیں آسان کر دیا گیا اور ظاہری و باطنی برکات کو اس سفر میں ودیعت کیا گیا ہے پس جیسا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ سلمہ اللہ سبحانہ نے فرمایا تھا ویسا ہی واقع ہوا جیسا کہ اس کو ہر شریف و وضیع شخص نے مشاہدہ کیا ہے۔

(۳) یاقوتہ: اُن دنوں کی توجہات میں حضرت عروۃ الوثقیٰ (قدس سرہٗ) پر ایسا ظاہر کیا گیا تھا کہ آپ کے اُس مقامِ شریف کی طرف تشریف لیجانے کے بعد ہندوستان کی سرزمین میں ظلمت اور بعض مصائب سر اٹھائیں گے، چنانچہ اسیطرح واقع ہوا کہ آپ کے تشریف لیجانے اور سمندر سے گذر جانے کے بعد ہندوستان میں وبا کی مصیبت نہایت شدت کے ساتھ پھوٹ پڑی، خصوصاً شہر سرہند میں ہر روز تین چار سو جنازے نکلتے تھے اور شہر مذکور کے لوگوں نے عجیب سختیاں اُٹھائیں اور سلطنت کے اختلاف اور اہم امور میں تغیر و تبدل کے سبب سے آپس میں قتلِ عام پیش آیا اور عظیم قحط رونما ہوا کہ جس سے بہت سی مخلوق ہلاک ہو گئی۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۴) یاقوتہ: جہاز کی سواری کے دنوں میں حضرت (عروۃ الوثقیٰ) کو وجع المفاصل لاحق ہوگیا تھا، ایک دن مرض کی تخفیف کے دوران حسبِ عادت طویل مراقبہ فرمایا اور آپ کے چہرہ پر فرحت و مسرت کے آثار نمایاں ہو رہے تھے اس کے بعد کچھ رقت و گریہ و شوق ظاہر ہوا، بزرگ مخدوم زادوں خواجہ محمد نقشبند و خواجہ محمد عبید اللہ سلمہما اللہ سبحانہ نے مراقبہ کی مجلس سے فراغت کے بعد حضرت عروۃ الوثقیٰ (قدس سرہ) سے (اس کے متعلق) دریافت کیا، آپ نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا کہ اس مرض میں اللہ جل شانہ کی برکات و عنایات اس قدر کثرت سے اس ضعیف پر ظاہر ہوئی ہیں کہ ان کے بارے میں کیا بیان کرے، میں نے اس مراقبہ میں اُس بشارت کا مشاہدہ کیا ہے جو کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اپنی آخری عمر میں میرے حق میں فرمائی تھی اور وہ بشارت ذاتِ بحت تک وصول اور صفاتِ ثمانیہ حقیقیہ اور حقیقت کعبۂ حُسنیٰ سے ترقی سے وابستہ اور ان صفات کے اصول کے مراتب کو قطع کرنے کے ساتھ مشروط تھی جو کہ شیونِ ذاتیہ اور مجرد اعتبارات ہیں، جب اس معاملہ میں غور کیا گیا تو نسبتِ عالیہ نے ظہور فرمایا اور وہ اسرار درمیان میں آئے کہ جن کا اظہار نہیں کر سکتا، اس نسبت کی بلندی کی وجہ اس نسبت کے حاصل ہو جانے کے باوجود ایک گونہ تردد واقع ہوا اور میں نے صریح بشارت حاصل ہونے کے بارے میں عاجزی کے ساتھ درخواست کی، ندا آئی "تم کسی وقت بھی ہم سے جدا نہیں ہو"۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ [اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے]۔

(۵) یاقوتہ: اور نیز جہاز کی سواری کے زمانہ میں ایک روز فرمایا کہ حضرت قبلۂ اولیا مجدّد الفِ ثانی (قدس سرہٗ) اِن دنوں بہت ظاہر ہو رہے ہیں، آج رات میں نے دیکھا کہ حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ تشریف لائے ہیں اور ہمارے بڑے بھائی عارفِ سبحانی خواجہ محمد صادق ؒ ہمراہ ہیں اور فقیر و خواجہ محمد سعیدؒ بھی موجود ہیں۔ حضرتِ عالی (مجدّد الفِ ثانی) قدس سرہ نے تین اُونی چادریں ہم تینوں کو عنایت فرمائیں، مخدومی خواجہ محمد صادق ؒ نے اس چادر کو جیسی کہ وہ تہ کی ہوئی تھی لیکر اپنے پاس محفوظ رکھ لی اور اوڑھی نہیں، اور مخدومی خواجہ محمد سعیدؒ نے اس کا کچھ حصہ کھول لیا اور کچھ حصہ ویسے ہی تہ کیا ہوا رہنے دیا اور اپنے کندھے پر ڈال لیا، اور فقیر نے پوری چادر کو کھول کر اوڑھ لیا۔

(۶) یاقوتہ: حضرت (عروۃ الوثقیٰ) جب مُخّا (بندرگاہ یمن) سے حرم شریف کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا کہ ان متبرک مقامات کے تمام جنگل کے نشیب و فراز کو انوارِ نبوی علیٰ مصدرہا الصلوات و التسلیمات والبرکات سے معمور پاتا ہوں، ان مقامات کی تمام اشیاء کو ان انوارِ کریمہ میں گم دیکھتا ہوں اور اپنے آپ کو بھی ان سمندروں کی گہرائیوں میں مستغرق سمجھتا ہوں۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۷) یاقوتہ: حضرت (عروۃ الوثقیٰ) دامت برکاتہٗ شبِ جمعہ ۲۳ شعبان (۱۰۶۸ھ) کو منزائے سے ضحیٰ کی طرف روانہ ہوئے اور مخدوم زادۂ والا گوہر حضرت خواجہ محمد عبیداللہ سلمہ اللہ سبحانہٗ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی شغدف کے ایک جانب سوار تھے، حضرت نے فرمایا کہ کعبہ حسنیٰ کے انوار ان ایام میں بہت ظاہر ہوتے ہیں اور جہاز پر سونے (کے وقت) سے اس وقت تک ظاہر ہوتے رہتے ہیں آج دوسرے دنوں کی بہ نسبت بہت زیادہ ظاہر ہوئے ہیں اور معلوم ہوا ہے کہ کعبۂ معظمہ اپنے مکان شریف سے (مثالی طور پر) منتقل ہوگیا، کچھ دیر کے بعد مشاہدہ ہوا کہ وہ نہایت بشاشت کے ساتھ تبسم کرتے ہوئے دراز قد و سفید رنگ کی عورت کی صورت میں متمثل ہو کر میری طرف آیا کہ جس پر بہت سے انوار چمک رہے ہیں اور وہ سرخ کپڑوں میں ملبوس ہے اور وہ انوار مغرب کی نماز میں بھی بلکہ یہ بات کہتے وقت تک ظاہر ہو رہے ہیں ——— عارفِ کامل شیخ ابنِ عربیؒ نے ایک رسالہ میں اُن مکالمات کے بارے میں جو کہ شیخ کو کعبہ حسنیٰ کے ساتھ پیش آئے تھے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی اس مکاشفہ کے مطابق ہے وہ لکھتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ کے ایامِ قیام میں ایک چاندنی رات میں جبکہ ترشح بھی ہو رہا تھا طواف کے لئے نکلا جب حجرِ اسود کے قریب پہنچا اور (حالانکہ) میں اس سے پہلے اپنے آپ کو کعبہ پر فضیلت دیتا تھا کہ حقیقتِ انسانی حقیقتِ حجری سے فاضل تر ہے، اُس رات میں نے دیکھا کہ کعبۂ حسنیٰ نہایت رعنائی میں ایک خوبصورت دوشیزہ کی شکل کے ساتھ متمثل ہوا کہ ہرگز اس کے مثل دیکھنے میں نہیں آیا ہے، اپنے دامن کو خوب اچھی طرح باندھ کر اور اپنے ہاتھ میں ہتھیار لیکر مجھ پر حملہ آور ہوا اور فرمایا تو میری کتنی بے قدری کرتا ہے خدا کی قسم میں تجھ کو اپنا طواف نہیں کرنے دوں گا اگر میں حطیم کے اندر پناہ نہ لیتا تو اس کا حملہ مجھ تک پہنچ جاتا۔ شیخ قدس سرہٗ اس حکایت کے بعد لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کی طرف رجوع کیا (کہ میں غلطی پر تھا) ان کا کلام ختم ہوا۔

فصلِ دوم: حرم محترم مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا کے مکشوفات کے بیان میں۔

اس فصل میں انیس ۱۹ یواقیت ہیں۔

(۱) یاقوتہ: حضرت عروۃ الوثقیٰ فرماتے تھے کہ جب ہم مکہ مکرمہ میں داخل ہوگئے اور طوافِ قدوم میں مشغول ہوئے، اسوقت ہم نے دیکھا کہ نہایت حسین و جمیل مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت طواف میں ہمارے ساتھ شریک ہے اور اس جماعت کا طواف نہایت اشتیاق و انفصال کے ساتھ ہے (اُن کا طواف) اس دنیا کے لوگوں کی مانند نہیں ہے وہ ہر ساعت میں بیتِ عتیق (خانۂ کعبہ) کو بوسہ دیتے ہیں اور ہر لحظہ (کعبۂ معظمہ سے) معانقہ کرتے ہیں، میں نے دیکھا کہ اس جماعت کے قدم زمین سے اونچے ہیں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(یعنی زمین پر ٹکے ہوئے نہیں ہیں) اور اُن کے سر آسمان تک پہنچے ہوئے ہیں، اور مشاہدہ ہوا کہ کعبۂ حُسنیٰ بھی اس جماعت کے ساتھ آسمان تک چلا گیا ہے، اس کے بعد ظاہر ہوا کہ مذکورہ مرد فرشتے ہیں اور مذکورہ عورتیں (جنت کی) حوریں ہیں۔

(۹/۲) یاقوت: حضرت (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم عرفات کے قصد سے نکلے اور منیٰ میں قیام کیا تو ہم نماز کے لئے مسجدِ خیف گئے، اس مسجد میں ایک قُبّہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبہ کے نزدیک خیمہ لگا کر قیام فرمایا تھا اور یہ پیغمبروں کا مقام بھی ہے منجملہ اُن کے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہیں اور نیز اس مسجد میں ایک منارہ ہے جس کے نیچے حضرت آدم (علیہ السلام) کی قبر ہے جیسا کہ روایات میں آیا ہے، ہم مسجدِ مذکورہ میں بیٹھے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جاہ و جلال کے ساتھ وُرود ہوا اور اس عنصر لطیف (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے وجود شریف سے زمین و آسمان منور ہو گئے چنانچہ تمام اشیاء اُن انوار میں مستغرق ہو گئیں۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء وسلم کی یہ تشریف آوری گویا لشکرِ خدا (حاجیوں) کے دیکھنے اور ان لوگوں کے درجہ و مرتبہ اور ان کے ذوق و شوق کے معائنہ کے لئے تھی۔

(۱۰/۲) یاقوت: ان حضرت (عروۃ الوثقیٰ) نے بتاریخ ۱۱ ذی الحجہ ایامِ تشریق میں جبکہ آپ منیٰ میں قیام پذیر تھے طوافِ زیارت کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ فرماتے تھے کہ جب ہم طواف سے فارغ ہو گئے تو مشاہدہ ہوا کہ حج کے ثواب و قبولیت کا کاغذ (پروانہ) مہر لگا کر ہمیں عنایت کیا گیا ہے اگرچہ جمرات (شیاطین پر کنکریاں مارنا) باقی تھے لیکن ارکان حج کی ادائیگی کے بعد گویا حج پورا ہو گیا تھا۔

(۱۱/۲) یاقوت: حضرت (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہ، مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران، اکثر طواف میں مشغول رہتے تھے اور اس عبادت کو ان دنوں میں دوسری عبادتوں سے زیادہ اہم شمار کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ عجیب امور اور نادر چیزیں مشاہدہ میں آتی ہیں، اکثر دیکھتا ہوں کہ کعبۂ حُسنیٰ ہمارے ساتھ معانقہ کر رہا ہے اور کامل اشتیاق کے ساتھ تقبیل و استلام (بوسہ) واقع ہو رہا ہے۔ اور انہی دنوں میں ایک دن ایسا مشاہدہ ہوا کہ انوار و برکات میرے وجود سے بکثرت نکل رہے ہیں اور اس قدر زیادہ ہوئے کہ تمام اشیاء کا احاطہ کر لیا اور تمام فضا پر چھا گئے ہیں، ان کے مقابلے میں دوسرے انوار معدوم ہو گئے۔ اس کے بعد اس معاملہ میں غور کرنے پر ظاہر ہوا کہ ہم کو اپنے آپ سے ایک گونہ انخلاع (جدائی) ہو کر کعبۂ حُسنیٰ کے ساتھ تحقق ہو گیا ہے اسی لئے یہ تمام انوار مجھ سے ظاہر ہوئے ہیں اور میں نے دیکھا کہ بہت سی روحانیتیں حاضر ہیں اور کعبۂ حُسنیٰ کا طواف کر رہے ہیں جس طرح بادشاہوں کے خدام ہر وقت ان کی خدمت میں کھڑے رہتے ہیں۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۱۲/۵) یاقوت :۔ حضرت (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ سبحانہ، ۳ محرم الحرام (۱۰۶۹ھ) کو اہل جنت المعلیٰ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، فرماتے تھے کہ یہ قبرستان بلندیٔ درجہ اور یہاں کے اہلِ قبور کے انوار کی کثرت کے اعتبار سے تمام قبرستانوں سے ممتاز ہے، جب آپ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر پر پہنچے جو کہ وہاں پر (جنت المعلیٰ میں) ہے تو ٹھہرے اور فرمایا کہ انوار کا سمندر موجزن ہے اور خیر البشر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صحبت کے کمالات (اس سے) روشن و منور ہیں۔ اس کے بعد آپ نے ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے روضۂ منورہ پر پہنچ کر دوستوں کے ساتھ طویل مراقبہ کیا اور فرمایا کہ امہات المؤمنین میں جو سب سے بڑی ہیں ان کی جانب سے اسقدر الطاف و عنایات اور مواہب و عطیات ظاہر ہوئے کہ اسوقت تک اس قسم کے الطاف کسی سے ظاہر نہیں ہوئے تھے اور محسوس کیا کہ آپ کو میرے ساتھ جو کامل اہتمام اور کثیر توجہ تھی اس کی وجہ سے آپ پردہ کی قناتوں سے نکل کر سامنے کھڑی ہو گئی ہیں اور انعام و بخشش عنایت فرمانا چاہتی ہیں اور فرما رہی ہیں کہ فلاں شخص (عروۃ الوثقیٰ) کو فلاں عطیہ دیدو ثم کذا (پھر اسی طرح فرمایا) مختصر یہ ہے کہ عجیب و غریب امور اور نعمتوں سے نوازا اور حضرت (ام المؤمنین رضی اللہ عنہا) کی نسبتِ شریفہ کمال بلندی اور بیحد رفعت و اصالت کے ساتھ محسوس ہو رہی تھی گویا کہ کمالاتِ نبوی علیٰ مصدرہا الصلوات والسلام نے ان کو ڈھانپ رکھا ہے۔ (حضرت عروۃ الوثقیٰ) فرماتے تھے کہ جب ہم فاتحہ سے فارغ ہو گئے تو ام المؤمنین (رضی اللہ عنہا) پردہ کی قناتوں میں چلی گئیں گویا وہی رخصت کی فاتحہ تھی اس کے بعد ہم نے ان کے ظاہر ہونے کے لئے توجہ کی مگر ظاہر نہیں ہوئیں۔

اس کے بعد (حضرت عروۃ الوثقیٰ) اس احاطہ میں تشریف لائے جس میں حضرت فضیل ابن عیاضؒ و سفیان بن عیینہؒ اور بہت سے مشائخ عظام کے مزارات ہیں اور حضرت فضیلؒ کی شان میں بہت سے تعریفی کلمات فرمائے اور فرمایا کہ امت مرحومہ کے جلیل القدر مشائخ میں سے چند مشائخ خاص طور پر ممتاز ہیں اور علیحدہ شان رکھتے ہیں، حضرت فضیل بھی اسی جماعت میں پائے جاتے ہیں۔

(حاشیہ: سفیان بن عیینہؒ)

اس کے بعد آپ اس شخص کی قبر پر تشریف لے گئے جس نے ہندوستان میں طریقۂ عالیہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ) سے اخذ کرنے کی سعادت حاصل کی تھی لیکن اپنی کوتاہ اندیش عقل پر اعتبار کر کے کسی دوسری جماعت سے جا ملا تھا، کچھ دیر توقف کر کے فرمایا کہ فلاں شخص رنجیدہ و غمگین اور سر جھکائے ہوئے عجیب حالت میں ظاہر ہوا کہ کیا بیان کیا جائے۔ ہم نے جسقدر اس کے حال پر توجہ کی لیکن نفع حاصل کرنے کا اثر بہت کم محسوس ہوا۔ حضرت دامت برکاتہ، نے فرمایا کہ غیب کا جاننے والا الا اللہ سبحانہ ہے پس جس نے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس کی طرف سعی کی وہ سعادت مند ہوا اور جس نے اس کے پاس التجا کی وہ کامیاب ہوا۔

(۱۳/۶) یاقوت ۸۰۰ :- حضرت (عروۃ الوثقیٰ) دامت برکاتہ، مشائخِ ہند میں سے کسی اور بزرگ کی (قبر) کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے جنھوں نے مکہ معظمہ کو وطن بنا لیا تھا اور حضرت (عروۃ الوثقیٰ) وحضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے ساتھ واقفیت اور خصوصی تعلق رکھتے تھے اُن کی قبر پر دوستوں کے ہمراہ کچھ دیر توجہ اور مراقبہ کیا۔ واپسی کے بعد فرمایا کہ فلاں شخص ایک عجیب حالت میں حاضر ہوا کہ خجالت وشرمندگی کے باعث اس بات کی جرأت نہیں رکھتا تھا کہ سر اوپر اٹھائے اور ہماری جانب نظر کرے، اس کا سبب پوچھا گیا، فرمایا کہ اُن کی یہ حالت حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہٗ) کا مطیع ومتبع نہ ہونے کی وجہ سے ہے کہ ان کی اس حقیقت پر مطلع ہونے کے باوجود کہ وہ اپنے وقت کے امام ہیں ان کی اطاعت واتباع (مجھ سے) واقع نہیں ہوا۔

(۱۴/۷) یاقوت ۸۰۰ :- چونکہ حضرت مجددؒ الفِ ثانی (قدس سرہٗ) کے کلام میں حقیقتِ کعبہ حُسنیٰ کی تحقیق میں مختلف عبارتیں واقع ہوئی ہیں۔ حضرتِ ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) دامت برکاتہ، ہمیشہ ان کی تطبیق میں کوشش فرماتے تھے اور ان میں مطابقت کرنا چاہتے تھے اور عالمِ غیب سے اس معنی کی حقیقت کے ظہور کے لئے التجا کرتے رہتے تھے اور طالبانِ یقین جو کہ اُن حضرت (قدس سرہٗ) کے دامنِ ہدایت کے گرد پھرتے تھے وہ بھی ان معارف بلند کے سننے کے منتظر رہتے تھے یہاں تک کہ ایک روز مکہ معظمہ کی اقامت کے ایام میں آپؒ شاداں ومسرور تھے خلوت میں عالی مرتبہ بزرگ مخدوم زادوں سے ارشاد فرمایا کہ جب ہم نے اس بارے میں کچھ غور کیا تو ہم نے اس نہایت عجیب وغریب حقیقت کو اصل الاصل کے ساتھ ملحق پایا اور تمام حقائق پر فائق دیکھا اور محسوس ہوا کہ تمام اشیاء کی حقیقت حقائق (حقیقتِ کعبہ) اس کو سجدہ کرتی ہے اور مقامِ عبودیت سے تعلق رکھنے والے تمام مراتب حتیٰ کہ نبوت ورسالت بھی اس بلند بارگاہ سے نیچے ہیں یہاں تک کہ جس جگہ بھی عابدیت کے امکان وآمیزش کا اثر ہے وہ اس حقیقت سے نیچے ہے اور عبودیت کا مقام اسی حقیقت تک منتہی ہوا ہے اور اس حقیقت کے بعد معبودیتِ صرف ہے پس لازماً ملکی اور بشری حقائق سے فائق ہو گی کیونکہ وہ حقیقت دراصل ذاتِ بحت تعالیٰ وتقدس پر محض ایک اعتبار ہے، کہا جا سکتا ہے کہ پہلا نور جو کہ ذات پر اعتبار کیا جاتا ہے یہی حقیقت ہے بلکہ یہ حقیقت عظمت کے سراپردوں سے ہے جو کہ ذات کے لئے حجاب ہو گیا ہے اس معنی میں نہیں کہ یہ حجابات ذات تعالیٰ پر زائد ہیں بلکہ اس معنی میں کہ عظمتِ ذاتیہ جو کہ اس تعالیٰ وتقدس کی کبریائی کے لئے لازم ہے اس کا حجاب ہو گئی ہے پس اس کی حقیقت معلّی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ ذات مقدس پر صرف اعتبار ہے ہذا (یہ بات ختم ہوئی)۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دوبارہ نظر ڈالنے اور خوب غور و فکر کرنے پر ایک دقیق راز ظاہر ہوا اور وہ یہ ہے کہ بتایا گیا کہ کعبۂ حسنیٰ کی حقیقت کے لئے اس قرب و منزلت کے باوجود جو کہ بیان کی گئی ہے ان سراپردوں کے ماوراء ہیں کہ جن سے اس حقیقت کو تعبیر کیا جاتا ہے کوئی ترقی و عبور نہیں ہے کیونکہ ترقی و عروج انسان کا خاصہ ہے اس امر میں اور کوئی مخلوق اس کے ساتھ شریک نہیں ہے پس لازماً کعبہ کیلئے اپنی حقیقت کے ماوراء سے کوئی حصہ نہیں ہوگا، اور محسوس ہوا کہ انسان کے اکمل افراد خصوصاً حبیب و خلیل و کلیم علیہم و علیٰ آلہم الصلوات والتسلیمات کا طبیعی مقام اگرچہ حقیقتِ کعبۂ حسنیٰ سے نیچے ہی لیکن ترقی و عروج کے طور پر ان کا گذر و حصہ عظمت کے ان سراپردوں سے ماوراء ثابت ہے پس کعبۂ مکرم اگرچہ مقام اصلی کے اعتبار سے افرادِ عالم کے تمام حقائق پر توقیت رکھتا ہے لیکن ترقی و عروج کے واسطے سے جو کہ انسان کا خاصہ ہے کامل افراد کو اُس حقیقت کے اوپر کے مقامات کے ساتھ تحقق میسر ہے اور خانۂ کعبہ اسی وجہ سے پوشیدہ انوار کا منتظر ہے۔ اور کعبہ اور انسانوں میں سے بعض کامل افراد کے درمیان مکان و مکانیت کے اعتبار سے ایک اور فرق بھی واضح ہوا اور معلوم ہوا کہ فرشتے وغیرہ بعض روحانیین اگرچہ مکان کے اعتبار سے بشر سے توقیت رکھتے ہیں لیکن منزلت (مرتبہ) و مکانیت (درجہ) جو کہ مدارِ فضل ہے خاص بشر (انسان) کے لئے ہے جیسا کہ عالم مجاز[1] میں جو کہ حقیقت کے لئے پل ہی مشاہدہ ہوتا ہے کہ اگرچہ بادشاہوں کے غلام و خادم، وزراء سے زیادہ قربِ مکان رکھتے ہیں لیکن جو منزلت (مرتبہ و عزت) کہ وزراء کو حاصل ہے وہ غلاموں کو حاصل نہیں ہے۔

(۱۵/۸) یاقوت: حضرتِ ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) کو بیت اللہ میں داخل ہونا پہلی مرتبہ عاشوراء کے دن میسر ہوا، فرماتے تھے کہ بیت اللہ کے اندر اس قسم کے عجیب و غریب اسرار و مطالب مشاہدہ میں آئے کہ جن کا اثر خارج میں محسوس نہیں ہوتا تھا جیسا کہ عالمِ مجاز میں بادشاہوں کے مکانات کے اندر اور باہر میں فرق واضح ہے کہ خلوتِ خاص اور مجلسِ مخصوص اندر سے تعلق رکھتی ہے خارج میں (باہر) نمونہ کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔

(۱۶/۹) یاقوت: مخدوم زادۂ عالی تبار حضرت خواجہ محمد نقشبند سلمہ اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ) نے مکہ معظمہ میں اقامت کے ایام میں اپنے بڑے بھائی قدوۃ المحققین و زبدۃ المدققین حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ کے مرض کے دفعیہ کے لئے جن کو ان دنوں سخت مرض لاحق ہو گیا تھا توجہ فرمائی اور تضرع و التجا کے ساتھ دعا کے لئے دستِ مبارک اٹھائے، فرماتے تھے کہ

[1] المجاز قنطرۃ الحقیقۃ (مترجم)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس وقت مشاہدہ ہوا کہ جسقدر احاطۂ امکان میں ہے سب نے خشوع وخضوع اور ہاتھ اٹھانے میں ہماری موافقت کی ہے اور ہر قسم کی مخلوق کے ہزارہا ہاتھوں نے اس مسکین کی متابعت کی ہے بلکہ اللہ جل شانہٗ کے اسماء و صفات کے تمام حقائق اور ان کے اصول و ظلال ہماری مراد کے حاصل ہونے میں باہم شریک ہیں۔ یہ بات ذاتِ بحت تعالت وتقدست تک منتہی ہوئی حتی کہ قبولیت کا اثر ظاہر ہوا اور انھوں نے صحت پائی۔

حضرتِ ایشاں (عروۃ الوثقیٰ رح) دامت برکاتہٗ فرماتے تھے کہ ایک روز ہم طواف کر رہے تھے کہ کعبۂ حسنیٰ نے ہمارے ساتھ معانقہ کیا اور عجیب شوق کے ساتھ شدت سے بغل گیر ہوگیا۔

(۱۷/۱۱)، یاقوت: مخدوم زادہ گرامی قدر خواجہ محمد سیف الدین سلمہ سبحانہ نے نقل کیا کہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ رح) ایک رات طواف سے فارغ ہونے کے بعد رکنِ یمانی کے بالمقابل اس جگہ جہاں پر کہ سرورِ انبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز پڑھی ہے نمازِ وتر میں مشغول تھے فرماتے تھے کہ محسوس ہوا کہ فرشتوں کی ایک کثیر جماعت رکنِ یمانی کے نزدیک حاضر ہے، اس معنی کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے جس میں آیا ہے کہ ستر ہزار فرشتے رکنِ یمانی کے نزدیک حاضر رہتے ہیں، اور مشاہدہ ہوا کہ وہ جماعت اپنی جگہ سے منتقل ہو کر میرے گرداگرد جمع ہوگئی ہے اور وہ ہاتھوں میں دوات و قلم رکھتے ہیں، میرے معاملہ کی حقیقت کے متعلق کچھ لکھ کر چلے گئے۔

(۱۸/۱۱)، یاقوت:۔ (حضرت عروۃ الوثقیٰ رح) فرماتے تھے کہ شبِ پنجشنبہ کی صبح کو ہم بعض کمالات کے حصول کے لئے تضرع و التجا کر رہے تھے کچھ دیر کے بعد ہم تضرع سے رُک گئے اور کہا کہ بندہ کا اپنا ارادہ ہی کیا ہے، اس خطرہ کے آتے ہی سینہ میں کشادگی (شرحِ صدر) اور بسطِ عظیم ظاہر ہوا، صبح کی نماز کے بعد ذکر کے حلقہ میں مشغول تھا میں نے دیکھا کہ اعلیٰ درجہ کا خلعت ہم کو عنایت کیا گیا ہے اسوقت ہم متوجہ ہوئے کہ یہ کونسا خلعت ہے، بتایا گیا کہ یہ خلعتِ عبودیت ہے الحمد للہ علی ذلک [اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے]۔

(۱۹/۱۲)، یاقوت: حضرتِ ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) دامت برکاتہٗ ایک روز مصلائے مالکی میں ذکر کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور استغراق و توجہ و مراقبہ میں مشغول تھے حلقہ سے فراغت کے بعد فرمایا کہ آج مجلسِ سکوت میں ارشاد کی خلعت نہایت بلندیٔ شان میں اپنے جسم پر دیکھی اور اپنے آپ کے لئے مرتبۂ ارشاد کے ساتھ اسقدر مناسبت پائی کہ اس سے زیادہ متصور نہیں ہے لیکن وقت اور قربِ قیامت کا مقتضا اس کے ظہور کی کماحقہ تاب نہیں رکھتا۔ اور نیز اسی مجلسِ سکوت میں محسوس ہوا کہ ہم کو دوات قلم عنایت کی گئی ہے جیسا کہ منصب وزارت کے لئے دیتے ہیں پس لازماً عالم ملک و ملکوت کے ظاہری اور

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باطنی احکام کے دفاتر حضرت (عروۃ الوثقیٰ) کو تفویض ہوئے اور آپ تمام عالم کے مرجع وجائے پناہ ہوگئے اور امور کی تجویز و تصحیح آپ کے سپرد ہوگئی۔

(۲۰/۱۳) یاقوت:- حضرت (عروۃ الوثقیٰ) جب دوسری دفعہ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے فرمایا کہ بیت اللہ شریف کے اندر اسقدر پوشیدہ اسرار ظاہر ہوئے کہ خارج (باہر) میں ہرگز ان کے مثل محسوس نہیں ہوئے اور ہم کو اس جگہ سبز رنگ کا خاص خلعت مرحمت فرمایا گیا۔

(۲۱/۱۴) یاقوت:- (حضرت عروۃ الوثقیٰ) فرماتے تھے کہ میں بیت اللہ شریف کے گرداگرد روحانیوں کی موجودگی اور طواف دیکھتا ہوں اور اکثر حضرت مجدد الفِ ثانی اور (اپنے) بڑے بھائی عالم ربّانی عارفِ سبحانی شیخ محمد صادق (قدس سرہ) کو بھی روحانیوں کے ہمراہ طواف کرتے ہوئے پاتا ہوں اور بعض انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی موجودگی اور طواف بھی مشاہدہ ہوتا ہے لیکن یہ طواف مکلّف ہونے کی حیثیت کا طواف نہیں ہے بلکہ شوق کے باعث ہے چنانچہ حدیث نبوی علیٰ مصدرہا الصلوات والتسلیمات میں آیا ہے کہ جب آنسرورِ انبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معراج کی رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قبہ کے پاس سے گذر ہوا تو آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) قبر (مبارک) میں نماز پڑھ رہے ہیں صلی اللہ علیٰ نبینا وعلیٰ جمیع الانبیاء وعلیٰ آلہم وسائر الصالحین۔

(۲۲/۱۵) یاقوت:- ماہ صفر (۱۰۶۹ھ) کی سات تاریخ کو ارکانِ حج سے فراغت کے بعد مکۂ معظمہ میں قیام کے دوران حضرت (عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ) اپنی قیام گاہ میں جو کہ باب ابراہیم اور بابِ وداع کے درمیان مسجدِ حرام سے باہر واقع ہے بیٹھے تھے اور بلند درجات والے صاحبزادگان آپ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر تھے کہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ) نے فنائے اتم کی تحقیق اور اس عالم سے الگ ہوجانے اور شرکِ خفی کی نفی ہوجانے کے بارے میں کلماتِ عالیہ بیان فرمائے، اسی اثناء میں حضرت امام ہمام قبلۂ اولیا حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ سے یہ افادہ نقل کیا کہ حضرت مجدد الفِ ثانی نے ایک روز کسی سلسلہ میں عارف کامل شیخ محی الدین عربی سے حکایت نقل کی کہ شیخ قدس سرہ آیت کریمہ "وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ" کی تاویل میں لکھتے ہیں کہ ہوسکتا ہے بحمدہٖ کی ضمیر شئے کی طرف راجع ہو یعنی کوئی چیز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اپنی تعریف کی تسبیح کرتی ہے یعنی چونکہ وہ شرکِ خفی کی باریکیوں سے پوری طرح سے باہر نہیں آئی ہے اور نفس درمیان میں حائل ہے اس لئے اس کی تسبیح اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی مقدس بارگاہ کے لائق نہیں ہے اور اس بارگاہِ قدس تک نہیں پہنچتی بلکہ اسی (چیز) کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ حضرت مجدد الفِ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معرفت کو پسند فرمایا اور فرمایا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کہ میں اسوقت جب کشفی نظر کو دوڑاتا ہوں تو تمام عالم میں کسی شخص کو ایسا نہیں پاتا جس نے نفی و انتفار کے دائرہ کو پورا کیا ہو اور شرکِ خفی کی باریکیوں سے کامل و مکمل طور پر نکل چکا ہو۔ اور محسوس ہوتا ہے کہ اس وقت (زمانہ) میں جو شخص بھی ذکرِ الٰہی میں مشغول ہے اور کلمۂ توحید کہتا ہے چونکہ یہ کہنے والا شرک کے کوچہ سے نہیں نکلا ہے اس لئے اس کا اثبات (اِلَّا اللہ کہنا) معبودِ حقیقی عزّ شانہٗ تک نہیں پہنچتا بلکہ کہنے والے کی ذات پر لوٹ آتا ہے اور اس کے حق میں کلمہ طیبہ کا حاصل لَآ اِلٰہَ اِلَّا "آنا" (یعنی نہیں ہے کوئی معبود مگر "ہم") ہو جاتا ہے۔ فرمایا لیکن میں اپنے آپ کو اس حکم سے مستثنیٰ پاتا ہوں۔ اللہ جل شانہٗ کے کرم و عنایت سے میں دیکھتا ہوں کہ جو اثبات مجھ سے واقع ہوتا ہے حضرت وہاب جل شانہٗ کی بارگاہ قدس میں پہنچتا ہے اور اس کے مرتبۂ عالی کے لائق ہے۔

اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد حضرت ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) دامت برکاتہٗ نے فرمایا، اللہ سبحانہٗ کی حمد اور احسان ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نہایت لطف و کرم سے وہ مقام ہم کو بھی مرحمت فرمایا اور مجھے بھی (اس میں) حضرت مجدد قدس سرہٗ کا شریک بنایا ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ لطائف (عالمِ) خلق و امر کے وجود و مراتب میں سے کسی مرتبہ میں شرک کی کچھ بھی بُو باقی نہیں رہی ہے۔ یذکر نفسہ بنفسہ (وہ خود اپنا ذکر کرتا ہے) اس مقام میں متحقق ہو گیا ہے۔

اور چونکہ نفی کا مقام کامل و مکمل طور پر انتہا کو پہنچ گیا ہے اس لئے مرتبۂ اثبات سے بہت زیادہ حصہ اور کامل نصیب حاصل ہو گیا ہے اسوقت میں عارف مخلصان بفتح لام (رہائی یافتگان) میں سے ہو جاتا ہے چونکہ اس کی ذات و صفات سب اُس سبحانہٗ وتعالیٰ کے لئے ہو گئی اس لئے وہ کسی عمل میں نیت کے صحیح کرنے کا محتاج نہیں ہے اور نہ (آئندہ) ہوگا، کیونکہ نیت محتمل (مشکوک و غیر متعین) میں ہی متعین نیت کا محتاج نہیں ہے وہ اس وقت کوئی آرزو اپنے اندر نہیں پاتا وہ اور اس کے لطائف نیت سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔

اس کے بعد آں عالی حضرت متعالی مرتبت (عروۃ الوثقیٰ رح) نے فرمایا کہ اس مدعا کی شاہد یہ ہے کہ میں ایک روز مسجدِ حرام میں بابِ وداع کے قریب کلمۂ طیبہ کے ذکر میں مشغول تھا اس کے بعد ذکرِ لسانی کو چھوڑ کر میں مراقبہ میں مشغول ہو گیا محسوس ہوا کہ کعبۂ حسنیٰ اپنے مقام سے منتقل ہو گیا ہے اور اپنی صورت حقیقت کے ساتھ میری طرف متوجہ ہو گیا ہے میں اس وقت ایسا پاتا تھا کہ کعبہ کی حتیٰ کہ اس کی دیواروں اور چھت کا بھی کوئی اثر اس مقام میں نہیں رہا، اور اپنی لطافت و محاسن کے اظہار کے ساتھ آکر مجھ کو اپنی آغوش میں لے لیا اس وقت میں نے مراقبہ کے ساتھ ذکرِ لسانی کو بھی ملا دیا میں نے دیکھا کہ جس وقت میں کلمۂ طیبہ کہتا تھا وہ مجھ کو بوسہ دیتا تھا اور چونکہ کعبۂ حسنیٰ مقامِ اصل الاصل سے پیدا ہوا ہے پس (بندہ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کلمۂ مبارک کے اثبات تک اس مقام کے ساتھ واصل نہیں ہوتا اور اس بارگاہ میں مقبول نہیں ہوتا، اس کے مشاہدہ سے مجھ کو اس عالی شان مقام کے حضور پر کامل امید حاصل ہوگئی۔

(۲۳/۱۶) یاقوت:- بزرگ مخدوم زادوں نے نقل کیا کہ آن عالی حضرت (عروۃ الوثقیٰ) کو نصف ماہِ شعبان میں بیت اللہ شریف میں داخل ہونا میسر ہوا اور حرمِ محترم سے رخصت ہونے کے دن نزدیک آگئے تھے آپ نے فرمایا کہ الطافِ عظیم و عنایاتِ جلیل مرحمت ہوئیں اور نیز منکشف ہوا کہ سبز رنگ کی جواہرات سے مرصع خلعت عنایت فرمائی گئی ہے معلوم ہوا کہ یہ خلعت محبت کی خلعت ہے اس کے بعد اپنے صاحبزادوں کے حق میں جو کہ اس سفر میں ساتھ تھے رخصت و عنایات حاصل ہونے کے لئے متوجہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ان سب کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک خلعت عنایت ہوئی، الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ فرمایا کہ مقامِ ابراہیم میں کہ اس کے نزدیک حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام کا ظہور عجیب و غریب تھا اور اسی لئے وہ مقام اسرارِ خلت سے ہمیشہ پُر معلوم ہوتا ہے۔

(۲۴/۱۷) یاقوت:- حضرت ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) دامت برکاتہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول کو جو کہ آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ الف الف صلوٰۃ و سلام کی پیدائش کی رات ہے فرماتے تھے کہ آج ہم ملتزم کے نزدیک کارِ ارشاد میں مشغول ہونے اور اس کے ترک کرنے کے بارے میں التجا و تضرع کر رہے تھے کہ ان دونوں میں سے کونسی بات حق جل شانہٗ کو پسند ہے پس اس جلیل القدر امر میں مشغول ہونے کیلئے حکم کیا گیا اور کامل رضا اور کامل درجہ کا اہتمام اس میں ظاہر ہوا اور اس کے ترک کرنے میں کسی قسم کی رضامندی مفہوم نہیں ہوئی۔

(۲۵/۱۸) یاقوت:- حضرتِ ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ سبحانہ و دامت برکاتہٗ شنبہ کے دن بتاریخ ۸ رجب المرجب طیبۂ مبارک (مدینۂ منورہ) سے واپسی پر مکۂ مکرمہ میں مصلائے مالکی میں حلقۂ ذکر میں احبابِ مجلس کے ساتھ سکوت کا مراقبہ فرما رہے تھے، فرماتے تھے کہ اس مجلس میں ایک گونہ غیبت نے وارفتہ کر دیا گویا کہ کوئی شخص مجھ کو بارگاہِ الٰہی جل شانہٗ سے عظیم عنایات اور شاندار عطیات کے وارد ہونے کے بارے میں آگاہ کرتا ہے اور اطلاع بخشتا ہے کہ فاخرہ لباس اور جلیل القدر خلعت کہ جس کے انوار کی چمک کی کثرت کے باعث کسی صورت کے ساتھ مثال نہیں دی جا سکتی بلکہ نورِ صرف نظر آتا ہے مجھ کو پہنایا گیا اس کے بعد اس بقعہ (جگہ) سے اٹھ کر مسجد سے باہر چلا گیا اور خلعتِ مذکورہ کو اپنے اوپر پاتا تھا اس کے بعد پھر غیبت حاصل ہوئی، اس اثنا میں آواز آئی کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ یہی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

لباس جو کہ اس کے شایانِ شان نہیں ہے پہنتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے الکبریاء ردائی و العظمۃ ازاری (کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار ہے)۔ جاننا چاہئے کہ اس قسم کے معاملات اسرار میں داخل ہیں اور (چونکہ بیان میں نہیں آسکتے) اس لئے ظاہری الفاظ بِھرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

(۳۶/۱۹) **یاقوتہ**: حضرت (عروۃ الوثقیٰ) جب مکۂ معظمہ سے واپسی پر جدہ پہنچے تو فرماتے تھے کہ جو انوار و اسرار حرم شریف کے اندر ظاہر ہوئے تھے اُن سے زیادہ حرم شریف سے باہر نظر آرہے تھے کیونکہ سامنے موجود انوار کی شعاعوں کے غلبہ کی وجہ سے نظر اُن کو دیکھنے کی تاب نہ رکھتی تھی اور نہ ادراک ان کو پاسکتا تھا لیکن اب واپسی پر انوار فہم و ادراک میں آتے ہیں۔

فصل سوم: حضرت عروۃ الوثقیٰ کے ان مکاشفات اور الہامات کے بیان میں جو مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوۃ والسلام میں، اور وہاں سے مراجعت کے دوران مکہ معظمہ پہنچنے تک وارد ہوئے، یہ واقعات چھبیس یواقیت پر مشتمل ہیں۔

(۳۷/۱) **یاقوتہ**: حضرت عروۃ الوثقیٰ دامت برکاتہ، مکہ مکرمہ سے مدینۂ منورہ جاتے وقت راستہ میں نہایت تجسس کے ساتھ متبرک مقامات کا موقع و محل دریافت کرتے تھے (یعنی) خواہ وہ (دیگر) آثار ہوں یا مساجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والسلام ہوں۔ جہاں تک ہوسکتا اپنے آپ کو اس جگہ پر پہنچاتے تھے اور اسی طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات پر پہنچنے میں نہایت کوشش کرتے تھے، الا ان یشاء ربی شیئا (مگر یہ کہ جو میرا رب چاہے)۔ اور جب وادیٔ بدر سے صفرا تک پہنچے راستہ سے ہٹ کر حضرت عبیدہ ابن الحارث کی زیارت کے لئے متوجہ ہوئے جو کہ شہدائے بدر میں سے ہیں اور بدر میں زخمی ہو کر صفرا میں آرام فرما ہیں، کچھ دیر اُن کی قبر پر دوستوں کے ہمراہ مراقبہ میں مشغول ہوئے اس کے بعد قافلہ میں پہنچکر فرمایا کہ ہم اُن رضی اللہ عنہ کی قبر پر متوجہ ہوئے ہم نے (اُن کو) نہیں پایا، کچھ دیر کے بعد نہایت عالی شان مرتبہ کیساتھ ظاہر ہوئے اور ہماری جانب آکر بڑی کشادہ رُوئی کے ساتھ ملاقات کی اور کچھ دیر بیٹھ کر جلدی سے واپس ہوگئے گویا کسی کام میں مشغول تھے مہمان کے اکرام کے لئے آگئے تھے پھر اسی کام میں متوجہ ہوگئے جب مدینۂ منورہ کے نزدیک پہنچے تو اس رات میں شوق کی کثرت اور تجلیات کے ظہور کی شدت کے باعث غالباً بیدار رہے صبح کے وقت رسول اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الف صلوات وسلام کے شہر (مدینۂ منورہ) میں آکر روضۂ منورہ و مسجد شریف کے آداب بجالائے، روضۂ مطہرہ شریفہ سے نہایت الطاف و عنایات اور دریافتِ احوال و عطیات کا انعام ظاہر ہوا اور تین چار روز کے بعد اہل مدینۂ منورہ میں سے بعض لوگوں نے چاہا کہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ) کے طریقہ میں داخل ہوجائیں اس جلیل القدر امر کے بارے میں رسول اللہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے حضور میں نہایت ادب کے ساتھ اجازت چاہی اور مواجہ شریفہ میں کھڑے ہو کر مراقبہ کیا۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے) اس جلیل القدر کام میں مشغول رہنے کے بارے میں کامل رضامندی اور اس کا نہایت اہتمام . . . .
ظاہر ہوا جیسا کہ کعبۂ حسنیٰ میں ظہور پذیر ہوا تھا اور مقدس و مطہر (رسول اللہ) علیہ وعلیٰ آلہٖ الف الف صلوات وسلام کی بارگاہ سے نہایت بلند درجہ کا خلعتِ ارشاد عنایت ہوا اور حضراتِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عنایات کے انوار اور سرورِ انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کے کمالات سے ان کے منور ہونے کا قرب ظاہر ہوا اور اکثر اوقات مشاہد و آثار خصوصاً مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتحیۃ خاصکر مواجہ شریفہ میں (اور) اسطوانۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک کہ ان مقامات میں پوشیدہ اسرار کامل ظہور کے ساتھ موجزن رہتے ہیں انوار کے متواتر ظہور کا بیان فرماتے تھے۔

(ان بیانات سے) حضرت امام اجل مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے کمالات اور حضرت خواجہ محمد معصوم رح کا مرتبہ مذکورہ مقامات میں واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد بقیع شریف کے مزارات کی طرف تشریف لے گئے، امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عنایات والطاف اور اہلِ بیت واُمہات المؤمنین (رضی اللہ عنہن اجمعین) کی مہربانیاں بھی ظاہر ہوئیں خاص طور پر صدیقہ حبیبہ (عائشہ) رضی اللہ عنہا کے کمالات حد و شمار سے زیادہ ظاہر ہوتے تھے، فرماتے تھے کہ اگرچہ حضرت صدیقہ رضؓ کا مدفن بقیع میں ہے لیکن اس لحاظ سے کہ حجرۂ شریفہ اُن کا گھر ہے اکثر اوقات اُن ام المؤمنین کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ شریفہ میں پاتا ہوں اور مسجد شریف کو اُن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انوار سے پُر دیکھتا ہوں۔ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے الطاف اپنے بارے میں اس قدر مشاہدہ کئے ہیں اور اُن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے اپنے حال کے متعلق اسقدر اہتمام پایا ہے کہ کیا بیان کروں منجملہ امداد و اعانت کے جو کہ حضرت صدیقہ رضؓ سے حضرت عروۃ الوثقیٰ سلمہ اللہ سبحانہٗ کی نسبت ظاہر ہوئیں یہ ہے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ نے ایک چیز کے بارے میں حضرات شیخین کے توسل سے حضرت خیر الخلائق علیہ الصلوات والسلام والتحیہ کے حضور میں سفارش چاہی، چونکہ سفارش سے فوری طور پر کچھ اثر ظاہر نہ ہوا اور اس میں بھی کوئی راز ہوگا، (لیکن جب) حضرت عروۃ الوثقیٰ رح نے حضرت صدیقہ حبیبہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) کا توسل اختیار کیا تو انھوں نے التماس کے ساتھ ہی اپنے آپ کو آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہٖ الف الف

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

صلوات وسلام کی بارگاہ میں نہایت عجلت کے ساتھ پہنچ کر آپ کے پہلو میں جلوہ افروز ہو گئیں اور آپس میں محبت وانسیت کی باتوں کے بعد حضرت (عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ) کی التماس کو بارگاہ مقدس نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوات وبرکات سے فوراً منظور کرا لیا اور جو کچھ وہ چاہتے تھے اس بارگاہِ معلیٰ سے حاصل کرا دیا، رضی اللہ تعالیٰ عنہا (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا)۔

اور نیز حضرت فاطمہ زہرا علیٰ ابیہا وعلیہا السلام کے کمالات ان رضی اللہ عنہا کی شبِ ولادت کو ظاہر ہوئے اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عظیم اجتماع اور عالی شان مسرت حجرۂ شریفہ میں مشاہدہ ہوئی۔

(۲۸/۲) یاقوتہ: اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی عنایات میں سے یہ ہے کہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ) کو آپ کے احباب کی کثیر جماعت کے ساتھ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے) حجرۂ مطہرہ ومقصورۂ منورہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی، جب آپ اس عالی مقام میں داخل ہوئے تو حضرت عروۃ الوثقیٰ اور آپ کے احباب کو بہت زیادہ رقت وبیخودی طاری ہوئی، بہت دیر تک مراقبہ میں کھڑے رہے پھر نہایت انکساری کے ساتھ سر اور چہرہ کو پردۂ خاص وحجابِ مخصوص کے اندر داخل کر کے اس خاکِ پاک سے ملا اور اس کو اپنے لئے انتہائی درجہ معراج کا شرف جانا۔

اس کے بعد اس مقامِ عالی سے باہر آ کر کچھ دیر حضرت فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہا) کے روضہ میں جو کہ حجرۂ شریفہ کے متصل ہے کھڑے ہوئے اور فرماتے تھے کہ جب ہم اس مقام میں پہنچے محسوس ہوا کہ سونے اور چاندی سے تیار کیا ہوا جواہر اور یاقوتوں سے جڑا ہوا نہایت بلند خلعتِ عالیہ آنحضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوات وسلام کی بارگاہ سے اس کمترین کو مرحمت ہوا۔ فرماتے تھے کہ ہم روضۂ منورہ سے جس قدر زیادہ دور ہوتے جاتے تھے اس خلعت کی ضیا وانوار اور زیادہ ہوتے تھے، گویا قرب کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگ انوار کے ساتھ نسبت پوشیدہ ومغلوب ہو جاتی ہے فافہم (پس سمجھ لیجئے)

(۲۹/۳) یاقوتہ: مدینۂ منورہ کے قیام کے دوران ایک روز حضرت عالی مرتبت (عروۃ الوثقیٰ) کے احباب میں سے ایک شخص نے آپ کی خدمتِ عالیہ میں اُسوقت کے کسی بزرگ کے احوال ومقامات بیان کئے، آپ کے قلبِ مبارک میں غیرت کی وجہ سے وسوسہ گذرا ہوگا (اس لئے) حضرت عروۃ الوثقیٰ نسبتوں کے تقارب کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کی نسبت شریفہ جلوہ گر ہو گئی اور تمام عالم اس کے انوار سے پُر ہو گیا اور خاص قرب ومخصوص مرتبہ جو کہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ) کو بارگاہِ مقدس ومعلیٰ عز شانہٗ میں ہے اور وہ اس کے ساتھ ممتاز ہیں ظاہر ہوا اور افرادِ عالم کی نسبت اور ان کا اس عارف کامل کے ساتھ افتقار و

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ابتہاج ظاہر ہوا اور محسوس ہوا کہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ) عالم (کائنات) کا مرکز اور امامِ وقت ہیں اور تمام افرادِ عالم حضرت (عروۃ الوثقیٰ) کے گرداگرد صفیں باندھے حضرت سے فیوض کے منتظر ہیں، اس اثنا میں القاء ہوا کہ ایسی عالی مقام ہستی کو یہ حق حاصل ہے کہ دوسروں پر غیرت کرے۔

ایک روز حضرت (عروۃ الوثقیٰ) نے عشا کی نماز شافعی جماعت کے ساتھ ادا فرمائی۔ بعد ازاں فرمایا امام اجل محی السنۃ محمد بن ادریس شافعیؒ نے تشریف لاکر نہایت خندہ پیشانی اور مسرت سے ہمارے ساتھ ملاقات کی، گویا اس موافقت کی وجہ سے انبساط کا اظہار فرمایا۔

یاقوتہ (۳۰) اور ایک عنایتِ عالیہ جس سے حضرت (عروۃ الوثقیٰ) ممتاز ہوئے یہ ہے کہ حضرت سلمہ اللہ سبحانہٗ کو اپنے احباب کی ایک جماعت کے ساتھ مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوات و السلام میں دو روز اور ایک رات کے اعتکاف کی اجازت حاصل ہوئی، جب عشا کی نماز سے فارغ ہوئے اور ہر وضیع و شریف کو مسجد سے باہر کر دیا گیا جیسا کہ اس مقامِ شریف میں معمول ہے اور خلوتِ خاص حاصل ہوئی، تو حضرت عروۃ الوثقیٰ مواجہ شریفہ میں آکر بہت دیر تک مراقبہ میں مشغول رہے، اور اسی طرح تہجد کے وقت بھی آکر مراقبہ میں بیٹھ گئے، فرماتے تھے کہ حضرت خاتمیت علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات کمال بندہ نوازی اور نہایت کرم سے حجرۂ خاص و حجابِ مخصوص سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم کو آنحضرتِ معلیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ اسقدر شرف حاصل ہوا کہ اس کے مثل کسی کے ساتھ ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح تہجد کے وقت محسوس ہوا کہ آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ الف الف صلوات و سلام مقصورۂ منورہ سے باہر تشریف لے آئے اور نہایت عنایت و شفقت سے اس کمترین کے ساتھ معانقہ فرمایا اور اس فقیر کو آنحضرت علیہ الصلوات و التحیہ کی حقیقت کے ساتھ الحاق میسر ہوا، والحمد للہ علیٰ ذالک۔

یاقوتہ (۳۱) شروع جمادی الاولیٰ میں جب بقیع شریف کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبتِ عالیہ کمال بلندی و نہایت لطافت کے ساتھ جلوہ گر ہوئی، آنجنابؓ کی جانب سے بکثرت عنایت اور بہت زیادہ الطاف اور کمال اہتمام حضرت (عروۃ الوثقیٰ) کے حال پر ظاہر ہوا۔ اور اسی طرح حضرت عباسؓ کے الطاف محسوس ہوئے۔ جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار مبارک پر پہنچے تو اُن سیدۂ مطہرہ کی نسبت کی موجوں کا جوش و خروش معلوم ہوا اور اُنؓ سے بیشمار لطف و کرم ظاہر ہوا اور ایسا محسوس ہوا کہ سیدۂ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپؒ کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہیں گویا فرما رہی ہیں کہ تو ہم میں سے ہے اور ہمارا مہمان ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(حضرت عروۃ الوثقیٰ) فرماتے تھے کہ اس معاملہ سے پہلے اپنے آپ کو صدیقہ حبیبہ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کثرتِ عنایات کے باعث اُن کی طرف زیادہ مائل پاتا تھا جب بقیع شریف سے لوٹ کر مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پہنچا اور حضرت فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہا) کی نسبت میں مستغرق تھا حضرت صدیقہ حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کی نسبتِ عالیہ نے شرفِ ظہور بخشا اور رونما ہوئی سابقہ حالت میں تحقق واستہلاک (فنائیت) کے باوجود صدیقہ حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کی نسبت میں بھی ایک گونہ استغراق پیدا ہوگیا، اس کے بعد اسی مقام میں ان دونوں محترمات میں سے ہر ایک خود بنفسِ نفیس ظاہر ہوئیں اور دونوں مجھ کو اپنی طرف متوجہ کرتی رہیں - حضرت فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہا) دائیں طرف ظاہر ہوئیں اور حضرت صدیقہؓ بائیں طرف اور مغرب کے وقت سے عشا کی نماز تک (اپنی طرف کشش کا) یہی معاملہ ان میں پیش آتا رہا، اس کے بعد مسجد شریف میں ایسا معلوم ہوا کہ حضرت زہرا بتول (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کی نسبت غالب آگئی اور ان (دونوں محترم خاتون) کی نسبت شریف حضرت رسالت پناہ خاتمِ نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچ گئی یہی معاملہ وہاں بھی ظاہر ہوا کہ ہر ایک (کی نسبت) مجھ کو اپنی طرف متوجہ کررہی ہیں - آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی بارگاہِ شریف میں صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی نسبت نے بھی قوت وغلبہ پیدا کرلیا گویا دونوں نسبتیں برابر ہوگئیں - عشا کے بعد جب حضرت عالی (عروۃ الوثقیٰ) قیام گاہ پر آئے تو بزرگ مخدوم زادوں سے بیان کرتے تھے فرمایا کہ ابھی تک وہی معاملہ درپیش ہے اور اس مسکین ناتواں کے حال پر اس قسم کی دو عالی شان ہستیوں کی عنایات کی کثرت سے میں ایک ایسی فرحت ومسرت میں ہوں کہ ہرگز اس سے زیادہ متصور نہیں ہوسکتی -

یاقوتہ (۳۲) حضرت (عروۃ الوثقیٰ) طالت حیوتہ ودامت برکاتہ جمادی الاولیٰ کی تیرہ (۱۳) تاریخ کو نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت علیہ الصلوات والتحیۃ کے سلام کے لئے مواجہ کریم میں کھڑے ہوئے، فرمایا کہ جب میں صلوٰۃ وسلام پیش کرنے سے فارغ ہوا تو ایک خلعت عنایت ہوا اور ایسا معلوم ہوا کہ یہ خلعت حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عنایات سے ہے، اس کے بعد میں نے اسی مجلس ومقام میں دوسرا خلعت اپنے اوپر پایا، ہم نے سمجھا کہ حضرت فاروق اعظم کے الطاف سے ہے اور یہ دونوں خلعت الگ الگ رنگ کے ہیں پہلا سُرخ رنگ کا ہے اور دوسرا زرد رنگ کا - واپسی کے وقت اس مقامِ عالی سے تیسرا خلعت سبز رنگ کا مجھ پر نازل فرماکر القا کیا گیا کہ یہ حضرت خیر الخلائق علیہ وعلیٰ آلہ الف الف سلام وتحیۃ کی طرف سے مرحمت ہوا ہے -

یاقوتہ (۳۳) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عظمت سروری واستغنائے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

محبوبی ورحمتِ عامہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ محسوس ہوتا ہے کہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات
کا وجودِ شریف دورۂ عرش سے مرکزِ فرش تک تمام اہلِ جہان کا مرکز ہے اور تمام مخلوقات یعنی فرشتے،
حوریں، انسان، جنات اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے تمام لشکر آپ کے محتاج ہیں اور آپ سے فیض لیتے
ہیں، فیض دینے والی حقیقی ذات اگرچہ وہابِ مطلق جل شانہٗ ہے لیکن تمام قسم کے فیوضات جس کسی کو
بھی پہنچتے ہیں آپ ہی کے توسل سے پہنچتے ہیں اور ملک وملکوت کے اہم کام آپ ہی کے انتظام سے
انجام پاتے ہیں اور مشاہدہ ہوتا ہے کہ دن رات تمام مخلوقات پر روضۂ مطہرہ علیٰ ساکنہا الصلوات و
السلام والتحیۃ سے متواتر انعامات جاری ہیں جیسا کہ مشکیزوں کے منہ کھول دیئے جاتے ہیں، وَمَآ
اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ [ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے] فرماتے تھے کہ اس
رحمتِ عامہ وشفقتِ مشمولہ کے باوجود محبوبیت کا استغنا وعظمت جو کہ آپ کے مقامِ خاصہ کے لئے لازم ہے
نہایت کامل ومکمل طور پر ثابت ہے اسی لئے عرض کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اس بارگاہ میں وسیلے کے
بغیر کسی امر کا اظہار دشوار ہے۔

یاقوتہ (۳۴) شنبہ کی رات اکیس جمادی الاولیٰ کو حضرت (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ سبحانہٗ
نے نمازِ عشا سے فارغ ہونے کے بعد خلوت میں عالی مراتب مخدوم زادگان طالت حیٰوتہم کو افادہ فرمایا کہ
میں گذشتہ رات سے جو کہ شبِ جمعہ تھی اسرار ظاہر ہونے کے مقدمات اور انوار کی موجوں کا تلاطم (جوش مارنا)
پاتا ہوں آج ہم پر وہ اسرار ظاہر کئے گئے کہ ہم ان کو اشارہ سے بھی بیان نہیں کر سکتے اور اگر ان میں سے
کچھ ظاہر ہو جائے تو نرخرہ کاٹ دیا جائے اور گلا ذبح کر دیا جائے ہاں اگر ہم اُن کے بعض مقدمات کی طرف
اشارہ کریں تو مناسب ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض مشائخ کامل شیخ وسعادتمند مرید کے درمیان کون وبروز
ثابت کرتے ہیں یعنی جب شیخ کامل چاہے کہ اپنے کمالات کو مریدِ صادق میں القا کرے تو وہ اپنے آپ سے غائب
ہو کر مرید کی ذات میں ظاہر ہو جاتا ہے اور اس وقت میں مرید پوری طرح مرشد کے رنگ میں رنگ جاتا ہے
اور اس کے دقائق ولطائف کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے، فرمایا کہ حضرت امامِ ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ
اس معاملہ کو حضرت خیر البریہ علیہ الصلوات والسلام سے اپنے متعلق اثبات فرماتے تھے اب یہ فقیر بھی اس
قسم کا عظیم معاملہ بارگاہِ عالی سے اپنے متعلق پاتا ہے۔ ان دو معاملات سے یہ معلوم ہوا کہ اس کے بارے
میں کہہ سکتے ہیں لاعین رأت ولا اذن سمعت [نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا]۔ فرماتے تھے
کہ نعتیہ اشعار ومدحیہ قصائد جو کہ اس رات قدیم دستور کے مطابق پڑھتا تھا سب کو اپنے سے منا سب پاتا
تھا۔ اسی اثنا میں مخدوم زادۂ عالی قدر خواجہ محمد نقشبند سلمہ اللہ سبحانہٗ نے حضرت عالی مرتبت سے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سوال کیا کہ آیا یہ کون و بروز عین فنا و بقا ہے جو کہ قوم (صوفیہ) میں مشہور ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور امر ہے؟ فرمایا کہ یہ معاملہ فنا و بقا کے علاوہ ہے اور ان خصوصیات کے ساتھ جو کہ وہاں نہیں پائی جاتیں اُس (فنا و بقا) سے ممتاز رہے ہے۔

یاقوت ۳۵ (ع ۹) حضرت (عروۃ الوثقیٰ) دامت برکاتہٗ فرماتے تھے کہ اکثر اوقات روحانیوں اور آسمان والوں اور ان کے علاوہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے لشکروں کی حاضری روضۂ منورہ مقدسہ کی بارگاہ میں مشاہدہ ہوتی ہے خاص طور پر قبہ مبارک کے اوپر جو کہ مسجد شریف سے خارج ہی لشکروں کا اسقدر اجتماع ظاہر ہوتا ہے کہ اندر کی طرف اس کی مانند دیکھنے میں نہیں آتا، اور ہو سکتا ہے کہ اس حقیقت میں یہ راز ہو کہ اندرونی انوار کے تلاطم کی وجہ سے درک و ادراک (محسوس کرنے) کی طاقت نہیں رہتی بخلاف باہر کے کہ (وہاں) اندرونی انوار کمتر ظاہر ہوتے ہیں۔

یاقوت ۳۶ (ب ۱) فرماتے تھے کہ قبلۃ الاولیا امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ نے مجھ کو پوشیدہ اسرار کے ساتھ بشارت دی تھی اور میں اگرچہ ان معاملات کو اپنے اندر ملاحظہ کرتا تھا (لیکن) کبھی کبھی اُن اسرار و معاملات کی بلندی کی وجہ سے خلجان ہو جاتا تھا اور وہ تردد میں مبتلا کر دیتا تھا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ حجرۂ منورہ مطہرہ کی حاضری میں اُن اسرار کے چہرے سے پردہ اُٹھا دیا گیا، ظاہر کیا گیا کہ میرے لئے مطلوب تک پہنچنے کے لئے ۲ دو طریقے ہیں اوّل وہ جس کا حصول اصالت کے اعتبار کے سوا نہیں ہے اور وہ اجتبا کا طریقہ ہے اور ۲ دوسرا طریقہ کہ جس کا سلوک (طے کرنا) توسط و ضمنیت کے ذریعہ ہے وہ انابت کا طریقہ ہے۔ جاننا چاہئے کہ پہلا طریقہ وصول (الی اللہ) کے زیادہ قریب ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور دوسرے طریقہ میں حضرت خیر الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم کے الطاف و عنایات حد سے زیادہ پائے جاتے ہیں۔

یاقوت ۳۷ (ب ۱۱) دوشنبہ (پیر) کے روز بتاریخ ۶ چھ جمادی الاخری حضرت عروۃ الوثقیٰ اہلِ بقیع کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، واپسی کے بعد فرماتے تھے کہ میں متبرک قبروں میں سے جس قبر پر بیٹھتا تھا تو جس طرح کہ صاحبِ قبر کی عنایات اپنے حال پر مشاہدہ کرتا تھا اسی طرح دوسرے اہلِ قبور کا انتظار کہ جن کی زیارت کا ارادہ رکھتا تھا مشاہدہ کرتا تھا اور میں اپنی ملاقات کے لئے ان کا اجتماع اس طرح پاتا تھا جیسا کہ کسی عزیز اور نہایت پسندیدہ مہمان کی غیر متوقع آمد پر اجتماع ہو۔ جب میں امیر المومنین حضرت عثمان علیہ الرضوان کی زیارت سے فارغ ہوا تو ایک تازہ خلعت اپنے اوپر پایا معلوم ہوا کہ یہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کا عطیہ ہے۔ جب حضرت ابراہیم (ابن رسول اللہ) علی ابیہ و علیہ الصلوات والسلام کے روضۂ منورہ پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ ہماری جانب باہر نکل آئے ہیں اور خود کو میرے ساتھ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

متصل کر دیا ہے کبھی میری گود میں آتے تھے اور کبھی کبھی وہ ہماری جانب آ کر خود مجھ سے لپٹ کر کمال مہربانی سے معانقہ کرتے تھے اور وہ حضرت (ابنِ رسول اللہؐ) تو صرف نظر آتے تھے اس میں کوئی حیرت نہیں ہے کیونکہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوات وسلام نے اس جگر گوشہ (صاحبزادہ) کی شان میں اس طرح فرمایا ہے بالفرض اگر وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔؎ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ فرماتے تھے کہ جو لذت و کیفیت کہ ہم نے اُن حضرت علیٰ ابیہ وعلیہ الصلوات والسلام کی نسبت وعنایات کے ظہور سے پائی ہے اور اس عالی نسبت کا اپنے ساتھ اہتمام (انہماک) محسوس کیا ہے وہ لذت وکیفیت مجھ سے جانے والی نہیں ہے اور اسی طرح جو صحابۂ کرام کہ اُن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ منورہ میں مدفون ہیں مثلاً عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) وغیرہ وہ سب تشریف لائے (اور) بہت زیادہ عنایتوں اور بیحد شفقتوں کے ساتھ ہمارا احاطہ کر لیا، اس کے بعد ہم امام اجل انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کی قبر مبارک پر پہنچے ہم نے دیکھا کہ نہایت سرعت کے ساتھ ہماری جانب باہر آ کر نہایت خندہ روئی وشادمانی کے ساتھ اور اہلِ عرب کی ملاقات کے طریقہ پر ملاقات کی کیونکہ ان (اہلِ عرب) کا ملنا نہایت کشادہ روئی سے ہوتا ہے اور یہ طریقہ ان کے علاوہ دوسروں میں نہیں ہوتا، اس کے بعد میں نے ازواجِ مطہرات کی عنایات والطاف حد سے زیادہ پائے جیسا کہ ماں کی شفقت بیٹے کے حق میں ہوتی ہے خاص کر حضرت صدیقہ حبیبہؓ کی شفقت جو کہ کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ میں ہمیشہ ہی پاتا ہوں اسی طرح حضرت زہرا بتول علیٰ ابیہا وعلیہا الصلوات والسلام کے الطاف کثیرہ ظاہر ہوئے اور اہلِ بیت یعنی مقدس صاحبزادیوں، امیر المؤمنین حضرت عباس، حضرت حسن اور اسی طرح ائمۂ کرام (اہلِ بیت) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شفقتیں شمار سے باہر معلوم ہوئیں۔ جب میں عارفِ ربانی خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کی قبر مبارک کے پاس پہنچا تو نہایت بشاشت وخصوصیت کے ساتھ باہر آ کر عنایات والطاف فرمائے اس وقت میں نے ان کی نسبت کو نہایت صفائی ولطافت میں ظلال سے اوپر پایا، جب (حضرت عروۃ الوثقیٰؒ) بقیع شریف سے نکل کر قلعہ کے دروازہ پر پہنچے کچھ دیر کھڑے رہ کر امام اسمٰعیل بن امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے جو کہ قلعہ کے اندر مدفون ہیں وہ کمال بلندئ شان اور نہایت لطف واحسان سے حضرت (عروۃ الوثقیٰؒ) پر ظاہر ہوئے۔

مخفی نہ رہے کہ مخزن الاسرار حضرت مخدوم زادۂ عالی تبار (خواجہ محمد عبید اللہ قدس سرہ) حقائق آگاہ شیخ آدمؒ کے احوال کو رسالۂ اصل میں اس عبارت (عنوان) کے ساتھ لائے ہیں کہ فقیر بھی ان کی پیروی کر کے وہی عبارت (عنوان) بعینہا لاتا ہے "احوال شیخ آدم فقیہ کی بعض تفصیل ہم انشاء اللہ تعالیٰ ایک ورق میں ذکر کریں گے"۔ لیکن اسقدر سنا گیا ہے کہ حضرت ایشاں (عروۃ الوثقیٰؒ) جس وقت بقیع شریف جاتے تھے

؎ (لیکن چونکہ آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں اس لئے ان کو زندہ ہی نہیں رکھا گیا)۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شیخ مشارٌ الیہ (آدمؒ) کی قبر پر پہنچکر مراقب ہوجاتے تھے اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ رَبِّیْ شَیْئًا [مگر جبکہ میرا رب کوئی چیز چاہے] مختصر یہ کہ اس بارے میں بہت غور فرماتے۔

یاقوت (۳۸/۱۲) یہ کلمات بیان کرنے کے بعد حضرت عروۃ الوثقیٰ دامت برکاتہ نے فرمایا کہ بقیع شریف کے مبارک مقامات اور متبرک مزارات میں میری نسبت نے ایک عجیب ظہور اور نادر نورانیت پیدا کرلی میں نے اس تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ مقدس میں اپنے قرب و منزلت کو مشاہدہ کیا مجھ کو محسوس ہوا کہ تمام عالم اس نسبت کے نور سے معمور ہوگیا اور تمام موجوداتِ عالم صف بستہ ہیں، کبھی میرے چاروں طرف ہیں اور میں مخلوق کے درمیان ہوں اور ظاہر ہوا کہ طرح طرح کے فیوض و برکات جو کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ سے مخلوق کے کام کی بابت پہنچتے ہیں، جو کچھ بھی پہنچتا ہے وہ اِس درویش کے واسطے سے پہنچتا ہے اور تمام مخلوقات خواہ اولیاء ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور ہوں اس ضعیف سے برکات و ترقیات حاصل ہونے کے منتظر ہیں اور اصالت و محبوبیت کے اسرار میں سے ان عجیب و غریب اسرار کے ظہور کے باوجود جو کہ اس جلیل القدر خدمت کے علاوہ مجھ کو مرحمت فرمائے گئے ہیں اکثر اوقات اہم امور کی درستی کیلئے دوات و قلم کو بھی اپنے پاس موجود پاتا ہوں جس طرح وزیرِ اعظم بادشاہِ ذی شان کے دربار میں نسبت و قدرت رکھتا ہے وہ حالت میں اپنے اندر محسوس کرتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ جسقدر یہ نسبت ظہور و غلبہ کرتی تھی میں متعجب و شرمندہ ہوتا تھا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حضور میں دوسری نسبت کے طور پر گنجائش رکھتا ہے لیکن چونکہ یہ حالت بھی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عنایات کا اثر اور برکات کا جُز ہے ان سب کو ان اکابر کے طفیل سے جانتے ہوئے مطمئن اور خوش ہوں۔

یاقوت (۳۹/۱۳) ایک دفعہ حضرت (عروۃ الوثقیٰؒ) نے بقیع شریف کی زیارت سے واپس آکر فرمایا کہ ان مزاراتِ متبرکہ سے بکثرت خلعتوں کے حاصل ہونے سے متعجب ہوں جو کہ حقیقت میں ان بزرگوں کی نسبتوں کے حاصل ہونے سے کنایہ ہے کہ رنگا رنگ کی مختلف خلعتوں سے کہ ہر ایک دوسری سے ممتاز ہے اپنے جسم پر پاتا ہوں اور ان کے انوار کی چمک سے مسرور ہوں۔ اس کے بعد زبان گوہر فشان سے فرمایا کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وافاض علینا برکاتہما (اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو اور ان کی برکات سے ہمیں مستفیض فرمائے) سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی بارگاہ میں اسقدر کمال درجہ فنا و الحاق رکھتے ہیں اور آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوات وسلام کے حضور شریف میں اپنے آپ کو اس درجہ تک گم کرلیا ہے کہ عام طور پر ان ہر دو حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حضور اور ان کی عنایات کا ظہور اور ان سے فیوض کا اخذ کرنا اور ان دونوں عالی درجات سے کسی امر کے لئے التماس کرنا بہت

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دشوار ہوتا ہے مگر جس شخص پر ان ہر دو حضرات کا الطاف حد سے زیادہ ہو لیکن اس بارے میں بہت غور کیا اور ان (ہر دو حضرات) کی عنایات کے حاصل ہونے کا منتظر رہا، چنانچہ انھوں نے نہایت مہربانی سے اپنی خاص خلعتیں اس فقیر کو مرحمت فرمائیں بخلاف حضرت امیر المومنین عثمان (رضی اللہ عنہ) کے کہ وہ چونکہ حضرت رسالت خاتمیت سے کچھ دور مدفون ہیں علیحدہ ظہور رکھتے ہیں اس لئے جس وقت بھی اُن کی زیارت کے لئے جاتے ہیں معاملات و اسرار پیش آتے ہیں۔

یاقوت (۴۰/۱۴) پنجشنبہ (جمعرات) کے روز بتاریخ ۱۶ جمادی الاخری کو وہ عالی حضرت (عروۃ الوثقیٰ رح) اہلِ بقیع کی زیارت اور اس مقام کے اکابر سے رخصت حاصل کرنے کیلئے تشریف لے گئے اور امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پُر انوار کے قریب بیٹھ گئے اور اس معدنِ حیا (حضرت عثمان رض) سے رخصت ہونے کے بعد دوسرے مزارات پر بیٹھ کر فرمایا کہ امیر المومنین حضرت عثمان رض نے کمال الطاف و مہربانی کے ساتھ رخصت کے لئے باہر آکر مجھ کو بوسہ دیا اور قسم قسم کی خلعتیں پہنائیں اور رخصت کیا اور اسی طرح میں نے ہر مزار پر بکثرت عنایات اور بے شمار الطاف مشاہدہ کئے، اس کے بعد دوشنبہ (پیر) کے روز دوسری مرتبہ اہلِ بقیع سے رخصت ہونے کے لئے گئے فرمایا کہ میں حضرت امیر المومنین عثمان (رضی اللہ عنہ) سے رخصت ہو جانے کے بعد پھر حاضر ہو جانے کی وجہ سے بہت شرمندہ تھا کیونکہ ہمارا اُن کی خدمتِ گرامی میں دوبارہ حاضر ہونا غالب طور پر عطیہ کے لالچ اور بخشش کے حصول کے لئے ہے، جب میں معدنِ حلم (حضرت عثمان رض) کے مزار پُر انوار کے پاس بیٹھا میرے غمگین دل میں یہ خیال آیا کہ اس وداع سے پہلے خلعت حاصل ہو چکا ہے اور آج ہم کو صحبتِ حضور کے سوا کچھ نصیب نہیں ہے اُٹھنے کے بعد دوسری خلعت انتہائی لطافت میں پہلی خلعتوں سے بہتر مرحمت ہوئی۔ آپ (عروۃ الوثقیٰ رح) نے فرمایا کہ بقیع کے مزارات متبرکہ میں حضرت امیر المومنین (عثمان رضی اللہ عنہ) کا معاملہ سب سے الگ ہے اور اُن کا مقام و مرتبہ دوسروں سے ممتاز ہے اگرچہ بعض امہات المومنین عظمت و انوار میں حضرت (عثمان رضی اللہ عنہ) کے ساتھ شریک ہیں لیکن عطیات و عنایات کا اس طرح سے تفویض ہونا جو کہ ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا ثمرہ ہے ایک جدا امر ہے۔

یاقوت (۴۱/۱۵) حضرت عروۃ الوثقیٰ رح دو مرتبہ سید الشہدا امیر المومنین حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے جن کا مزارِ شریف جبلِ اُحد کے نزدیک مدینہ منورہ سے تین میل کے قریب ہے اور آں حضرت عروۃ الوثقیٰ رح پر اُن (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کی نسبت شریف اور حضرت سرور کائنات علیہ الصلوات والتحیات سے قرب و منزلت ظاہر ہوئی اور اپنے بارے میں عنایات والطاف پائے فرماتے تھے کہ بعض اصحابِ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اپنے بارے میں اس قدر الطاف و عنایات

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور دریافتِ احوال مشاہدہ ہوتی ہے کہ اس کا کیا بیان کرے، بقیع مبارک میں امیر المومنین حضرت عثمان وصدیقہ (عائشہ) وسیدنا ابراہیم وعبد الرحمٰن بن عوف وعبد اللہ بن مسعود اور جو حضرات کہ سیدنا ابراہیم کے روضہ میں مدفون ہیں اور امام اسمٰعیل بن امام جعفر صادق ومحمد زکی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جانب سے اس قدر الطاف اس حقیر کی نسبت فائض ہوئے ہیں جو کہ دوسروں سے زائد ہیں۔

یاقوت (ع ۴۲/۱۶) حضرت (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ سبحانہٗ ودامت برکاتہٗ نے ہر دو مخدوم زادگان عالی درجات یعنی خواجہ محمد نقشبند وحضرت خواجہ محمد عبید اللہ سلمہما اللہ سبحانہٗ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم دونوں کے لئے بارگاہِ سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہٖ الف الف صلوات وسلام سے دو دستار چاندی اور سونے کی بنی ہوئی مرحمت ہوئیں اور ان دونوں مخدوم زادوں میں سے ہر ایک نے ختم قرآن پڑھ کر اس بارگاہِ معلیٰ میں ہدیہ وتحفہ پیش کیا تھا اس کے صلہ میں اس عنایت سے ممتاز ہوئے۔

یاقوت (ع ۴۳/۱۷) حضرت (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ سبحانہٗ ہمیشہ نمازِ فجر کے بعد آنحضرت علیہ الصلوات والسلام کے مواجہ شریفہ میں حاضر ہو کر حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی محراب میں اپنے احباب کے ساتھ معروف طریقہ پر حلقۂ ذکر فرمایا کرتے تھے، دوشنبہ (پیر) کے روز نمازِ اشراق سے فارغ ہوتے کے بعد فرمایا کہ آج مشاہدہ ہوا کہ گویا حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوات والسلام والتحیۃ روضۂ منورہ سے باہر تشریف لا کر اس حلقہ کی طرف متوجہ ہیں اور غلاموں اور خادموں کی ایک جمعیت روضۂ مبارکہ سے باہر آ رہی ہے اس اثنا میں چند خاص حضرات جو کہ مرتبہ وکمال میں حضور (عروۃ الوثقیٰ) کے درجہ کے قریب ہیں باہر آئے ہیں فرزند ارجمند محمد عبید اللہ بھی اعلیٰ درجہ کے لباس اور زیور سے آراستہ انہی خاص اور بزرگ حضرات میں ہے اور نزدیک آ رہے ہیں، للہ سبحانہ الحمد [اللہ سبحانہ کے لئے حمد ہے]۔

یاقوت (ع ۴۴/۱۸) فرماتے تھے کہ مستورات اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے درمیان خدیجۃ الکبریٰؓ، عائشہ صدیقہؓ اور زہرا بتولؓ علیحدہ علیحدہ شان رکھتی ہیں اور رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات (کے قرب ومنزلت کی وجہ سے) یہ تینوں بزرگ (مستورات) بلندیٔ شان میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ لیکن اسقدر مشاہدہ میں آتا ہے کہ حضرت صدیقہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) کو (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے) ایک خاص تعلق ہے، معاملات واردات میں دوسروں سے زیادہ دخل ظاہر ہوتا ہے اور حضرت خدیجہؓ وحضرت زہراؓ کمالِ قرب میں وقار وسکینہ کے ساتھ ظاہر ہوتی ہیں ولکل وجھۃ والعلم عند اللہ سبحانہ [اور ہر ایک کے لئے ایک قبلہ ہے اور صحیح علم اللہ سبحانہٗ ہی کو ہے]۔

یاقوت (ع ۴۵/۱۹) مدینۂ منورہ میں قیام کے ایام میں حضرت (عروۃ الوثقیٰ) ایک روز خلوت میں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مولانا بدرالدین سلطان پوری کو توجہ دے رہے تھے جو کہ آپ کے اجل خلفا اور بہت بڑے علماء میں سے ہیں کہ خلیل الرحمٰن (حضرت ابراہیم) علیٰ نبینا و علیہ الصلوات والسلام حضرت (عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ) پر ظاہر ہوئے اور ان حضرت (خلیل اللہ) علیہ السلام نے نہایت کرم سے کامل کشادہ روئی و بے تکلفی کے ساتھ مولانا موصوف کے پیچھے سے آکر انھیں بغل میں لے لیا اور عنایت فرمائی، اور اس معاملہ سے پہلے حضرت (عروۃ الوثقیٰ) نے مولانا موصوف کو دائرۂ ولایتِ ابراہیمی میں داخل ہونے اور اس ولایت کے کمالات حاصل ہونے کی بشارت دی تھی۔ اور نیز مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والسلام میں اعتکاف کے ایام میں ایک روز حضرت (عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ) مواجۂ شریفہ میں مولانا مذکور کے ساتھ سکوت کی مجلسِ (مراقبہ) میں تھے اُٹھنے کے بعد فرمایا کہ ان کو خلعتِ خُلّت مرحمت ہوئی ہے، الحمد للہ علیٰ ذلک۔

یاقوت ۞ (۴۶/۲) حضرات مخدوم زادگان عالی درجات نے نقل کیا کہ دوشنبہ (پیر) کے روز بیس جمادی الاخریٰ کو حضرت (عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ) نے مدینۂ سکینہ سے روانہ ہوتے وقت مفخرِ موجودات و سرورِ کائنات خواجۂ دین و دنیا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رخصت (کی اجازت) کے لئے مسجدِ نبوی میں حاضر ہوئے، فرماتے تھے کہ میں ظہر کی نماز میں محرابِ نبوی علیہ الصلوات والسلام کے نزدیک تھا کہ فرقت کے غم اور رخصت کے رنج کی وجہ سے مجھ پر گریہ غالب آگیا، میں اسی غم و الم میں تھا کہ مقصورۂ شریفہ و روضۂ معطرہ کی جانب سے سطوتِ انوار و حشمتِ سلطنت نے طلوع کیا اور حضرت رسالت خاتمیت علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نہایت نورانیت و کمال عظمت کے ساتھ حجرۂ شریفہ سے باہر ہمارے سامنے تشریف لائے اور نہایت مہربانی سے کمال بلندی و نہایت رفعت میں بادشاہوں کے تاج کی مانند خلعتِ تاج کہ جس کی مانند ہرگز دیکھا نہیں گیا اس احقر کو پہنایا گیا۔ محسوس ہوا کہ اس تاج پر شہپر کا طرّہ ہے کہ جس کے اوپر اعلیٰ درجہ کے لعل جڑے ہوئے ہیں اور ایسا محسوس ہوا کہ یہ ایک خاص خلعت ہی جو کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن شریف سے اترا ہوا ہے دوسری خلعتوں کی مانند نہیں ہے اس کے بعد میں نے اپنے بعض فرزندوں کے لئے جو کہ اس سفر میں (میرے) ہمراہ تھے اور اس وقت میرے ساتھ حاضر تھے اس بلند بارگاہ میں خلعت کے حصول کے لئے التجا و تضرع کیا، کمال بندہ نوازی سے ان میں سے ہر ایک کے لئے متعدد خلعتیں مرحمت ہوئیں اس کے بعد میں نے مواجۂ شریفہ میں جا کر یہی معاملہ مشاہدہ کیا۔ فرماتے تھے کہ ان دونوں مقام محرابِ خواجہ و مواجۂ شریفہ میں ایک دوست میرے پہلو میں رخصت حاصل کرنے کے لئے کھڑا تھا میں نے اس کے لئے بھی تضرع کیا کہ اس کو خلعت مرحمت ہو جائے لیکن قبول نہیں کیا گیا، اس بات نے مجھ کو کمال التجا پر آمادہ کیا، بہت تضرع کے بعد ایسا محسوس ہوا کہ خلعت کی قسم کی کوئی چیز

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس کو بھی عنایت ہوئی، چنانچہ اُس وقت اس کی دستار (پگڑی) ممتاز نظر آرہی تھی۔ یہ حقیر عفی عنہ (جامع کتاب) کہتا ہے کہ اس مکاشفہ میں گویا اس واقعہ کی تعبیر ظاہر ہوئی جو کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ سلمہ اللہ سبحانہٗ نے اس سے پہلے شاہجہاں آباد (دہلی) کے راستہ میں دیکھا تھا اور وہ اس طرح ہے کہ انھوں نے فرمایا آج رات میں دیکھتا ہوں کہ حضرت مجدّد الفِ ثانی رح نماز کی امامت کر رہے ہیں اور بہت سی مخلوق نے حضرت موصوف (قدس سرہٗ) کے پیچھے صف باندھ کر اقتدا کی ہے فقیر (عروۃ الوثقیٰ رح) اور ہمارے دونوں بڑے بھائی خواجہ محمد صادق و خواجہ محمد سعید قدس سرہما پہلی صف میں ہیں اور پھر حضرت مجدّد الفِ ثانی (قدس سرہٗ) عین نماز میں فرماتے ہیں کہ "محمد معصوم سے ہم کو یہ پہنچا اور یہ پہنچا" متعدد امور کا اظہار فرماتے ہیں اور اسی طرح دونوں بڑے بھائی اسی کلمہ کو کہتے ہیں کہ "محمد معصوم سے حضرت مجدد الفِ ثانی رح کو فلاں فلاں چیز پہنچی" اس اثنا میں گویا حضرت وہاب عزّ شانہ وعمّ انعامہ کی جانب سے حضرت مجدّد الف ثانی (قدس سرہ) کو خطاب پہنچتا ہے کہ اس (محمد معصوم قدس سرہٗ) کی آرائش کریں گویا حضرت مجدّد عرض کرتے ہیں کہ اس کی کس طرح آرائش کروں؟ حکم پہنچتا ہے کہ اس کے سر پر تاج رکھیں اور اس میں لعل جڑ دیئے جائیں تاکہ روشنی سر سے پاؤں تک پہنچے اور تمام نور ہو جائے انتہی۔

یاقوتہ (۴۷/۲۱) (حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ) فرماتے تھے کہ خلعت عطا کرنے سے مراد نسبت خاصہ و معاملۂ مخصوصہ کا تفویض ہوتا ہے جو کہ عطا کرنے والے کی جانب سے عطا کردہ شخص کے حق میں کامل خصوصیت و مکمل عنایت پر اوّل درجہ کی دلیل اور نہایت سچا گواہ ہے کہ نظرِ کشفی میں یہ عطیہ خلعت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے بخلاف دوسری تمام عنایات کے جو کہ اس خصوصیت کے ساتھ نہ ہوں کہ وہ متمثل نہیں ہوتیں اور اسی لئے ہم نے ہر چند مواجۂ شریفہ میں بعض مخصوص دوستوں کو خلعت حاصل ہونے کیلئے التجا کی اس کا اثر ظاہر نہ ہوا اگرچہ اس جماعت پر التفات و عنایت محسوس ہوتی تھی سوائے بعض فقیر زادوں کے کہ ان کو محض کرم اور صرف فضل سے خلعتیں عنایت ہوئیں، پس سمجھ لیجئے۔

یاقوتہ (۴۸/۲۲) حضرت (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ سبحانہٗ ودامت برکاتہٗ جبکہ حرمین شریفین میں تشریف فرما تھے تو اُن عالی مقاماتِ متبرکہ کی محبت ہو گئی اور دیارِ ہند کے بارے میں توقف و تردد ہوا لہذا جب مدینۂ منورہ سے قافلہ کے نکلنے کا وقت قریب آیا تو حضرت (عروۃ الوثقیٰ رح) نے روضۂ منورہ کے مواجۂ شریفہ میں التجا و تضرع کی تاکہ سرورِ کائنات علیہ الصلوات والسلام کی مقدس بارگاہ میں مرضی معلوم کریں کہ اس منور بارگاہ میں اقامت مقبول ہے یا وطن کو واپس ہونا پسندیدہ ہے (تو) وطن کی واپسی میں کمال رضامندی محسوس ہوئی اور واضح و صاف اشارہ رخصت کیلئے ظاہر ہوا۔ اسی اثناء میں حضرت (عروۃ الوثقیٰ رح) کے قلبِ مبارک میں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دیارِ ہند کے ایک شخص کا جو کہ شریعتِ منورہ اور اہلِ شریعت خصوصاً اس سلسلۂ عالیہ کے منتسبین اور خاص طور پر حضرت مجدد الفِ ثانی (قدس سرہ) کے خاندان کے ساتھ دشمنی رکھتا تھا اور ہمیشہ اس جماعت کو ضرر پہنچانے کے درپے رہتا تھا خیال آیا، اس بارے میں بارگاہِ عالیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں التجا کی، (حضرت عروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کہ محسوس ہوا کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات ظاہر ہوئے اور آنحضرت علیہ السلام کے دستِ مبارک میں برہنہ تلوار تھی اس کے قتل کا اشارہ فرماتے ہیں پس جیسا کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اشارہ فرمایا تھا ویسا ہی واقع ہوا۔ اس سے چند سال پہلے حضرت (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ تعالیٰ کو حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے روضہ میں اس شخص کی رسوائی کی بشارت دی گئی تھی پس جیسا کہ دیکھا ویسا ہی ہوا، پس سمجھ لیجئے کہ یہ اُن کا اعجازِ کرامت ہے۔

یاقوت ۴۹ (ع/۲۴) جب مدینۂ سکینہ سے نکل کر مکۂ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں حضرت (عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ) کو وجع المفاصل (جوڑوں کے درد) کا مرض لاحق ہو گیا، ایک روز مرض کی شدت میں فرمایا حضرات عالیات زہرا بتول و صدیقہ حبیبہ و ابراہیم صاحبزادۂ نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات تشریف لائے، گویا عیادت کے لئے آئے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ دائیں طرف ظاہر ہوئیں اور حضرت صدیقہ (عائشہؓ) بائیں طرف اور حضرت ابراہیمؓ سامنے ظاہر ہوئے اور ان سب بزرگوں نے بہت زیادہ الطاف و عنایات فرمائیں خصوصاً حضرت صدیقہؓ سے انعامات و عطیات بیشمار ظاہر ہوتے ہیں، اکثر اوقات حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لاتی ہیں۔

یاقوت ۵۰ (ع/۲۴) جب وادئ صفرا میں پہنچے تو عصر کی نماز کے بعد حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) کے مزار پر جا کر مراقب ہوئے ان کی نسبتِ شریفہ کمال لطافت کے ساتھ ظاہر ہوئی، فرماتے تھے کہ اس وقت میں نے حضرت (ابوذرؓ) کی جانب سے اپنے لئے کوئی ہدیہ نہیں پایا معلوم ہوا کہ یہی (نسبتِ شریفہ) آنجناب کا تحفہ ہے۔

یاقوت ۵۱ (ع/۲۵) حضرت (عروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ) سلمہ اللہ سبحانہٗ جب ذی خلیص میں پہنچے جو کہ مکۂ معظمہ سے تین منزل پر ہے، فرمایا مشاہدہ ہوتا ہے کہ یہ تمام مقاماتِ مبارکہ کعبۂ حسنیٰ کے انوار سے پر ہیں اور فرشتوں اور روحانیوں کا ہجوم اس صحرا میں محسوس ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ کعبۂ مکرمہ کی توجہ و التفات اس ضعیف کی جانب معلوم ہوتا ہے۔

یاقوت ۵۲ (ع/۲۶) جب حضرت (عروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ) سلمہ اللہ سبحانہٗ و دامت برکاتہٗ حرم شریف کے نزدیک پہنچے معلوم ہوا کہ انوارِ عظیمہ نے مکۂ معظمہ کے اطراف و جوانب کو احاطہ کیا ہوا ہے اور طواف میں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرتِ کعبہ سے عنایاتِ جلیلہ پائی ہیں۔ فرماتے تھے کہ جب ہم نے مقامِ ابراہیم کے پیچھے دوگانہ طواف ادا کیا تو حضرت خلیل الرحمٰن (حضرت ابراہیم) علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والسلام ظاہر ہوئے اور اس مقامِ اعلیٰ میں حضرت (ابراہیم علیہ السلام) کے لئے حضورِ خاص واتفاقِ عجیب معلوم ہوا اور خلت کے اسرار ظاہر ہوئے کہ ہم نے تمام مقام کو ان اسرارِ خلت کے ساتھ معمور پایا۔

جاننا چاہیے کہ جو معاملات حضرت (عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ) پر مکہ مکرمہ میں مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد ظاہر ہوئے تھے تفصیل کے ساتھ پہلی فصل میں بیان ہو چکے ہیں۔

خاتمہ: بطورِ ضمیمہ اُن انعامات کا بیان جو حضرت عروۃ الوثقیٰ پر ظاہر ہوئے وہ چار یواقیت پر مشتمل ہیں۔

(۵۳) **یاقوت**: مخہ کی بندرگاہ پر ماہِ رمضان (۱۰۶۹ھ) کی ستائیسویں شب کو مخدوم زادہ عالی مرتبہ حضرت خواجہ محمد عبید اللہؒ نمازِ تراویح میں امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے کہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ) پر بکثرت برکات اور بے شمار عنایات کا ظہور ہوا۔ آپؒ نے مخدوم زادہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس وقت میں نے تم سب بھائیوں پر متوجہ ہو کر (حق تعالیٰ کے حضور میں) التجا کی۔ میں نے دیکھا کہ تم پر بھی ان برکات کی بارش کی گئی۔ اس کے بعد میں دوسرے دوستوں پر متوجہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ ساتھیوں پر بھی بوندیں پڑیں جیسا کہ کسی ایک پر بارش کرتے ہیں اور چھینٹے دوسروں پر (بھی) پڑ جاتے ہیں۔ وللارض من کاس الکرام نصیب (اور بزرگوں کے پیالہ سے زمین کے لئے بھی حصہ ہے)۔

(۵۴) **یاقوت**: اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی عنایت سے جب سمندر سے گذر کر سورت کی بندرگاہ میں داخل ہوئے اور بکثرت لوگوں اور بے شمار طالبین مردوں اور عورتوں نے طریقہ حاصل کرنے کے لئے اصرار کیا اور حلقۂ ذکر میں عجیب اجتماع ہوتا تھا گویا وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا [اور تو نے دیکھا کہ لوگ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہوتے ہیں] کا مصداق ظاہر ہوا۔ ایک روز خلوت میں حضرات مخدوم زادگان سے فرمایا کہ آج رات صبح کے وقت اس حالت میں غور کر رہا تھا اور ارشاد کے کام میں مشغول ہونے کے بارے میں حیران تھا کہ آیا خدائے تعالیٰ جل شانہٗ کے بندوں میں اس قدر تصرف کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے یا نہیں، اس کے بعد میں نے اس کام کے ترک کرنے کا عزم کیا، الگ تھلگ رہنے کا طریقہ اختیار کرنا چاہا اور چاہا کہ تم کو بھی ارشاد کے ترک کرنے کی وصیت کروں جب کچھ دیر اسی حالت اور اسی ارادہ پر گذری تو اللہ تعالیٰ عز برہانہٗ وعم انعامہٗ کی طرف سے طرح طرح کی عنایات اور قسم قسم کے الطاف ظاہر ہوئے اور خاص تجلی ومخصوص ظہور واقع ہوا کہ اس قسم کی تجلی بہت کم

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ظاہر ہوئی ہوگی۔ الہام کیا گیا کہ ارشاد کا معاملہ جو تجھ سے صادر ہوتا ہے یہ سب ہماری جانب سے ہے اور ہم ہی کرتے ہیں اور تیرا کچھ اثر (نشان) باقی نہیں رہا ہے، فرماتے تھے کہ اس وقت ایسا مشاہدہ ہوتا تھا کہ جو کچھ مجھ سے ہوتا ہے وہ اُسی سبحانہ وتعالیٰ کی طرف منسوب ہے حتیٰ کہ کلاہ وشجرہ دینا جو کہ کبھی کبھی بعض طالبان کے لئے واقع ہوتا ہے اس کو بھی اسی سبحانہٗ کی طرف منسوب پایا۔ مخدوم زادۂ عالی قدر وعالی مرتبہ صاحبِ اسرار اصل (کتاب) میں اس مکاشفہ کے پورا کرنے کے بعد یہ عبارت لائے ہیں "کاتب عصمہ اللہ من الخطأ والزلل" [اللہ تعالیٰ اس کو خطا ولغزش سے محفوظ رکھے] کہتا ہے کہ یہ صحیح وصریح الہام عام لوگوں کے لئے اور ہر اُس شخص کے لئے بشارتِ کامل ہے جو گناہوں سے باز رہا اور اُن (عروۃ الوثقیٰ رح) کے ہاتھ پر توبہ کی، اور اس سے اُن (عروۃ الوثقیٰ رح) کا اور ان کے طالبین کا مرتبہ اور ان کے مریدین کی منزلت معلوم ہوتی ہے، پس بیشک یہ کسی واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے، الحمد للہ رب العالمین ٥

(۵۵/۳) یاقوتہ: ہم حرمین شریفین کے انعامات کو دو عنایتوں کے ذکر کے ساتھ ختم کرتے ہیں جن کو ہمارے امام وقبلہ سید وشیخ (عروۃ الوثقیٰ رح) سلمہ اللہ سبحانہ ودامت برکاتہٗ نے آنحضرت اعلیٰ مرتبت نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی بارگاہِ مقدس سے استفادہ کیا ہے، ایک عنایت اُن کے حق میں ہے اور دوسری عنایت ان کے شیخ امام العالم مجدد الفِ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ہے: اوّل یہ کہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ رح) ایک دن احباب وغیر احباب کے درمیان مجلس میں بیٹھے تھے آپ نے دیکھا کہ حضرت سید الاولین والآخرین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے نہایت شان وشوکت اور کامل نورانیت میں آسمان سے نزول فرمایا یہاں تک کہ تجلّیٔ نور کی فراوانی سے ان کی ہستی (جسم) متشخص نہیں ہوتی بلکہ نورِ محض (کی شکل میں) متمثل ہیں، رحمت سروری سے حضرتِ (عروۃ الوثقیٰ رح) کو بوسہ دیکر پھر آسمان پر عروج فرما گئے۔ دوئم یہ کہ ایک روز حضرت موصوف (عروۃ الوثقیٰ رح) نے سرہند میں قیام کے دوران واقعہ میں دیکھا کہ حضرت محبوب رب العالمین علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوات وسلام امام ربانی مجدد الفِ ثانی (قدس سرہٗ) کے گھر میں تشریف فرما ہیں اور عظیم انوار آنحضرت علیہ الصلوات والسلام پر جلوہ فگن ہیں اور حضرت مجدد الفِ ثانی (قدس سرہٗ) اس گھر کے صحن کے ایک کونے میں کھڑے ہوئے ہیں اور اپنی نسبت میں ایک گونہ مستغرق ہیں، حضرت ختم المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کمال بندہ نوازی سے اُن کی تعریف میں بہت سے کلمات ارشاد فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سبحان اللہ، ان لوگوں میں یا اس مُلک میں حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ایسے بندہ کو پیدا کیا ہے کہ جس کے پاس اس سبحانہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے آتے ہیں اور وہ ان کی طرف التفات نہیں کرتا۔

(۵۶) یاقوتہ ﷺ:۔ اس رسالہ شریفہ کی تکمیل کے بعد جب میں نے اس کو حضرت (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ سبحانہٗ کی خدمت میں پیش کیا اور انھوں نے تمام کو سماعت فرمایا تو حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے روضۂ متورہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے (وہاں سے واپس آکر) مخدوم زادہ مخزن الاسرار حضرت محمد عبیداللہ (قدس سرہٗ) سے فرمایا کہ میں پیر دستگیر کے حضور میں جا کر متوجہ ہوا کہ ان تمام چیزوں کے بارے میں جو کہ لکھی گئی ہیں پسندیدگی کا اظہار ہے یا نہیں۔ حضرت (مجدد الفِ ثانی) قدس سرہٗ نے اسقدر زیادہ الطاف وعنایات فرمائیں کہ ابتک اس قسم کی الطاف وعنایات بہت کم ظاہر ہوئی ہوں گی، ہم دیکھتے تھے گویا کہ کمال عنایت کی وجہ سے ہمارے گرداگرد گھوم رہے ہیں اور مسرت وشادمانی کا اظہار فرما رہے ہیں، اُس روز صبح کی نماز کے بعد جب میں حلقۂ ذکر ومراقبہ میں بیٹھا تو دیکھا کہ دو شخص دو خوان (طشت) ہاتھ میں لئے ہوئے مسجد کے دونوں دروازوں سے ہمارے سامنے آئے اُن میں سے ایک کی حقیقت اچھی طرح واضح ہوئی کہ اس نے کیا لا کر ہمارے سامنے رکھا میں نے دیکھا کہ اس میں آبدار جواہر ویواقیت کی مانند چمکدار چیزیں رکھی ہیں اس اثنا میں اس شخص نے جواہرات سے مرصع ایک تاج ہمارے سر پر رکھا انتہیٰ۔

راقم الحروف کہتا ہے اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ اس رسالہ کو یاقوتِ احمر (کے نام) سے موسوم کرنا اس معرفت کے موافق واقع ہوا، اور اس کا نام رکھنے کے لئے نہایت موزوں وجہ ظاہر ہوئی ــــ

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العلمين ہ

تمّت

حق سبحانہ وتعالیٰ عزوجل کا بے حد و بے انتہا شکر ہے

کہ عاجز کے ہاتھوں اس متبرک رسالہ کا ترجمہ مکمل ہوا

گر قبول افتد زہے عزو شرف

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سجادہ نشینی کا پینتیسواں سال (۳۵) (از یکم ربیع الاول سنہ ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۷ء)

(حضرت عروۃ الوثقیٰ کی حرمین شریفین کی زیارت اور فریضۂ حج کی سعادت میں مشغولیت اور ہندوستان میں اسلامی انقلاب)

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ اواخر ذی الحجہ سنہ ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۷ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے، سنہ ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء میں حج کی سعادت حاصل ہوئی، پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے، وہاں سے مکہ مکرمہ ہوتے ہوئے سنہ ۱۰۶۹ھ / ۱۶۵۹ء کے اواخر میں وطن مالوف تشریف لے آئے، یہ مبارک سفر پورے دو سال میں بحسن وخوبی انجام پذیر ہوا۔ حج کے واقعات وکیفیات، واردات ومکشوفات اور انوار وفیوضات آپ "یواقیت الحرمین" میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب حضرت عروۃ الوثقیٰ کے حجاز مقدس تشریف لیجانے کے بعد واپسی تک ہندوستان میں جو حالات پیدا ہوئے اُن کا مختصر تذکرہ صاحب روضۃ القیومیہ کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:۔

جب داراشکوہ کو ہندوستان پر پوری طرح تسلّط حاصل ہوگیا تو اس نے شاہجہاں کے پاس امور سلطنت اور رعایا کی خبریں پہنچنی بند کردیں اور نہ ہی بادشاہ کی خیروعافیت عـــہ کی اطلاع رعایا کو دیتا حتیٰ کہ شاہزادوں کے خطوط بھی بادشاہ تک پہنچنے کی ممانعت دی، بلکہ بادشاہ کی طرف منسوب کرکے اپنی حسب منشا خطوط کے جوابات دینے اور جملہ احکامات جاری کرنے لگا۔ اورنگ زیب کو جب اِن حالات کا علم ہوا تو اس کو بہت غصہ آیا اور اس نے جنگی کارروائی کرنے سے پہلے برہان پور میں کافی وقت گزارا کہ شاید شاہجہاں تندرست ہوکر سلطنت خود سنبھال لے۔ برہان پور کے دورانِ قیام میں اس نے وہاں کے علماء ومشائخ سے ملاقاتیں کیں اور ان کی ہمدردیاں حاصل کیں۔ نقشبندی صاحبزادگان پہلے سے اس کے ساتھ تھے۔ خود حضرت عروۃ الوثقیٰ حرمین شریفین تشریف لیجانے سے قبل اورنگ زیب سے ملاقات کرچکے تھے عـــہ

عـــہ صاحب منتخب اللباب لکھتے ہیں کہ "۷ ذی الحجہ سنہ ۱۰۶۷ھ کو شاہجہاں بیمار ہوا اور مرض بگڑ کر حبس بول ہوگیا۔ داراشکوہ مملکت کا ولیعہد بنا بیٹھا تھا۔ ۔ ۔ ۔ اس پر صوفی مشرب ملحدوں کی صحبت کا بڑا اثر تھا۔ ۔ ۔ ۔ اس کی مجلس میں برہمن اور گوسائیں جمے رہتے تھے اور اس کی خام خیالیوں کی تائید وموافقت کرتے رہتے تھے۔ جب شاہجہاں کی بیماری شدید ہوگئی تو داراشکوہ نے سلطنت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی اور صوبوں کے جو نمائندے دربار میں تھے ان سے اس بات کے مچلکے لے لئے کہ وہ دربار کی کوئی بات لکھ کر نہیں بھیجیں گے، بنگالہ، احمد آباد اور دکن کے راستوں کی ناکہ بندی کرادی، ان پابندیوں کے باوجود تشویش انگیز خبریں پھیلتی رہیں اور شرپسند عناصر قانون شکنی پر اُتر آئے اور ملک میں فتنہ وفساد پھیل گیا۔ (حصہ سوم ص ۲۳)

عـــہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ان سب باتوں کے علاوہ جب اورنگ زیب کو شاہجہاں بادشاہ کی صحت و عافیت کی کوئی خبر نہ مل سکی اور حالات کو زیادہ بگڑتا ہوا محسوس کیا تو وہ مجبوراً جنگی کارروائی کے لئے تیار ہوا اور اس نے مراد بخش کو اپنے ساتھ ملا کر چالیس ہزار سوار اپنے ہمراہ لیکر ہند کا رُخ کیا۔ یہ دونوں دریائے نربدا کے پار آگئے۔ جب اُن کی آمد کی خبر دارا شکوہ کو ہوئی تو بادشاہ کی طرف سے ان کو حکم امتناعی صادر کر دیا لیکن اورنگ زیب نے کہلا بھیجا کہ تم اتنی مدت باپ کی خدمت میں رہے ہو اب ہمیں ان کی خدمت میں رہنے دو۔ دارا شکوہ نے دوبارہ حکم امتناعی بھیجا لیکن اورنگ زیب نے پروانہ کی اور اکبرآباد کا رخ کیا۔ جب دارا شکوہ نے دیکھا کہ اورنگ زیب سر پر چلا آرہا ہے تو مجبوراً ہندوستان کے مہاراجہ (جسونت) سے کہا کہ جس طرح بھی ہو سکے اورنگ زیب کو ہندوستان نہ آنے دو۔ مہاراجہ ایک کثیر لشکر لیکر اورنگ زیب سے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ نیز دارا شکوہ نے قاسم خاں نامی ایک رکنِ سلطنت کو بھی ایک کثیر فوج دیکر مہاراجہ کے ساتھ کیا۔ ابھی یہ دونوں مالوہ پہنچے تھے کہ اورنگزیب سر پر آپہنچا۔ مہاراجہ (جسونت) نے اورنگ زیب کو پیغام بھیجا کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ واپس چلے جاؤ ورنہ میں تمہیں آگے بڑھنے نہیں دونگا۔ اورنگ زیب نے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے فرزند محمد اشرف کی خدمت میں (جنہیں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ تسلّی کے لئے اُس کے پاس چھوڑ گئے تھے) دعا و توجہ کی درخواست کی۔ آپ نے توجہ باطنی کے بعد فرمایا کہ انشاء اللہ آپ کی فتح ہوگی اور چونکہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کا باطن مبارک (دلی توجہ) آپ کی طرف ہے اس لئے نہ صرف یہ فتح بلکہ اور بہت سی فتوحات کی بھی قوی امید ہے[ع]۔ اورنگ زیب یہ خوشخبری سُن کر نہایت فرحاں و شاداں ہوا اور فاتحہ پڑھ کر جنگ کے لئے روانہ ہو گیا دونوں طرف سے جنگ کا بازار گرم ہوا، آخر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اورنگ زیب کو فتح حاصل ہوئی اور مہاراجہ شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا، اورنگ زیب شکرِ الٰہی بجالایا[۱]۔

ع: منتخب اللباب میں اسی طرح کا ایک واقعہ درج ہے کہ "جب ۲۵ جمادی الاول ۱۰۶۸ھ کو سواری برہان پور پہنچی تو اورنگ زیب نے برہان پور کے مشہور بزرگ شیخ برہان سے ملنے کی خواہش کی، بڑے اصرار اور کوشش کے بعد ملاقات کی اجازت ملی، اورنگ زیب شیخ کے ایک مقرب کے ہمراہ ان کی زیارت کے لئے گیا اور ان سے فاتحہ اور دعا کی درخواست کی۔ شیخ نے فرمایا "تم بادشاہ ہو تمہارے لئے ہم فقیروں کی دعا و فاتحہ کی کیا ضرورت، ہاں تم عدل و انصاف اور رعیت پروری کے قصد سے دعا مانگو ہم بھی تمہارے ساتھ دعا کے لئے ہاتھ اٹھالیں گے۔" شیخ کے مقرب نے اس مبارک کلام کو سنتے ہی اورنگ زیب کو سلطنت کی مبارکباد دی۔ دعا اور فاتحہ کے بعد شیخ نے نصیحت کے طور پر چند کلمے کہے اور تبرک وغیرہ دیکر رخصت کیا۔

(منتخب اللباب حصہ سوم ص ۳۰ و ۳۱)

۱: روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۰۶ و ۱۰۷)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جب اورنگ زیب دکن سے آیا تو شجاع بھی بنگال سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوگیا ــــ داراشکوہ نے اس کے مقابلے پر اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو روانہ کیا تھا، اتفاقاً سلیمان شکوہ شجاع پر غالب آگیا اور شجاع شکست کھا گیا۔ جب اس فتح کی خبر داراشکوہ نے سُنی تو باپ (شاہجہاں بادشاہ) سے کہا کہ حکم ہو تو خوشی کا نقارہ بجایا جائے، شاہجہاں نے کہا کہ تمہارے بیٹے کو فتح نصیب ہوئی ہے تم خوشی کے نقارے بجاؤ، میرے بیٹے کو تو شکست ہوئی ہے میں کیوں خوشی کے نقارے کا حکم دوں۔ اتنے میں اورنگ زیب کی فتح اور راجہ جسونت کی شکست کی خبر پہنچ گئی تو داراشکوہ بہت گھبرایا اور چاروں طرف سے لشکر جمع کر کے اکبر آباد کے قریب اس کا مقابلہ کیا۔ شاہجہاں نے داراشکوہ کو بہت سمجھایا کہ تمہارا اورنگ زیب کے مقابلہ پر جانا مناسب نہیں وہ تم سے ضرور لڑے گا کیونکہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی دعائیں اس کے شاملِ حال ہیں، اغلب ہے کہ وہ تجھ پر فتح پا جائے، لہٰذا اس کے مقابلے پر مجھے جانے دو، وہ مجھ سے جنگ نہیں کرے گا اور میں اُسے دم دلاسا دیکر تیرا مطیع بنا دوں گا۔ داراشکوہ نے کہا کہ آپ اس بات سے نہ ڈریں کہ میں آپ کے بیٹے کو قتل کر دونگا خاطر جمع رکھیں میں اُسی گوشۂ کمان سے زندہ پکڑ کر لے آؤں گا۔ آخر داراشکوہ تمام لشکر اور ارکانِ سلطنت کو ہمراہ لیکر اورنگ زیب کے مقابلہ پر آیا اور بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی، اتفاق سے اورنگ زیب کے لشکر سے ایک بارود کا گولہ داراشکوہ کے ہاتھی پر پڑا جس سے فیل بان جل گیا دوسرا گولہ فیلبان کے پیچھے فدائی پر پڑا وہ بھی مر گیا تیسرا گولہ ہاتھی کی عماری پر پڑا۔ داراشکوہ یہ حالت دیکھ کر مجبوراً ہاتھی سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ لشکر نے داراشکوہ کو ہاتھی پر نہ دیکھا تو خیال کیا کہ وہ مر گیا ہے اس لئے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ داراشکوہ لشکر کے بھاگنے سے مجبور ہو کر خود بھی بھاگ گیا۔ اورنگ زیب نے اس کے پیچھے لشکر روانہ کیا لیکن وہ شاہجہاں آباد سے بھی بھاگ گیا۔ اورنگ زیب فتح کی خوشی میں سجدۂ شکر بجا لایا عـــہ۔

عـــہ کہتے ہیں کہ شاہجہاں نے داراشکوہ کو بھائیوں کے مقابلے پر فوج کشی کرنے کی بارہا مخالفت کی اور اس سے یہ بھی کہا کہ "تمہارے جانے سے دونوں بھائیوں کی مخالفت اور زیادہ شدید ہو جائے گی" یہاں تک کہ شاہجہاں نے طے کر لیا کہ دونوں بیٹوں کو سمجھانے اور صلح صفائی کرنے کی خاطر وہ خود جائے گا چنانچہ پیش خانہ شاہی کو شہر سے باہر لگانے کا حکم بھی صادر کر دیا لیکن داراشکوہ کسی طرح اس بات پر راضی نہ ہوا۔ (منتخب اللباب حصہ سوم ص ۳۸)

عـــہ یہ جنگ ۶ رمضان ۱۰۶۸ھ کو سموگڑھ کے قریب ہوئی۔ (ایضاً ص ۳۹)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ حقیقت واضح کردی جائے کہ دراصل یہ جنگ داراشکوہ اور اورنگ زیب کے درمیان نہ تھی بلکہ حق اور کفر کا معرکہ تھا، شریعت کے پابند اور دینِ اسلام کو فروغ دینے والے مجددی حضرات کا آزاد مشرب وحدتِ ادیان کے عقیدہ والوں سے ٹکراؤ تھا۔ اسی لئے حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کی اولادِ امجاد نے اس جنگ میں گہری دلچسپی لی اور ان کا لشکرِ دعا، اورنگ زیب کے لشکرِ غزا کے ساتھ رہا۔

محترم جناب صباح الدین عبد الرحمٰن صاحب نے "بزمِ تیموریہ" میں دارا کے عقائد کا تذکرہ کیا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے، اس سے ناظرین کو اس کے عقائد کا صحیح اندازہ ہو سکے گا، لہذا اس کا خلاصہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"علمی حیثیت سے تیموری شہزادوں کا گل سرسبد داراشکوہ تھا. وہ ایک باکمال مصنف، شاعر اور خطاط تھا، اس کو شروع میں تصوف اور بعد میں ہندو مذہب سے گہرا شغف ہو گیا تھا (ص ۳۹۶)......
"سفینۃ الاولیاء" دارا کی پہلی تصنیف ہے جو اس نے اپنی عمر کے پچیسویں سال ۱۰۴۹ھ میں لکھی اس میں اول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہے، پھر خلفائے راشدین... ان کے بعد اولیاء اللہ کے احوال ہیں وغیرہ۔ تمام تذکرہ نویسوں نے اس کو ایک مستند تذکرہ قرار دیا ہے (ص ۳۹۷)......
"سکینۃ الاولیاء" دارا نے یہ کتاب اپنی عمر کے اٹھائیسویں سال ۱۰۵۲ھ میں لکھی (ص ۳۹۸)... (اس میں) دارا نے راہ سلوک کی منزلیں جس طرح طے کیں اس کا حال اس طرح لکھتا ہے: "جمعرات کے روز چوبیس سال کی عمر میں خواب میں فرشتے نے مجھے آواز دی اور چار مرتبہ کہا کہ "تجھے اللہ تعالیٰ ایسی چیز عنایت کرے گا جو روئے زمین پر کسی بادشاہ کو نصیب نہیں ہوئی.... یہاں تک کہ ۲۹ ماہ ذی الحجہ ۱۰۴۹ھ کو ایک دوست کی صحبت میں... جو بات دوسرے لوگوں کو ایک مہینے میں حاصل ہوتی تھی وہ مجھے پہلی رات میں مل گئی... اور بغیر ریاضت کے یکبارگی پہنچ گیا.... اور میں جو چاہتا تھا وہ مجھے مل گیا ص ۵" (۳۹۹)... دارا کو اپنے مرشد ملا جیو سے والہانہ عقیدت تھی، وہ ایک قصبہ "باری" میں عزلت نشین تھے اس لئے دارا ان کو باری تعالیٰ کہتا تھا (حسنات العارفین ص ۳۰) (۴۰۰)..... دارا حسنات العارفین کی تمہید میں لکھتا ہے کہ "وجد و ذوق" کی حالت میں اس کے منہ سے ایسے کلمات بلند حقائق نکل جاتے تھے جن کو سن کر "پست فطرت، دون ہمت اور زاہدِ خشک" نے اپنی کوتاہ بینی سے اس پر تکفیر کے فتاوے صادر کئے.... اور اسی مقام کے وجد و ذوق میں وہ صوم و صلوٰۃ سے مستغنی ہو گیا (ص ۴۰۱)......

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

"مجمع البحرین، یہ کتاب دارا نے اپنی عمر کے بیالیسویں[42] سال میں لکھی، اس میں اسلام اور ہندو مذہب کو ایک ہی سمندر کے دو دھارے بتایا ہے اور ان دونوں کو ملانے کی کوشش کی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اسلامی تصوف اور فلسفۂ ویدانت میں لفظی اختلاف کے سوا کوئی اور فرق نہیں۔ توحید کے شیدائی ان دونوں میں سے جس کی بھی تقلید کریں حقانیت کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت پہ دارا کو مرتد اور ملحد قرار دیا گیا اور آگے چل کر اس کے یہی عقائد اس کے زوال اور موت کا سبب بنے (ص ۳۰۲)

..... دارا کی تصانیف پانچ ہیں اس کے بعد اس نے زیادہ تر ہندو مذہب کی کتابوں کے ترجمے کئے یا کرائے، ان ترجموں کی تمہید میں دارا نے اپنے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ حنفی المشرب اور سلسلۂ قادریہ کا پیرو ہونے کے بجائے رفتہ رفتہ ہندو ہونے کی کوشش کر رہا تھا یا کم از کم وہ اپنے عقائد کو ایسے سانچے میں ڈھال رہا تھا کہ ہندو اس کی طرف مائل ہو کر تخت و تاج کے حصول میں اس کے معاون اور مددگار ہوں (ص ۳۰۳)

سرِّ اکبر[1]: یہ اوپنشد کے پچاس ابواب کا فارسی ترجمہ ہے جو دارا شکوہ نے ۱۰۶۷ھ میں بنارس کے پنڈتوں کی مدد سے کیا۔ اس کتاب میں بسم اللہ کے بجائے گنیش جی کی تصویر دی ہے اور دیباچہ میں لکھا ہے کہ اصل قرآن مجید یہی ہے (نعوذ باللہ) اس کی وجہ تصنیف کے متعلق وہ خود لکھتا ہے: (نعوذ باللہ نقلِ کفر کفر نباشد) "— "جب یہ فقیر بے اندوہ محمد دارا شکوہ ۱۰۵۰ھ میں کشمیر جنت نظیر گیا تھا تو ... حضرت ملا شاہ سلمہ اللہ سے سیادت اور ارادت حاصل کی ... لیکن طلب توحید میں جو ایک بحر بیکراں ہے اور بھی تشنگی ہر وقت بڑھتی گئی دقیق مسائل ذہن میں آتے تھے جن کا حل بجز کلام الٰہی اور اسناد ذات نامتناہی کے ممکن نہ تھا چونکہ قرآن مجید و عظیم اور فرقانِ کریم کی اکثر باتیں رمز کی ہیں ... اس لئے میں نے چاہا کہ تمام آسمانی کتابوں کو پڑھوں .... میں نے توریت انجیل، زبور اور دوسری کتابیں پڑھیں لیکن ان میں بھی توحید کا بیان مجمل اور اشارات میں تھا ......

---

[1] دارا کے عقائد کی تلاش و جستجو میں اتفاقاً اس کمترین عاجز محمد اعلیٰ عفی عنہ کو ایک محترم دوست سے دارا کی تصنیف "سرِّ اکبر" فارسی ملی۔ یہ کتاب ۱۹۱۰ء میں طبع ہوئی، اس کے دیباچہ کی پیشانی پر لفظ "بسم اللہ اوم" درج ہے، یعنی بسم اللہ اور اوم ایک ہی بات ہے نیز اس کے نیچے باریک حروف میں "رب یسر و تمم بالخیر" بھی لکھا ہوا ہے۔ انہی محترم دوست سے "سری بھگوت گیتا فیضی منظوم" کا نسخہ بھی ملا جو ۱۹۰۸ء کا مطبوعہ ہے۔ اس کی ابتداء میں پیشانی پر باریک حروف میں "سری کرشن ارجن سنباد" لکھا ہوا ہے اور اس کے نیچے غالباً انہی دونوں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ یہ دونوں کتابیں "ہیرا لال پریس جے پور" کی مطبوعہ ہیں۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس لئے اس بات کی فکر میں ہوا کہ ہندوستان وحدتِ عیان میں توحید کی گفتگو کیوں بہت زیادہ ہے،
اور قدیم ہند کے ظاہری اور باطنی علماء کو وحدت سے انکار اور موحدوں پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ ان پر
اعتبار ہے، برخلاف اس کے جہلائے وقت (دبیدار علماء) خداشناسوں اور موحدوں کے قتل، کفر اور انکار میں
مشغول ہیں (ص ۴۰۳ و ص ۴۰۴) . . . . ان باتوں کی تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اس قوم قدیم (یعنی ہندوؤں)
کے درمیان تمام آسمانی کتابوں سے پہلے چار آسمانی کتابیں تھیں: رگ بید، سام بید، اتھربن بید . . . . .
اور محض توحید کے اشغال اس میں درج ہیں جس کا نام اپنکھت ہے، . . . . اس لئے چاہا کہ ان اپنکھت کو
جو کہ توحید کا خزانہ ہے . . . . لفظ بلفظ بالمقابل ترجمہ کر کے سمجھوں . . . . . . سنہ ۱۰۶۷ھ میں
بے غرضی کے ساتھ اس کا ترجمہ کیا اور توحید کے متعلق ہر قسم کی مشکل اور اعلیٰ باتیں جن کا میں طلبگار تھا
لیکن حل نہیں پاتا تھا، اس قدیم کتاب کے ذریعہ سے معلوم ہوئیں جو بلا شک وشبہ پہلی آسمانی کتاب ہے
اور بحرِ توحید کا سرچشمہ ہے اور قدیم ہے اور قرآن مجید کی آیت بلکہ تفسیر ہے (ص ۴۰۴) اور صراحتاً ظاہر ہوتا ہے
چونکہ اپنکھت کہ ایک مخفی راز ہے، اصل وماخذ ہے اور قرآن مجید کی آیتیں بعینہٖ اس میں پائی
جاتی ہیں پس تحقیق کہ چھپی ہوئی کتاب یہی کتاب قدیم ہے" (ص ۴۰۵)۔

مولانا شبلی مرحوم نے "سرِ اکبر" کے نسخہ کو سنہ ۱۹۰۶ء میں ندوۃ العلماء کے سالانہ اجلاس منعقدہ بنارس کی علمی نمائش گاہ میں دیکھا تھا۔ اس کتاب کے دیباچہ کو پڑھ کر ان پر جو اثرات طاری ہوئے ان کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ "عالمگیر نے داراشکوہ کے مقابلہ کا جب قصد کیا تو اس کا یہ سبب ظاہر کیا کہ داراشکوہ بدعقیدہ اور بددین ہے اس لئے اگر وہ ہندوستان کا فرمانروا ہوا تو ملک میں بددینی پھیل جائے گی۔ عام مورخوں کا خیال ہے کہ یہ محض ایک فریب تھا، نہ داراشکوہ بے دین تھا اور نہ عالمگیر کی مخالفت کا یہ سبب تھا، دلوں کا حال خدا کو معلوم، لیکن اس کتاب کے دیباچہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ داراشکوہ بالکل ہندو بن گیا تھا اور کچھ شبہ نہیں کہ اگر وہ تختِ شاہی پر متمکن ہو جاتا تو اسلامی شعار اور خصوصیات بالکل مٹ جاتے۔ (مقالاتِ شبلی ج ۲ ص ۱۰۱) (بزم تیموریہ از ص ۳۹۶ تا ص ۴۰۵)

مزید بلاحظہ ہو داراشکوہ اپنے ایک خط میں شاہ دلربا کو لکھتا ہے "الحمد للہ الحمد للہ کہ از برکتِ صحبتِ ایں طائفہ شریفہ مکرمہ معظمہ از دلِ ایں فقیر اسلامِ حقیقی برخاست وکفرِ حقیقی رو نمود، اکنوں قدرِ کفرِ حقیقی دانستم زنار پوش و بت پرست بلکہ خود پرست و دیر نشین گشتم ؎ مسلماں گر بدانستے کہ بت چیست ٭ بدانستے کہ دیں در بت پرستی است
(نجیب اشرف، رقعات عالمگیری مطبوعہ اعظم گڈھ سنہ ۱۹۳۰ء ص ۳۲۲)

لہ سرِ اکبر مطبوعہ سہلال پریس جیپور میں ہے "چہار کتب آسمانی کہ رگ وید و یجر وید و سام وید و اتھربن وید ست"۔ محمد اعلیٰ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اورنگ زیب نے فتح کے بعد باپ سے ملاقات کرنے کے بارے میں ایک عریضہ لکھا اور مراسلت کے بعد ملاقات کے لئے ایک دن مقرر ہوا۔ اسی اثنا میں ایک جاسوس شاہجہاں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک خط اورنگ زیب کے پاس لایا جو اس نے داراشکوہ کی طرف اس مضمون کا لکھا تھا کہ "تو شاہجہاں آباد کے گرد و نواح میں رہ فلاں روز اورنگ زیب میری ملاقات کو آئیگا تو میں اُسے پکڑ کر قید کر لوں گا اور تجھے تخت پر بٹھا دونگا۔" اورنگ زیب کو یہ خط دیکھ کر بہت ملال ہوا اور اس نے باپ کی ملاقات کے لئے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ جب مقررہ دن آیا تو شاہجہاں نے تمام شہر کو سجانے کا حکم دیا اور قلعہ کی آرائش کرائی اور بیٹے (اورنگ زیب) کی آمد کا انتظار کرنے لگا لیکن جب اورنگ زیب نہ آیا تو شاہجہاں کو بڑا تعجب ہوا۔ دوسرے دن اپنی بڑی بیٹی جہاں آرا بیگم کو اُس کے پاس بھیجکر نہ آنے کی وجہ پوچھی، اورنگ زیب نے جواب میں شاہجہاں کا وہی خط پیش کر دیا۔ خط کو دیکھ کر جہاں آرا بیگم اپنا سا منہ لیکر واپس آگئی اور باپ سے سارا حال بیان کر دیا۔ بعد ازاں اورنگ زیب نے اپنے لڑکے محمد سلطان کو شاہجہاں کے پاس بھیجا کہ داداجان کی خدمت میں حاضر ہو کر آدابِ شاہی بجالائے اور اپنا بندوبست کر کے سارے شہر اور قلعہ میں اپنے آدمی مقرر کردے چنانچہ وہ شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہو کر آداب بجالایا[له] ع۵

ع۵ ان واقعات کو تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں صاحب منتخب اللباب لکھتے ہیں "شاہجہاں اور اورنگ زیب کے درمیان خط و کتابت کا طویل سلسلہ جاری رہا جن میں گلہ، شکوہ، خفگی، غصہ کا اظہار ہوتا رہا (حصہ سوم ص ۱۰۶) — تیرے باپ (شاہجہاں) کے پاس سے ایک اور شفقت نامہ پہنچا جس میں ضروری نصیحتیں درج تھیں، خط کے ساتھ ایک بڑی قیمتی تلوار جس کا نام عالمگیر تھا شاہجہاں نے بھیجی۔ تیموری خاندان میں اس سے اچھی تلوار نہیں دیکھی گئی۔ اورنگ زیب کی محفل کے نکتہ سنج لوگوں نے "عالمگیر" نامی تلوار کے آنے کو ایک اچھا شگون قرار دیا اور مژدۂ غیبی کی رعایت سے اورنگ زیب کا لقب "عالمگیر" تجویز کیا (ایضاً ص ۴۸) غرضکہ جب عالمگیر کو یقین ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت کا میلانِ طبع دارا شکوہ کی طرف ہی ہے تو اس نے باپ سے ملاقات کا ارادہ فسخ کر دیا اور اپنی جگہ شہزادہ محمد اعظم کو مامور کیا کہ وہ قلعہ میں دادا کی خدمت میں تقرب خاں اور اسلام خاں کے ہمراہ حاضر ہو کر معذرت آمیز پیغام پہنچائے۔ شہزادے نے دادا کے پاس حاضر ہو کر پانچ سو اشرفی اور چار ہزار روپیہ کا نذرانہ پیش کیا۔ صاحبقران ثانی (شاہجہاں) نے بادلِ خواستہ و ناخواستہ محمد اعظم کو اپنے سینے سے لگالیا، پھر اُسے آنسو بہاتے ہوئے لطف و عنایت سے رخصت کیا (ایضاً ص ۵۰) بعد ازاں ۱۷ رمضان ۱۰۶۸ھ کو عالمگیر نے شہزادہ محمد سلطان کو حکم دیا کہ وہ قلعۂ اکبرآباد میں داخل ہو جائے اور قلعہ کے دروازے پر اپنے آدمیوں کو متعین کر دے پھر دادا کی خدمت میں حاضر ہو کر نظربندی کی اطلاع دیدے (ایضاً ص ۵۲) عالمگیر نامہ کے تینوں مؤلفین نے اعلیٰ حضرت کی نظربندی کا مجملاً ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ نظربندی خود اعلیٰ حضرت کی مرضی سے عمل میں آئی تھی (ایضاً ص ۴۸) (باقی حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)۔

له روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۰۸، ۱۰۹۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بعد ازاں اورنگ نے تختِ شاہی پر بیٹھ کر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا ۔[۱]
اسی اثنا میں ایک جاسوس نے مراد بخش کی فتنہ انگیزی اورنگ زیب پر ظاہر کر دی اس لئے اورنگ زیب نے مراد بخش کو گرفتار کر لیا۔
شجاع نے جب سلیمان شکوہ سے شکست کھائی تو دوبارہ لشکر جمع کر کے چڑھ آیا۔ اورنگ زیب کو اس کے مقابلے کیلئے بھی جانا پڑا۔ یہ جنگ بھی بہت شدید اور گھمسان کی لڑی گئی۔[۵] چونکہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا فضل و کرم

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "رائحۃ العبیر فی لائحۃ عالمگیر" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اورنگ زیب نے باپ کو ایک عریضہ لکھا کہ بعض باتیں ایسی سننے میں آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت (یعنی شاہجہاں بادشاہ) مجھ کو قید کرنا چاہتے ہیں لہذا میں فی الحال حاضر ہونے سے قاصر ہوں"
اس پر شاہجہاں نے ایک اور خط اورنگ زیب کو تحریر کیا جس میں لکھا تھا کہ "ہم تو دنیا کو ترک کر چکے ہیں اور گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر خدا کو یاد کر رہے ہیں اب سلطنت جس کا جی چاہے سنبھال لے خواہ تم خواہ کوئی اور"۔ اس پر اورنگ زیب ایک ہفتہ تک برابر سوچتا رہا کہ اب کیا کرنا چاہیے کیونکہ ابھی تک اس کا ارادہ یہ تھا کہ دارا کا فساد رفع کر کے باپ کو جسے دارا نے فی الحقیقت معزول کر دیا ہوا تھا تخت پر بٹھا دے اور خود اس کی خدمت کرے۔ مگر اب اس نے یہ سوچا کہ اگر عنانِ سلطنت شاہجہاں کے ہاتھ میں دیدی جائے تو دارا ضرور پھر آ جائے گا اور خانہ جنگیاں پھر شروع ہو جائیں گی اور تمام ملک برباد ہو جائے گا پس اس نے بحالات نظر مناسب جانا کہ باپ جیسا کہ وہ خود کہتا ہے گوشۂ تنہائی اختیار کر ہی چکا ہے اور بیماری کے سبب حکومت کے قابل بھی نہیں رہا، بہتر یہی ہے کہ عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لی جائے اور دارا کی ناہنجاریوں کے سبب جو نقصان اس اسلامی سلطنت کو عنقریب پہنچنے والا تھا اس کا انتظام کیا جائے (ص ۱۶، ۱۷)
—— شاہجہاں ناکام رہا اور خود قید ہو گیا لیکن عالمگیر اس کے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کرتا رہا اور مہماتِ سلطنت میں باپ سے مشورہ لیتا رہا اور اس پر عمل کرتا رہا (ص ۲۱)
[۵] یہ لڑائی کھجوہ (اٹاوہ کے قریب) کے مقام پر ۱۷ ربیع الثانی ۱۰۶۹ھ کو ہوئی۔ اس میں بھی اورنگ زیب کی شجاعت و بہادری کا ایک واقعہ خاص طور قابلِ ذکر ہے، ملاحظہ ہو۔ "عالمگیر کی اس دلیری اور جرأت کو دیکھ کر حملہ آور غنیم مرعوب ہو گیا اور شجاع کی فوج میں بڑی افراتفری مچ گئی۔ . . . مگر ان کے تین مست جنگی ہاتھی جو سیاہ پہاڑ کی طرح نظر آتے تھے اپنی سونڈوں میں دو دو تین تین من کی لوہے کی زنجیریں ہلاتے جس طرف بھی نکل جاتے اور حملہ کرتے زمین پر صف کی صف بچھا دیتے تھے یہاں تک کہ ایک ہاتھی شاہی سواری کی طرف بھی جھپٹ کر آ نکلا۔ مست جنگی ہاتھی سر پر چلا آ رہا تھا مگر بادشاہ کی عزیمت و استقلال کا یہ حال تھا کہ وہ ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا بلکہ اس نے اپنے ہاتھی کے پاؤں میں زنجیریں ڈلوا دیں اور ایک محافظ سپاہی کو جو ماہر نشانہ باز تھا حکم دیا کہ بندوق کا فائر کر کے فیلبان کو گرا دے، حکمِ شاہی پر جلال خاں بندوقچی نے گولی مار کر فیلبان کو گرا دیا اور شاہی مہاوت نے جلدی سے اس ہاتھی پر سوار ہو کر ہاتھی کو قابو میں کر لیا۔ (منتخب اللباب حصہ سوم ص ۷۱)
[۱] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۰۸ و ۱۰۹)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اورنگ زیب کے شامل حال تھا اس لئے اس جنگ میں بھی اس کو فتح مبین حاصل ہوئی اور شجاع شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اس موقع پر ایک شخص نے شجاع سے کہا کہ تم شاہ نعمت اللہ ولی کے مرید ہو اور اورنگ زیب حضرت عروۃ الوثقیٰ کا مرید ہے، اورنگ زیب کو اپنے پیر کی توجہ سے سلطنت ملی، لیکن تمہارے پیر کی توجہ نے تم کو کچھ فائدہ نہ دیا۔ شجاع نے جواب دیا کہ سلطنت تو مجھ سے چھن گئی اب میرے دین میں کیوں خلل ڈالتے ہو، میں خدا کی خاطر مرید ہوا تھا سلطنت کی خاطر تو نہیں ہوا تھا[۱]۔ مشہور ہے کہ شجاع ایسا مفقود الخبر ہوا کہ پھر کسی کو پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں گیا اور اس کا حشر کیا ہوا[۲]۔

اسی طرح دارا شکوہ بھی شکست کے بعد لشکر جمع کر کے اجمیر پہنچ گیا، اورنگ زیب بھی اس کے مقابلے کے لئے تیار ہوا لیکن حضرت شیخ سعد الدین فرزند حضرت خواجہ محمد سعیدؒ نے اورنگ زیب سے فرمایا کہ اس جنگ کا سپہ سالار کسی اور شخص کو مقرر کرو کیونکہ سپہ سالار پر مصیبت معلوم ہوتی ہے چنانچہ اورنگ زیب نے آپ کے حکم کے مطابق ایک رکنِ سلطنت شیخ میر کو سپہ سالار مقرر کر کے دارا شکوہ کے مقابلے کے لئے بھیج دیا اور خود بھی اس کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ طرفین میں سخت جنگ ہوئی، شیخ میر ہاتھی پر سوار تھا جب تیروں کی بوچھاڑ سے سخت زخمی ہو گیا تو وہ تکیہ کا سہارا لیکر اس طرح بیٹھ گیا کہ کوئی اُسے مُردہ تصور نہ کرے، نیز جو فدائی اس کے پیچھے بیٹھا تھا اس کو تاکید کر دی کہ میرے مرنے کے بعد میرے ہاتھ کو پکڑ کر اشارہ کرتے رہنا تاکہ لوگوں کو معلوم رہے کہ میں زندہ ہوں۔ اتنے میں اورنگ زیب بھی مزید فوج لیکر مدد کو آپہنچا، دارا شکوہ شکست[۵] کھا کر بھاگ کھڑا ہوا، آخر کار گرفتار کر کے قتل کرا دیا گیا[۳]۔

شاہجہاں نے اپنے فرزندوں کے قتل کی خبر سن کر سخت افسوس کیا اور کہا "یہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی بددعا سے شہریار کے بیٹوں کا بدلہ لیا گیا ہے"[۴]۔

---

[۱] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۱۰ و ۱۱۱۔ [۲] منتخب اللباب حصہ سوم ص ۱۱۳۔ [۳] یہ واقعہ منتخب اللباب حصہ سوم ص ۸۲ پر "مردہ سپہ سالار" کے عنوان سے درج ہے۔ [۴] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۱۳۔

[۵] دارا شکوہ اور اس کا بیٹا سپہر شکوہ اس جنگ میں بھی شکست کھا کر بھاگ گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد ان کے رفیقوں نے ہی گرفتار کرا دیا۔ آخر کار دارا شکوہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۶۹ھ کو قتل کر کے ہمایوں کے مقبرے میں دفن کر دیا گیا اور اس کے بیٹے سپہر شکوہ کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ (منتخب اللباب ص ۹۳ و ۹۴ و مآثر عالمگیری ص ۳۶)

عالمگیر کے بلند حوصلہ کو ملاحظہ فرمائیں کہ اس تے دارا شکوہ کے اسی لڑکے سپہر شکوہ کو جو باپ کی طرف سے عالمگیر کے ساتھ جنگ کرتا رہا تھا فی الوقت قلعۂ گوالیار میں نظر بند کر دیا پھر ۲۱ شوال ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۳ء کو قبلۂ عالم (عالمگیرؒ) نے اپنی دختر ثریا نقاب زبدۃ النساء بیگم کو شہزادہ سپہر شکوہ کے حبالۂ عقد میں دیا۔ (مآثر عالمگیری ص ۸۵)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سجادہ نشینی کا چھتیسواں سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۶۹ھ ۱۶۵۸ء)

(حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کا فریضۂ حج اور زیارتِ حرمین شریف کی سعادت سے مشرف ہو کر واپس ہندوستان پہنچنا)

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ عرب، یمن، روم اور شام کے جملہ احباب سے رخصت ہو کر اپنے اعزہ و احباب کے ہمراہ بخیر و عافیت بندرگاہ سورت واپس تشریف لے آئے۔ ہندوستان پہنچے تو یہاں کے حالات بدل چکے تھے، اورنگ زیب عالمگیر تختِ سلطنت پر رونق افروز تھا اور اسلامی سلطنت اپنی عظمت و شوکت کے ساتھ پورے عروج پر تھی۔ چونکہ آپ اور آپ کے بزرگ برادران و جملہ رفقاء اورنگ زیب کی فتح و نصرت کی خوشخبری سننے کے منتظر تھے اس لئے یہ حالات دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اسی طرح جب عالمگیر کو ان حضرات کی تشریف آوری کی اطلاع ملی تو اس نے بھی آپ سے خصوصی تعلق کی بنا پر فتح و کامرانی کی اطلاع دینے کو اپنی سعادت سمجھا اور مندرجہ ذیل عریضہ حضرت خواجہ محمد سعیدؒ اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا:۔

"فرمان عالی شاہ بادشاہ عالمگیر بعد از منہزم شدن داراشکوہ — کہ بشیخ محمد سعیدؒ و شیخ محمد معصومؒ نوشتہ۔ نحمدہ و نصلی از جانب ایں نیاز مند ترین خلائق بدرگاہ حضرت واہب العطیات بحقائق و معارف آگاہ فضائل و کمالات دستگاہ شیخ محمد سعید سلامِ عافیت انجام برسد۔ آنچہ از مجد و نصرت یافتن آں لشکرِ اسلام بر اعدا بدین بظہور آمدہ بہ سمع شریف رسیدہ باشد۔

از دست و زبان کہ برآمد   کز عہدۂ شکرش بدر آمد

کہ چوں ظلمتِ شب بہ میان جان آں سیہ روئے در آمد نیم جان بہزار نکبت از معرکہ بیروں برد لشکر گرانی بہ تعاقبِ آں بے عاقبت تعین گشتہ امید از فضل بخشندہ بے منت آنست کہ بزودی اسیر گردد، توقع کہ ایں خیر خواہ عباد اللہ را بدعا سلامت دارین و خیریت نشاتین در مظان اجابت یاد می نمودہ باشند۔ والسلام و بہ عفت پناہ شیخ محمد معصوم و شیخ محمد یحیٰی سلام عافیت انجام رسد۔ والسلام والاکرام۔"[1]

(ترجمہ: عالمگیر بادشاہ کا خط (فرمان عالی) جو انھوں نے داراشکوہ کی شکست کے بعد شیخ محمد سعید و شیخ محمد معصوم کی خدمت میں ارسال کیا۔ نحمدہ و نصلی۔ اس نیاز مند کمترین خلائق کی جانب سے حضرت عطیات کے بخشنے والے، حقائق و معارف کے جاننے والے، فضائل و کمالات کے جامع شیخ محمد سعید کو سلام عافیت انجام پہنچے۔

---

[1] بشکریہ حسنات الحرمین از جناب محمد اقبال مجددی۔ ص ۱۳۱، ۱۳۳۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس اسلامی لشکر کو دین کے دشمنوں پر جو فتح و نصرت حاصل ہوئی ہے سمع شریف تک پہنچی ہوگی ؎
"کس شخص کے ہاتھ اور زبان سے یہ ممکن ہوا ہے کہ اس (اللہ) کے شکر کی ذمہ داری کی عہدہ برآ ہوا ہو"۔
جب رات کی تاریکی اس روسیاہ کی جان کے درمیان آئی تو وہ اپنی نیم جان کو ہزار ذلت کے ساتھ میدانِ جنگ سے بھاگ گیا ——— ایک بھاری لشکر اس بے انجام کے تعاقب میں مقرر کیا گیا۔ اس بے منت بخشنے والے کے فضل سے امید ہے کہ جلد قید ہو جائے گا ——— امید ہے کہ بندگانِ خدا کے اس خیر خواہ کو دعا کی قبولیت کے مواقع میں دونوں جہان کی سلامتی اور دونوں زندگیوں کی بھلائی کی دعا سے یاد فرمائیں گے۔ والسلام ——— فضیلت پناہ شیخ محمد معصوم و شیخ محمد یحیٰی کی خدمت میں بھی سلام عافیت انجام عرض ہے۔ والسلام والاکرام"۔)

بعد ازاں عالمگیر نے راستہ کے تمام شہروں کے حکام کے نام پروانے جاری کئے کہ جب آپ کا وہاں سے گذر ہو تو تمام امراء، وعلماء اور مشائخ اِن حضرات کا استقبال کریں۔ چنانچہ ہر جگہ آپ کے شایانِ شان استقبال کیا گیا۔ اسی طرح اکبر آباد پہنچے تو شاہجہان نے ضیافت کے لوازمات کما حقہ مہیا کئے، خود اورنگ زیب عالمگیر شاہجہان آباد سے اکبر آباد حضرت کے استقبال کیلئے آیا۔ حضرت نے بھی حد درجہ اس پر مہربانی فرمائی اور اس کے ساتھ شاہجہان آباد تشریف لائے اور دعائیں دیکر سرہند تشریف لے گئے، پہلے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے روضۂ مبارکہ کی زیارت کی پھر خانقاہ میں تھوڑی دیر ٹھہر کر قصرِ معصومی میں داخل ہوئے [1]

سجادہ نشینی کا سینتیسواں سال (از یکم ربیع الاول ۱۰۷۰ھ سنہ ۱۶۵۹ء)

(حضرت خواجہ محمد سعید کا انتقال پُرملال)

اس سال عالمگیر بادشاہ نے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا اور درخواست کی کہ حصولِ برکت کے لئے اپنے کسی فرزند یا بھائی کو بھیجدیں تو بڑا کرم ہو، نیز ایک مکتوب حضرت خازن الرحمہ کی خدمت میں لکھا کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمہ بادشاہ کی درخواست پر اور حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے مشورہ کے مطابق شاہجہان آباد (دہلی) تشریف لے گئے، بادشاہ نے اپنے امراء کو آپ کے استقبال کے لئے بھیجا جو آپ کو بڑی عزت و تکریم سے شہر میں لائے اور آپ شاہی مہمان کی حیثیت سے ایک عرصہ وہاں قیام پذیر رہے بعد ازاں آپ بیمار ہو گئے، شاہی اطباء نے ہر چند علاج کیا لیکن "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" حتیٰ کہ امیدِ زیست باقی نہ رہی تو آپ نے بادشاہ سے

[1] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۱۴ و ۱۱۵۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اجازت لیکر وطن کی طرف مراجعت فرمائی۔ راستہ میں سنبھالکہ کے مقام پر ۲۷ جمادی الاخری ۱۰۷۰ھ کو آپ نے انتقال فرمایا اور آپ کا جنازہ سرہند شریف لاکر قبۂ خواجہ محمد صادقؒ میں دفن کیا گیا[۱]

حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمۃؒ کے وصال کے بعد آپ کے فرزندوں نے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے سلوک کی تکمیل کرنی چاہی اور عرض کیا کہ ہم نے اسقدر تو اپنے والد بزرگوار سے حاصل کرلیا ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے فرمایا "میری عادت ہے کہ میں ابتدا سے شروع کراتا ہوں"۔ سب نے اس بات کو قبول کیا تو آپ نے ابتدا سے سلوک شروع کرایا[۲]

اس سال حضرت عروۃ الوثقیٰؒ اپنے قدیم محل سے جو آپ کو والد بزرگوار کے ورثہ سے ملا تھا اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ سیف الدین کو عنایت فرما کر صندل پورہ کے نئے محل میں جو آپ نے خود بنوایا تھا قیام پذیر ہوگئے لیکن پانچوں نمازیں اسی خانقاہ میں آکر پڑھتے[۳]

---

[۱] روضۃ القیومیہ بلخصار رکن دوم ص ۱۱۷ و ۱۱۸ و حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۲۱۱ [۲] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۱۸ [۳] ایضاً ص ۱۱۹

[ع] حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمۃ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے دوسرے فرزند ہیں، آپ کی ولادت باسعادت ماہ شوال ۱۰۰۵ھ میں ہوئی، بچپن ہی سے آثارِ ہدایت و کرامت آپ کے چہرۂ انور سے ظاہر تھے چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے تھے کہ چار پانچ سال کی عمر میں ایک مرتبہ محمد سعید سخت بیمار ہوگئے، غلبۂ مرض میں جب اُن سے دریافت کیا کہ بیٹا کیا چاہتے ہو تو ان کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ "حضرت خواجہ (باقی باللہؒ) کو چاہتا ہوں"۔ میں نے یہ کلمات حضرت خواجہؒ کو لکھے تو حضرت خواجہؒ نے جواب میں لکھا کہ "تمہارے محمد سعیدؒ نے ہماری نسبت غائبانہ اُچک لی"۔

آپ نے اکثر کتابیں شیخ محمد طاہر لاہوری سے پڑھیں اور بعض کتابیں اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادقؒ سے پڑھیں نیز اپنے والد ماجد اور شیخ عبدالرحمٰن رحزی سے حدیث کی کتابیں پڑھیں اور سند حاصل کی، بعد ازاں اپنے والد ماجد کی توجہ سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی نسبت سے مشرف ہوئے اور خازن الرحمۃ کا لقب پایا۔ سترہ سال کی عمر سے درس و تدریس میں مشغول ہوگئے، بعض کتابوں پر حواشی بھی لکھے، انہی میں سے تعلیق مشکوٰۃ المصابیح بھی ہے، فقہ میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور مشکل سے مشکل مسائل کو معمولی توجہ سے حل فرمادیتے تھے۔

۱۰۶۷ھ میں آپ اپنے بھائیوں اور احباب کے ساتھ حج کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے، وہاں پر انواع عنایات حق تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ممتاز ہوئے۔ فرماتے تھے کہ میں ان ظاہری آنکھوں سے آٹھ مرتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ وہاں کے حالات آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالاحدؒ نے ایک رسالہ میں مفصل تحریر کئے ہیں لیکن وہ رسالہ دستیاب نہ ہوسکا۔ ۲۷ رجمادی الاخری ۱۰۷۰ھ کو انتقال فرمایا۔

آپ کے مکتوبات شریف کی ایک جلد ہے جو شائع ہوچکی ہے اس میں ۱۰۰ مکتوبات ہیں۔

آپ کی اولاد امجاد میں آٹھ صاحبزادے: شاہ عبداللہ، شاہ لطف اللہ، مولوی فرخ شاہ، شیخ سعد الدین، شیخ عبدالاحد وحدت، شیخ خلیل اللہ، شیخ یعقوب، شیخ محمد تقی اور پانچ صاحبزادیاں: بی بی فاطمہ، بی بی صالحہ، بی بی شاہ، شرف النساء مریم، فخر النساء بیگم تھیں۔

(مزید تفصیل کے لئے کتاب مستطاب "حضرت مجدد الف ثانیؒ" ص ۶۹۶ تا ۷۰۲، دوسرا ایڈیشن ملاحظہ ہو)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سجادہ نشینی کا اڑتیسواں سال [۳۸] (از یکم ربیع الاول سنہ ۱۰۷۱ھ / ۱۶۶۰ء)

(حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کی شہرۂ آفاق مقبولیت اور کثرتِ ارشاد و فتوحات)

سفرِ حج سے واپس پہنچنے کے بعد حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کی شہرۂ آفاق مقبولیت اور کثرتِ ارشاد و مشیخت کا حال بیان کرنا تحریر سے باہر ہے، چنانچہ دنیا کے اطراف و جوانب، مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک یعنی ہندوستان، توران، ترکستان، بدخشان، کاشغر، خطا، روم، شام اور حجازِ مقدس کے بادشاہ و امراء، علماء و مشائخ، وضیع و شریف حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے مرید تھے، ہزارہا بندگانِ خدا، خاص و عام، صبح سے شام تک پروانوں کی طرح جمع رہتے، بکثرت مخلوق روزانہ مرید ہونے کے لئے حاضرِ خدمت ہوتی اور فنا و بقا کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہوتی۔ آپ کی مجلس کا رعب اور دبدبہ اسقدر تھا کہ مجلس میں بڑے بڑے بادشاہ آپس میں گفتگو نہ کرسکتے تھے، بغیر اجازت بات کرنے کی مجال نہ تھی، اگر کوئی ضروری بات عرض کرنی ہوتی تو کاغذ پر لکھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کرتے۔ عالمگیر بادشاہ پر اگرچہ حضرت بدرجہ غایت مہربان تھے لیکن بسبب ادب اس نے بھی آپ کے حضور میں کسی سے گفتگو نہ کی اور نہ بغیر اذن بیٹھا۔[۱]

اسی طرح فتوحات کا بھی عجب عالم تھا کہ چاروں طرف سے ہدیے، تحفے اور نذرانوں کی آمد رہتی تھی، ہزارہا روپیہ نقد اور مال و اسباب حضرت کی خدمت میں آتا تھا اور مستحق لوگ بیٹھے رہتے تھے، ایک دن ایک بوالہوس ایسا آیا کہ جو رقم بھی تحفے اور ہدیے کی آتی اُٹھا لیتا حتیٰ کہ اس قدر روپیہ اُس کے پاس اکٹھا ہوگیا کہ اس سے اٹھایا نہیں جاسکا، تب کہیں دوسرے لوگوں کو لینے کا موقع ملا۔[۲]

صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ میرے داداجان کو اکب دریہ میں لکھتے ہیں "ہم چار آدمیوں نے چاہا کہ آج جسقدر نذرانے آئیں اُن کا اندازہ کرنا چاہیے چنانچہ ہم نے صرف نقدی کا اندازہ اس طرح کیا کہ ہر نذرانہ کے بدلے ایک ایک کنکر رکھتے گئے صبح سے عصر تک اسقدر کنکریوں کا ڈھیر لگ گیا جن کا شمار کرنا مشکل تھا اور یہ معلوم نہ تھا کہ ہر نذرانہ میں سو روپیہ تھا یا ہزار، اکثر نذرانے سینکڑوں روپے کے ہوتے تھے، نیز ہر صبح و شام تقریباً پانچ ہزار آدمی حضرت کی خانقاہ سے کھانا کھایا کرتے تھے اور کھانا بھی اعلیٰ درجہ کا ہوتا تھا یعنی گیہوں کی روٹی بکرے یا مرغ کا گوشت، حلوا اور موسمی پھل وغیرہ بھی ہوتے تھے۔

اسی سال مخدوم بہاؤالدین زکریا ملتانی رح کے سجادہ نشین شیخ محمد یوسف حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہوئے۔[۳]

۱؎ روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۲۵ ۲؎ ایضاً ص ۱۲۰ ۳؎ ایضاً ص ۱۲۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سجادہ نشینی کا انتالیسواں سال ۳۹ (سنہ ۱۰۷۲ھ ۱۶۶۱ء) آخر کم ربیع الاول عہ

(بادشاہ کی درخواست پر حافظ صادق بادشاہ کی خدمت میں)

اس سال عالمگیر بادشاہ نے حضرت عروۃ الوثقیٰ سے درخواست کی کہ کوئی خلیفہ بھیجدیں تاکہ اس کی صحبت سے مستفیض ہو سکوں۔ حضرت نے اپنے خلفا میں سے حافظ صادق کو بھیجدیا تھوڑے دنوں بعد شیخ ابوالقاسم (ابن حضرت شیخ صبغۃ اللہ) بھی شاہجہان آباد تشریف لے گئے۔ ایک روز شیخ صاحب موصوف بادشاہ کے پاس بیٹھے کچھ راز کی باتیں کر رہے تھے کہ حافظ صادق آئے اور شیخ صاحب کے پاس بیٹھ گئے، اس پر شیخ ابوالقاسم سخت ناراض ہوئے اور حافظ صاحب کی شکایت حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں لکھی۔ حضرت نے حافظ صاحب کو تنبیہ کا خط لکھا کہ تم نے ابوالقاسم کا ادب کیوں ملحوظ نہ رکھا۔ وہ میرا فرزند ہے اس کو رنجیدہ کرنا مجھے رنجیدہ کرنا ہے۔ حافظ صاحب نے شیخ صاحب سے معافی مانگی اور بڑی منت سماجت کی، آخر شیخ صاحب حافظ صاحب پر مہربان ہو گئے اور حضرت کی خدمت میں بھی رضامندی کا اظہار کر کے لکھا کہ آپ بھی اُن پر مہربانی فرمائیں۔ حضرت نے شیخ ابوالقاسم کو لکھا کہ تم بھی عجیب آدمی ہو کہ پہلے ان کی شکایت لکھی اب ان کی سفارش کرتے ہو، آئندہ ایسا نہ کرنا [۱]

اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مکتوبات کی دوسری جلد مکمل ہوئی جس کا تاریخی نام "وسیلۃ السعادت" (۱۰۷۲ھ) ہے۔

سجادہ نشینی کا چالیسواں سال ۴۰ (سنہ ۱۰۷۳ھ ۱۶۶۲ء)

(بادشاہ عالمگیر حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں)

بادشاہ عالمگیر سرہند شریف میں آیا ہوا تھا ایک روز جب وہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت مروج الشریعہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات پڑھ رہے تھے، بادشاہ نے حضرت مروج الشریعہ کا رنگ ڈھنگ دیکھا اور ان کے پڑھنے کا طرز ملاحظہ کیا تو اُن پر فریفتہ ہو گیا اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری خواہش ہے کہ میں چند روز حضرت مروج الشریعہ کی ہمنشینی سے مشرف ہوں۔ حضرت نے آپ سے پوچھا کہ بادشاہ کی یہ خواہش ہے آپ کا کیا خیال ہے

---

[۱] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۲۳ و ۱۲۴

عہ اسی سال شہزادہ مرادبخش کو ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۰۷۲ھ میں قتل کر دیا گیا (منتخب اللباب حصہ سوم ص ۱۵۱)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آپ نے عرض کیا کہ اگر حضرت کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر، ورنہ میری مرضی تو نہیں حضرت اس بات سے بہت خوش ہوئے اور بادشاہ سے فرمایا کہ ان کا دل مجھ سے جدا ہونے کو نہیں چاہتا۔ بعد ازاں بادشاہ حضرت سے رخصت ہو کر کشمیر گیا۔ [۱]

سجادہ نشینی کا اکتالیسواں سال[۴۱] (سنہ ۱۰۷۴ھ از یکم ربیع الاول ۱۶۶۳ء)

(مخدوم زادہ شیخ محمد صبغۃ اللہ کے صاحبزادگان کی شادی اور ظہورِ کرامت)

اس سال شیخ ابو القاسم کی شادی حضرت حجۃ اللہ کی صاحبزادی سے ہوئی اور شیخ اسمٰعیل کی شادی حضرت مروج الشریعۃ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ کہتے ہیں کہ شیخ اسمٰعیل کی شادی کے دنوں میں ہر روز شام کے وقت بارش ہوتی تھی، جب بارات کا دن آیا تو صبح کے وقت لوگوں نے حضرت عروۃ الوثقیٰ سے عرض کیا کہ آجکل شام کے وقت ہر روز بارش ہوتی ہے اگر آج شام بھی بارش ہوئی تو بارات کا لطف نہیں آئے گا۔ حضرت نے لوگوں کی التماس کے بموجب دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، ابھی دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ کالی گھٹا اٹھی اور اس قدر بارش ہوئی جتنی کہ ہر روز شام کے وقت ہوا کرتی تھی بعد ازاں مطلع صاف ہو گیا اور شام تک گلی کوچے خشک ہو گئے اور شادی کی جملہ رسومات اطمینان سے ادا ہو گئیں۔

نیز اسی سال شیخ آدم بھکری بکثرت معتقدین کے ہمراہ حاضرِ خدمت ہو کر مرید ہوئے۔ [۲]

سجادہ نشینی کا بیالیسواں سال[۴۲] (سنہ ۱۰۷۵ھ ۱۶۶۴ء)

(مخدوم زادہ شیخ محمد صدیق کی شادی اور پوتوں پر خصوصی نسبت القا)

اس سال حضرت عروۃ الوثقیٰ کے چھٹے فرزند شیخ محمد صدیق کی شادی ہانسی ضلع حصار میں حضرت جمال ہانسوی کی اولاد میں ہوئی۔ حضرت نے شیخ محمد صدیق کے ہمراہ خواجہ محمد عبید اللہ کو بھیجا۔ رخصت کرتے وقت حضرت عروۃ الوثقیٰ نے شیخ محمد صدیق سے فرمایا کہ میں حضرت جیو (خواجہ محمد عبید اللہ) کو تمہارے ساتھ بھیجتا ہوں خبردار اُن سے بہت ادب سے پیش آتے رہنا جیسا ادب میرا کرتے ہو ویسا ہی ان کا کرنا۔ غرضکہ حضرت مروج الشریعۃ شیخ محمد صدیق کو ساتھ لیکر ہانسی پہنچے اور بحسن و خوبی شادی سرانجام پائی۔ [۳]

ع منتخب اللباب میں ہے کہ عالمگیر کوچ بر کوچ کرتے ہوئے کشمیر روانہ ہو گئے۔ یکم ذیقعدہ (سنہ ۱۰۷۳ھ) وسط خورداد میں کشمیر کے سبزہ زاروں میں بادشاہ نے قیام کیا اور ڈل کے کنارے چراغاں کا حکم دیا۔ (حصہ سوم ص ۱۶۶)

[۱] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۲۱ [۲] ایضاً ص ۱۳۱ [۳] ایضاً ص ۱۳۴۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس سال حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے اپنے معزز پوتوں کو جن میں سے ہر ایک اپنے زمانے کا بڑا صالح اور متقی تھا القائے نسبت کے لئے بُلایا، سب سے پہلے حضرت حجۃ اللہ کے فرزند ابو العلیٰ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے بعد ازاں دوسرے پوتے حاضرِ خدمت ہوئے حضرت نے سب پر مہربانی فرما کر توجہ دی، چنانچہ حضرت مروّج الشریعت کے فرزند خواجہ محمد پارسا فرماتے ہیں کہ ہم تینوں بھائی، شیخ محمد ہادی، شیخ محمد سالم اور میں اور ہمارے چچاؤں کے صاحبزادوں حضرت ابو العلیٰ، شیخ ابو القاسم، شیخ محمد اسمٰعیل، شیخ محمد اعظم، شیخ محمد قطب اور علی رضا وغیرہ سب حاضر تھے حضرت نے ہم سب کو توجہ دی اور ہر ایک کو خاص نسبت القا فرمائی [1]

سجّادہ نشینی کا تینتالیسواں سال ۴۳ (۱۰۷۶ھ / ۱۶۶۵ء) از یکم ربیع الاول

(عالمگیر بادشاہ کی تربیتِ سلوک کے لئے حضرت خواجہ سیف الدین شاہجہاں آباد میں اور شاہجہاں بادشاہ کا انتقال)۔

اس سال بھی عالمگیر بادشاہ نے حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کی خدمت میں درخواست کی کہ میں امورِ سلطنت کی مصروفیات کی بنا پر حاضرِ خدمت نہیں ہو سکتا لہٰذا مخدوم زادوں یا خلفا میں سے کسی کو یہاں بھیجدیں تاکہ میں اُس سے مستفیض ہو سکوں۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے اس اہم کام کے لئے حضرت خواجہ سیف الدینؒ کا انتخاب کیا اور آپ کو شاہجہاں آباد روانہ کر دیا۔ بادشاہ کو جب آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو مع ارکانِ سلطنت آپ کا استقبال کیا اور بہت عزت و احترام کے ساتھ آپ کو قلعۂ معلی میں اپنے قریب ٹھہرایا۔ جب قلعہ میں داخل ہونے لگے تو قلعہ کے دروازے پر پتھر کی تراشی ہوئی ہاتھی کی مورتیاں نصب دیکھیں، آپ فوراً رک گئے اور فرمایا کہ جب تک ان مورتیوں کو نہ ہٹایا جائیگا میں قلعہ میں داخل نہ ہوں گا لہٰذا بادشاہ نے ان مورتیوں کے فوراً ہٹانے کا حکم دیا تب آپ قلعہ میں تشریف لے گئے اور حلقہ و مراقبہ کی مجالس شروع کر دیں۔ عالمگیر بادشاہ آپ سے اسقدر متاثر ہوا کہ آپ کے دست حق پرست پر حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی بیعت کر کے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہو گیا [2]

ابھی حضرت خواجہ سیف الدین کو دہلی تشریف لائے ہوئے چند دن گذرے تھے اور بادشاہ صرف تین مرتبہ آپ کے حلقۂ مراقبہ میں شریک ہونے پایا تھا کہ شبِ دوشنبہ ۲۶ رجب ۱۰۷۶ھ کو شاہجہاں

---

[1] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۳۳ [2] ایضاً تصرفاً رکن دوم ص ۱۴۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بادشاہ کا آگرہ میں انتقال ہوگیا[ع۵]۔ یہ خبر سنتے ہی بادشاہ عالمگیر آگرہ روانہ ہوگیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ صوفی سعد اللہ افغانی کو تحریر فرماتے ہیں :-

"پوشیدہ نہ رہے کہ بادشاہ (عالمگیر) طریقۂ عالیہ میں داخل ہو کر بہت متاثر ہوئے، ان سے تین مرتبہ صحبت رہی چونکہ شاہجہاں کی وفات واقع ہوگئی بنا بریں بادشاہ آگرہ تشریف لے گئے۔ دیگر یہ کہ طالبین جو کہ مور و ملخ کی طرح کثرت رکھتے ہیں ان کے ہجوم کے متعلق کیا لکھے کہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے"۔[۱]

کہتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ سیف الدینؒ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں بادشاہ (عالمگیر) شہزادگان محمد اعظم و محمد معظم، شہزادی روشن آرا، نواب مکرم خاں، حضرت حافظ محمد محسن (نواسۂ شیخ عبد الحقؒ) حاجی عبد الرؤف (امام مسجد فتحپوری) اور بکثرت مخلوق آپ سے بیعت ہوئی اس وقت آپ کی عمر ستائیس سال تھی[۲]۔ (باقی حالات حضرت خواجہ سیف الدین کے تذکرہ میں ص ۱۳۵ تا ۱۴۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

ع۵ شاہجہاں بن جہانگیر یکم ربیع الاول ۱۰۰۰ھ مطابق ۷، اردسمبر ۱۵۹۱ء کو لاہور میں پیدا ہوا۔ جہانگیر کے انتقال کے بعد ۷، رجادی الاخری ۱۰۳۷ھ کو آگرہ میں تخت نشین ہو کر شہاب الدین شاہجہاں لقب اختیار کیا۔ اس کے زمانہ میں سلطنت میں کافی وسعت ہوئی۔ اگرچہ قندھار کا علاقہ مغلیہ سلطنت سے نکل گیا لیکن دکن کا بہت سا علاقہ اس میں شامل ہوگیا۔ ہندوستان کی تاریخ میں شاہجہاں کا دور ملک کی خوشحالی اور ترقی کی وجہ سے سلطنتِ مغلیہ کا "عہدِ زریں" کہلاتا ہے اور ایک ناقابلِ فراموش یادگار ہے، اس کی یہ لازوال تابانی بابر سے عالمگیر تک کے اولوالعزم فرمانرواؤں کی مرہونِ منت ہے، لیکن حق سبحانہ وتعالیٰ نے شاہجہاں بادشاہ کو جو شان و شوکت اور عظمت و اقتدار عطا کیا تھا وہ سلاطینِ سلف میں کم ہی کسی کو ملا۔ اگر ہم بابر کی ذہنی نقش آرائیاں اس کی تزکِ بابری میں، ہمایوں کی تخیل آرائیاں اس کے شعر و شاعری میں، اکبر کی علمی فیاضیاں اس کے دربار کی ہنر پرور فضا میں اور جہانگیر کی رنگینیاں اس کی تزکِ جہانگیری میں پاتے ہیں تو شاہجہاں کے ذہن کی گلکاریاں اس کے تختِ طاؤس، قلعۂ معلی اور تاج محل کے نقش و نگار سے عیاں ہیں اس لئے یہ امر موجبِ تعجب نہیں کہ اگر اس نے اپنے باپ یا اپنے لڑکوں دارا اور اورنگ زیب کی طرح کوئی علمی یادگار نہیں چھوڑی لیکن اس کے دماغ کی گل افشانی کاغذ کے صفحات کی بجائے دیوانِ خاص اور دیوانِ عام کی دیواروں پر ہوئی اس کا حسنِ ذوق علم و ادب کی بجائے جامع مسجد دہلی کی تعمیری ندرت و نفاست میں ظاہر ہوا، اس نے محبت کا ترانہ شعر و شاعری میں نہیں بلکہ تاج محل میں منظوم کیا جو آج بھی دنیا سے خراجِ تحسین حاصل کر رہا ہے اور دنیا کے تمام مبصرین کا فیصلہ ہے کہ تاج محل سے زیادہ خوبصورت عمارت روئے زمین پر تعمیر نہیں ہوئی۔ شاہجہاں نہایت دیندار، رعایا پرور اور عادل بادشاہ تھا، اکتیس[۳۱] سال دو ماہ حکمرانی کی، مزید آٹھ سال نظربندی میں گذرے اور چھہتر سال تین ماہ کی عمر میں بروز دوشنبہ ۲۶ رجب ۱۰۷۶ھ مطابق یکم فروری ۱۶۶۶ء کو وفات پائی اور تاج محل آگرہ میں اپنی بیوی ارجمند بانو عرف ممتاز محل کے برابر دفن کیا گیا۔ "رضی اللہ" تاریخ وفات ہے۔

دنیا بھی کیسی عجیب جگہ ہے کہ شاہجہاں کی عمر کا ابتدائی حصہ نورجہاں کی وجہ سے شدید کشمکش میں گذرا اور عمر کا آخری حصہ نظربندی کی نذر ہوا، فاعتبروا یا اولی الابصار۔ شاہجہاں کی اولاد میں چار لڑکے: داراشکوہ، محمد شجاع، اورنگزیب مراد بخش، اور تین لڑکیاں: جہاں آرا بیگم عرف بادشاہ بیگم، روشن آرا بیگم، گوہر آرا بیگم تھیں۔

[۱] مکتوباتِ سیفیہ مکتوب ۸۳　[۲] حضرت مجددؒ اور ان کے ناقدین ص ۳۴۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ شاہجہاں کے انتقال کے وقت اس کی بڑی لڑکی جہاں آرا بیگم جو شاہجہاں کے ساتھ رہتی تھی اگرچہ وہ عالمگیر کی مخالف تھی لیکن شاہجہاں کے انتقال کے وقت جہاں آرا بیگم نے شاہجہاں سے کہا کہ میری سفارش سے اورنگ زیب کا قصور معاف کردیں تاکہ میرا احسان اس پر ثابت ہوجائے چنانچہ شاہجہاں نے کاغذ، قلم دوات منگا کر اپنے ہاتھ سے لکھدیا کہ "میں نے جہاں آرا بیگم کے کہنے سے اورنگ زیب کی تمام تقصیرات معاف[ع] کیں اور اب میں اس سے راضی ہوں" بعد ازاں اس کا انتقال ہوگیا۔ جب اورنگ زیب کو باپ کے انتقال کی خبر پہنچی اور وہ تعزیت کے لئے شاہجہاں آباد سے اکبر آباد گیا تو جہاں آرا نے وہ دستاویز اورنگ زیب کو پیش کیں جس کی وجہ سے اورنگ زیب اس کا ممنون و احسانمند ہوا اور اسے اپنے ساتھ دہلی لاکر بڑی عزت سے رکھا۔

جب حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو شاہجہاں کے انتقال کی خبر ہوئی تو اس کی بخشش کے لئے فاتحہ پڑھی اور اپنے خلفاء و مریدوں کو لیکر شاہجہاں آباد روانہ ہوئے، ہر منزل پر امراء اور شاہی فوجوں نے آپ کا استقبال کیا جب موضع سونی پت (ضلع رہتک) میں پہنچے جہاں سے شہر دہلی بیس کوس کے فاصلہ پر تھا تو بادشاہ عالمگیر خود استقبال کے لئے آیا۔ روایت ہے کہ سونی پت سے دہلی تک بیس کوس کے اندر آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ شاہجہاں آباد میں خان جہاں بہادر کے محل میں جو ایک نہایت وسیع، عالی شان اور خوبصورت محل ہے حضرت نے قیام فرمایا۔ دہلی کے تمام مدارس اور مساجد حضرت کے مریدوں سے بھر گئے تھے، ان دنوں حضرت کی خدمت میں خلقت کا اسقدر ہجوم تھا کہ شہزادہ اعظم شاہ جو کہ ازراہِ ادب بغیر نوکر چاکر سادہ طریقے پر حاضر خدمت ہوا تھا بڑی مشکل سے شرفِ ملاقات کرسکا۔

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ شاہجہاں آباد میں صرف گیارہ دن مقیم رہے بعد ازاں سرہند شریف تشریف لے آئے، اس مختصر قیام میں حضرت ایک مرتبہ بادشاہ کے ہاں تشریف لے گئے اور خود بادشاہ تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رخصت کے وقت بادشاہ بارہ کوس تک حضرت کے ساتھ گیا۔ حضرت نے کچھ نصیحتیں فرمائیں اور فرمایا کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے انشاء اللہ پھر آخرت میں ملاقات ہوگی۔ (روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۳۵ تا ۱۳۷)

ع منتخب اللباب میں ہے کہ جب شاہجہاں نزع کی حالت میں تھا تو بیگم صاحبہ نے تین بار بادشاہ کے قصور معاف کردینے کی التجا کی، دو مرتبہ تو شاہجہاں نے قبول نہیں کیا مگر تیسری بار جب بہن نے بھائی کیلئے بڑی منت وزاری کی تو طوعاً و کرہاً قبول کرلیا (ص ۱۷۶) عالمگیر باپ کے انتقال کی خبر پاکر اکبر آباد روانہ ہوگیا اور وہاں پہنچنے کے بعد پدر بزرگوار کی قبر پر بہت آنسو بہائے فاتحہ پڑھی اس کے بعد بیگم صاحبہ (بڑی بہن) کے پاس گیا اور تمام مقرب درباریوں کو حکم دیا کہ وہ حرم سرا کے دروازے پر جاکر حضرت بیگم کی خدمت میں تسلیمات بجالائیں اور پرسہ دیں ...... بادشاہ نے چند دن اکبر آباد میں ٹھہرنے کے بعد داروغہ تخت کو حکم دیا کہ تختِ مرصع (تختِ طاؤس) کو جشن کیلئے اکبر آباد سے دہلی پہنچایا جائے اس کے بعد محل کی بعض خواتین کو بھی دہلی بھجوادیا گیا (منتخب اللباب حصہ سوم ص ۱۷۶)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سجادہ نشینی کا چوالیسواں سال (سنہ ۱۰۷۷ھ / ۱۶۶۶ء) از یکم ربیع الاول

(حضرت عروۃ الوثقیٰ کا اپنے صاحبزادوں اور خلفا کو مختلف علاقوں کیلئے مقرر فرمانا)

صاحب روضۃ القیومیہ رقمطراز ہیں کہ اس سال حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اپنے چوتھے صاحبزادے خواجہ محمد اشرف کو توجہ قسری دی۔ (توجہ قسری کا مطلب یہ ہے کہ ایک توجہ میں شیخ کامل، سالک کو ابتدا سے لیکر انتہا تک مقامات طے کرادیتا ہے) چنانچہ حضرت خواجہ محمد اشرف اپنی بیاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے ایک دن مجھ سے فرمایا کہ اب میری زندگی کا صرف ایک سال باقی ہے آؤ میں تم پر ایسی توجہ کروں کہ اب تک کسی نے اپنے مرید پر نہ کی ہو، پھر توجہ کامل القائے نسبت فرمائی، بعد ازاں فرمایا کہ "ہم نے تمہیں کمالاتِ الٰہی کے انتہا تک پہنچادیا ہے جس کے آگے وہم وخیال ہیچ ہے" حضرت نے ولایتِ صغریٰ، کبریٰ، علیا اور کمالاتِ نبوت ورسالت، حقیقتِ کعبہ، حقیقتِ قرآن، حقیقتِ صلوٰۃ اور صباحت وملاحت وغیرہ سب کچھ ایک ہی وقت میں مجھے حاصل کرادیئے اور میں ان تمام مقامات کا احساس اپنے اندر پاتا ہوں۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

اسی طرح حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اپنے مریدوں اور خلفا کو حسب ذیل طور پر اپنے صاحبزادوں کے سپرد کیا۔ حضرت[1] خواجہ محمد صبغۃ اللہ کو کابل اور اس کے گردونواح کے تمام پٹھان اور مغل علاقے سپرد کیے۔ حضرت[2] خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ کو بدخشاں، ترکستان، دشتِ قبچاق، کاشغر، خطا، روم شام اور یمن کے تمام مرید اور خلفا سپرد کیے، نیز خواجہ محمد حنیف کابلی، خواجہ محمد صدیق پشاوری، خواجہ عبدالصمد، اخون موسیٰ ننگرہاری، شیخ مراد شامی، خواجہ ارغون خطائی وغیرہ آپ کے سپرد ہوئے۔ حضرت[3] خواجہ محمد عبیداللہ مروج الشریعۃ کو خراسان، ماوراء النہر، توران، دارگنج، غورسد، اندراب، قہستان، طبرستان، سجستان کے علاقے سپرد کیے اور شیخ ابوالمظفر برہانپوری، شیخ حبیب اللہ بخاری صوفی پائندہ طلا، شیخ ابوالقاسم بلخی وغیرہ اور ہند کے اکثر امرا اور شہزادہ معظم بھی آپ کے سپرد کیے گئے۔ حضرت[4] خواجہ محمد اشرف کو دکن اور پنجاب کے خلفا اور مرید سپرد کیے گئے۔ حضرت[5] خواجہ محمد سیف الدین کو شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر، شہزادہ اعظم شاہ، جعفر خاں وزیر، شائستہ خاں، نواب مکرم خاں، محتشم خاں، سلطان عبدالرحمن سپرد کیے گئے نیز حسب ذیل خلفا بھی حوالے کیے گئے، اخون میر محسن سیالکوٹی، صوفی پائندہ، شیخ آدم بھکری وغیرہ۔ حضرت[6] محمد صدیق کو عرب، بحرین اور مشرقی ہند کے اکثر علاقے سپرد کیے گئے۔

(روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۳۸ و ۱۳۹)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بعد ازاں حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اپنے تمام خلفا کو دنیا کے مختلف حصوں میں بھیجا، ایک ہزار سات سو خلفا ترکستان اور دشت قپچاق میں بھیجے جن کا سردار خواجہ محمد امین اور خواجہ عبدالرحمن کو مقرر فرمایا، پانچ سو خلفا کاشغر اور خطا کی طرف بھیجے جن کا سردار خواجہ ازغون کو بنایا، چار سو خلفا شام اور روم کی طرف بھیج کر ان کا سردار شیخ مراد کو بنایا، سات سو خلفا خراسان، بدخشان اور توران میں بھیجے جو شیخ حبیب اللہ کے ماتحت تھے، ایک سو خلفا کابل میں اور ایک سو خلفا نواح پشاور میں بھیجے، بیس خلفا ننگرہار میں، ان سب کا سردار خواجہ محمد حنیف، خواجہ محمد صدیق اور اخون موسیٰ کو مقرر فرمایا، باقی خلفاء کو ہندوستان کے مختلف شہروں میں بھیجا ؎

سجّادہ نشینی کا پینتالیسواں سال (سنہ ۱۰۷۸ھ / ۱۶۶۷ء)

(خواجہ محمد حنیف کی وفات اور حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے اشارہ پر بادشاہ عالمگیر کا متھرا کے بت خانہ کو گرانا)

اس سال خواجہ محمد حنیف نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی، حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کو ان کی وفات کا بہت صدمہ ہوا اور اپنے بڑے صاحبزادے شیخ محمد صبغۃ اللہ رح کو تعزیت کے لئے کابل بھیجا وہاں اُن کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور وہاں کے بیشتر عوام و خواص آپ کے معتقد و مرید ہوگئے ؎

اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ نے عالمگیر بادشاہ سے متھرا کا بُت خانہ ؏ منہدم کرنے کیلئے کہا جو ظاہر میں کفار کا سب سے بڑا تیرتھ تھا اور باطن میں ان کی سازشوں اور عیاشیوں کا اڈا تھا، کہتے ہیں

؏ مآثر عالمگیری میں ہے کہ "رمضان ۱۰۸۰ھ کے مقدس مہینے میں بادشاہ دین پناہ نے حفظِ شریعت و پابندیٔ احکامِ الٰہی کا لحاظ فرما کر متھرا کے بت خانہ کو گرانے کا حکم صادر فرمایا۔ . . . . اور اس کی جگہ رقم کثیر خرچ کر کے ایک مستحکم مسجد کی بنیاد ڈالی گئی۔ بت خانہ مذکور نرسنگھ دیو بندیلہ کا تعمیر کیا ہوا تھا جو ابوالفضل کا قاتل ہے" (مآثر عالمگیری ص ۶۷) عالمگیر نے جتنے بت خانے منہدم کرائے وہ سب سازشوں کے مراکز اور عیاشی کے اڈے تھے صرف بُت خانہ ہونے کی وجہ سے ان کو منہدم نہیں کرایا گیا۔ اگر یہ وجہ ہوتی تو پورے ملک میں ایک بھی بُت خانہ باقی نہ رہتا۔ بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ بعض اُن مندروں کو جن میں صرف پوجا پاٹ ہوتی تھی اور عیاشی کے اڈے نہ تھے عالمگیر بادشاہ نے جاگیریں عطا کیں۔ وہ اگرچہ خود مذہب کا پابند تھا اور مسلمانوں میں ترویجِ احکامِ شرعیہ کا بھی خواہاں تھا لیکن تمام غیر مذہب والوں کو مذہبی خیالات و افعال کی پوری آزادی حاصل تھی کسی پر سختی کرنا اس کی طبیعت میں ہرگز نہ تھا اگر کبھی کسی پر اس نے سختی کی بھی تو وہ بحالتِ مجبوری، لیکن تعصب کی بنا پر جو کچھ بھی کہا جائے تو اس کا کیا علاج۔ ؎ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۳۹ ؎ ایضاً ص ۱۴۰۔

اس وقت ایک سادھو نے پانچ سیر اکسیر کا ایک ڈبہ بادشاہ کو پیش کیا کہ یہ لے لو اور بت خانہ کو نہ گراؤ لیکن بادشاہ نے منظور نہیں کیا اور بت خانہ کو گرا کر ایک عالی شان مسجد بنوائی۔ ایک ہندو شاعر نے جس کا تخلص برہمن تھا اس مسجد و بت خانہ سے متعلق یہ شعر کہا ؎

بہ بیں کرامتِ بت خانۂ مرا اے شیخ ۔۔۔ کہ چوں خراب شود خانۂ خدا گردد

ایک مسلمان شاعر نے جس کا تخلص روحی تھا اس کے جواب میں مندرجہ ذیل شعر کہا ؎

بہ بیں کرامتِ شیخ مرا کہ بت خانہ ۔۔۔ بہمن پیرِ منش خانۂ خدا گردد [۱]

اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے اپنے ارتحال کے قریب ہونے کی خبر دی جس کو سن کر جملہ متعلقین و احباب بہت غمگین ہوئے۔

سنہ ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء

(حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کا سانحۂ ارتحال)

چونکہ یکم ربیع الاول سے سجادہ نشینی کا سال شروع ہوتا ہے اور ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء کو حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کا وصال ہو گیا اس لئے ان دنوں کے واقعات کو سجادہ نشینی کے پینتالیسویں سال ہی میں درج کیا جاتا ہے۔

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو ایک عرصہ سے وجع المفاصل (جوڑوں کے درد) کی تکلیف تھی اب کچھ دنوں سے اس مرض کا پھر زور ہو گیا، ہر چند علاج کیا گیا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" گھٹنوں کے درد میں شدت ہونے کی وجہ سے بخار بھی ہو گیا۔ یونانی علاج سے فائدہ نہ ہوا تو شاہی ڈاکٹر انگریز علاج کے لئے حاضر ہوا اور اس نے آپریشن کے ذریعہ دوا رکھی لیکن بے سود۔ آخر حضرت علاج معالجہ سے بیزار ہو گئے اور فرمایا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان دواؤں سے اثر اٹھا لیا ہے اس لئے اب کوئی دوا فائدہ نہ دیگی، یہ میری آخری بیماری ہے اور میں عنقریب اس دار فانی سے رخصت ہونے والا ہوں۔ یہ سنکر حاضرین پریشان ہو کر رونے لگے حضرت نے سب کو تسلی دی۔ بادشاہ عالمگیر بھی آپ کی علالت سے بہت پریشان و بے قرار تھا، روزانہ حضرت کی خیر و عافیت معلوم کرنے کا انتظام کیا ہوا تھا، کئی مرتبہ مزاج پرسی کے لئے حاضر ہونا چاہا لیکن حضرت نے منع فرمادیا کہ بادشاہ کو امورِ سلطنت میں مشغول رہنا چاہیے۔ [۲]

---

[۱] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۲۲ و ۱۲۳ [۲] ایضاً ص ۱۶۰ و ۱۶۱۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وفات حسرت آیات

۱۰ محرم الحرام ۱۰۷۹ھ عاشورہ کے دن اشراق کی نماز کے بعد حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے لوگوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا چنانچہ شہر اور اس کے گرد و نواح کے تمام عوام و خواص حضرت کی خانقاہ میں جمع ہو گئے، اس وقت حضرت نے مجمع عام میں حمد و ثنا کے بعد وعظ و نصائح فرمائے اور فرمایا کہ اب میں دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں لہٰذا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ قرآن، حدیث، اجماع امت اور اقوال مجتہدین پر عمل کرنا، خلافِ شرع فقراء سے بچنا کیونکہ وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں وغیرہ۔ لوگ یہ باتیں سن کر زار و قطار رونے لگے اور بہت غمگین ہوئے۔

دوسرے دن حضرت اپنے اجداد کے مقبروں پر تشریف لے گئے اور فاتحہ خوانی کی، اکثر اوقات حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کے مزار پر انوار پر گزارتے۔ نیز ان دنوں حضرت نے بعض مشائخ کو تحریر فرمایا کہ "میرے لئے ایمان پر خاتمہ کی دعا کرو" اکثر حضرات نے جواب میں عرض کیا کہ حضرت ہمارے خاتمہ بالخیر ہونے کی دعا فرمائیں۔ ایک صاحب نے جواب میں یہ شعر لکھا ؎

یقین می داں کہ شیرانِ شکاری ... دریں رہ خواستند از مور یاری

(یقین جانئے کہ شکار کرنے والے شیروں نے اس راستہ میں چونٹیوں سے مدد طلب کی ہے)

بعد ازاں آپ پر مرض کا اسقدر غلبہ ہو گیا کہ ہاتھ پاؤں میں حرکت کی سکت باقی نہ رہی اس شدتِ مرض میں کبھی اُف تک نہ کیا اور نہ کبھی بے قراری کا اظہار ہوا حتیٰ کہ کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ آپ بیمار ہیں، ان سب باتوں کے باوجود آپ حسب سابق عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے اور فریضۂ نماز با جماعت ادا کرتے۔

۸ ربیع الاول جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے فرمایا "امید نہیں کہ ہم کل اسوقت تک دنیا میں رہیں" پھر چند نصیحتیں فرما کر خلوت میں تشریف لے گئے۔ شام کے وقت سخت آندھی آئی اور زلزلہ بھی محسوس ہوا پھر بارش شروع ہو گئی۔ دوسرے دن صبح کی نماز تعدیل ارکان سے ادا کر کے مراقبہ کیا پھر نمازِ اشراق بڑے خشوع و خضوع سے ادا کی، بعد ازاں سکراتِ موت کی علامات ظاہر ہونے لگیں، تنفس میں تیزی آ گئی۔ کوائف درج ذیل ہیں:-

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی زبانِ مبارک آخری وقت میں بڑی تیزی سے حرکت کرتی تھی جب میں نے کان لگا کر سنا تو حضرت سورۂ یٰسین پڑھ رہے تھے۔ مرآت جہاں نما میں لکھا ہے کہ حضرت نے آخری وقت میں "السلام علیک یا نبی اللہ" فرمایا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ ہفتہ کے دن دوپہر کے وقت ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۶۶۸ء کو اس جہان فانی سے فردوسِ اعلیٰ تشریف فرما ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وصال کے وقت حضرت کے چہرۂ مبارک سے مسکراہٹ بہت نمایاں تھی، اس کے بعد لوگوں میں آہ و بکا، شور و فغاں ہو گیا اور سخت بیقراری و بے چینی پھیل گئی[۱]

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی رحلت کے وقت موسلا دھار بارش ہو رہی تھی، جس محل میں حضرت کا وصال ہوا تھا اسی میں غسل دیا گیا، غسل کے وقت بھی آپ کے لبوں پر تبسم تھا، حاجی عاشور، خواجہ عبدالرحمٰن، صوفی احمد اور شیخ انور وغیرہ نے حضرت کو غسل دیا اور تین کپڑوں (لفافہ، تہبند اور قمیص) میں کفن دیا۔ جس وقت جنازہ اٹھایا گیا اس وقت بارش بند ہو کر پھوار میں تبدیل ہو گئی تھی۔ جنازہ میں شریک حضرات کا گریہ و زاری اور آہ و فغاں سے برا حال تھا بعض نیم بسمل کی طرح تڑپ رہے تھے اور بعض درد و الم کی وجہ سے حواس باختہ تھے، غرض کہ اس وقت کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ کواکب دریہ میں لکھا ہے کہ حضرت کی نعش مبارک لوگوں کے کندھوں پر خود بخود چلتی تھی۔ قصر معصومی کے شمال میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی، بہت وسیع میدان ہونے کے باوجود لوگوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ تنگ ہو گئی اور اکثر حضرات نمازِ جنازہ میں شرکت سے محروم رہ گئے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ مروج الشریعہؒ نے نمازِ جنازہ کی امامت کی، قصرِ معصومی سے جنوب کی طرف آپ کو دفن کیا گیا[۲]

وفات کے دوسرے دن حضرت مروج الشریعہ کو واقعہ میں آپ کی زیارت ہوئی تو آپ سے کیفیت دریافت کی، حضرت نے فرمایا "نہایت خوبصورت فرشتے جو اپنی خوبصورتی و رعنائی میں عدیم المثال تھے عمدہ لباس میں میرے پاس آ کر نہایت ادب سے کھڑے رہے پھر واپس چلے گئے لیکن مجھ سے کوئی سوال نہ کیا۔" پھر قبر کی تنگی کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا "مجھے تو سوائے راحت اور خوشی کے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی"[۳]

شیخ محمد تقی سعیدی فرماتے ہیں کہ میں شاہجہان آباد میں بادشاہ کے پاس سے اٹھ کر گھر آیا تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کا وصال ہو گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خبر دینے والا شخص فرشتہ ہو گا کیونکہ یہ خبر سنتے ہی میں گھبرایا ہوا بادشاہ کے پاس گیا اور واقعہ بیان کیا۔ بادشاہ نے کہا

[۱] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۶۳ و ۱۶۴۔ [۲] ایضاً ص ۱۶۵ تا ۱۶۷ [۳] ایضاً ص ۱۶۸

[۵] حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی ولادت و وفات کی تاریخوں میں اختلاف ہے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کہ میرے آدمی کوس بہ کوس بیٹھے ہیں اگر ایسا ہوتا تو پہلے مجھے اطلاع ہوتی۔ پھر رات کے وقت بادشاہ کو حضرت کے وصال کی خبر اپنے ہرکاروں کے ذریعہ پہنچی تو بادشاہ کی زبان سے بے اختیار نکلا "نورِ عالم برفت و عالم تاریک شد" [یعنی جہان کا نور جاتا رہا اور عالم تاریک ہو گیا] بادشاہ حضرت کی تعزیت کے لئے سرہند آیا، پہلے حضرت کی قبر پر فاتحہ پڑھی بعد ازاں حضرت کے ہر فرزند کے پاس حاضر ہو کر تعزیت کی۔ اسی طرح حضرت کے جملہ مرید و خلفا اور امرا و رؤسا تعزیت کے لئے آتے رہے اور یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہا۔ اکثر حضرات نے تاریخ وفات لکھی ہیں مثلاً حضرت مروج الشریعہؒ نے "ھو عند ملیک مقتدر" اور حضرت شیخ عبد الاحدؒ نے "رفتہ زجہاں امام معصوم" کہی ہیں [۱]

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو جس جگہ دفن کیا گیا وہ حضرت مروج الشریعتؒ کی ملکیت تھی جب حضرت مروج الشریعہ نے اس جگہ کو تعمیر کرانا چاہا تو شاہجہاں کی لڑکی روشن آرا بیگم نے یہ سعادت حاصل کرنے کی درخواست کی حضرت مروج الشریعہ نے منظور فرما کر تعمیر کی اجازت دیدی۔ چنانچہ روشن آرا بیگم نے نہایت اعلیٰ درجہ کے معمار اور کاریگر مہیا کئے اور جس قسم کا محل بیگم نے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ اس میں تشریف فرما ہیں اسی کا نقشہ بنا کر معماروں کو دیا کہ اس قسم کا محل تعمیر کیا جائے چنانچہ آپ کی قبر پر ایک نہایت عالی شان عمارت تعمیر کی گئی جو طرح طرح کے نقش و نگار سے منقش تھی، درمیان میں سنگ رخام کا عالیشان گنبد اور چاروں کونوں میں برج بنوائے گئے، غرضکہ روضۂ مبارکہ کی تعمیر عالی شان عمارت کی شکل میں ہوئی اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا سامان وہاں رکھا گیا اور یہ تاریخ بنا روضہ پر کندہ ہوئی "مرقدِ محبوبِ حق قطبِ زماں" [۲]

حضرت کے روضۂ شریفہ کے اندر آٹھ قبریں ہیں:- (۱) حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصومؒ (۲) مروج الشریعہ خواجہ عبید اللہؒ فرزندِ سوم حضرت عروۃ الوثقیٰؒ۔ (۳) شیخ ابو العلیٰ فرزند اکبر حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ (۴) حضرت شیخ محمد اشرفؒ فرزند چہارم حضرت عروۃ الوثقیٰؒ (۵) حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ فرزند اکبر حضرت عروۃ الوثقیٰؒ (۶) شیخ محمد ہادی فرزند اکبر مروج الشریعہؒ (۷) شیخ الاسلام فرزند محمد پارسا۔ (۸) نور معصوم نبیرہ محمد پارسا۔ آخر الذکر تین قبریں پائینتی کی جانب ہیں۔

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے آخر وقت تک جو مکاتیب تحریر فرمائے اس کا تیسرا دفتر ۱۰۸۰ھ میں "مکاتیبِ قطبِ زماں" کے تاریخی نام سے مرتب ہوا۔ الحمد للہ کہ آپ کے مکاتیب کے تینوں دفتر فارسی زبان میں بھی دستیاب ہیں اور اردو ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے۔

---

[۱] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۷۰ و ۱۷۱۔ [۲] ایضاً ص ۱۷۲ و ۱۷۳۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے شمائل اور اخلاق وآداب

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کا قد خاصہ تھا، بدن مبارک پُر گوشت، رنگ گندمی، ابرو کشادہ، ناک اونچی، آنکھیں بڑی بڑی، ڈاڑھی سفید اور تمام اعضا نہایت متناسب اور خوش وضع تھے۔ حضرت کا لباس نہایت لطیف بلکہ الطف ہوتا، سر پر عمامہ باندھتے اور کبھی ہندی لباس زیب تن فرماتے [۱]۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کی آوازِ مبارک میں یہ کمال تھا کہ نماز میں قرأت پڑھتے وقت جسقدر بلند آواز پہلی صف والوں کو معلوم ہوتی تھی اسی قدر آخری صف والوں کو سنائی دیتی تھی اگرچہ بعض اوقات حضرت کے پیچھے سو سو صفیں بھی ہوتیں لیکن آواز سب کو یکساں سُنائی دیتی [۲]۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ کا اس درجہ ادب واحترام کرتے تھے کہ جب حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ حسب معمول شام کے وقت پالکی میں بیٹھ کر تفریح کے لئے تشریف لےجاتے اور پالکی دولت سرائے معصومی کے سامنے سے گذرتی تو حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ پالکی دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے اور جب تک پالکی نظر کے سامنے رہتی کھڑے رہتے۔ بارہا عرض کیا گیا کہ نہ آپ حضرت کو نظر آتے ہیں اور نہ حضرت آپ کو دیکھتے ہیں پھر کھڑے ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ فرماتے دکھانا مقصود نہیں ہے ادب مقصود ہے [۳]۔

اسی طرح آپ کے مکان میں بیری کا درخت تھا اس کے بیر پہلے حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ کو بھیجتے پھر خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے [۴]۔

---

[۱] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۵۶ [۲] ایضاً ص ۱۴۶ [۳] و [۴] علماء ہند کا شاندار ماضی ص ۳۳۱۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت عروۃ الوثقیٰ

کی

تصنیفات

مکتوباتِ معصومیہ

امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ السامی کے صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے مکتوباتِ شریفہ بھی بزبان فارسی وعربی اپنے والد بزرگوار کے مکتوباتِ شریفہ کی طرح بہت بلند درجہ رکھتے ہیں اور شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت کے جامع اور ادب وانشا کا اعلیٰ شاہکار ہیں، ان میں سالکانِ طریقت کو پیش آنے والے سوالات کے جوابات، خوابوں کی تعبیرات اور بہت سے فقہی مسائل کا حل ہے نیز مکتوباتِ حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کے بہت سے ادق مقامات کی تشریحات پر مشتمل ہیں جو سالکانِ طریقت کے لئے ایک بے بہا ذخیرہ اور انمول خزانہ ہیں۔

مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول: اس دفتر کی ترتیب وتدوین کی سعادت حضرت عروۃ الوثقیٰ کے صاحبزادہ سوم حضرت خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعۃ کو حاصل ہوئی۔ انھوں نے ۱۰۳۹ھ میں جس کا مادۂ تاریخ "درۃ التاج" ہے اس مبارک کام کا آغاز کیا اور ۱۰۶۳ھ میں جس کا مادۂ تاریخ "جمع کمالاتِ نبوت" ہے اختتام کیا۔ اس دفتر میں ۲۳۹ مکتوبات ہیں۔ اس کے بعد نقل در نقل قلمی نسخوں کا سلسلہ جاری رہا حتی کہ غالباً پہلی مرتبہ ۱۳۰۲ھ میں اصل فارسی نسخہ مطبع نظامی کانپور نے شائع کیا۔

مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم: اس دفتر کو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے صاحبزادہ پنجم حضرت خواجہ سیف الدین کے حکم سے حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلیفہ حضرت مولانا شرف الدین حسین بن میر عماد الدین محمد بن الحسینی الہروی نے جمع وتدوین کا کام انجام دیا اور اس کا تاریخی نام "وسیلۃ السعادت" (۱۰۷۲ھ) رکھا۔ جس میں ۱۵۸ مکتوبات ہیں اور قلمی نسخوں کے سلسلہ کے بعد غالباً پہلی مرتبہ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۰۶ء کو ظہور پریس لدھیانہ سے شائع ہوا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مکتوباتِ معصومیہ دفترِ سوم: اس دفتر کو حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ صاحبزادہ دوم کے حکم سے حضرت حاجی محمد عاشور بن حاجی محمد البخاریؒ خلیفۂ مجاز حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے ۱۰۷۳ھ میں جمع کرنا شروع کیا۔ "مکاتباتِ قطبِ زماں" سے آغاز تاریخ اور "مکاتبات زقطبِ زماں" (۱۰۸۰ھ) سے تکمیل کی تاریخ نکلتی ہے۔ دفترِ سوم بھی غالباً پہلی مرتبہ حضرت مولانا نور احمد امرتسریؒ کی محنت و کاوش سے ۱۳۴۰ھ میں شائع ہوا جس میں ۲۵۵ مکاتیب ہیں۔

بعد ازاں حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب مدظلہ العالی نے محنت و کوشش سے یہ ہر سہ دفتر اصل فارسی ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء میں شائع کیے۔ پھر راقم الحروف نے ان ہر سہ دفتر کا پہلی مرتبہ اردو ترجمہ کیا جو ۱۳۹۸/۹۹ھ، ۱۴۰۰ھ میں ادارہ مجددیہ، ناظم آباد ۳ کراچی سے شائع ہوا۔ اور اب یہ اصل فارسی نسخہ اور اردو ترجمہ دونوں دستیاب ہیں۔

مکاشفاتِ عینیہ: یہ رسالہ حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کے مکاشفات پر مشتمل ہے جن کو حضرت عروۃ الوثقیٰ نے ۱۰۵۱ھ میں مرتب فرمایا تھا۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب مدظلہ العالی نے اردو ترجمہ کے ساتھ ۱۳۸۴ھ میں ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی سے شائع کیا۔

یواقیت الحرمین: یہ رسالہ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کے فریضۂ حج اور زیاراتِ حرمین شریفین کے سفرِ مقدس کے حالات و فیوضات اور انوار و برکات پر مشتمل ہے۔ اصل رسالہ عربی میں ہے جو گوشۂ گمنامی میں ہے البتہ اس کا فارسی ترجمہ "حسنات الحرمین" نامی بھی نایاب اور غیر مطبوعہ تھا جو مخدومی حضرت حافظ محمد ہاشم جان مجددی حاصل کر کے خاکسار مولف نے پہلی بار ترجمہ کیا اور اب پیشِ نظر کتاب مستطاب انوار معصومیہ میں شائع کیا جا رہا ہے۔

اذکارِ معصومیہ: یہ رسالہ عربی و فارسی زبان میں ہے، یعنی عربی میں اذکار و ادعیہ اور فارسی میں اس کے فوائد ہیں۔ غالباً یہ رسالہ پہلی مرتبہ مکتبہ سیفی لاہور سے یکم ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ کو شائع ہوا تھا۔ خاکسار مؤلف نے عربی دعاؤں کا ترجمہ آئندہ اشاعت موقوف رکھ کر فارسی فوائد کا اردو ترجمہ کر دیا جو پیشِ نظر کتاب کی زینت ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کی

اولادِ امجاد

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے چھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے :-

		ولادت	وفات
(۱)	حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہؒ	۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۰۳۳ھ	۹ ربیع الثانی سنہ ۱۱۲۱ھ
(۲)	" خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہؒ	" ۷ رمضان سنہ ۱۰۳۴ھ	" ۲۹ محرم سنہ ۱۱۱۴ھ
(۳)	" شیخ محمد عبید اللہ مروج الشریعۃؒ	" ۲۱ شعبان سنہ ۱۰۳۷ھ	" ۱۹ ربیع الاول سنہ ۱۰۸۳ھ
(۴)	" شیخ محمد اشرف محبوب اللہؒ	" سنہ ۱۰۴۳ھ	" ۲۷ صفر سنہ ۱۱۱۸ھ
(۵)	" خواجہ سیف الدین محی السنۃؒ	" سنہ ۱۰۴۹ھ	" ۲۶ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۰۹۶ھ
(۶)	" شیخ محمد صدیق محبوب النبیؒ	" سنہ ۱۰۵۷ھ	" ۵ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۱۳۰ھ

صاحبزادیاں

(۱) امۃ اللہ بیگم ، منسوب بہ شاہ عبداللہ بن خازن الرحمہؒ

(۲) عائشہ بیگم ، منسوب بہ شاہ لطف اللہ بن خازن الرحمہؒ

(۳) عارفہ بیگم ، غیر قوم کے مرزا آفندی کے ساتھ منسوب تھیں۔

(۴) عاقلہ بیگم ، منسوب بہ حضرت سعد الدین بن خازن الرحمہؒ

(۵) صفیہ بیگم ، منسوب بہ حاجی فضل اللہ بن شیخ عبدالقادر مخدومیؒ

حضرت کی پانچوں صاحبزادیاں صاحب کمالاتِ ظاہرہ و خوارق باہرہ تھیں، اپنے والد ماجد سے کمالاتِ نبوت کی خوشخبری پائی تھی ہزارہا عورتوں نے ان سے استفادہ کیا۔

اب ہم مخدوم زادگان عالی شان قدس اللہ اسرارہم کے تفصیلی حالات پیش کرتے ہیں :-

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۱) حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ قدس سرہٗ

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے فرزندِ اکبر ہیں، آپ کی ولادت ۱۱ ربیع الثانی ۱۰۳۲ھ کو بمقام سرہند ہوئی۔ اِن دنوں حضرت مجدد الفِ ثانیؒ اجمیر میں قیام پذیر تھے۔ جب حضرت مجدد الف ثانیؒ سرہند شریف تشریف لائے تو حضرت نے اِن نومولود کو دیکھ کر فرمایا "السلام علیکم یا صبغۃ اللہ" اور فرمایا کہ اس لڑکے سے بوئے اصالت آتی ہے اس لئے اس کا نام صبغۃ اللہ رکھنا چاہیے۔ ابھی شیر خوار ہی تھے کہ سخت بیمار ہو گئے مرض کا اسقدر غلبہ ہوا کہ امیدِ زیست باقی نہ رہی۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے حضرت مجدد الفِ ثانیؒ سے اس فرزند کی صحت کیلئے دعا کی درخواست کی۔ حضرت مجدد الفِ ثانیؒ نے فرمایا "اس فرزند کے بارے میں کچھ فکر نہ کرو، اس کی عمر بہت ہو گی اور بڑا صاحبِ کمال ہو گا، میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک بوڑھا ہاتھ میں عصا لئے ہوئے ہے اور بکثرت مخلوق اس کے گرد حلقہ باندھے استفادہ کیلئے کھڑی ہے"۔ چنانچہ واقعی حضرت مجدد الف ثانیؒ کا یہ ارشاد پورا ہوا اور آپ کمالاتِ باطنی کو پہنچکر مرجعِ خلائق ہوئے اور تقریباً نوے سال کی عمر میں وفات پائی ؎

نقل ہے کہ چالیس روز میں آپ نے قرآن کریم حفظ کر لیا تھا بعد ازاں علوم معقول و منقول اور فروع و اصول میں کامل درجہ حاصل کر کے والدِ بزرگوار کی خدمت میں باطنی سلوک کی تکمیل کی، ہر مقام میں قدم راسخ اور عبادت، ورع اور تقویٰ میں استقامت کامل رکھتے تھے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ آپ پر نہایت درجہ شفیق و مہربان تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر باپ کو بیٹے کی تعظیم کرنی روا ہوتی تو میں اپنے بیٹے صبغۃ اللہ کی تعظیم کیا کرتا۔ تکمیلِ سلوک کے بعد حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے آپ کو اجازت و خلافت سے مشرف فرما کر کابل روانہ فرمایا اور وہاں کی قطبیت بھی آپ کے سپرد کی، وہاں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، بکثرت طالبانِ خدا کو مقاماتِ عالیہ پر پہنچایا ؎

نیز نقل ہے کہ ایک روز سلطانِ وقت اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کو بُلایا تاکہ آپ کی زیارت سے مستفیض ہوں حالانکہ سلطان آپ کے والد ماجد کا مرید و خلیفہ تھا، سلطان کے خدام کے پہنچنے سے پہلے ہی آپ مطلع ہو گئے، حکم دیا کہ پالکی حاضر کرو، پھر اُس پر سوار ہو کر باغ کی سیر کو تشریف لے گئے، اور متعلقین سے فرمایا کہ جسوقت بادشاہ کے آدمی مجھے بلانے کے لئے آئیں تو ان سے کہہ دیں کہ آپ لوگوں کے پہنچنے سے پہلے وہ کسی طرف چلے گئے۔ مختصر یہ کہ اس واقعہ کے بعد ایک نیازمند نے

۱؎ روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۷۵ ۲؎ حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۳۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

عرضِ خدمت کیا کہ بادشاہ کی اسقدر خواہش کے باوجود اس کی مجلس سے اس درجہ بیزاری کا کیا سبب ہے حالانکہ آپ کے بھائی بادشاہ کی صحبت رکھتے تھے اور اس ذریعہ سے مخلوق کے کام انجام دیتے تھے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہمارے بھائی نیک نیت تھے، فقیر ایک دل رکھتا ہے جو کہ میں ایک بادشاہ کو دے چکا ہوں، دوسرا دل نہیں رکھتا جو دوسرے بادشاہ کو دوں، بعد ازاں عارف جامؔ کی رباعی بکمال شوق کے ساتھ زبان مبارک پر لائے۔ رباعی

اے آنکہ بقبلہ بتاں روست ترا   بر مغز چرا حجاب شد پوست ترا
دل در طلب این و آں نکوست ترا   یک دل داری بس است یک دوست ترا [1]

[اے وہ شخص کہ تیرا رخ بتوں کے قبلہ کی طرف ہے، تیرا پوست (چھلکا) مغز پر حجاب کیوں ہوگیا، تیرے دل کا اِس اور اُس کی طلب میں ہونا اچھا نہیں ہے، تو ایک دل رکھتا ہے تجھ کو ایک دوست کافی ہے۔] [2]

آپ کی وفات نوے سال کی عمر میں جمعہ کے روز بوقت عصر ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۱۲۱ھ کو ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ سرہند شریف پر سکھوں کا غلبہ تھا، اس کے باوجود ہزاروں مسلمان جنازہ میں شریک تھے اور بہت احترام و اہتمام کے ساتھ آپ کے جنازہ کو لیجا کر حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد میں مغربی دروازے کے قریب خواجہ محمد اشرف کے پہلو میں دفن کیا گیا [3]

آپ کی اولاد میں چار لڑکے اور سات لڑکیاں تھیں:- شیخ ابوالقاسم[1]، شیخ محمد اسمٰعیل[2]، شیخ اہل اللہ[3]، شیخ میر[4]۔ صائمہ[1]، راضیہ[2]، عالیہ[3]، ماریہ[4]، رافعہ[5]، باقیہ[6]، روشن آرا[7]۔

شیخ ابوالقاسم[1]، آپ نے تکمیلِ سلوک حضرت عروۃ الوثقیٰ سے کیا اور ظاہری علوم اپنے والد بزرگوار اور چچاؤں سے حاصل کئے، حضرت حجۃ اللہ کے داماد اور حضرت مروج الشریعہ کے متبنی تھے حضرت خواجہ سیف الدین کی خانقاہ کے میر سامان بھی رہے۔ آپ لاولد تھے۔ سنہ ۱۰۸۱ھ میں وفات پائی۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے گنبد میں سب سے پہلی قبر آپ ہی کی بنی۔ [4]

شیخ محمد اسمٰعیل[2]۔ آپ حضرت مروج الشریعہ کے داماد تھے سنہ ۱۱۳۶ھ میں وفات پائی۔ آپ کی اولاد میں چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں [4]

شیخ اہل اللہ[3]، آپ کی اولاد میں صرف ایک لڑکی تھی جو شیخ محمد بن شانی الحال سے منسوب تھی۔ [5]

شیخ میر[4]۔ آپ نے اپنے والد ماجد کی خدمت میں باطنی سلوک طے کر کے خلافت پائی [6]

---

[1] عمدۃ المقامات ص ۳۵۴ [2] ہدیۂ احمدیہ ص ۳۶ [3] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۷۶ [4] ایضاً ص ۱۷۷ [5] ص ۱۷۹ [6] ‹‹

(۲) حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ قدس سرہٗ

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے فرزندِ دوم ہیں، آپ کی ولادت باسعادت بروز جمعہ، رمضان ۱۰۳۴ھ (مطابق ۱۳ر جون ۱۶۲۵ء) کو سرہند میں ہوئی۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے نومولود فرزند کا اسم محمد نقشبندؒ اور لقب شرف الدین مقرر فرمایا اور بطور شکرانہ بہت سا کھانا پکا کر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح کے نام پر تقسیم کیا[۱]۔ حضرت حجۃ اللہ تھوڑی مدت میں قرآن شریف حفظ کر کے علومِ ظاہری حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے اکثر کتابیں اپنے عم محترم حضرت خواجہ محمد سعیدؒ سے پڑھیں، ایسی تحقیق و تدقیق سے پڑھا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ محمد سعید فرمایا کرتے تھے "یہ مجھ سے پڑھنے نہیں آتے بلکہ پڑھانے آتے ہیں"۔ غرضکہ آپ نے فقہ وحدیث اور جمیع علوم متداولہ نہایت کوشش سے پڑھے، علمِ قال کے ساتھ علمِ حال بھی آپ نے اپنے والد بزرگوار سے حاصل کرنا شروع کر دیا۔ اور بوجہ علوِ استعداد تھوڑی مدت میں ایسے حالات وواقعات پر پہنچے کہ عقل وفکر سے باہر ہیں۔

حضرت حجۃ اللہ کا پہلا نکاح حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی بھانجی سے ہوا تھا، آپ کی اکثر اولاد اسی بیوی سے ہوئی، دوسرے نکاح کا واقعہ اس طرح ہے کہ خراسان کے مشہور سید میر عبد اللہ نے حضرت حجۃ اللہ کو خواب میں دیکھا تو زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا، ان دنوں آپ پشاور میں تشریف فرما تھے۔ میر صاحب یہاں حاضر ہو کر مرید ہو گئے پھر محبتِ شیخ کا غلبہ ہوا تو اپنی لڑکی عائشہ بیگم کا نکاح آپ سے کر دیا، یہ نکاح ۲۷ ربیع الاول ۱۰۸۰ھ/۱۶۶۹ء کو ہوا۔

اسی سال عرب کے بہت سے علماء ومشائخ مثلاً شیخ عبد الوہاب رئیس المشائخ، شیخ فخر الدین خطیب اور مولانا شمس الدین ملک العلماءِ عرب وغیرہ حاضر ہو کر مرید ہوئے[۲]۔

۱۰۸۱ھ/۱۶۷۰ء میں اہلِ کابل نے حضرت حجۃ اللہ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا جس میں آپ کے دیدار فائض الانوار کے اشتیاق اور کابل میں آپ کی تشریف آوری کی خواہش کا اظہار درج تھا۔ حضرت بھی اہلِ کابل پر بہت مہربان تھے اس لئے کابل روانہ ہو گئے، جب اہلِ کابل کو حضرت کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی تو کئی منزل آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا۔ کہتے ہیں کہ بدخشاں، خراساں، توران اور ترکستان کے لوگ اس کثرت سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے جیسے ٹڈی دل ہو اور اس شوق سے جیسے پروانے شمع پر گرتے ہیں ہر روز ہزاروں آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر

---

[۱] روضۃ القیومیہ بلخصار کن دوم ص ۱۳۱۔ [۲] ایضاً رکن سوم ص ۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مرید ہوتے، بہت سے ترک، مغل اور پٹھان شرفِ ارادت سے مشرف ہوئے، غرضکہ ہر صبح و شام حضرت کے حلقہ میں ہزارہا آدمی شریک ہوتے۔ کابل کے دورانِ قیام رمضان المبارک کا مہینہ آگیا، تراویح میں لوگوں کی اسقدر کثرت ہوئی کہ کابل کی جامع مسجد وسیع و عریض ہونے کے باوجود سب نمازیوں کے لئے کافی نہ ہوتی اس لئے حضرت شہر کے باہر باغ میں نمازِ تراویح ادا فرماتے تھے۔ حضرت حجۃ اللہ کچھ عرصہ کابل میں تبلیغ دین فرما کر سرہند واپس تشریف لے آئے [1]

۱۰۸۲ھ میں بروز جمعرات ۱۷ جمادی الاولیٰ کو روشن آرا بیگم بنت شاہجہاں کا انتقال ہوا [2]

۱۰۸۳ھ میں حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت ابو العلیٰ نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لیا اور لوگوں کی ہمنشینی کو ترک کر دیا [3]

۱۰۸۷ھ/۱۶۷۶ء میں حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہؒ اپنے بعض اعزہ و احباب کے ساتھ دامنِ کوہ کی سیر کے لئے تشریف لے گئے وہاں صبح کی نماز کے بعد دیر تک مراقبہ کیا پھر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفرِ حجاز کی تاکید فرما رہے ہیں، اس واقعہ کے بعد آپ سرہند تشریف لے آئے اور حرمین شریفین کی تیاری شروع کر دی [4]۔ ۱۰۸۸ھ/۱۶۷۷ء میں آپ حج و زیارتِ حرمین شریفین کے ارادہ سے روانہ ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ تقریباً سات ہزار آدمی آپ کے ہمراہ تھے۔ جب آپ کا گذر شاہجہاں آباد سے ہوا تو عالمگیر بادشاہ نے آپ کا استقبال کیا اور قلعۂ معلیٰ میں آپ کے قیام کا انتظام ہوا۔ تقریباً ایک سال بادشاہ نے آپ کو مہمان رکھا اور آپ سے تجدید بیعت کر کے فیوض حاصل کئے، بعد ازاں آپ حج کے لئے روانہ ہوئے، اتفاقاً راستہ میں بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور وقت بھی بہت زیادہ لگ گیا [5]

• جب اہلِ عرب کو حضرت حجۃ اللہؒ کی تشریف آوری کی خبر ہوئی تو بکثرت عوام و خواص خصوصاً شیخ المشائخ عبدالوہاب، شیخ فخر الدین خطیب اور ملک العلما مولانا شمس الدین وغیرہ نے آپ کا استقبال کیا۔ شیخ مراد شامی مع دیگر خلفا کے حاضرِ خدمت ہوئے، مکہ معظمہ کے دورانِ قیام میں لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوتے تھے، مسجد الحرام میں لوگ پانچوں وقت حضرت کے انتظار میں رہتے جب حضرت تشریف لاتے تو آپ کی امامت میں نمازِ جماعت ادا کرتے، جب حج کے لئے عرفات تشریف لے گئے تو آپ ہی تمام حجاج کے سالارِ قافلہ تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ عرفات میں مجھ پر اسقدر عنایاتِ الٰہی ہوئی ہیں کہ بیان سے باہر ہیں [6]۔ خیال ہے کہ ۱۰۹۰ھ میں آپ حج کی سعادت سے مشرف ہوئے بعد ازاں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ حضرت ابو العلیٰ مناقب نقشبندیہ میں لکھتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت کے

---

[1] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن سوم ص ۱۱ [2] مآثر عالمگیری ص ۱۲۲ [3] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن سوم ص ۱۷ [4] ص ۳۱ [5] ص ۳۵ [6] ص ۵۵

ساتھ تھا، آپ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے سامنے کھڑے ہوئے دیر تک روتے رہے، پھر حجرۂ مبارکہ کے قریب بیٹھ کر مراقبہ کیا اور دیر تک رسالت کے بحرِ احسان و انعام میں مستغرق رہے اور یہ کلمات ادا فرماتے رہے آفدیت نفسی و روحی واولادی علیک یارسول اللہ یارسول اللہ!۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کمال لطف و کرم سے حضرت حجۃ اللہؒ کو عنایاتِ خاصہ اور تشریفاتِ مخصوصہ سے ممتاز فرمایا اور اس قسم کی مہربانی فرمائی جس کا پوشیدہ رکھنا ہی بہتر ہے ؎۱۔ پچیس[۲۵] یوم مدینۂ منورہ میں قیام کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کر کے مکہ معظمہ حاضر ہوئے پھر چند روز وہاں قیام کر کے ہندوستان تشریف لے آئے ؎۲

۱۰۹۱ھ / ۱۶۸۰ء جب حضرت حجۃ اللہؒ بندرگاہ سورت پر پہنچے تو آپ کے صاحبزادے حضرت ابو العلیٰ نے جو نقاب اپنے چہرہ پر ڈالا ہوا تھا اُتار دیا۔ حضرت حجۃ اللہؒ بندرگاہ سے وطن کی جانب روانہ ہوئے تو جس گاؤں یا شہر سے آپ کا گذر ہوتا وہاں کے لوگ آپ کا استقبال کرتے، بادشاہ ان دنوں حسن ابدال میں تھا حضرت کی تشریف آوری کی خبر سن کر استقبال کے لئے شاہجہاں آباد کی جانب روانہ ہوگیا ؎۳

انہی دنوں حضرت حجۃ اللہؒ کی والدہ ماجدہ (یعنی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی زوجۂ محترمہ) اس سرائے فانی سے عالمِ جاودانی کو کوچ کر گئیں اور حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے گنبد کے مشرقی محراب میں دفن کی گئیں۔ جب بادشاہ عالمگیر سرہند پہنچا تو حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے جو فرزند اس وقت سرہند میں موجود تھے ان کی والدہ کی تعزیت کی اور فاتحہ پڑھی پھر شاہجہاں آباد روانہ ہوگیا۔ حضرت حجۃ اللہؒ والدہ ماجدہ کے انتقال کی خبر سُنکر غمزدہ سرہند آرہے تھے کہ تھانیسر میں بادشاہ سے ملاقات ہوگئی۔ بادشاہ نے پہلے حضرت کی والدہ ماجدہؒ کی تعزیت کی پھر اپنے ہمراہ شاہجہاں آباد چلنے پر اصرار کیا حضرت بھی کمال لطف و کرم سے اس کی التماس کو منظور فرما کر شاہجہاں آباد تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے قلعۂ معلی میں آپ کے قیام کا انتظام کیا اور صبح و شام حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفیض ہوا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت نے بادشاہ سے رخصت چاہی اور سرہند تشریف لے آئے۔ اسی سال بعض مخالفین نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات پر نکتہ چینی کی اور مناظرہ کے لئے تیار ہوگئے آخر مناظرہ ہوا اور بُری طرح شکست کھائی پھر ان مخالفین نے عرب کے ایک عالم برزنجی کو بڑی رقم اور طرح طرح کے لالچ دیکر مناظرہ کے لئے بلایا لیکن حق سبحانہ وتعالیٰ نے ایسی مدد فرمائی کہ برزنجی مع اہل و عیال جہاز کے ساتھ سمندر میں . . . . غرق ہوگیا اور اس طرح مخالفین کی کمرِ ہمت ٹوٹ گئی ؎۵

؎۱ روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن سوم ص ۵۹۔ ؎۲ ایضاً ۶۶ ؎۳ ایضاً ص ۶۸ ؎۴ ایضاً ص ۶۹ ؎۵ ایضاً ص ۷۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اسی سال یعنی ۱۰۹۱ھ میں حضرت حجۃ اللہ کے صاحبزادے حضرت ابوالعُلیٰ کی شادی حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمہ کی پوتی شیخ سعد الدین کی صاحبزادی سے ہوئی [۱]

۱۰۷۱ھ میں دکن میں مرہٹہ گردی کا آغاز ہوا اور ۲۴ جمادی الآخر ۱۰۹۱ھ کو مرہٹوں کے سردار سیوا جی پر گرمی کا غلبہ ہوا اور گھوڑے سے اُترتے ہی اس نے دو مرتبہ خون کی قے کی اور مر گیا [۲]

جہاں آرا بیگم بنتِ شاہجہاں نے ۳ رمضان ۱۰۹۲ھ (مطابق ۶ ستمبر ۱۶۸۱ء یوم سہ شنبہ) کو وفات پائی اور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے صحن میں اسی جگہ دفن ہوئی جو مرحومہ نے اپنی حیات میں تعمیر کرائی تھی [۳]

۱۰۹۲ھ / ۱۶۸۱ء میں بعض فتنہ پردازوں کے اشارہ پر شہزادہ محمد اکبر اپنے والد بزرگوار (عالمگیر) سے باغی ہو گیا اور کثیر لشکر جمع کر کے جنگ کے لئے تیار ہو گیا، بادشاہ نے حضرت حجۃ اللہؒ کی خدمت میں فتح و نصرت کی دعا کے لئے درخواست کی۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ "ہم دعا اور توجہ میں مشغول ہیں خاطر جمع رکھو اللہ تعالیٰ تم کو دشمنوں پر فتح عنایت فرمائے گا جہاں جاؤ گے فتح پاؤ گے کشفی نظر میں تمہاری فتح روز روشن کی طرح دکھائی دیتی ہے۔" بادشاہ اس بشارت سے بہت خوش ہوا اور تیاری کر کے میدانِ جنگ میں پہنچ گیا جب دونوں لشکروں کا سامنا ہوا تو حق سبحانہ و تعالیٰ نے شہزادہ محمد اکبر کے دل میں بادشاہ کا ایسا رعب ڈالا کہ بغیر جنگ کے بھاگ گیا۔ شاہی فوج نے اس کا تعاقب کیا لیکن شہزادے نے ایران پہنچ کر دم لیا اور وہیں ۱۱۱۵ھ میں وفات پائی [۴] بادشاہ عالمگیر نے شہزادہ محمد اکبر کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد دکنی دشمنوں کی طرف متوجہ ہوا اور فتنہ و فساد مٹانے کے لئے دکن میں سکونت اختیار کی پھر شاہجہاں آباد نہ آسکا [۵]

ع۵ مرہٹوں سے متعلق منتخب اللباب حصہ سوم میں ہے کہ "دکن کے معتبر اشخاص مرہٹہ قوم کے بیانات کے مطابق سیوا جی کا اصل و نسب چتوڑ کے رانا سے ملتا ہے۔ راجپوتوں اور تمام ہندوؤں میں غیر ذات کی عورتوں سے توالد و تناسل کو مذموم سمجھا جاتا ہے (ص۱۱۴) کہتے ہیں کہ سیوا کے باپ دادا میں سے ایک شخص بھوسلہ رانا کے علاقہ میں رہتا تھا۔ غیر قوم کی ایک بد اصل عورت سے اس کے تعلقات تھے ...... اس سے ایک لڑکا تولد ہوا۔ بھوسلہ نے رسوائی سے بچنے کے لئے اس بچہ کو اس کی انا کے ساتھ پہاڑ کے دامن میں بھیج دیا ...... بھوسلہ نے اپنی محبوبہ کی محبت کی وجہ سے اپنی قوم میں شادی نہیں کی ...... آخر ان تعلقات کا بھانڈا پھوٹا تو بھوسلہ اپنی محبوبہ اور بچے کو لیکر دکن چلا گیا۔ بچے کے جوان ہونے پر وہاں کے صحیح النسب راجپوت احتیاط و شبہ کی وجہ سے اس لڑکے کو اپنی لڑکی دینے پر تیار نہیں ہوئے مجبوراً اس نے مرہٹہ قوم میں جو خود کو غیر معروف راجپوت سمجھتے تھے اپنے لڑکے کی نسبت کر دی، اسی نسل سے ساتویں آٹھویں پشت میں ساہو بھوسلہ پیدا ہوا (ص۱۱۵) سیوا کا یہ وطیرہ تھا کہ وہ آباد سیر حاصل قصبوں پر جہاں کی رعیت مالدار اور خوشحال ہوتی اچانک جا پڑتا اور لوٹ مار کر کے ان کو اپنے قبضہ میں لے آتا (ص۱۱۶)۔ جب اس نے کافی دولت جمع کر لی اور ایک اچھی خاصی فوج فراہم کر لی تو اس نے ہندوستان اور بیجاپور کے سلاطین کے خلاف کارروائیاں شروع کر دیں ...... اور دکن کا سب سے بڑا اور طاقتور باغی بن گیا (ص۱۱۶)

[۱] روضۃ القیومیہ رکن سوم ص ۶۷ [۲] مآثر عالمگیری ص۱۳۳ [۳] ایضاً ص۱۴۵ [۴] روضۃ القیومیہ رکن سوم ص۷۸ و مآثر عالمگیری ص۳۲۶ و منتخب اللباب ص۲۴۷ ج۳ [۵] روضہ رکن سوم ص ۷۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بروز پیر ۵ ذیقعدہ ۱۰۹۳ھ / ۱۶۸۲ء کو حضرت حجۃ اللہؒ کے صاحبزادے حضرت ابوالعلیؒ کے گھر میں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی ولادت ہوئی [۱]

۱۰۹۵ھ / ۱۶۸۴ء میں چونکہ حضرت حجۃ اللہؒ کو حق تعالیٰ کی جانب سے بڑی بڑی نعمتیں حاصل ہوئیں اس لئے آپ نے ان نعمتوں کے شکریہ میں حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا اور چاہا کہ اس نو مولود نور العین (خواجہ محمد زبیرؒ) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے مشرف کرائیں۔ حضرت مروج الشریعۃ کے فرزند خواجہ محمد بادشاہ اور علماء و مشائخ کی بڑی جماعت بھی حج کے ارادے سے آپ کے ہمراہ روانہ ہوئی آپ نے دکن کی راہ سمندر کے کنارے پہنچنا چاہا۔ ان دنوں بادشاہ عالمگیر بھی دکن میں تھا۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر شایانِ شان آپ کا استقبال کیا اور اپنے ہمراہ شاہی لشکر میں ٹھہرایا، صبح و شام حلقہ و مراقبہ کی مجلسیں گرم ہونے لگیں۔ چند روز قیام کے بعد آپ نے حجاز مقدس روانہ ہونا چاہا تو معلوم ہوا کہ فرنگیوں سے جنگ [ع] چھڑ جانے کی وجہ سے راستہ بند ہے [۲] اس لئے آپ نے راستہ کھل جانے کے انتظار میں کافی عرصہ وہاں قیام کیا اس دوران میں عالمگیر کو آپ کی دعا کی برکت سے دکن میں بڑی فتوحات حاصل ہوئیں [۳]

۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء میں حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ نے وفات پائی۔

[ع] صاحب منتخب اللباب لکھتے ہیں :۔ شاہجہان بادشاہ کے زمانہ میں ہندوستان کے ساحلوں پر پرتگالی عیسائیوں نے بندرگاہوں، ساحلی شہروں، پہاڑوں اور دشوار گزار مقامات پر قلعے بنا لئے تھے اور دیہات آباد کر لئے تھے (ص ۳۵۱) رعایا کو کسی طرح تکلیف نہیں دیتے تھے مگر انہوں نے اپنے علاقے میں اذان اور نماز کو قطعاً رائج ہونے نہیں دیا۔ . . . . ان کے تعلقہ کی رعیت میں سے جب کوئی مر جاتا تھا اور اس کا کوئی بڑا بیٹا نہ ہوتا اور نابالغ اولاد رہ جاتی تو وہ اس کو سرکاری مملوک بنا لیتے تھے اور ان کو اپنے گرجاؤں میں جو انہوں نے جگہ جگہ بنائے ہوئے تھے پہنچا دیتے تھے۔ گرجا میں پادری ان بچوں کو نصرانیوں کے مذہب کی تعلیم دیتے تھے اور ان کو خواہ وہ کسی سید مسلمان کی اولاد ہوں یا ہندو برہمن کی عیسائی بنا لیتے تھے اور ان سے غلاموں کی طرح خدمت لیتے تھے۔ (گوا) شہر اور قلعہ ان کا حاکم نشین مرکزی مقام تھا۔ (ص ۳۵۲) . . . . جب بادشاہ (عالمگیر) کو اس قوم کی بداعمالیوں کی خبر ملی تو گلشن آباد کے فوجدار معتبر خاں کے نام حکم صادر ہوا کہ فوجداروں اور حبشیوں کی کمک لیکر اس ضلع کے پہاڑوں سے اس گروہ کا اخراج عمل میں لائے۔ . . . . معتبر خاں نے . . . . دو چھوٹے قلعوں پر بہ آسانی قبضہ کر لیا (ص ۳۵۸) . . . . جب یہ خبر . . گوا میں وہاں کے کپتان کو ملی تو وہ سخت پریشان ہوا . . . اور اس نے بڑی عاجزی اور انتہائی تضرع کے ساتھ بارگاہِ شاہی میں عرضداشت بھیجی . . . کہ ہم تو آپ کے بے تنخواہ کے نوکر ہیں۔ ان عرضیوں اور درخواستوں کے ساتھ دربار عالمگیر کے حاشیہ نشینوں اور امیروں کے پاس بہت سے تحائف اور ہدیے بھی روانہ کئے۔ غرض بادشاہ نے معتبر خاں کے نام ان کے قصوروں کو معاف کر دینے اور اسیرانِ فرنگ کو رہا کر دینے کے احکام صادر فرمائے۔ (منتخب اللباب حصہ سوم ص ۳۵۹)

[۱] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۵ [۲] ایضاً رکن سوم ص ۸۲ و ۸۳ [۳] ص ۹۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

انہی دنوں کے حالات سے متعلق حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ کے ایک مکتوب کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"دیگر یہ کہ فقیر حرمین شریفین کی زیارت کے ارادہ سے وطن سے روانہ ہوا تھا، دورانِ سفر بادشاہ دین پناہ کا فرمان بہ دستخطِ خاص جو کمال اشتیاق و اختصاص پر مشتمل تھا موصول ہوا، بادشاہ سلامت کی مہربانیوں کے باعث فقیر اُن کی خدمت میں پہنچا، بادشاہ نے بے انتہا عنایات فرمائیں اور اس موسم میں رخصت نہ ہونے دیا اور شاہزادہ کام بخش کو اپنے حضور میں بلا کر اس فقیر کے سپرد کر دیا اور (شاہزادہ سے کہا) کہ میں نے بھی اس طریقۂ عالیہ کے بزرگوں کی صحبت سے فیض حاصل کیا ہے تم بھی حضرت سے فیض حاصل کرو اور ان کی خدمت میں مشغول رہو۔ حسبِ حکم فقیر نے شاہزادہ کو (ذکر وغیرہ میں) مشغول کیا، (وہ) بہت خوش ہوئے، دوسرے روز بادشاہِ دین پناہ کے حکم سے غریب خانہ پر بھی پہنچے، چند بار خود بھی آمد و رفت کی، جس حال میں بہتری ہو حق تعالیٰ نصیب فرمائے اور ہمیں اور ہمارے دوستوں کو کامل طور پر اپنی طرف لگائے" الخ[1]

اس مکتوب کے متعلق شیخ اکرام فرماتے ہیں کہ "یہ مکتوب اس زمانہ کا ہے جب عالمگیر نے گولکنڈہ کا محاصرہ کر رکھا تھا یا اسے ابھی ابھی فتح کیا تھا۔ اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ محاصرہ کے وقت عالمگیر نے سرہند کے اہم ترین شیخ کے ساتھ خاص ارتباط کا اظہار کیا اور اپنے چہیتے بیٹے کام بخش کو اسی طرح توجہ دلائی جس طرح اس نے خود خواجہ محمد معصومؒ کی زندگی میں حاصل کی تھی"[2]

۱۰۹۷ھ/۱۶۸۶ء میں سلطان عالمگیر نے حضرت حجۃ اللہؒ کے اشارہ سے دکن کے علاقہ پر فوج کشی کی[3] چنانچہ مآثرِ عالمگیری میں ہے کہ "ایک روز حضرت شیخ محمد نقشبند سرہندی رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ دین پناہ کی ملاقات کے لئے آئے۔ حضرت شیخ نے دورانِ گفتگو قبلۂ عالم سے عرض کیا کہ فقیر نے سنا ہے "حضرت بیجاپور تشریف لے جا رہے ہیں" مختصر یہ کہ جہاں پناہ ۲ شعبان ۱۰۹۷ھ کو شولاپور سے بیجاپور روانہ ہوئے . . . ۴ ذیقعدہ ۱۰۹۷ھ کو حصار مذکور (بیجاپور) فتح ہوا . . . والی بیجاپور (سکندر عادل) بارگاہِ شاہی میں حاضر ہوا، قبلۂ دین و دولت نے والیٔ مذکور کو خنجر مرصع با علاقۂ مروارید و آویزۂ زمرد قیمتی تیرہ ہزار و کلغی مرصع و عصائے مرصع مرحمت فرمائے"[4]

۱۰۹۸ھ/۱۶۸۷ء میں بادشاہ عالمگیر نے حضرت حجۃ اللہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ابو الحسن تاناشاہ پر چڑھائی کرنے کے سلسلہ میں عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ آج رات ہم اس بارے میں استخارہ کرتے ہیں جو کچھ حق تعالیٰ کی جانب سے ظاہر ہو گا بتا دیا جائیگا۔ دوسرے دن بادشاہ حاضرِ خدمت ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تم کو فتح حاصل ہو گی اور مخالفین رسوا و ذلیل ہوں گے[3]

---

[1] وسیلۃ القبول مکتوب ۵۶ ص ۶۸۔ [2] رود کوثر ص ۴۸۶ [3] روضۃ القیومیہ رکن سوم ص ۸۳۔ [4] مآثر عالمگیری ص ۱۸۸ و ۱۹۰۔

آخر قلعۂ گولکنڈہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۰۹۸ھ/۱۶۸۷ء کو نصف شب کے وقت فتح ہوا، بخشی الملک، ابوالحسن کی خوابگاہ میں پہنچا ابوالحسن تاناشاہ اور اس کے ہمراہی نقش بدیوار کھڑے رہے اور روح اللہ خاں ان سب کو گرفتار کر کے باہر لایا اور شاہ والاجاہ کی خدمت میں پیش کیا۔[1] عالمگیر نے اس (ابوالحسن تاناشاہ) کے ساتھ شایانِ شان سلوک کیا اور بڑے اعزاز و اکرام سے اُسے ٹھہرایا چند دن بعد دوبارہ ملاقات کی زحمت دیئے بغیر اُسے دولت آباد کے قلعہ میں بھجوا دیا اور اس کے لئے احکام دیدیئے کہ تمام آسائش کا سامان مہیا کر دیا جائے۔[2]

ابوالحسن تاناشاہ کی تین لڑکیاں تھیں ایک کا نکاح حضرت حجۃ اللہؒ کے فرزند دوم شیخ محمد عمر سے ہوا (جن کی پہلی بیوی فوت ہو چکی تھی) دوسری کا سکندر سے جس کی وہ منسوبہ تھی اور تیسری کا بادشاہ عالمگیر کے خالہ زاد بھائی سے ہوا جو ایک رکنِ سلطنت تھا[3] یہ واقعہ مآثرِ عالمگیری میں اس طرح درج ہے "ابوالحسن تاناشاہ کی تین بیٹیاں تھیں، پہلی لڑکی سکندر عادل دنیادار بیجاپور کے عقد میں دی گئی، دختر دوم کا محمد عمر پسر قدوۃ المشائخ شیخ محمد نقشبندؒ کے ساتھ نکاح کیا گیا اور عنایت خاں پسر عمدۃ الملک اسد خاں نے تیسری بیٹی کے ساتھ نکاح کیا"[4] ان واقعات سے اندازہ فرمایئے کہ شہنشاہ عالمگیر کی نظروں میں حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ اور ان کے اجدادِ کرام کا کسقدر احترام تھا۔ بعد ازاں حضرت سرہند تشریف لے آئے۔

۱۱۰۶ھ/۱۶۹۵ء میں حضرت حجۃ اللہ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے گنبد میں سفر حج کے لئے استخارہ کیا کہ کئی سال سے حج کا ارادہ کر رہا ہوں لیکن کامیابی نہیں ہوتی۔ الہام ہوا کہ یہ سفر اُس فرزند عزیز کے لئے ہے جس کے بارے میں بشارات وقوع میں آئی ہیں یعنی حضرت خواجہ محمد زبیرؒ ابھی سنِ بلوغ کو نہ پہنچے تھے اس لئے اس سفر میں توقف ہو رہا تھا اب اطمینان سے سفر اختیار کرو۔ حضرت حجۃ اللہؒ یہ خوشخبری سنکر بے حد مسرور و شاداں ہوئے اور سفرِ حج کے لئے اکثر مشائخ مثلاً شیخ عبدالاحد، شیخ خلیل اللہ، خواجہ محمد پارسا شیخ میر (مؤلف روضۃ القیومیہ کے چچا) اور بہت سے علما کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ ابھی دہلی پہنچے تھے کہ آپ کے فرزند کلاں شیخ ابو العلی بیمار ہوئے اور تین ماہ کی علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ حضرت حجۃ اللہؒ کو سخت رنج و غم کا سامنا کرنا پڑا لیکن صبر و شکر کے ساتھ شیخ ابو العلیؒ کی نعش کو سرہند بھیج دیا اور (صاحب روضۃ القیومیہ کے دادا) شیخ محمد ہادی کو لکھا کہ شیخ کی نعش کو حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے گنبد میں جو میری قبر کے لئے جگہ مقرر ہے دفن کر دو۔ حضرت حجۃ اللہؒ نے اپنے فرزند کی وفات کے بعد اپنی ساری توجہ اپنے پوتے کی تربیت پر صرف کرنی شروع کر دی اور تھوڑی ہی مدت میں وہ پوتا بفضلِ الٰہی اپنے والد بزرگوار سے بڑھ گیا۔ حضرت حجۃ اللہؒ

ع[4] منتخب اللباب حصہ سوم ص ۳۶۲ پر بھی یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ درج ہے۔

[1] مآثر عالمگیری ص ۳۰۱ [2] منتخب اللباب حصہ سوم ص ۳۲۷ [3] روضۃ القیومیہ رکن سوم ص ۸۸ [4] مآثر عالمگیری ص ۳۰۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فرزند کی تعزیت کے دن گذار کر شاہجہاں آباد سے دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضرت کی تشریف آوری کی اطلاع عالمگیر کو ہوئی تو اس نے شہزادہ معظم کو حضرت کے استقبال کے لئے بھیجا۔ حضرت بھی اس پر بدرجہ غایت مہربان تھے اس کے ہمراہ لشکرِ شاہی میں تشریف لے گئے [۱]

۱۱۰۷ھ کے واقعات میں صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ "حضرت حجۃ اللہؒ کے ایک خاص مرید صوفی عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ حضرت حجۃ اللہؒ صبح کی نماز کے بعد اپنے احباب کے ساتھ حلقۂ مراقبہ میں بیٹھے تھے کہ عالمگیر بادشاہ حاضرِ خدمت ہوا اور ایک گوشہ میں مراقب ہو کر بیٹھ گیا، اس وقت کسی نے یہ بھی نہ جانا کہ کون آیا ہے۔ جب حضرت مراقبہ سے فارغ ہوئے تو بادشاہ حاضرِ خدمت ہو کر آداب بجالایا۔ حضرت نے بھی اس پر بہت شفقت فرمائی، بادشاہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اِس زمانہ میں بھی اُس کا ایسا بندہ موجود ہے کہ مجھ جیسا بادشاہ جس کے ڈر سے ایران، توران اور روم وغیرہ کے بادشاہ بھی حواس باختہ ہو جاتے ہیں جب اس کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے تو میرے نوکر چاکر تک بھی اس شیخ کی تعظیم کو مدِنظر رکھتے ہوئے میری تواضع نہیں کرتے بلکہ یہ بھی نہیں جانتے کہ کون شخص آیا ہے۔ بعد ازاں حضرت سوار ہوئے اور بادشاہ احتراماً پیادہ حضرت کے ساتھ چلنے لگا، اس وقت صرف حضرت ہی سوار تھے اور سب پیدل چل رہے تھے۔ صوفی عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ عالمگیر جیسا بادشاہ جس کا نظیر وثانی دنیا بھر میں موجود نہیں اِسوقت حضرت کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہا ہے حضرت کے دل میں بھی یہ خیال ضرور آیا ہوگا، یہ خیال آتے ہی حضرت نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ عبدالوہاب! اگر عالمگیر جیسے لاکھوں بادشاہ میرے ساتھ پیدل چلیں تو بھی میرے دل میں کوئی خیال نہیں آئے گا۔ میں نے عرض کیا کہ واقعی آنجناب کی ذات شریف ایسی ہی ہے۔ اسی اثنا میں بادشاہ نے عرض کیا کہ کیا آنجناب کو معلوم ہے کہ میں آدابِ سلوک اور تواضع کس لئے کرتا ہوں؟ حضرت نے پوچھا کیوں کرتے ہو؟ عرض کیا میں بادشاہ ہوں اور آنجناب درویش، قیامت کے دن معاملہ بالعکس ہوگا آپ بادشاہوں کے ساتھ ہوں گے اور میں گنہگاروں کے گروہ میں کھڑا ہوں گا اُسوقت میرا بھی خیال رکھئے۔ حضرت نے فرمایا خاطر جمع رکھو اللہ تعالیٰ تمہیں گنہگاروں میں نہیں رہنے دیگا اور تم کو ضرور بخشدیگا۔ [۲]

۱۱۰۷ھ اس سال خبر آئی کہ امیر خاں والی کابل فوت ہوگیا۔ بادشاہ نے حضرت سے مشورہ کے بعد شاہزادہ معظم کو بہادر شاہ کا خطاب دیکر کابل بھیجا اور ہندوستان کا سارا علاقہ اُسے دیدیا اور خطوط میں اسے والئی ہند لکھا جانے لگا۔ دکن کا علاقہ اعظم شاہ کے سپرد کیا۔ شہزادہ معظم حضرت سے

---

[۱] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن سوم ص ۱۱۲ تا ۱۱۳ [۲] ایضاً ص ۱۱۳ و ۱۱۴

رخصت ہونے لگا تو حضرت نے تمام ہندوستان اور دکن کی سلطنت کی خوشخبری عنایت فرمائی۔ کہتے ہیں کہ رخصت ہوتے وقت معظم بہادر شاہ نے اپنی تمام اولاد کو حضرت کی خدمت میں مرید کرایا۔ بعد ازاں حضرت حجۃ اللہ کچھ عرصہ شاہی لشکر میں قیام فرما کر بروز ہفتہ ۵ شوال ۱۱۰۷ھ کو حجاز مقدس کے لئے روانہ ہو گئے۔ ہوا موافق نہ ہونے کی وجہ سے بحری جہاز دو ماہ میں بندرگاہ مُخّہ (یمن کی بندرگاہ) پر پہنچا۔ کہتے ہیں کہ ڈیڑھ ہزار مشائخ مع اپنے مریدوں کے حضرت کے ہمراہ تھے نیز بہت بڑی تعداد میں شاہی لشکر کے لوگ بھی حضرت کے ساتھ حج کی نیت سے روانہ ہوئے۔ عالمگیر نے حضرت سے درخواست کی کہ مقدس مقامات پر اور خصوصاً روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کے بعد میرے لئے بھی دعا فرمائیں۔[1]

چونکہ بحری جہاز بہت دیر میں پہنچا اور حج کا وقت گذر چکا تھا، نیز امامِ یمن نے آپ کا شایانِ شان استقبال کیا اور بہت اصرار کے ساتھ کچھ عرصہ قیام کرنے کی درخواست کی اس لئے تقریباً تین ماہ حضرت نے یمن میں قیام فرمایا۔ بعد ازاں مکۂ مکرمہ کے لئے روانہ ہو گئے، وہاں پہنچکر عمرہ ادا کیا اور وہاں کی برکات سے مستفید ہوئے پھر کچھ عرصہ قیام فرما کر مدینۂ منورہ حاضر ہو گئے وہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی شفقتیں اور عنایات حاصل ہوئیں۔ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ فرماتے ہیں کہ جو کیفیات حضرت پر وارد ہوئیں میں بھی اُن کا مشاہدہ کرتا تھا۔ حضرت حجۃ اللہؒ نے حسب وعدہ بادشاہ عالمگیر کی جانب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں صلوٰۃ وسلام پیش کیا اور بارگاہِ رب العزت میں دعا بھی کی۔[2]

بعد ازاں ۷ شعبان ۱۱۰۸ھ کو مکۂ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت کے دورانِ قیام نمازِ تراویح میں مسجد الحرام کے اندر اسقدر ہجوم ہوتا کہ لوگ ایک دوسرے کی پشت پر سجدہ کرتے تھے غرض اس ماہِ مبارک میں عجیب برکات وانوار، ظہور و تجلیات وارد ہوتی تھیں کہ قلم ان کی تحریر سے عاجز ہے۔ اِنہی دنوں ایک روز حضرت حجۃ اللہؒ نے حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کو "ذاتِ موہوبہ" کی خوشخبری دی۔ پھر زمانۂ حج آگیا تو آپ نے حج ادا فرمایا۔ حج سے فارغ ہو کر بھی کچھ عرصہ مکہ معظمہ میں قیام فرمایا پھر ہندوستان واپس تشریف لے آئے۔[3]

۱۱۰۹ھ/۱۶۹۸ء میں جب حضرت بندرگاہ سورت پر پہنچے تو عوام وخواص نے آپ کے شایانِ شان استقبال کیا۔ بادشاہ عالمگیر نے بھی آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا حضرت بھی اُس کے ساتھ نہایت مہربانی سے

---

[1] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن سوم ص ۱۱۴ و ۱۱۵۔ [2] ایضاً ص ۱۱۶ تا ۱۱۹ [3] ایضاً ص ۱۲۰ و ۱۲۱۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

پیش آئے اور اس کو بہت دعائیں دیں۔

صاحبِ روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار فرماتے تھے کہ جس وقت حضرت حجۃ اللہؒ کے بندرگاہ سورت پر پہنچنے کی اطلاع ملی اس وقت میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ شہزادہ معظم کی خدمت میں تھا، شہزادہ نے ہمارے سامنے ایک عریضۂ مبارکبادی اور ایک لاکھ روپیہ مع تحف وہدایا اپنے ایلچی کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں روانہ کیا[۱]۔

حضرت نے ہندوستان پہنچکر کچھ عرصہ شاہی لشکر میں قیام فرمایا پھر سرہند شریف جانے کا ارادہ کیا تو بادشاہ نے مزید قیام کے لئے اصرار کیا اور کہا کہ اب میری عمر نوّے سال ہو چکی ہے معلوم نہیں کہ پھر قدمبوسی نصیب ہو یا نہ ہو ابھی اور قیام فرمائیں آپ نے اس کو قبول فرمایا، اس زمانے میں بادشاہ اکثر شب کو حضرت کی خدمت میں تنہا حاضر ہو کر فیض حاصل کرتا۔ چنانچہ صوفی عبداللہ فرماتے تھے کہ ایک شب خانقاہ کے اندر چند جوان جن میں ناصر علی شاعر بھی تھا شعر خوانی اور ہنسی مذاق میں مشغول تھے اور بارش خوب ہو رہی تھی کہ نصف شب کے بعد کسی نے خانقاہ کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن شعر خوانی میں کسی نے پرواہ نہ کی، کئی مرتبہ کھٹکا ہونے پر دروازہ کھولا تو دیکھا کہ بادشاہ عالمگیر مع خواجہ سرا موجود ہے بادشاہ نے کہا کہ میرے آنے سے آپ کی مجلس میں خلل پڑ گیا وغیرہ۔ پھر حضرت کے متعلق دریافت کیا تو بتایا گیا کہ ابھی آرام فرما رہے ہیں لیکن بیدار ہونے کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے انتظار کیا اور جب حضرت بیدار ہوئے تو بادشاہ نے دعائے خیر کی درخواست کی۔ حضرت نے نمازِ تہجد کے بعد بادشاہ کو باطنی توجہ دی اور اس کو ولایتِ کبریٰ کی خوشخبری عنایت فرما کر اور بہت دعائیں دیکر رخصت کیا[۲]۔

اسی سال شاہی لشکر کے دورانِ قیام ہی میں حضرت حجۃ اللہؒ نے اپنے پوتے شیخ ابوالعلیٰؒ کے فرزند خواجہ محمد زبیرؒ کو اپنا قائم مقام اور جانشین بنایا۔ اور صوفی عبداللہ شاہ کو باشاہ کی خدمت میں چھوڑ کر سرہند شریف کے لئے روانہ ہو گئے[۳]۔

سنہ ۱۱۱۲ھ میں حضرت حجۃ اللہؒ شاہی لشکر سے روانہ ہو کر برہانپور، اکبر آباد ہوتے ہوئے شاہجہان آباد پہنچے وہاں شاہجہاں کی بیٹی گوہر آرا نے حضرت کے قیام کا انتظام کیا اور سلوک کی تکمیل کی[۴]۔

سنہ ۱۱۱۳ھ میں حضرت حجۃ اللہؒ نے سرہند شریف پہنچکر حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے گنبد سے شمال کی جانب ایک عالی شان خوبصورت مسجد بنوائی۔ کہتے ہیں کہ حضرت حجۃ اللہؒ نے چار جمعہ اس مسجد میں نماز ادا کی بعد ازاں بیماری کے غلبہ کی وجہ سے نہ جا سکے[۵]۔

---

[۱] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن سوم ص ۱۲۲ [۲] ایضاً ص ۱۲۳ [۳] ص ۱۲۵ [۴] ص ۱۲۷ [۵] ص ۱۲۹۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سنہ ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء کے حالات میں ہے کہ حضرت حجۃ اللہؒ کو مدت سے پاؤں کے درد اور خفقان کی شکایت تھی اسی لئے آپ کے قد میں قدرے خم بھی آگیا تھا اب کچھ دنوں سے مرض کا بہت زور ہو گیا آخر اکیاسی سال کی عمر میں شب جمعہ ۲۹ محرم سنہ ۱۱۱۴ھ کو عشا کی نماز سے فارغ ہو کر حصن حصین سے بعض دعائیں پڑھیں پھر چند مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھی جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ گیا تو تہجد کی نماز ادا کر کے دیر تک فاتحہ پڑھتے رہے بعد ازاں لیٹ گئے اور تین مرتبہ کلمۂ شہادت پڑھ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت کے انتقال کا علم ہوتے ہی تمام متعلقین نے گریہ وبکا شروع کر دیا اور تمام اہلِ شہر حضرت کی خانقاہ میں جمع ہو کر اپنے اپنے تعلق کی بنا پر کوئی غم کے مارے حواس باختہ ہو گیا اور کوئی نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگا۔ بعد ازاں غسل و کفن دیکر نمازِ جنازہ پڑھا کر حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے گنبد سے شمال کی جانب تین پرتاب کے فاصلہ پر فتح باغ کے قریب آپ کو دفن کیا گیا۔ بعد میں ایک عالی شان خوبصورت گنبد بنوایا گیا جس میں چار قبریں ہیں ایک خود حضرت حجۃ اللہؒ کی، دوسری آپ کی زوجہ کی، تیسری آپ کے فرزند محمد عمر کی، چوتھی آپ کی صاحبزادی کی [1]

آپ کی اولاد میں چھ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں میں شیخ ابو العلی[1]، شیخ محمد عمر[2] شیخ محمد کاظم[3]، شیخ عبد الرحیم[4]، شیخ عبد الرحمٰن[5]، میر عبد اللہ[6]۔ نمبر ۴، ۵، ۶ بچوں نے بچپن ہی میں وفات پائی۔ صاحبزادیوں میں امۃ الکریم، امۃ القیوم مشہور بجیونی بیگم تھیں۔

شیخ ابو العلیٰ کا تذکرہ آپ کے صاحبزادے "حضرت خواجہ محمد زبیرؒ" کے عنوان کے تحت حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے صاحبزادوں کے تذکروں کے بعد درج ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ محمد عمر سنہ ۱۰۷۰ھ میں پیدا ہوئے، آپ ہی کی شادی ابو الحسن تانا شاہ کی لڑکی سے ہوئی تھی جس کا تذکرہ حضرت حجۃ اللہؒ کے حالات میں آچکا ہے آپ کے ایک لڑکی تھی سنہ ۱۱۱۸ھ میں وفات پائی [2]

شیخ محمد کاظم، آپ کا خلق سے تعلق برائے نام تھا غربت اور بے نفسی آپ کا پسندیدہ طریقہ تھا سنہ ۱۱۲۵ھ میں اورنگ آباد میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے آپ کی اولاد ہوئی لیکن زندہ نہیں رہی [3]

حضرت حجۃ اللہؒ کے مکاتیب کا ایک مجموعہ دو حصوں میں "وسیلۃ القبول" کے نام سے محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے شائع کیا ہے جس میں دوسرے حضرات کے علاوہ بادشاہ عالمگیر کے نام بارہ مکتوب ہیں۔

---

[1] روضۃ القیومیہ بلخصار رکن سوم ص ۱۴۱ تا ۱۴۴ [2] ایضاً ص ۱۴۹ و ۱۵۰

(۳) حضرت شیخ محمد عبید اللہ مروج الشریعہ قدس سرہ

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے تیسرے فرزند ہیں، آپ کی ولادت باسعادت ۲۱ شعبان ۱۰۳۷ھ کو ہوئی [۱] حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے مولودِ مسعود کی ولادت کی خوشخبری سن کر حق سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کیا اور آپ کا اسم گرامی محمد عبید اللہ، لقب بہاؤالدین اور کنیت ابوالعباس مقرر فرمائی، آپ اپنے والدین کے لئے اولاد میں سب سے زیادہ لاڈلے اور پیارے تھے، حضرت کو آپ سے اس درجہ محبت تھی کہ ایک ساعت کے لئے بھی اپنے سے جُدا نہ کرتے حتیٰ کہ شب کو اپنے پلنگ کے قریب آپ کی چارپائی بچھاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا جبتک میں تمہیں دیکھ نہیں لیتا مجھے چین نہیں آتا، اور غایتِ محبت کی وجہ سے آپ کو حضرت جیو صاحب یا میاں صاحب کہہ کر پکارا کرتے تھے [۲]

ایامِ طفولیت ہی سے آثارِ ولایت وہدایت ناصیۂ مبارک سے ظاہر تھے۔ مقاماتِ معصومیہ میں لکھا ہے کہ آپ سات سال کے تھے کہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ کا سرہند شریف گزر ہوا۔ انھوں نے آپ سے سوال کیا کہ دل ایک پارچہ گوشت ہے وہ کس طرح ذکر کرتا ہے گویائی کی صفت تو زبان کی ہے؟ آپ نے فی الفور جواب دیا کہ زبان بھی ایک پارچہ گوشت ہے جس قادرِ مطلق نے اس کو صفتِ گویائی عطا کی ہے کیا وہ دل کو یہ صفت نہیں دے سکتا۔ مولانا یہ جواب سُن کر بہت خوش ہوئے [۳]

نقل ہے کہ آپ نے ایک مہینہ میں قرآن شریف حفظ کیا تھا یعنی رمضان شریف میں دن کو ایک پارہ یاد کرلیا کرتے تھے اور رات کو سُنا دیا کرتے تھے، دینی تعلیم کے بعد سلوک کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی، علم وعمل اور تقویٰ میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور جمیع خصائصِ مجددیہ سے مشرف تھے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ فرمایا کرتے تھے کہ عروج ونزول میرا اور تمہارا برابر ہے، انگشتِ سبابہ و وسطیٰ کی طرف اشارہ کرکے فرماتے تھے کہ تم میرے ساتھ اس طرح جاتے ہو۔ آپ کی صحبت نہایت کثیر البرکت تھی اور آپ کے حلقہ میں خلقت کا اسقدر ہجوم ہوتا تھا کہ بیٹھنے کی جگہ مشکل سے ملتی تھی [۴]

نقل ہے کہ ایک روز آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا لیکن آدابِ مجلس کی وجہ سے کسی نے آپ سے اس کی وجہ نہ پوچھی۔ جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے دریافت کیا کہ بار بار تمہارا رنگ کیوں بدلتا ہے؟ آپ نے عرض کیا کہ شاید میری پیٹھ میں کوئی جانور کاٹ رہا ہے، جب کرتہ ہٹا کر دیکھا تو بچھو نے کاٹ کاٹ کر ساری پیٹھ چھلنی کردی تھی [۵]

---

[۱] ہدیۂ احمدیہ ص ۵۷ [۳،۲] [۴] حالاتِ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۴۴ [۵] روضہ رکن دوم ص ۱۹۷۔
[۲] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۸۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ میرے قبلہ گاہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کو اسقدر بُرا بھلا کہا کہ غصہ سے اس کا منہ جھاگ سے بھر گیا لیکن آپ خاموش سنتے رہے اور جو لوگ اُس کو جواب دینا چاہتے تھے آپ نے اُن کو بھی روک دیا جب وہ تھک گیا تو آپ نے ایک شخص سے پچاس روپے قرض لیکر اس کو دینا چاہے، اُس نے آپ سے منہ موڑ کر نفل نماز کی نیت باندھ لی، آپ نے انتظار کیا، اُس نے سلام پھیر کر آپ کو کھڑا دیکھا تو پھر نیت باندھ لی۔ آخر جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت نے بڑی عاجزی سے فرمایا کہ اب تو غصہ کو تھوک دو، چونکہ غصہ سے تمہارا دماغ خالی ہوگیا ہے یہ روپیہ لو اور بادام کھاؤ تاکہ تمہارے دماغ کی کمزوری دور ہو[1]

۱۰۸۰ھ میں آپ نے حج کا ارادہ کیا تو ہر ایک مرید و مخلص نے حسبِ استطاعت سفر کے لئے روپیہ بطور ہدیہ پیش کیا، اتفاقاً بعض وجوہات کی بنا پر سفر کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا تو آپ نے فرمایا کہ یہ روپیہ سفرِ حج کے لئے جمع ہوا تھا لہذا اپنے مصرف میں نہیں لانا چاہئے بہتر ہے کہ اس روپیہ سے ایک مسجد بنوائی جائے چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں نہایت خوبصورت اور عالی شان مسجد تیار ہوگئی[2]

حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بعض خلفا نے بھی آپ سے بیعت کی جن میں شیخ ابو المظفر برہانپوری[3] اور شیخ عبد الرحمٰن خوارزمی مکہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں شیخ شاہ محمد بھی آپ سے مرید ہوئے اور خلافت پائی۔ نیز خراسان اور ماوراء النہر کے بہت لوگ آپ سے مرید ہوئے خصوصاً بخارا کے جید عالم خواجہ ابراہیم خراسانی بھی حاضر خدمت ہو کر مرید ہوئے اور خلافت پائی[5]

نقل ہے کہ جس زمانہ میں حضرت مروج الشریعہ کا شاہجہاں آباد میں قیام تھا بادشاہ عالمگیر نے ایک نہایت نفیس شال بطور تحفہ آپ کی خدمت میں بھیجی۔ آپ اس شال کو کندھے پر ڈال کر مسجد کے ایک کونے میں نمازِ اوابین ادا کر رہے تھے اتنے میں کسی شخص نے پیچھے سے آکر وہ دوشالہ کھینچا اور لینا چاہا، اس دوشالہ کا ایک کونہ آپ کے بائیں ہاتھ کے نیچے تھا، آپ نے بھی اُسے زور سے دبا لیا اور دل میں کہا کہ دیدہ و دانستہ اپنا مال کسی کو کیوں دوں؟ اس نے بہتیرا زور لگایا لیکن دوشالہ کو نہ کھینچ سکا، غرض دونوں طرف سے زور آزمائی ہوتی رہی جب سلام پھیرنے کا وقت قریب آیا تو آپ نے محسوس کیا کہ اب اس کا زور ختم ہو چکا اور بھاگنے کو ہے تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ اس نے اتنی محنت کی ہے وہ ضائع جاتی ہے اور یہ خالی ہاتھ جائیگا چلو چھوڑ دو۔ لہذا آپ نے دوشالہ چھوڑ دیا اور وہ اس کو لیکر چلتا بنا۔ اس واقعہ کو بیان کر کے آپ نے فرمایا کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں اور وہ صبح و شام میرے پاس آتا ہے[6]

---

[1] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۹۷ [2] ایضاً ص ۱۸۵ [3] ص ۱۸۳ [4] ص ۱۸۶ [5] ص ۱۸۸ [6] ص ۱۹۲

آخر عمر میں آپ کو تپ دق ہوگئی تو بادشاہ عالمگیر نے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ اگر بغرض تبدیلِ آب وہوا یہاں تشریف لائیں تو امید ہے کہ صحت پر اچھا اثر ہوگا نیز یہاں چونکہ قابل اطبا موجود ہیں اس لئے علاج بھی اچھی طرح ہو سکے گا۔ آخر آپ شاہجہاں آباد تشریف لے گئے تو بادشاہ نے بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ قلعۂ معلیٰ میں قیام کا انتظام کیا اور بہترین اطبا کا علاج شروع کرادیا۔ نیز بادشاہ نے آپ سے اخذ فیض کیا اور آپ کی القائے نسبت اور توجۂ باطنی سے مشرف ہوکر بہت خوش ہوا، شاہی خاندان ارکانِ سلطنت اور شہر کے اکثر عوام وخواص آپ سے مرید ہوئے اور ہزاروں آدمی آپ کے حلقہ میں شریک ہونے لگے۔

معقول علاج کے باوجود آپ کے مرض میں کوئی افاقہ نہ ہوا جب مرض کا زیادہ غلبہ ہوگیا تو آپ نے بادشاہ سے سرہند جانے کی اجازت چاہی اور بادشاہ کو بعض نصیحتیں اور دعائیں دیکر وطن روانہ ہوگئے جب سنیھالکہ کے مقام پر پہنچے تو صبح کی نماز کے بعد اشراق کے وقت بروز جمعہ ۱۹ ربیع الاول ۱۰۸۳ھ کو دریافت کیا کہ کیا اشراق کا وقت ہوگیا ہے؟ اخوند سجاول نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے تیمم کیا اور پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہا السلام علیکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر نیت باندھی اور سجدے میں جان بحق تسلیم کی پھر آپ کا جنازہ سرہند شریف لیجا کر حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے گنبد میں دفن کیا گیا [1] آپ کے مکتوبات حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب مدظلہ العالی کی زیر ترتیب ... ۱۳۹۳ھ میں شائع کر دئے ہیں۔

یہ شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے مکتوبات مسمّٰی بہ "مکتوباتِ معصومیہ" دفتر اول اور سفرنامہ حرمین مسمّٰی بہ "یواقیت الحرمین" کے جامع ہیں، نیز آپ کی ایک تصنیف امام رازی کے رد میں ہے [2]

آپ کی اولاد میں پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں، عبد الرحمٰن، عبد الرحیم بچپن میں فوت ہوگئے، شیخ محمد ہادی، خواجہ محمد پارسا، شیخ محمد سالم۔ فضل النساء، شائستہ بیگم اور حسن النساء [3]

شیخ محمد ہادی، آپ حضرت مروج الشریعہ کے بڑے صاحبزادے ہیں ۱۰۶۳ھ میں پیدا ہوئے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے حدیث وتفسیر پڑھی اور سلوک کی تکمیل بھی کی، صاحب تصانیف بھی ہیں، کواکب دریہ آپ کی مشہور تصنیف ہے معقول ومنقول کی اکثر کتابوں پر حواشی اور شرح بھی ہیں، ۱۲ ربیع الاول ۱۱۲۱ھ کو وفات پائی۔ آپ کی اولاد میں چھ لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ صاحب روضۃ القیومیہ آپ ہی کے پوتے ہیں [4]

شیخ محمد پارسا، ۱۰۶۴ھ میں ولادت ہوئی، حضرت حجۃ اللہؒ سے سلوک کی تکمیل کی، آپ ہر دلعزیز تھے جو شخص آپ کو دیکھ لیتا مفتوں ہو جاتا۔ ۹ ربیع الاول شب دوشنبہ ۱۱۴۲ھ کو وفات پائی، آپ کی اولاد میں چار لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں، آپ کی تصنیف میں ایک رسالہ "فکرِ رسا" ہے [5]

شیخ محمد سالم، آپ نے سلوک کی تعلیم حضرت حجۃ اللہ سے حاصل کی اور ۱۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کی اولاد میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی [6]

---

[1] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۹۸ تا ۲۰۱ وحالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۴۵ [2] روضہ رکن دوم ص ۲۰۱ [3] ص ۲۰۲
[4] روضہ رکن دوم ص ۲۰۳ وہدیۂ احمدیہ ص ۵۷ [5] روضہ ص ۲۱۴ وہدیہ ص ۶۳ [6] روضہ ص ۲۲۰ وہدیہ ص ۶۵۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۴) حضرت شیخ محمد اشرف محبوب اللہ قدس سرہ

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے چوتھے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۴۳ھ سرہند میں ہوئی۔ آپ نے علوم معقول و منقول، فروع واصول، فقہ، کلام، تفسیر اور حدیث بکمال کوشش حاصل کئے اور ان علوم کی اکثر کتب مشہورہ پر شروح وحواشی لکھے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے وصال سے دو سال قبل آپ سے فرمایا اگرچہ مدتِ عمر تھوڑی باقی رہ گئی ہے لیکن بعنایتِ الٰہی تمہارا کام ایک توجہ میں کردونگا چنانچہ ایک ہی توجہ میں تمام نسبتِ مجددیہ، ولایتِ صغریٰ و کبریٰ وعلیا اور کمالاتِ نبوت وغیرہ القا فرمائے۔ آپ باستقامت طریقت و شریعت و ورع وتقویٰ موصوف اور طالبانِ خدا کی ہدایت میں مشغول رہتے تھے۔ پچھتر سال کی عمر میں ۲۷ صفر ۱۱۱۸ھ کو بوقتِ سحر وفات پائی، اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مرقد کی مغربی جانب مدفون ہوئے۔ روضۃ القیومیہ میں آپ کی ولادت ۱۰۴۸ھ میں اور وفات ۱۱۱۷ھ میں ہونا درج ہے [1]

آپ کی اولاد میں چار لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ شیخ محمد جعفر[1]، شیخ محمد روح اللہ[2]، شیخ محمد حیات[3]، شیخ محمد شافی الحال[4]، پرہیز بانو[1] جو شیخ محمد ہادی سے منسوب تھیں، منیرہ بیگم[2] جو خواجہ محمد پارسا سے منسوب تھیں۔ نجابت بانو[3]۔

شیخ محمد جعفر، نہایت متقی پرہیزگار اور اپنے والد کے مرید تھے، سکھوں کے حملہ میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔ آپ کی اولاد میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔

شیخ محمد روح اللہ، آپ نے سلوک کی تعلیم حضرت حجۃ اللہ سے حاصل کی، آپ کی اولاد میں بھی ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔

شیخ محمد حیات، آپ نے بھی حضرت حجۃ اللہ سے تکمیل سلوک کیا۔

شیخ محمد شافی الحال، آپ نے بھی حضرت حجۃ اللہ سے تعلیم سلوک کی تکمیل کی، آپ کا شمار مشائخ کبار میں سے ہے ۱۱۵۰ھ میں وفات پائی [2]

---

[1] روضۃ القیومیہ بلخصار کن دوم ص ۲۲۱ و حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۴۵ و ہدیہ احمدیہ ص ۶۸ [2] روضہ ص ۲۲۳/۲

(۵) حضرت خواجہ سیف الدین محیّ السّنّہ قدس سرہٗ

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کے پانچویں فرزند ہیں، آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۹ء میں بمقام سرہند شریف ہوئی۔ جب آپ سنِ شعور کو پہنچے تو تھوڑی مدت میں آپ نے قرآن مجید حفظ کرلیا، بعدازاں قلیل عرصے میں کتبِ متداولہ پڑھیں، گیارہ سال کی عمر میں آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو فنائے قلب کی بشارت دی اور آپ کی علوِ استعداد ملاحظہ فرماکر آپ کی ترقی کا بہت خیال رکھا، آپ عنفوانِ شباب ہی میں جملہ کمالات حاصل کرکے مقبول بارگاہِ ذوالجلال ہوگئے۔ آپ کے مزاج میں امر معروف و نہی منکر بدرجہ غایت تھا اجرائے احکامِ شریعت اور رفع بدعت کا بڑا خیال رکھتے تھے[۱]۔

سلطانِ وقت اورنگ زیب عالمگیر نے حضرت عروۃ الوثقیٰ رحؒ کی خدمت میں درخواست کی کہ میں امورِ سلطنت میں مصروف ہوں اس لئے حاضر نہیں ہوسکتا لہٰذا اپنے مخدوم زادوں یا خلفا میں سے کسی کو بھیجدیں تاکہ میں اس سے مستفیض ہوسکوں۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ رحؒ کی نگاہِ انتخاب نے آپ ہی کو منتخب فرمایا اور بادشاہ کی تربیت کے لئے آپ کو شاہجہاں آباد بھیجدیا[۲]۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت خواجہ سیف الدینؒ شاہجہاں آباد پہنچے تو اُس وقت اتفاقاً بادشاہ عالمگیر دہلی میں نہیں تھا کیونکہ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت عروۃ الوثقیٰ رحؒ کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں "بادشاہ و اہلِ عسکر دریں شہر نیستند" (بادشاہ اور لشکری اس شہر میں نہیں ہیں) لیکن اہلِ شہر نے آپ کا پُرجوش استقبال کیا، نہایت عزت و احترام سے رکھا اور بڑی تعداد میں آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔ چنانچہ اسی مکتوب میں اپنے والد ماجد کی خدمت میں عرض کرتے ہیں "صوفی عبدالغفور جوکہ حقِ خدمت بجالاتا ہے ایک خاص محبت رکھتا ہے، اس کے باعث اکثر مقامات میں امیدوار ہے کہ وہ معیت رکھتا ہوگا وجودِ موہوب کے آثار اس میں خیال کئے جاتے ہیں (چند سطور کے بعد) اور نئے دوستوں میں سے حاجی عبدالرؤف امام جامع مسجد فتحپوری نے دوسروں سے زیادہ بلند ترقیات کی ہیں وہ صفات کے اصل کے ساتھ مل جانے کو بے تکلف بیان کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اور تمام عالم کو گم کرکے شہودِ خاص کے ساتھ لذت اندوز ہیں، بقا کی حقیقت بھی معلوم کرتے ہیں (فقرۂ مذکورۃ الصدر کے بعد) بعض گوشہ نشین اور شکستہ دل طالب علموں نے جو کہ لشکریوں سے کئی درجہ بہتر ہیں اخلاص حاصل کرلیا ہے خاصکر حافظ عبدالجلیل لنگ جو کہ اس نواح کے مشائخ میں سے ہیں اور اہلِ ثروت کی ایک جماعت ان کے ساتھ سر نیاز رکھتی ہے اور ملتفت خاں وغیرہ ارادت کا خیال اور کامل نیازمندی

---

[۱] حالات حضرات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۴۸ [۲] ایضاً ص ۳۵۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

رکھتے ہیں اور فقیر کے ساتھ عجب حُسنِ ظن پیدا کیا ہے، چند بار صحبت سکوت رکھ کر مسافتِ بعیدہ سے کامل اخلاص وطلب کے ساتھ آتے ہیں۔" [۱]

بادشاہ عالمگیر جب سفر سے واپس دہلی پہنچا اور آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ملی تو مع ارکانِ سلطنت آپ کا استقبال کیا اور نہایت عزت واحترام سے قلعۂ معلیٰ میں اپنے قریب ٹھہرایا۔ دارا شکوہ نے اپنے دَور میں قلعہ کے اندر طلائی ونقرئی اور رنگ رنگ کی تصویریں بنوائی تھیں اور دروازے پر بھی ہاتھیوں کی سنگی مورتیاں نصب کرائی ہوئی تھیں، جب آپ قلعہ میں داخل ہونے لگے اور آپ کی نظر ان ہاتھی کی سنگی مورتیوں پر پڑی تو آپ نے فرمایا کہ ہم اس بت خانہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جبتک کہ ان کو ہٹا نہ دیا جائے، کیونکہ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے وہاں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ چنانچہ بادشاہ نے فوراً ان مورتیوں کو توڑ دینے کا حکم دیا[ع] تب آپ قلعہ میں داخل ہوئے [۲]

نیز حضرت خواجہ سیف الدینؒ بادشاہ کی درخواست پر شاہجہاں آباد تشریف لیجانے کے متعلق اور اپنے حصولِ درجات کے شکریہ میں شیخ محمد باقر لاہوریؒ کو تحریر فرماتے ہیں: "پہلے سفر میں جبکہ فقیر، سلطانِ وقت (اورنگ زیب عالمگیرؒ) کی طلب کے بموجب شاہجہاں آباد گیا تھا بعض دوستوں کے معاملہ کو اپنے اندازے اور گمان کے مطابق تعینِ جبی کے اوپر پایا، جب (حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں) حاضری کا شرف پایا تو پہلی صحبت میں انھوں نے تصدیق کی اور ذاتِ موہوب سے ان کی ترقی کے معاملہ اور اس سے حصہ پانے کو جو کئی سال سے سربستہ تھا اول اس فقیر کے ساتھ درمیان میں آیا اور اس گنہگاری گرفتاریوں کے باوجود ارشاد کا معاملہ روزانہ ترقی پر ہے اور حضرت موصوف کے رحلت کر جانے کے بعد وہ اجتماع باقی ہے (یہ سب) حضرت موصوف کے فرمان کا اثر ہے جو کہ فقیر سے فرمایا تھا کہ نوار شاد کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے بارہا فقیر سے فرماتے تھے کہ جامعیت کی شان تجھ میں معلوم ہوتی ہے، پس جیسا کہ حضرت موصوف قدس اللہ سرہ الاقدس نے خبر دی تھی بحمد اللہ سبحانہٗ ویسا ہی واقع ہوا اور کبھی فرماتے تھے کہ جو جماعت تجھ سے توجہ لیتی ہے وہ ہماری محتاج نہیں ہے اور مختصر یہ کہ جن عنایات والطاف کا اس گنہگار روسیاہ نے اُن حضرت موصوف سے اپنے اور اپنے دوستوں کے بارے میں مشاہدہ کیا ہے اس سبحانہ وتعالیٰ کے عظیم احسانات کا اثر ہے اسلئے ان میں سے تھوڑا سا بیان کیا گیا ہے اس سے مقصود احساناتِ الٰہی عزّ شانہٗ کا شمار کرنا ہے نہ کہ دوسروں پر اپنی فضیلت بیان کرنا۔" [۳]

[ع] چنانچہ مآثر عالمگیری میں ہے کہ "بادشاہ دین پناہ نے شریعت حقہ کا لحاظ فرما کر حکم دیا کہ سنگی ہاتھیوں کی دونوں مورتیوں کو جو کہ قلعہ کے دروازہ کے ہر دو بازو پر نصب ہیں اور جن کی وجہ سے اس دروازہ کو ہتیا پول کہتے ہیں اُتار دی جائیں۔ (مآثر عالمگیری ص ۵۷) [۱] مکتوباتِ سیفیہ مکتوب ۱

[۲] حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۵۰ [۳] مکتوباتِ سیفیہ مکتوب ۲۵

[۴] درود ضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۱۴۰ تا ۱۴۲۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ابھی شاہجہاں آباد میں حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ کے قیام کو زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ شبِ دوشنبہ ۲۶ رجب ۱۰۷۶ھ کو شاہجہاں بادشاہ کا آگرہ میں انتقال ہو گیا۔ اس حادثہ کی اطلاع موصول ہوتے ہی بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر آگرہ روانہ ہو گیا چنانچہ حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ صوفی سعد اللہ افغانی کو تحریر فرماتے ہیں:- "مخفی نماند کہ بادشاہ بہ دخولِ طریقۂ عالیہ مشرف گشتہ بسیار متاثر گشت سہ صحبت با حضرتِ ایشاں داشت، چوں شاہجہاں وفات یافت بہ جہت ضرور متوجہ اکبرآباد گشت. دیگر از ہجوم اہلِ طلب کہ مانند مور و ملخ غلو دارند چہ نویسد کہ از حیطہ نوشتن خارج است" [1]

[یعنی پوشیدہ نہ رہے کہ بادشاہ طریقۂ عالیہ میں داخل ہو کر بہت متاثر ہوئے ہیں اُن سے تین مرتبہ صحبت رہی چونکہ شاہجہاں کی وفات واقع ہو گئی اس لئے بوجہ ضرورت بادشاہ اکبرآباد (آگرہ) تشریف لے گئے دوسرے یہ کہ طالبین جو کہ مور و ملخ کی طرح کثرت رکھتے ہیں اُن کے ہجوم کے متعلق کیا لکھے کہ یہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے]۔

مذکورہ بالا اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اوائلِ ۱۰۷۶ھ میں دہلی تشریف لے گئے ہوں گے۔

نقل ہے کہ شاہجہاں آباد کے دورانِ قیام میں بادشاہ، شہزادہ محمد اعظم و محمد معظم، شہزادی روشن آرا نواب مکرم خاں، حضرت حافظ محمد محسن (نواسۂ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) حاجی عبدالرؤف (امام مسجد فتحپوری) اور بکثرت مخلوق آپ سے بیعت ہوئی، اس وقت آپ کی عمر ستائیس [27] سال تھی۔ [2]

نیز حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں بھی بادشاہ کے مدارجِ سلوک کا حال اس طرح تحریر فرماتے ہیں:-

"اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ بادشاہ دین پناہ (عالمگیر) کو حضرت (آنجناب) کی خدمت میں ایک دوسری قسم کا اخلاص ہے لطائف کے ذکر اور ذکرِ سلطانی (سلطان الذکر) سے گذر کر نفی و اثبات کے ذکر کے ساتھ پابند ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ بعض اوقات خطرہ مطلقاً نہیں آتا اور کبھی آتا بھی ہے تو قرار نہیں پاتا، اس وجہ سے بہت خوش ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس سے پہلے وساوس کے ہجوم سے دل تنگ تھا، اور اس نعمت کا شکر بجالاتے ہیں اور اس طریقۂ عالیہ کی دوسرے طریقوں پر فضیلت بیان کرتے ہیں، اور فقیر کو رخصت کرنے پر راضی نہیں ہوتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت کی غائبانہ توجہ کے اُمیدوار ہیں، امید ہے کہ مہربانی فرما کر کوئی نگاہ اُن کی جانب فرمائیں گے اور کوئی امر معلوم ہو تو فقیر کے عنایت نامہ میں تحریر فرمائیں گے۔" [3]

بادشاہ کا سلسلۂ عالیہ میں بیعت ہونا

---

[1] مکتوبات سیفیہ مکتوب ۸۳۔ [2] حضرت مجددؒ اور ان کے ناقدین ص ۳۴۰ [3] مکتوباتِ سیفیہ مکتوب ۲

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ جواب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ نے بادشاہِ دین پناہ سلمہ ربہٗ کے احوال کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا تھا یعنی لطائف میں ذکر کا سرایت کرنا، سلطان الاذکار و رابطہ کا حاصل ہونا، وساوس کا کم ہونا، حق بات کو قبول کرنا، بعض خلافِ شرع امور کا دور ہونا اور طلب کے لوازم کا ظاہر ہونا سب واضح ہوا، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجالایا، بادشاہوں کے طبقہ میں اس قسم کے امور نادر عنقا کا حکم رکھتے ہیں، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے میری کسی سنّت کو جو مردہ ہو چکی ہو زندہ کیا تو اس کے لئے سَو شہیدوں کا ثواب ہے، اے اللہ! ان کے لئے توفیق و طلب، شوق اور ترقی کے اعتبار سے اپنے قُرب کے مراتب میں اضافہ فرما۔ دعا و توجہ سے جو کچھ کہ فقیر کا معمول ہے یہ فقیر اس سے فارغ نہیں ہے اور اُن (بادشاہ عالمگیر) کی ظاہری و باطنی بہتری کا طالب ہے، ان کے باطن کو اکابر کی نسبت کے ساتھ معمور پاتا ہے امید رکھتا ہے کہ عنقریب فنائے قلب سے مشرف ہو جائیں گے جو کہ ولایت کے درجات میں سے پہلا درجہ ہے اور اس معنی کو ان کے حق میں قریب الحصول پاتا ہے۔"[1]

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کا یہ مکتوب گرامی جب حضرت خواجہ سیف الدینؒ نے بادشاہ عالمگیر کو دکھایا تو وہ خوشی سے پھولا نہ سمایا اور حق تعالیٰ کے حضور میں سجدۂ شکر بجالایا پھر ایک عریضہ خود بادشاہ عالمگیر نے اپنے باطنی احوال سے متعلق حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں ارسال کیا جو کوشش کے باوجود ہمیں نہ مل سکا البتہ اس کا جواب مکتوباتِ معصومیہ میں موجود ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ بادشاہ عالمگیر کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ کا مکتوب عالی شان جو کمال عنایت و مہربانی کے ساتھ قلمِ عنبریں رقم سے لکھا گیا تھا خواجہ محمد شریف بخاری نے عزیز ترین زمانہ میں پہنچایا۔ (کئی سطور بعد فرماتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی حمد و احسان ہے کہ فقیرزادہ (خواجہ سیف الدینؒ آپ کی) نظرِ قبولیت میں منظور ہو گیا اور اس کی صحبت کا اثر حاصل ہو گیا ہے، نیکی کا امر کرنا اور بُرائی سے روکنا جو کہ فقیرزادہ کی عادت ہے اس پر آپ نے شکر و رضامندی کا اظہار کیا ہے، اس انعام (اظہارِ شکر) پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا اور یہ امر دعاگوئی میں اضافہ کا باعث ہوا۔ کیسی عجیب نعمت ہے کہ بادشاہت کی اس شان و شوکت

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۲۲۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور سلطنت کے اس رعب کے باوجود حق بات قبولیت کے کان میں پڑے اور ایک نامراد کا قول مؤثر ثابت ہو (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) پس میرے ان بندوں کو بشارت دیدو جو بات کو سنتے ہیں پھر احسن بات کی پیروی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور یہی لوگ عقل والے ہیں سلہ

انہی دنوں شہزادہ محمد اعظم کی شادی داراشکوہ کی لڑکی سے ہوئی۔ حضرت شیخ سیف الدینؒ نے فرمایا کہ اس مجلس میں خلافِ شرع کوئی کام نہیں ہونا چاہئے چنانچہ شہزادے نے آپ کے ارشاد کا بہت خیال رکھا حتیٰ کہ آتشبازی وغیرہ جو اس قسم کی چیزیں تیار کرائی تھیں ان کی بھی نمائش نہیں کی گئی اور شادی بحسن وخوبی انجام پائی سلہ ۲

شادی سے متعلق "مآثرِ عالمگیری" میں ہے کہ "۲۰ ررجب (۱۰۸۰ھ) کو شاہزادہ محمد اعظم کی جشن کدخدائی کا آغاز ہوا، ۱۰ ر شعبان کو قبلۂ عالم (شہنشاہ عالمگیر) نے بعد نمازِ ظہر دیوانِ خاص میں اجلاس فرمایا. . . . . شاہزادہ محمد اعظم پانچ گھڑی دن گذرنے کے بعد بے حد شان وشوکت کے ساتھ اپنی حویلی سے قبلۂ عالم کے حضور میں حاضر ہوا، جہاں پناہ مسجد میں تشریف لائے اور قاضی عبدالوہاب نے میر سید محمد قنوجی کی وکالت اور ملا عوض وجیہ وشیخ سیف اللہ سرہندی (یعنی حضرت شیخ سیف الدین) کی شہادت میں خطبۂ نکاح پڑھا اور چھ لاکھ روپیہ دینِ مہر قرار پایا سلہ ۳

عالمگیر بادشاہ کے دل میں حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ کی عزت واحترام کا اس بات سے بھی اندازہ کیجئے کہ آپ کو شہزادہ محمد اعظم کی شادی میں نکاح کا گواہ مقرر کیا۔ بعد ازاں بادشاہ عالمگیر نے حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں ایک اور عریضہ لکھا وہ بھی ہمیں دستیاب نہ ہو سکا لیکن اس کا جواب بھی حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کے مکتوباتِ شریفہ میں موجود ہے وھو ھذا:۔

"اس کے بعد عرض ہے کہ آپ کے مکتوب عالی شان نے سعید ترین زمانہ میں پرتوِ نزول ڈال کر (ہم) بے سروسامان فقراء کو قسم قسم کی مسرت وشرف سے نوازا (چند سطور کے بعد) فقیرزادہ (خواجہ سیف الدینؒ) کی ادائیگی خدمات اور لوازمِ خیرخواہی چونکہ آپ کی نظرِ عالی میں منظور ہوگئی ہیں (اس لئے یہ بات) اُس کے لئے سعادت کا موجب اور امتیاز کا باعث ہوئی ہے، اور حق بات یہ ہے کہ فقیرزادہ جو کہ ظاہری وباطنی کمالات کا حامل ہے اور

سلہ مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۲۳۱ سلہ ۲ روضۃ القیومیہ رکنِ دوم ص ۱۴۰ سلہ ۳ مآثر عالمگیری ص ۵۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

گوشہ نشینی کا اور میل جول نہ رکھنے کا عادی ہے چند آدمیوں سے بھی میل جول کا شوق نہیں رکھتا لیکن محض خیر خواہی نے اس کو اس بات پر (یعنی آپ کے پاس آنے پر) آمادہ کیا ہے"۔ ؎۱

اس خط و کتابت سے صاف طور پر واضح ہے کہ عالمگیر بادشاہ نے حضرت خواجہ سیف الدینؒ کے دست حق پرست پر حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی بیعت کی اور سلسلۂ عالیہ کے اسباق طے کئے۔

ہم نے اس جگہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے ہر دو جوابی مکتوبات کی عبارت کا صرف وہ حصہ نقل کیا ہے جو حضرت خواجہ سیف الدینؒ سے متعلق تھا۔ علاوہ ازیں حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ نے عالمگیر بادشاہ کو چار مکتوب اور بھی تحریر فرمائے ہیں یعنی چھ مکاتیب "مکتوباتِ معصومیہ" میں زینت افروز ہیں۔ اور حضرت خواجہ سیف الدین نے عالمگیر بادشاہ کو تقریباً بیس مکاتیب لکھے جو "مکتوباتِ سیفیہ" میں موجود ہیں۔ نیز بادشاہ کے حالات سے متعلق دیگر مکاتیب میں بھی تذکرہ کیا ہے مثلاً مولانا محمد باقر لاہوریؒ کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"برادرِ عزیز ارشاد پناہی میاں محمد باقر سلام عافیت انجام قبول فرمائیں، اس جگہ کے حالات بالمشافہ بیان کرنے سے تعلق رکھتے ہیں مختصر یہ کہ بادشاہِ دین پناہ نے شنبہ (ہفتہ) کی شب کو جو کہ اس مہینہ کی تیسری شب ہوگی فقرا کی منزل میں آ کر کھانوں کی قسم سے جو کچھ حاضر تھا بے تکلف تناول فرمایا اور صحبتِ (مجلس) طویل رہی اور مجلسِ سکوت (مراقبہ) بھی واقع ہوئی بقا کے معاملہ کو جو کہ ادراک میں آتا ہے کامل وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں اور انھوں نے اپنے مبدأ تعین کو صفتِ علم پایا، لطیفۂ اخفیٰ میں ایک وسعت اور اس کے ساتھ مناسبت اور صفات کے اصل کے ساتھ ملحق ہونے کے بارے میں ایک مدت سے اظہار کرتے ہیں، شہزادہ سلطان محمد اعظم نے بادشاہ (عالمگیر) کی ترغیب و رہنمائی سے طریقۂ عالیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کرلی ہے اور لطائف کے ذکر اور ذکرِ سلطانی (سلطان الذکر) کے متعلق اُن کے احوال بہت بلند ہیں اور قلب میں ایک وسعت کا پتہ دیتے ہیں، بادشاہ سلامت اس معنی کے شکر کا اظہار کرتے ہیں اور شاہزادہ کے احوال کی خبر گیری کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ امید ہے طریقۂ عالیہ کی ترویج مخلصین کی خواہش کے موافق ظاہر ہوگی"۔ ؎۲

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ ایک مکتوبِ گرامی میں حضرت خواجہ سیف الدینؒ کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ نے لکھا تھا کہ "مجالسِ سلطانی میں ایسے عجیب و غریب اسرار جلوہ گر ہوتے ہیں جن کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، ان محفلوں میں داخل ہوتے ہی خاص عروج و نزول کے ساتھ ممتاز کر دیا جاتا ہے"

؎۱ مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۲۲۷ - ؎۲ مکتوباتِ سیفیہ مکتوب ۱۴۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بیشک اہلِ کمال ہر بقعہ سے اس بقعہ کے مناسب فیوض و اسرار اخذ کرتے ہیں اور ہر زمین سے اُس زمین کے مناسب کمال حاصل کرتے ہیں، کسی زمین کو معاملاتِ فنا کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے اور کسی زمین کو کمالاتِ بقا کے ساتھ موافقت ہوتی ہے کوئی قطعہ ایسا ہے جو عروج سے مناسبت رکھتا ہے اور کوئی قطعہ نزول سے، حرمِ مکہ کے کمالات جدا ہیں اور حرمِ مدینہ کے فیوض و معاملات جُدا۔

ع ہر خوش پسرے را حرکات دگرست [ہر اچھے بیٹے کی حرکتیں دوسری ہیں]

آپ نے بندگانِ حضرت (بادشاہ عالمگیر) کے احوال کے بارے میں لکھا تھا کہ (وہ احوال ان کے) لطیفۂ اخفیٰ کی وسعت اور اس کے ساتھ ان کی مناسبتِ کاملہ کی خبر دیتے ہیں اس کے مطالعہ سے بہت خوشی ہوئی، لطیفۂ اخفیٰ سب سے اعلیٰ لطیفہ ہے اور اس کی ولایت سب ولایتوں کے اوپر ہے، اس لطیفہ کو سرورِ کائنات و فخرِ موجودات علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات و البرکات کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہے فقیر بھی ان کی قدرے مناسبت لطیفۂ اخفیٰ کے ساتھ پاتا ہے اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔"[1]

حضرت عروۃ الوثقیٰ رح ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ نے بادشاہ دین پناہ (عالمگیرؒ) کے احوال کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، طبقۂ سلاطین میں اس قسم کے امور کا ظاہر ہونا عجائبِ زمانہ میں سے ہے اللّٰھم زد [اے اللہ اور زیادہ فرما] ..... آپ نے لکھا تھا کہ "انھوں (بادشاہ) نے اپنے مبدائے تعین کو صفتِ علم پایا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس صفتِ مبارکہ کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت پائی ہے" (یہ فقیر) اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ ہوا قریب تھا کہ رقص کرنے لگے، حق سبحانہٗ اس صفتِ عالیہ کی برکات سے کامل حصہ عطا فرمائے۔"[2]

دین پناہ بادشاہ عالمگیر کے حضرت خواجہ سیف الدین رح کی خدمت میں حاضر ہونے کا حال "مآثرِ عالمگیری" میں بھی اس طرح درج ہے:۔

"قبلۂ عالم (شہنشاہ عالمگیر) ۱۳ محرم (۱۰۷۹ھ) کو ایک گھڑی رات گزرنے کے بعد باغ حیات بخش کے راستہ سے شیخ سیف الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور دیر تک حقائق و معارف کی گفتگو فرما کر دولت خانہ واپس آگئے۔"[3]

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ سیف الدین ۱۳ محرم ۱۰۷۹ھ کو شاہجہاں آباد میں قیام پذیر تھے یعنی تقریباً تین سال دار الخلافہ شاہجہاں آباد میں آپ کا قیام رہا۔

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۲۳۲ [2] ایضاً مکتوب ۲۴۲ [3] مآثرِ عالمگیری ص ۶۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کا ایک مکتوب جس کا عکسی فوٹو جناب محمد اقبال صاحب مجددی نے اپنی تالیف "حسنات الحرمین" میں صفحہ ۱۴۹ پر شائع کیا ہے اور لکھا ہے "اورنگ زیب کا ایک غیر مطبوعہ خط حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی کے نام":۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد ازیں اسیر نفس امارہ سلام برسد مکتوب مرغوب رسید۔ چہ نویسد از غفلت نفس خود کہ بہیچ تنبیہ متنبہ نمی شود در ماتم دائمی باید نشست و بر حال و مآل خود باید گریست۔ ارادہ عزیمت این سمت سبب خوش دلی ست۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً۔ والسلام .... الملک والحکم للہ۔"

(ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم، حمد و صلوٰۃ و سلام کے بعد اس نفس امارہ کے قیدی کی جانب سے سلام پہنچے۔ آپ کا مرغوب مکتوب پہنچا۔ اپنے نفس کی غفلت کے بارے میں کیا لکھے جو کسی تنبیہ سے متنبہ نہیں ہوتا۔ دائمی ماتم میں بیٹھنا چاہئے اور اپنے حال اور انجام پر رونا چاہئے۔ اِس جانب آپ کی عزیمت کا ارادہ خوشدلی کا باعث ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی بات ظاہر فرمائے۔ والسلام ...... ملک اور حکم اللہ ہی کے لئے ہے۔")

شاہجہاں آباد کے دوران قیام میں ایک مرتبہ بادشاہ عالمگیر نے حضرت خواجہ سیف الدینؒ کو باغ حیات بخش کی سیر کی تکلیف دی وہاں آپ نے حوض میں سونے کی مچھلیاں دیکھیں جن کی آنکھوں میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ جبتک یہ مچھلیاں نہ توڑ دی جائیں گی میں اس جگہ نہ بیٹھوں گا۔ باغ کے محافظوں نے تامّل کیا لیکن بادشاہ نے کہا کہ "خاطر داری شیخ میں بہت نفع ہے" اور اسی وقت تڑوا دیں۔ [1]

اسی زمانہ میں حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ کو معلوم ہوا کہ بادشاہ کے استاد سید محمد قنوجی نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مجلس سماع قائم کی ہوئی ہے اور اس مجلس میں گویّے گا رہے ہیں اور چنگ و رباب وغیرہ بجا رہے اور رقص و سماع کر رہے ہیں۔ حضرت خواجہ سیف الدینؒ امر معروف و نہی عن المنکر کی بنا پر مع اپنے مریدوں کے وہاں تشریف لے گئے۔ جب سیدؒ محمد قنوجی کو معلوم ہوا کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو وہ خود اور باقی اہل مجلس بھی گانے بجانے کا سامان چھوڑ چھاڑ چلے گئے، بعد ازاں جبتک حضرت کا وہاں قیام رہا کسی کو ایسی مجلس منعقد کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ [2]

---

[1] حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۳۵۰۔ [2] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۴۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

برکاتِ معصومی[ع۵] میں ہے کہ ایک دن شاہزادہ محمد اعظم حضرت خواجہ سیف الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، دروازہ پر مخلصین کی بھیڑ تھی جس کی وجہ سے شہزادہ کی دستار گر گئی، یہ خبر بادشاہ تک پہنچی، بادشاہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس کے دور میں ایسا باکمال شخص بھی موجود ہے کہ مخلوق اس پر پروانہ وار گر رہی ہے۔[لہ]

نیز لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شاہزادہ محمد اعظم نے حضرت خواجہ سیف الدینؒ کی دعوت کی، اس دعوت میں آپ کے برادرِ کلاں شیخ محمد اشرف بھی مدعو تھے، بوقتِ طعام شاہزادہ آفتابہ لایا تاکہ آپ کے ہاتھ دھلوائے آپ نے شاہزادے سے آفتابہ لیا اور اپنے بھائی شیخ محمد اشرف کے ہاتھ دھلوائے پھر آفتابہ شاہزادے کے حوالہ کیا اور اس نے آپ کے ہاتھ دھلوائے ۔[۲ہ]

نیز لکھا ہے کہ آپ کا قیام دہلی ہی میں تھا کہ آپ کے عمِ محترم حضرت خواجہ محمد سعیدؒ کے فرزند شیخ عبدالاحد وحدت[عہ] بھی دہلی تشریف لائے جو کہ صاحبِ فضل وکمال اور شاعرِ شعلہ بیان تھے لیکن مرجعِ خلائق آپ ہی کی مبارک ذات رہی۔ آپ کے والد ماجد کو جب ان حالات کا علم ہوا تو فرمایا" سبحان اللہ

لہ و ۲ہ برکاتِ معصومی ص ۳۱۴ و ۳۱۸ بحوالہ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ص ۲۳۶ -

ع۵ مقاماتِ معصومی معروف بہ برکاتِ معصومی، تالیف صفر احمد بن فضل اللہ بن عبدالقادر بن عبدالرزاق برادرِ کلاں حضرت مجدد الف ثانیؒ۔ شیخ صفر احمد حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے نواسے تھے۔ ۱۱۳۲ھ آغازِ تالیف ہے اور اس کتاب کے ۴۹۲ صفحات ہیں (از مقاماتِ خیر ص ۲۳)

عہ اس موقع پر یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی حیثیت برصغیر کی تاریخ میں ایک مینارۂ نور کی سی ہے آپ نے اور آپ کی اولاد امجاد اور آپ کے سلسلہ کے بزرگوں نے شریعت وطریقت کی ترویج واشاعت کے علاوہ بھی ہر شعبۂ زندگی میں گہرے اثرات ڈالے ہیں اور ان میں آپ کے فیوض کا سلسلہ جاری ہے لہٰذا اگر اردو زبان وادب اور شاعری کو دیکھا جائے تو اس کو بھی بامِ عروج تک پہنچانے میں مجددی حضرات پیش پیش نظر آتے ہیں چنانچہ یہی حضرت خواجہ عبدالاحد وحدت المعروف "شاہ گل" حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پوتے ہیں جو اپنے زمانے کے بہت بڑے شاعرِ شیریں کلام، ادیب و فاضل اور صاحبِ کمال تھے اور ان ہی کے خلیفہ شاہ سعد اللہ گلشن تھے جن کے ایماء سے ولی دکنی نے اردوئے معلی میں اشعار کہے اور پھر ان کی تقلید میں دہلی اور شمالی ہندوستان میں باقاعدہ اردو شاعری کا آغاز ہوا۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہمیت حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہٗ کو حاصل ہوئی، مرزا صاحبؒ موصوف کے بارے میں تمام تذکرہ نگار متفق ہیں کہ "انھوں نے اردو شعراء کو سیدھے راستہ پر ڈالا ورنہ وہ ایہام کے چکر میں پھنسے ہوئے تھے" حضرت مرزا صاحبؒ کے مریدین ومعتقدین اور شاگردوں کا ایک بڑا سلسلہ ہے جنھوں نے تصوف کے ساتھ ساتھ اردو ادب کو ترقی دینے کا کام جاری رکھا ان میں انعام اللہ خاں یقین بھی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں جو حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ ہی کی اولاد میں سے ہیں جن کا دیوان آج بھی خراجِ تحسین حاصل کر رہا ہے، نیز احسن اللہ بیان اور فقیہ دردمند نے بھی اردو شاعری کے گلدستہ کو بنا سنوار کر پیش کیا، اور

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

عبدالاحد بایں شیریں کلام موصوف است وسیف الدین بایں تمکین ووقار معروف، وقبولیت بایں نصیب گشتہ۔" [یعنی عبدالاحد اس شیریں کلامی کے ساتھ موصوف ہے اور سیف الدین اپنی تمکنت اور وقار میں معروف اور قبولیت اس (سیف الدین) کے نصیب میں آئی ہے[1] (حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ص ۲۳۶)

نیز برکاتِ معصومی میں درج ہے کہ آپ کو اپنے والد ماجد سے عشق تھا اور اُن کو بھی آپ سے بے پناہ محبت تھی، جن دنوں آپ نے دہلی سے سرہند شریف مراجعت فرمائی آپ کے والد بزرگوار پاؤں درد کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتے تھے اگر مسجد میں نماز کے واسطے جاتے تو ڈولی میں جاتے تھے۔ جب سرہند میں حضرت خواجہ سیف الدین ؒ کی تشریف آوری کا غلغلہ ہوا تو بکثرت مخلوق آپ کے استقبال کیلئے شہر سے باہر پہنچی لیکن آپ کے بڑے بھائی ازراہِ بزرگی نہ گئے۔ آپ کے والد ماجد نے مخدوم زادوں سے تو کچھ نہ کہا البتہ اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ اگر میرے پاؤں میں تکلیف نہ ہوتی تو میں ضرور استقبال کے لئے جاتا۔ جب مخدوم زادوں نے والد ماجد کی یہ بات سُنی تو وہ بھی آپ کے استقبال کے لئے گئے۔[2]

آپ کا طریقہ شاہانہ تھا، عمدہ لباس پہنتے تھے، دستر خوان بھی بہت وسیع تھا۔ آپ کی تمکنت اور وقار کو دیکھ کر کسی نے کہا کہ شیخ صاحب میں تکبر ہے، جب آپ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا "تکبّر ما ظلِ کبریائی اوست جلّ جلالہ" (میں کیا شے ہوں، یہ سارا کرّ وفر پروردگار جل جلالہ کی کبریائی کا پرتو ہے)۔

خلقِ خدا کی مشکلات رفع کرنے اور ان کو فائدہ پہنچانے میں آپ مشہور تھے، اقربا اور عزیزوں کے ساتھ صلۂ رحمی میں بے مثل تھے، بڑوں کا بہت ادب کرتے اور چھوٹوں پر حد درجہ مہربان تھے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ)

خواجہ میر درد ؒ نے سب سے پہلے نہایت اہتمام سے تصوف کو اردو شاعری کا جامہ پہنایا اور ان کے برادرِ خورد میر محمد اثر نے اُن کے بعد نہ صرف ان کے سجادہ کو زینت دی بلکہ اردو شاعری میں بھی ان کے صحیح جانشین بنے۔ غزل میں ایک دلکش طرز قائم کیا علاوہ ازیں مثنوی خواب وخیال ایسی لکھی کہ زبان وبیان کے اعتبار سے نہ صرف ٹکسالی چیز ہے بلکہ دوسروں کے لئے بھی ایک قابلِ تقلید نمونہ بنی۔ اگر ان دونوں بھائیوں کے ساتھ ان کے والد بزرگوار خواجہ ناصر عندلیب کو بھی شامل کرلیا جائے تو ایک ہی خاندان سے ایک اچھی مثلث تیار ہوجاتی ہے اور یہ سب نقشبندی مجددی سلسلہ کے بزرگ ہیں۔ ان حالات میں ہمارا یہ دعویٰ کرنا غلط نہ ہوگا کہ اردو زبان وادب اور شاعری کا شمالی ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ پورے برصغیر میں احیا اسی خانوادے کی بدولت ہوا ورنہ بقول قائم چاندپوری اس سے پہلے اردو کیا تھی؟

"اک بات لچر سی بہ زبانِ دکنی تھی"

[1] حضرت مجدد اور ان کے ناقدین۔ ص ۲۳۶۔ [2] ایضاً ص ۲۳۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت حجۃ اللہؒ حج کے لئے روانہ ہوئے وہ آپ سے پندرہ سال بڑے تھے اُن کی ولادت ذیقعدہ ۱۰۳۴ھ میں ہوئی تھی، آپ ایک منزل تک اُن کی مشایعت میں گئے۔ جب جدائی کا وقت آیا تو حضرت حجۃ اللہؒ نے آپ سے کہا کہ بھائی! اب میری ضعیفی ہے اور حیاتِ مستعار پر کچھ بھروسہ نہیں تم میرے بچوں کا خیال رکھنا۔ آپ نے اُن سے کہا بھائی صاحب مجھ کو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ کی عمر دراز ہو گی اور آپ کافی عرصہ بقیدِ حیات رہیں گے، البتہ مجھ کو اپنی حیات کی امید نہیں ہے لہذا آپ سے گذارش ہے کہ میرے بچوں کا خیال رکھیں۔ برکاتِ معصومی کے مؤلف لکھتے ہیں کہ ان دونوں بھائیوں کی پھر ملاقات نہیں ہوئی، حضرت سیف الدینؒ دنیا سے رحلت کر گئے اور حضرت حجۃ اللہؒ ان کے بعد انیس ۱۹ سال حیات رہے۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مدت سے آپ کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ نصف شب کے بعد حضرت امام ربّانی مجدّد الفِ ثانیؒ کے مزارِ پُر انوار پر حاضر ہوتے اور جذبہ و شوق کی حالت میں مرقدِ مطہر کے گرد گھومتے اور فرماتے "سگِ درگاہِ مجدد الفِ ثانی ام" اور کبھی یہ الفاظ وِردِ زبان ہوتے تھے "سگِ درگاہ بندگی شیخ احمد کابلی سرہندی ام" اور کبھی اپنے والد ماجد کے روضۂ مبارک پر حاضر ہوتے اور یہ شعر پڑھتے ؎

من کیستم کہ با تو دمِ بندگی زنم چندیں سگانِ کوئے تو یک کمترین منم [1]

[میں کون ہوں جو تیری غلامی کا دم بھروں، تیرے کوچہ کے بہت سے کتوں میں سے ایک کمترین کُتا میں ہوں]

خواجہ محمد زبیرؒ ایامِ طفلی میں ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گئے، آپ اُن کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، اُن کی خالہ نے آپ سے دعاءِ صحت کے لئے عرض کیا آپ متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اس لڑکے کا اللہ تعالیٰ حافظ و معین ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا شیخ عظیم ہو گا اور ہزاروں آدمی اس کے حلقہ میں حاضر ہوں گے۔ [2]

نقل ہے کہ ایک شخص نے تقلیلِ غذا کرنا چاہا، آپ نے فرمایا کہ تقلیل غذا کی ضرورت نہیں ہمارے بزرگوں نے کام کی بنیاد دوامِ وقوفِ قلبی و صحبتِ شیخ پر رکھی ہے، زہد و مجاہدۂ شاقہ کا ثمرہ خرقِ عادات و تصرفات ہے، ہمارے یہاں اس کی ضرورت نہیں، یہاں دوامِ ذکر و توجہ الی اللہ اور اتباعِ سنت ہے [3]

آپ کا معمول تھا کہ ظہر و عصر کے درمیان مستورات کو احادیث شریفہ سنایا کرتے تھے ایک روز خلافِ معمول وعظ و نصائح کو جلد ختم کر دیا، مستورات نے عرض کیا کہ ابھی بہت وقت ہے کچھ اور پڑھئے

---

[1] مقامات خیر ص ۶۵ و ۶۶ [2] روضہ دکن دوم ص ۲۲۶ [3] حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۳۵۴

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آپ نے فرمایا اور محمد اعظم (آپ کے بڑے صاحبزادے) سے پڑھوانا۔ اس کے بعد آپ بیمار ہوگئے اور حدیث شریف سنانے کا اتفاق نہ ہوا۔ [۱]

کہتے ہیں کہ آخری وقت میں حضرت شیخ کی خدمت میں ایک کو لایا گیا جو اہل سنت وجماعت کے عقائد کا مخالف تھا، آپ نے فرمایا کہ یہ کونسا وقت ہے کہ تم مخالفِ مشرب کو میرے پاس لائے ہو، اسے یہاں سے لیجاؤ۔ [۲]

حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کا سینتالیس (۴۷) سال کی عمر میں ۲۶ رجمادی الاولی ۱۰۹۶ھ ۱۶۸۵ء کو انتقال ہوا۔ [۳]

آپ کی ولادت اور وفات کی تاریخوں میں اختلاف ہے نے سال ولادت ۱۰۵۵ھ لکھا ہے اور سال وفات ۱۰۹۵ھ اور ۱۰۹۸ھ لکھا ہے۔

برکاتِ معصومی صفحہ ۳۲۲ میں لکھا ہے کہ جب آپ کے جنازے کو برائے تدفین لے چلے تو جنازہ لوگوں کے ہاتھوں سے نکل کر ہوا پر چلنے لگا "ہر چند مردم بہ قصد می جستند دست کم کسے بہ آں می رسید"۔ جتنا بھی لوگ اچھلتے کم ہی کسی کا ہاتھ اس تک پہنچتا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر کافی غیر مسلموں نے کلمہ پڑھا۔ اور جب تدفین کی جگہ جنازہ پہنچا تو خود بخود نیچے اتر آیا۔ [۴]

آپ کا مزار حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ مبارک سے جنوب کی جانب تھوڑے فاصلہ پر ہے مزار پر نہایت عالی شان گنبد ہے جس کے گرد باغ لگایا ہوا ہے [۵]

حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے صاحبزادوں میں حضرت عروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو اور حضرت عروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں میں حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کو جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے وہ محتاجِ تعارف نہیں حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ ہی کی اولاد و سلسلہ کے بزرگوں کے ذریعہ ہندوستان میں شریعت وطریقت کو بڑا عروج حاصل ہوا اور تعلیماتِ اسلامیہ کے رائج کرنے میں جسقدر ان بزرگوں نے جدوجہد کی ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ چنانچہ آپ ہی کی اولاد در اولاد[ع] میں حضرت شاہ عبد الغنی مجددی بھی ہیں جو بانیانِ دار العلوم دیوبند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہما جیسی عظیم شخصیتوں کے استاد حدیث ہیں۔ اور حضرت مولانا شاہ محمد رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی ثم المدنی مہتمم دار العلوم دیوبند بھی حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہ قدس سرہٗ کے خلیفۂ کبار میں سے تھے جن کے خلیفہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

---

[۱] حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۳۵۶۔ [۲] روضہ رکن دوم ص ۲۲۶ [۳] مشائخ نقشبندیہ ۳۵۶۔
[۴] حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ص ۲۴۰۔ [۵] روضہ رکن دوم ص ۲۲۶۔
[ع] یعنی شاہ عبد الغنی بن شاہ ابو سعید بن صفی القدر بن عزیز القدر بن شاہ محمد عیسیٰ بن حضرت سیف الدین رحمہم اللہ علیہم اجمعین

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دیوبندی ہوئے جو دار العلوم دیوبند کے مفتیٔ اعظم تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی قدس سرہٗ "تذکرۃ الرشید" میں تحریر فرماتے ہیں: "یہ بات مشہور ہے کہ شاہ (عبد الغنیؒ) صاحب کو اپنے شاگردوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت مولانا (رشید احمد) گنگوہیؒ اور حضرت مولانا (محمد قاسم) نانوتویؒ کے ساتھ تھی اور مریدوں میں موردِ عنایتِ خاصہ حضرت مولانا المولوی شاہ رفیع الدین صاحبؒ مدرس مدرسہ عالیہ اسلامیہ (دیوبند) تھے۔

نیز فرماتے ہیں "حضرت مولانا (رشید احمد) گنگوہی قدس سرہٗ کو حضرت شاہ احمد سعید صاحبؒ (حضرت شاہ عبد الغنیؒ کے بڑے بھائی) سے بھی شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ (ص۳۱)

اسی طرح حضرت مولانا خلیل احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (جن کے خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا ذکریا صاحب مدظلہ العالی ہیں) کو بھی حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہٗ سے سندِ حدیث حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ "تذکرۃ الخلیل" میں تحریر فرماتے ہیں کہ (حضرت مولانا خلیل احمدؒ نے) مدینۃ الرسول میں محدث دار الہجرت استاذ الکل حضرت مولانا الشاہ عبد الغنی المہاجر المجددی النقشبندی کو جملہ کتبِ حدیث کے اوائل سنا کر بالاجمال اور قبولیت دعا عند الملتزم کی بالتفصیل اجازت حاصل کی۔" نیز حضرت مولانا عاشق الٰہی علیہ الرحمہ نے تذکرۃ الخلیل میں حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہٗ کا حضرت مولانا خلیل احمد قدس سرہٗ کو عطا کردہ اجازت نامہ اور دعا عند الملتزم کی سند کی نقل بھی درج فرمائی ہے۔

اور حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ کی اولاد در اولاد میں حضرت خواجہ محمد آفاقؒ بھی تھے جن کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرہ تھے اور ان کے خلفاء میں حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ بانی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور حضرت مولانا سید عبد الحی قدس سرہما ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی تھے جن کے چشم و چراغ حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی مدظلہ العالی ہیں۔ غرضکہ ہندوستان کے یہ بڑے بڑے دار العلوم علمی اور روحانی طور پر امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے بالواسطہ فیضیاب ہیں اور ان ہی بزرگوں کے نخلستان کے خوشہ چین و رہینِ منت ہیں۔

نیز سلسلۂ طریقت کی بھی بیشمار شاخیں ہیں جو حضرت خواجہ سیف الدینؒ کے واسطہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے نسبت رکھتی ہیں خود حضرت خواجہ سیف الدینؒ کے خلیفہ مخدوم ابو القاسم ٹھٹوی نے سندھ میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی بہت تبلیغ و اشاعت کی اگرچہ اس سے قبل مخدوم آدم ٹھٹوی بھی جو حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلفاء میں سے تھے جنھوں نے سندھ میں اس سلسلہ کی بنیاد رکھدی تھی۔ اور آپ ہی کے سلسلۂ عالیہ میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں اور حضرت شاہ غلام علی قدس سرہما بھی تھے جن کے ایک خلیفہ مولانا خالد رومی قدس سرہٗ کے ذریعہ بلادِ عرب، روم اور شام وغیرہ میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی حتیٰ کہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

صاحبِ رد المحتار شرح در المختار علامہ شامی جیسی عظیم شخصیت بھی حضرت مولانا خالد رومیؒ کے مرید ہیں۔ نیز حال کے بزرگوں میں حضرت مولانا عبد الغفور عباسی مدنی قدس سرہٗ کی وجہ سے عرب و عجم میں اس سلسلہ عالیہ کو مزید عروج حاصل ہوا جو مدرسہ امینیہ دہلی کے فارغ التحصیل جید عالم و استاد اور حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی نقشبندی مجددی سراجی مسکین پوری قدس سرہٗ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔

حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ کے ایک سو نوے[۱۹۰] مکاتیبِ شریفہ کو آپ کے فرزند اکبر اور جانشین شیخ محمد اعظمؒ نے جمع کیا تھا جن کو محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب مدظلہ نے "مکتوباتِ سیفیہ" کے نام سے شائع کیا ہے۔

آپ کی اولاد میں آٹھ لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں: شیخ محمد اعظم[۱]، شیخ محمد شعیب[۲]، شیخ محمد حسین[۳] شیخ محمد عیسیٰ[۴]، شیخ محمد موسیٰ[۵]، شیخ کلمۃ اللہ[۶]، محمد عثمان[۷] و عبد الرحمٰن[۸] (یہ دونوں لاولد فوت ہوئے)۔ جنت بانو[۱]، حبیبہ[۲]، سائرہ[۳]، شہری[۴]، رفیع النساء[۵]، چھٹی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

شیخ محمد اعظم، آپ حضرت خواجہ سیف الدینؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں سلوک کی تکمیل اپنے والد بزرگوار سے حاصل کر کے علوم ظاہری میں بھی کمال حاصل کیا، صاحب تصانیف تھے، اکثر لوگوں نے آپ سے سلوک کی تکمیل کر کے خلافت پائی، آپ کی اولاد میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔

شیخ محمد شعیب، آپ نے بھی اپنے والد بزرگوار سے تکمیلِ سلوک کی آپکے ایک لڑکا اور تین لڑکیاں تھیں۔
شیخ محمد حسین، آپ بھی اپنے والد بزرگوار کے مرید تھے، آپ کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔
شیخ محمد عیسیٰ، آپ نے اپنے بھائی شیخ محمد اعظم سے سلوک کی تکمیل کی، آپکے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔
شیخ محمد موسیٰ، آپ اپنے چچا کے مرید تھے، آپ کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔
شیخ کلمۃ اللہ۔ آپ اپنے چچا محمد صدیق کے مرید تھے، آپکے صرف ایک لڑکا تھا[۱]

[۱] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن دوم ص ۲۲۷ تا ۲۲۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۶) حضرت شیخ محمد صدیق محبوب الٰہی قدس سرہٗ

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے سب سے چھوٹے اور چھٹے فرزند ہیں، آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۵۷ھ یا ۱۰۵۹ھ میں بمقام سرہند ہوئی، آپ اپنے والد ماجد سے مشابہتِ تام رکھتے تھے، حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کو اپنی کبر سنی کی وجہ سے آپ کی تربیت کا بہت فکر و خیال تھا کہ مبادا معاملہ خام رہ جائے اور بھائیوں کے محتاج ہوں، جب آپ سنِ تعلیم کو پہنچے تھوڑی مدت میں قرآن شریف ختم کر کے کتبِ متداولہ کے پڑھنے میں مشغول ہو گئے اور علوم عقلیہ و نقلیہ تھوڑی مدت میں حاصل کر کے والد بزرگوار کی خدمت میں سلوک طے کرنے میں مشغول ہو گئے، اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت نے آپ کو ولایت احمدی کی بشارت دی اور بیس سال کی عمر میں جملہ کمالات و خصوصیاتِ طریقہ سے اپنے بھائیوں کے مثل سرفراز ہوئے، آپ اکثر مریض رہا کرتے تھے اسی لئے مرغوب غذائیں لذیذ پھل وغیرہ سے بہت پرہیز کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ دہی مجھ کو بہت مرغوب ہے لیکن تیرہ سال سے نہیں کھائی، آپ نہایت صابر و شاکر اور علم و عمل، ورع و تقویٰ اور حُسنِ خُلق و کسر نفسی سے بکمال آراستہ تھے [۱]۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے وصال کے چند سال بعد آپ حج کے لئے تشریف لیگئے وہاں بہت لوگ آپ سے مرید ہوئے واپسی پر شاہجہاں آباد میں سکونت اختیار کی اور آخر دم تک وہیں رہے، ہزارہا آدمیوں نے آپ سے فائدہ اُٹھایا اور بہت لوگ خلافت سے مشرف ہوئے [۲]۔ بادشاہ فرخ سیر بھی آپ کا مرید تھا [۳]۔

۵ جمادی الاولیٰ ۱۱۳۰ھ کو دہلی میں آپ کا وصال ہوا اور نعش سرہند شریف پہنچائی گئی، آپ کے مزار پر بھی ایک عالی شان گنبد بنایا گیا۔ آپ کی اولاد میں دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ شیخ محمد مہدی شیخ عبد الباقی۔ لڑکیوں میں ایک مہر النساء جو تارک الدنیا ہو کر عبادت میں مشغول رہیں دوسری عظیم النساء [۴]۔

شیخ محمد مہدی، آپ نے سلوک باطنی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کر کے ظاہری علوم میں بھی کمال حاصل کیا، آپ کی اولاد میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔

شیخ عبد الباقی، آپ بھی اپنے والد بزرگوار سے مرید تھے، قرآن شریف حفظ کر کے ظاہری علوم میں کمال حاصل کیا، اولاد میں صرف ایک لڑکا معصوم احمد تھا [۵]

[۱، ۲] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۳۰ [۳] عمدۃ المقامات ص ۳۹۵ [۴] ص ۳۹۵ [۵] روضہ ص ۲۳۱-

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت ابو العلیٰ قدس سرہ

اس مجموعہ کے ساتھ حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ قدس سرہٗ کے پوتے خواجہ محمد زبیر بن حضرت ابو العلیٰ[1] رحمہما اللہ کے تفصیلی حالات پیش کرنے کی سعادت اس لئے حاصل کی جا رہی ہے کہ صاحب روضۃ القیومیہ نے حضرت خواجہ محمد نقشبند رحؒ کو قیوم ثالث اور حضرت خواجہ محمد زبیر رحؒ کو قیوم رابع لکھا ہے اسی وجہ سے روضۃ القیومیہ کے ضخیم دفتر میں علیحدہ علیحدہ ان حضرات کے تفصیلی حالات درج ہیں[2]۔ چونکہ روضۃ القیومیہ ہی ہماری تالیف کی اصل و بنیاد ہے اس لئے ہم نے اس باب کو بھی شامل کر لیا ہے — ان بزرگوں کے حالات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اگرچہ بظاہر خاندانِ مغلیہ کی ہندوستان پر حکومت تھی لیکن بباطن عوام و خواص کے ساتھ ساتھ ان بادشاہوں کے دل و دماغ پر بھی خاندانِ مجددیہ کی حکومت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا — اب ہم حضرت ابو العُلیٰ کا مختصر تذکرہ کرنے کے بعد حضرت خواجہ محمد زبیر رحؒ کے تفصیلی حالات پیش کرتے ہیں۔ (مؤلف)

حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ قدس سرہٗ کے صاحبزادے حضرت ابو العُلیٰؒ کی ولادت ۱۰۶۳ھ/۱۶۵۲ء سرہند شریف میں ہوئی[3]۔ ظاہری تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے مجاہدہ شروع کیا ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء میں حضرت ابو العلیٰ رحؒ نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لیا اور لوگوں کی ہمنشینی کو ترک کر دیا۔ جب حضرت حجۃ اللہ رحؒ نے حضرت ابو العلیٰ رحؒ سے چہرہ پر نقاب ڈالنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے عرض کیا کہ حضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوات و التسلیمات میرے سامنے تشریف فرما ہیں اس لئے اب میں نہ کسی کی طرف دیکھ سکتا ہوں اور نہ کسی سے بات کر سکتا ہوں۔ حضرت نے مزید دریافت کیا کہ کیا اسوقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے تشریف فرما ہیں؟ عرض کیا جی ہاں[4]۔ حضرت ابو العُلیٰ رحؒ آٹھ سال تک نقاب پوش رہے، اس عرصہ میں آپ نے نہ کبھی آرام کیا اور نہ تکیہ لگا کر بیٹھے، ہر وقت قبلہ رو بیٹھے رہتے، صرف نماز کے لئے اُٹھتے۔ عالمگیر بادشاہ نے ہر چند آپ سے ہمکلام ہونا چاہا لیکن ممکن نہ ہوا، صرف اپنی والدہ ماجدہ یا والدِ بزرگوار سے بعض ضروری امور کیلئے

---

[1] وسیلۃ القبول (مکتوبات حضرت خواجہ نقشبند رحؒ) میں آپ کا اسم گرامی "ابو الاعلیٰ" درج ہے

[2] واضح رہے کہ صاحب روضۃ القیومیہ حضرت خواجہ محمد زبیر رحؒ کے مرید و خلیفہ ہیں اور مجددی خاندان اور قریبی رشتہ ہونے کی وجہ سے بھی ان کو حق ہے کہ اپنے شیخ کی سوانح تفصیل سے لکھیں، نیز روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۱۹ پر لکھتے ہیں کہ "کشف الحقائقِ قیومیت" میں اس بات کی مفصل وجہ درج ہے کہ اس قلیل عرصہ میں اتنے قیوم کیوں ہوئے"۔ لیکن یہ کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری [3] ہدیۂ مجددیہ ص ۵۵۔

[4] روضہ رکن سوم ص ۱۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کلام کرتے۔ کہتے ہیں کہ آپ ظاہری آنکھوں سے حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر رہتے تھے۔ [۱]

حضرت ابو العُلیٰؒ اسی نقاب پوشی کی حالت میں اپنے والد ماجد حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ کے ہمراہ حج مقدس کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر جب سورت کی بندرگاہ پر پہنچے تو نقاب اتار دیا۔ پھر سرہند شریف پہنچ کر ۱۰۹۱ھ/۱۶۸۰ء میں حضرت ابو العلیؒ کی شادی خانہ آبادی حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمۃ قدس سرہ کے صاحبزادے حضرت شیخ سعد الدینؒ کی دختر نیک اختر سے ہوئی [۲] بعد ازاں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ عالمِ وجود میں آئے۔

معلوم ہوا کہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابو العُلیٰؒ کی تربیت فرمائی تھی وہ اسی لئے تھی کہ ان سے حضرت خواجہ محمد زبیرؒ جیسا موتی پیدا ہو جو حقیقتِ محمدیؐ کا مظہرِ اتم اور کمالاتِ احمدیؐ کا متمم ہو۔ [۳]

روضۃ القیومیہ میں کئی جگہ لکھا ہوا ہے کہ "حضرت ابو العُلیٰؒ مناقبِ نقشبندی میں لکھتے ہیں"۔ یعنی "مناقب نقشبندی" حضرت ابو العُلیٰ کی تصنیف ہے۔

حضرت ابو العُلیٰؒ نے ۱۳ شعبان ۱۱۰۶ھ کو تینتالیس ۴۳ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کی حیات میں وفات پائی۔ اولاد میں ایک صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ اور دو ۲ صاحبزادیاں تاج النساء و فقیرہ خانم چھوڑیں [۴]۔ حضرت ابو العُلیٰؒ کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ محمد نقشبند قدس سرہٗ نے اپنی پوری توجہ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی تربیت پر مرکوز کردی۔

اب ہم حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ کے حالات تفصیل سے پیش کرتے ہیں:۔

---

[۱] روضۃ القیومیہ رکن سوم ص ۱۸ [۲] ایضاً ص ۶۷ [۳] ایضاً ص ۱۸۔ [۴] ہدیہ احمدیہ ص ۵۵ لیکن وسیلۃ القبول (مکتوبات حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ) ص ۴ کے حاشیہ پر آپ کے انتقال کا ۱۱۰۲ھ درج ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ کی ولادت باسعادت بروز دوشنبہ (پیر) ذیقعدہ ۱۰۹۳ھ کو ہوئی [۱] یعنی آپ کی ولادت باسعادت نے صیام و حج (یعنی دو عیدوں اور دو بڑی عبادتوں والے مہینوں) کے درمیان واقع ہو کر اس خاکدانِ غمکدہ کو نشاط و مسرت سے آباد کیا [۲]

آپ کا اسمِ گرامی محمد زبیر، کنیت ابوالبرکات اور لقب شمس الدین قرار پایا [۳]

جب آپ کی عمر مبارک چار سال چار ماہ ہوئی تو آپ کو سعادتمند ادیب اور شہرۂ آفاق علماء فضلا کے سپرد کیا گیا تاکہ اپنا وقت تکمیل علوم اور تحصیلِ فضائل میں مشغول رکھیں [۴]

تیرہ سال کی عمر میں آپ اپنے دادا حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ قدس سرہٗ کے ہمراہ فریضۂ حج ادا کرنے اور زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت حاصل کرنے کے لئے حجازِ مقدس تشریف لے گئے۔ [۵]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو جس سال "تجدید الف ثانی" کا منصب عطا ہوا تھا اس کے پورے سو سال بعد ۱۱۱۱ھ / ۱۶۹۹ء میں حضرت خواجہ محمد نقشبند قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کو اپنا قائم مقام بنا کر قطب الاقطاب اور قیومیت کی خلعت پہنا کر اپنا ولیعہد و جانشین بنایا اور اپنے تمام مریدوں اور خلفاء کی تربیت آپ کے سپرد فرما دی [۶]

بعد ازاں ۲۹ محرم ۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۳ء کو حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ کا وصال ہو گیا، اور بروز ہفتہ

---

[۱] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۵ — [۲] ایضاً ص ۷۔ [۳] ایضاً ص ۸۔
[۴] ایضاً ص ۱۳ — [۵] ایضاً ص ۱۷۔ [۶] ایضاً ص ۲۲۔

[ع] اسی سال یعنی ۱۱ رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ بروز جمعہ بوقت فجر حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں قدس سرہٗ کی ولادت ہوئی اور بروز جمعہ بعد نماز جمعہ ۹ محرم ۱۱۹۵ھ کو شہادت پائی اور اپنی خانقاہ مظہریہ میں دفن کئے گئے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یکم ماہِ صفر ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء کو آپ ارشادِ قیومیت کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے [۱]۔ دوسرے سال ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کے ہاں پہلا فرزند محمد عزیز نامی کی ولادت ہوئی [۲]۔ پھر ۲۷ صفر ۱۱۱۶ھ کو بروز بدھ بوقتِ مغرب حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے چوتھے صاحبزادے حضرت شیخ محمد اشرفؒ کا انتقال ہو گیا [۳]۔

۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء میں کابل کے باشندوں نے حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں کابل تشریف آوری کے لئے بکثرت عریضے لکھے، حضرت ان کی درخواست کو قبول فرما کر کابل تشریف لے گئے، اُن دنوں شاہزادہ محمد معظم بہادر شاہ کابل کا حاکم تھا وہ بھی حضرت کے استقبال کے لئے پشاور تک آیا۔ اسی اثنا میں جمعہ ۲۸ ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء کو بادشاہ عالمگیر کا انتقال ہو گیا لیکن تقریباً ایک ماہ بعد شاہزادہ معظم کو بادشاہ کے انتقال کی خبر ملی، شاہزادہ نے اسی وقت حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے حق میں دعاء و توجہ فرمائیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ میری عزت و آبرو سلامت رکھے اور دشمن پر فتحیاب ہو کر ہندوستان کی سلطنت میرے ہاتھ آئے۔ حضرت نے دیر تک دعائے خیر کی اور شہزادہ کو سلطنتِ ہند کی خوشخبری دی۔ شہزادہ اس خوشخبری سے بہت خوش ہوا اور اپنے ہمراہ ہندوستان چلنے پر اصرار کیا۔ شہزادہ کی منت و سماجت اور دلجوئی کی وجہ سے حضرت بھی اس کے ہمراہ سرہند تشریف لے آئے [۴]۔ شہنشاہِ ہند (عالمگیرؒ) کی وفات کے بعد اس کا دوسرا فرزند محمد اعظم باپ کی جگہ تختِ سلطنت پر بیٹھا، تمام اراکینِ سلطنت و امراء نے اس کی اطاعت قبول کی [۵]۔ غرضکہ محمد اعظم تمام اراکین و افواجِ سلطانی سمیت محمد معظم کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے دکن سے روانہ ہوا۔ محمد معظم کے پاس فوج بہت کم تھی، حتیٰ کہ اس کے آدمی

---

[۱] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۲۶ [۲] ایضاً ص ۲۹ [۳] ایضاً ص ۳۱ [۴] ایضاً ص ۳۲ [۵] ایضاً ص ۳۲ ملخصاً

ع اسی سال ۴ شوال ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۷۰۳ء کو بروز بدھ بوقت طلوعِ آفتاب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر یوپی میں ولادت ہوئی اور اکسٹھ سال کی عمر میں ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ بوقتِ ظہر دہلی میں انتقال ہوا۔

ع ان واقعات کو تاریخ کی روشنی میں منتخب اللباب حصہ چہارم سے ملاحظہ فرمائیں:- محمد اعظم (شہزادہ دوم) مالوہ کی صوبیداری سے رخصت حاصل کر کے بادشاہی لشکر سے بیس کوس کے فاصلہ پر پہنچ چکا تھا کہ شام کے وقت اسے عالمگیر کے انتقال کی خبر ملی، وہ جلد از جلد حاضر ہو کر باپ کے کفن دفن میں شریک ہو گیا اور ۱۰ ذی الحجہ کو تخت نشین ہوا (ص ۱۴)۔ تقریباً دو ماہ گذرنے کے بعد شہر بیجاپور میں کام بخش (شہزادہ سوم) بھی تخت نشین ہو گیا (ص ۱۹)

ع محمد معظم بہادر شاہ شاہِ عالم (شہزادۂ کلاں) کابل میں متعین تھا، اس کو پشاور میں ۲۷ ذی الحجہ ۱۱۱۸ھ کو بادشاہ کے انتقال کی خبر ملی، دوسرے ہی دن وہ وہاں سے روانہ ہو گیا اور اس نے محرم کی آخری تاریخ یا صفر ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء کو لاہور کے نواح میں قیام کر کے تخت نشین ہو کر اپنے نام کا خطبہ پڑھنے اور سکہ جاری کرنے کا حکم دیدیا (ص ۲۳) پھر سرہند ہوتا ہوا دہلی پہنچ گیا (ص ۲۴) پھر ربیع الاول کے اوائل میں اکبر آباد وارد ہوا (ص ۲۵) ——— محمد اعظم شاہ نربدا کو عبور کر کے گوالیار پہنچا تو اُسے اطلاع ملی کہ محمد معظم ایک بڑا لشکر لیکر اکبر آباد پہنچ گیا ہے اور اس نے فوج کی تنظیم کر لی ہے (ص ۲۹) جب محمد اعظم کے گوالیار پہنچنے کی خبر محمد معظم کو ملی تو اس نے بھائی (محمد اعظم) کے نام خط لکھا۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کہتے تھے کہ ہم معظم کو زندہ پکڑ کر لے آئیں گے، محمد معظم ایسی افواہیں سن کر بہت گھبرایا ہوا تھا اور اکثر اوقات حضرت خواجہ محمد زبیر رح کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوتا رہتا تھا حضرت برابر تسلی دیتے اور فرماتے کہ خاطر جمع رکھو اللہ تعالیٰ تم ہی کو فتح عنایت فرمائیگا اور تم ہی ہندوستان کے بادشاہ ہو گے۔ جب شہزادہ لاہور پہنچکر تختِ شاہی پر بیٹھا تو حضرت خواجہ محمد زبیر رح نے اپنے دستِ مبارک سے شہزادہ کے سر پر تاجِ شاہی رکھا، اتنے میں محمد معظم کا بڑا لڑکا معز الدین حاکمِ ملتان بھی ایک جرار لشکر لیکر باپ سے آملا، حضرت خود لاہور ٹھہر گئے اور شہزادہ کو فتح و نصرت کی خوشخبری عطا فرما کر رخصت کیا[1]۔

محمد معظم لاہور سے سرہند آیا تو حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے بڑے صاحبزادے حضرت محمد صبغۃ اللہؒ نے حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کی دستارِ مبارک شہزادہ کے سر پر باندھی، شہزادہ اسے نعمتِ عظمیٰ خیال کر کے پھولا نہ سمایا بعد ازاں شاہجہاں آباد کا رخ کیا پھر اکبر آباد پہنچ گیا۔ اسی اثناء میں محمد اعظم بھی اکبر آباد کے قریب پہنچ گیا[2] محمد معظم نے اس کو پیغام بھیجا کہ والدِ ماجد نے مجھے والی ہند مقرر کیا ہے، اسلئے میں ہند لیتا ہوں دکن پر تم قانع رہو۔ محمد اعظم نے اس بات کے ماننے سے انکار کر دیا۔ محمد معظم نے پھر کہلا کر بھیجا کہ نزاع تو ہم بھائیوں میں ہے کیوں ناحق خلقِ خدا کی خونریزی کراتے ہو، میں تم سے شاہانہ طور پر لڑنا چاہتا ہوں، محمد اعظم اپنی بہادری اور کثرتِ افواج پر مغرور تھا۔ آخر بڑے گھمسان کی جنگ ہوئی[3]۔ اور محمد معظم بہادر شاہ فتحیاب ہوا، محمد اعظم اور اس کا لڑکا بیدار بخت مارا گیا۔ بہادر شاہ کو بھائی بھتیجے کے مارے جانے کا بہت رنج ہوا حتی کہ اس صدمہ سے بیہوش ہو گیا[4] بعد ازاں بہادر شاہ نے اس فتح کے شکرانہ میں تحف و ہدایا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) "تم کو چاہیئے کہ والد بزرگوار کی وصیت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے جو کچھ عطا کر دیا اس پر راضی ہو جاؤ اور فتنہ و فساد کے دفع کرنے کی کوشش کرو۔ ۔ ۔ اور اگر والد مرحوم کی وصیت پر جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہ کر گئے ہیں راضی نہیں ہو اور اپنی بہادری کا مظاہرہ کرنے پر تُل گئے ہو تو پھر یہ کیا ضروری ہے کہ اس فانی سلطنت پر ہمارے باہمی تنازعہ میں ایک مخلوق ماری جائے، بہتر یہ ہے کہ تنہا ہم اور تم مقررہ مقام پر ایک دوسرے سے مقابلہ کر لیں" بہ بینیم کز ما بلندی کراست" [دیکھیں کہ ہم میں سے کس کو برتری حاصل ہے] خود ہی فیصلہ ہو جائیگا کہ اللہ تعالیٰ کی اعانت کس کے ساتھ ہے" (ص ۳۰) جب بڑے بھائی کا خط اور پیغام اعظم شاہ کو ملا تو اس نے بگڑ کر کہا کہ" اُس کی عقل ٹھکانے نہیں رہی ہے، کیا اُس نے گلستاں نہیں پڑھی کہ شیخ سعدی نے فرمایا ہے" دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجد وده درویش در گلیمے بخسپند" (ص ۳۱) ۱۸ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء کو اکبر آباد سے سات آٹھ کوس پر جاجو کے میدان میں مقابلہ ہوا اور اعظم شاہ کو شکست ہوگئی۔ فتح کے بعد (محمد معظم) شاہ عالم نے شکرانہ کی نماز پڑھی اور محمد اعظم کے بیٹے عالی تبار اور بیدار بخت کے بیٹوں وغیرہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا جب وہ آئے تو اُن کو گلے سے لگا کر پدرانہ شفقت سے اُن کے سر پر ہاتھ رکھا اور جان کی امان دی اور فرزندوں کی طرح اُن کی تربیت و پرورش کے احکام دیئے اور ان پر بے حد عنایات کیں، اعظم شاہ کی عورتوں کو بھی تسلی دلاسا اور پرسہ کے پیغام بھجوائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نیز حکم صادر کیا کہ محمد اعظم شاہ، بیدار بخت، اور والا جاہ کی لاشوں کو غسل و کفن دیکر ہمایوں بادشاہ کے مقبرہ کے قریب دفن کر دیں (منتخب اللباب جلد چہارم ص ۴۱)

(صفحہ ہذا کا حاشیہ) [1] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۳۴ [2] ایضاً ص ۳۵ [3] ایضاً ص ۳۶ - [4] ایضاً ص ۳۹ ملخصاً

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں ارسال کئے اور سرہند کے تمام حضرات کی خدمت کیلئے زرِ کثیر بھیجا[۱]
اس فتح کے بعد بہادر شاہ (محمد معظم) نے دکن کا رُخ کیا۔ سلطان عالمگیر نے اپنے چھوٹے بیٹے کام بخش کو حیدر آباد کا علاقہ دے رکھا تھا، باپ کی وفات کے بعد اس نے بھی تخت پر بیٹھ کر اپنے نام کا سکہ جاری کر دیا تھا، یہ بات محمد معظم بہادر شاہ کو ناگوار گزری، چنانچہ وہ منزلیں طے کرتا ہوا حیدر آباد پہنچ گیا اور جنگ کی نوبت آگئی۔ یہاں بھی بہادر شاہ کو فتح ہوئی اور کام بخش شدید زخموں کی وجہ سے بیہوش ہو گیا[۲]۔ جب بہادر شاہ کے سامنے اس کو پیش کیا گیا تو اس نے کام بخش کی تیمارداری میں بہت توجہ کی، زخموں کو ٹانکے لگوائے اور علاج میں پوری توجہ کی تاکید کی، لیکن جونہی کام بخش کو قدرے ہوش آیا اُس نے بہادر شاہ سے کہا کہ میں تیرا منہ دیکھنا نہیں چاہتا، غصہ میں آکر اپنے ہاتھوں سے زخموں کے ٹانکے کھول دیئے اور علاج نہ کرنے دیا آخر دو تین گھڑی بعد مر گیا، بہادر شاہ کو اس کے مرنے کا بھی بہت صدمہ ہوا اور اس کی اولاد کی بھی بہت عزت کی[۳]

حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ کافی عرصہ لاہور میں قیام پذیر رہے اور حضرت کے حلقہ میں مجمع عظیم ہونے لگا ہزاروں آدمی آپ کے مرید ہوئے اور کثیر جماعت نے خلافت پائی[۴] بعد ازاں آپ اپنے خلیفہ شیخ عبد الرحیم کو خلافت عنایت فرما کر اور لاہور کے تمام مریدین و خلفاء اُن کے سپرد کر کے

[۱،۲] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۲۰۰ [۳] ایضاً ص ۱۶۱ [۴] ایضاً ص ۲۲

ع ان واقعات کو بھی تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:۔ سنہ ۱۱۲۰ھ / ۱۷۰۸ء کے اوائل میں شاہ عالم (محمد معظم) نے اپنے چھوٹے بھائی کام بخش کے نام حسب ذیل مضمون کا ایک خط لکھا کہ "والد بزرگوار نے صوبہ بیجاپور کی حکومت تم کو عطا کر دی تھی ہم بیجاپور اور حیدر آباد دونوں صوبوں کی حکمرانی بشمول توابعات و لواحقات اس عالی قدر بھائی کو تفویض کرتے ہیں بشرطیکہ وہ دکن کے سابق فرمانرواؤں کے طریقہ پر ہمارے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دے، جو پیشکش زمانۂ قدیم سے ان دونوں صوبوں کے حکام بادشاہی سرکار میں جمع کراتے رہے ہم اس کی معافی کرتے ہیں اس عنایت و مرحمت پر حسب آیت لئن شکرتم لازیدنکم [اگر تم شکر بجا لاؤ تو میں ضرور تم کو اور زیادہ دونگا] تم دل و جان سے شکر بجا لاؤ اور اپنے بزرگوں کی طرح عدل پروری، داد گستری اور رعایا کے ساتھ حسن سلوک اختیار کرو اور اس علاقہ کے سرکشوں، ظالموں اور رہزنوں کی سرکوبی سے غفلت نہ برتو (ص ۴۹) لیکن کام بخش نے بہادر شاہ کے ایلچی کو بھی بڑی ذلت کے ساتھ قید کر دیا اور بادشاہ کے لطف آمیز خط کے جواب میں مخاصمانہ باتیں لکھ کر یہ آیت نقل کر دی کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ [کتنی ہی قلیل جماعتیں کثیر جماعتوں پر غالب آگئی ہیں (ص ۵۵) حیدر آباد سے دو تین کوس کے فاصلہ پر جب مقابلہ ہوا تو کام بخش کے پاس برائے نام فوج تھی، اس کے باوجود بہت بہادری سے لڑا آخر بُری طرح زخمی ہونے کے بعد گرفتار کر لیا گیا، شاہ عالم بادشاہ نے ہر چند خود علاج کرانے پر اصرار کیا اور بڑی منت سماجت کر کے بھائی کو شوربے کے دو تین چمچے پلائے لیکن کام بخش نے منظور نہیں کیا، آخر تین چار گھڑی بعد کام بخش اور اس کا بیٹا فیروز مند اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ بہادر شاہ نے دونوں کی لاشوں کو ہمایوں بادشاہ کے مقبرہ میں دفن کرانے کے لئے شاہجہان آباد روانہ کر دیا اور تین دن تک تعزیت کے مراسم ادا کئے اور نوبت نہیں بجائی گئی (ص ۶۵)
(از منتخب اللباب حصہ چہارم)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سرہند تشریف لے آئے، یہاں پہنچکر حضرت خلوت نشین ہو گئے صرف نمازوں کے لئے مسجد تشریف لیجاتے یا کبھی باغ کی سیر کو جاتے [۱]۔ اس کے باوجود کافی لوگ حضرت سے مرید ہوئے جن میں قابلِ ذکر اعز خاں اور عادل خاں وغیرہ ہیں [۲]۔ لیکن سرہند کے بعض جاہل صوفیہ نے وہاں ایسے ناہموار حالات پیدا کر دیئے کہ شہر کے اکثر باشندے اپنی بدبختی اور کم نصیبی کی وجہ سے حضرت کے معتقد نہ ہو سکے بلکہ آپ کی اہانت و ذلت کے درپے ہو گئے [۳]۔ بعد ازاں آپ نے آفتِ ناگہانی و مزاحمتِ آسمانی سے وہاں کے لوگوں کو پورے طور پر آگاہ کیا لیکن لوگوں نے اپنی جہالت و خود پرستی کی وجہ سے کوئی اثر نہ لیا[۴]۔ آخر جب اس بلائے ناگہانی[ع] کا مقررہ وقت آپہنچا تو حضرت خواجہ محمد زبیر مع متعلقین شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہو گئے [۵]۔ نیز شیخ عبدالاحد نے بھی مصیبت پر غربت کو ترجیح دی اور وطن مالوف کو ترک کر دیا [۶]۔ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ بروز دوشنبہ ۱۵ رجب ۱۱۲۱ھ شاہجہاں آباد میں داخل ہوئے اور

---

[۱] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۴۳ [۲] ایضاً ص ۴۷ [۳] ایضاً ص ۵۰ [۴] ایضاً ص ۵۳ [۵] ایضاً ص ۵۵ ملخصاً

[ع] وہ ناگہانی آفت روضۃ القیومیہ کے اردو ترجمہ میں درج نہیں[ط] البتہ منتخب اللباب میں اس طرح ہے کہ "۱۱۲۱ھ جمادی الآخر کی آخری تاریخوں میں بادشاہ نے اورنگ آباد سے کوچ کیا (ص۸۹) اور اوائل شعبان ۱۱۲۱ھ کو برہان پور سے کوچ کر دیا (ص۸۹) جب شاہی لشکر اجین کی سرحد پر پہنچا تو دار الخلافہ کے نواح اور پنجاب کے علاقہ میں گرو فرقہ کے فتنہ و فساد کی خبریں ملیں (ص۹۱) (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "سکھ تحریک شمال مغرب سے اٹھی، ابتداءً یہ ایک مذہبی فرقہ تھا جس کا بانی اول "بابا نانک" نویں صدی کے آخر اور دسویں صدی ہجری کے اوائل میں گذرا ہے۔ شہزادہ خسرو کی امداد کی وجہ سے جہانگیر بادشاہ نے اس گروہ کے پانچویں گرو "ارجن" کے ساتھ سختی کی، اسوقت سے یہ فرقہ درویشی چھوڑ کر سیاست کے میدان میں نکل آیا، عالمگیر کے زمانے میں گرو تیغ بہادر اٹھا اور مارا گیا۔ (از اصول فقہ اور شاہ ولی اللہؒ) جس زمانہ میں بہادر شاہ بادشاہ نے حیدر آباد کی طرف توجہ کی تھی تو سکھوں کا پیشوا گرو گوبند نامی حضور میں پہنچا تھا اور دو تین سو نیزہ داروں اور پیادوں کے ساتھ اس سفر میں ساتھ رہا تھا مگر دو تین ماہ بعد ہی جمدھر کے زخم سے وہ مر گیا اور اس کے قاتل کا پتہ نہ چل سکا کہ کون تھا (ص۹۱) جب اس کے قتل کی خبر پنجاب میں پہنچی تو وہاں ایک غیر معروف شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ از روئے تناسخ گوبند مقتول کا اوتار بن کر آیا ہے اور اس نئی زندگی میں گوبند نے اپنی شکل بدل دی ہے اور ڈاڑھی والی شکل میں مذکورہ شخص کے روپ میں ظاہر ہوا ہے اور وہ گوبند مقتول کا انتقام لے گا۔ چنانچہ اس نے خروج و بغاوت کے لئے لوگوں کو جمع کرنا شروع کر دیا اور لوٹ مار سے کافی مال ان لوگوں نے جمع کر لیا یہانتک کہ تیس چالیس ہزار مسلح سوار اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے (ص۹۲) ـــ سرہند کا فوجدار وزیر خاں تھا، جب اس کو معلوم ہوا کہ سکھوں نے اس کے علاقہ پر بھی دست درازی شروع کر دی ہے تو اس نے فوج فراہم کرنے اور جنگی سامان مہیا کرنے کا انتظام کیا۔ سکھوں کو معلوم ہوا تو وہ وزیر خاں کے مقابلے پر آگئے اور جنگ شروع کر دی (ص۹۲) قریب تھا کہ سکھوں کے قدم اکھڑ جاتے اچانک بندوق کی گولی وزیر خاں کے لگی اور وہ شہید ہو گیا (ص۹۳) ـــ شہر سرہند مال و اسباب سے پُر بڑا آباد شہر تھا، یہاں مالدار تاجر، صراف اور ہنرمند رہتے تھے، ہر قوم کے شرفا، خاص طور سے صلحاء و فضلاء کا یہ مرکز تھا، سرہند والوں کو جان و مال و اہل و عیال کو نکال لے جانے کی مہلت ہی نہ ملی، وزیر خاں کی شہادت اور سلطانی لشکر کے تباہ ہو جانے کی خبروں سے سب کے حوصلے پست ہو گئے تھے ناچار محصور ہو گئے اور ایک دو دن لاحاصل مدافعانہ لڑائی لڑتے رہے آخر تقدیر پر شاکر ہو کر مقابلہ ترک کر دیا، وحشی سکھوں نے جی بھر کر لوٹ مار کی، لوگوں کو قتل کیا، ان کے اہل و عیال کو اسیر بنا لیا۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

[ط] لیکن فارسی متن میں ضرور ہوں گے۔ بلکہ اندازہ ہوتا ہے کہ اردو ترجمہ میں بھی موجود تھے جو کتابت ہونے کے بعد مصلحۃً نکالدیئے گئے ہیں۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شہر کے باہر ایک ویران مسجد کے قریب آپ نے اقامت فرمائی [۱]۔ پھر حضرت کے قیام کی برکت سے کئی ہزار مغل خاندان کے لوگ وہاں آباد ہو گئے [۲] (غالباً اسی جگہ کا نام مغل پورہ ہے)۔

اسی سال یعنی ۱۱۲۱ھ میں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کے ہاں عبد القادر نامی دوسرے صاحبزادہ کی ولادت ہوئی [۳] اور اسی سال حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے بڑے صاحبزادے شیخ محمد صبغۃ اللہؒ اور شیخ محمد عبید اللہ مروج الشریعۃؒ کے بڑے صاحبزادے شیخ محمد ہادی کا انتقال ہوا اور دونوں کو حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے گنبد میں دفن کیا گیا [۴]۔

جب محمد معظم بہادر شاہ کو فتح عظیم حاصل ہو گئی اور پورے ہندوستان کا بادشاہ بن گیا تو غرور و تکبر سے اترانے لگا۔ حالانکہ بادشاہ خود بھی بڑا جید عالم تھا، تقریباً بارہ ہزار احادیث مع شانِ نزول اس کو حفظ تھیں، چاہتا تھا کہ شریعت میں کوئی ایسی اختراع کرے جو قیامت تک اس کی یادگار رہے چنانچہ اس نے علماء کو بلا کر کہا کہ حدیثِ نبوی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصی کہا گیا ہے اس لئے خطبہ میں بھی علیؓ الوصی کہنا چاہئے اور قرآن مجید کو بہ ترتیب نزول مرتب کیا جائے وغیرہ۔ علماء نے کہا کہ اس سے پیشتر تم سے بہتر علمائے مجتہدین گزرے ہیں اور جو علم و تقویٰ ان کو حاصل تھا وہ تم کو نہیں اور قربِ عہد کے باعث اخبارات نبوت کی تصحیح جو انھیں حاصل تھی وہ تمہیں حاصل نہیں، پس جو کچھ حق اور صدق

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) تین چار دن تک وہ مظالم توڑے کہ پناہ بخدا۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچوں کو کھینچ لیا اور زمین پر پٹک دیا۔ عمارتوں کو آگ لگا دی، امیر فقیر سب کو خاک پر بٹھا دیا، جہاں بھی مسجد، مقبرہ اور بزرگوں کے مزار نظر آئے سب کو گرا دیا، بلکہ مُردوں کی ہڈیاں تک نکال کر پھینک دیں، سرہند کی لوٹ مار کے بعد تمام پرگنوں میں انھوں نے باج وصول کرنے کے لئے اپنے عمال کو مقرر کر دیا (ص۹۳) اس کے بعد سہارنپور میں بھی جنگ و جدال کے بعد لوٹ مار کی پھر جلال آباد سلطان پور، جالندھر اور لاہور میں خوب لوٹ مار مچائی۔ مختصر یہ کہ آٹھ نو ماہ کے عرصہ میں دار الخلافہ شاہجہان آباد کی دو تین منزلوں سے دار السلطنت لاہور کے اطراف تک تمام مشہور قصبے اور بستیاں ان وحشیوں کی تاخت و تاراج سے ویران اور بے چراغ ہو گئی تھیں، بکثرت آدمی مارے گئے انھوں نے بے شمار مسجدوں اور مزاروں کو اکھاڑ کر پھینک دیا اور مسمار کر دیا (ص۹۸) بہادر شاہ بادشاہ دکن سے واپس آیا اور اس نے سکھوں کی سرکوبی کی بہت کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی بلکہ اس کے وزیر خان خاناں کو اس سلسلہ میں اسقدر ملال اور شرمندگی ہوئی کہ اسی صدمہ سے اس کا انتقال ہو گیا (ص۱۰۹)

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۵] اسی زمانہ میں بہادر شاہ نے حکم دیا کہ خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ "وصی" کا لفظ بھی پڑھا جائے (ص۹۹) لاہور سے اطلاع ملی کہ جب خطبہ میں حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ لفظ "وصی" بڑھانے کا حکم پہنچا تو جان محمد اور حاجی یار محمد جو لاہور کے افضل العلماء تھے علما و فضلا کی جماعت لیکر قاضی اور صدر کے گھر پر آئے اور لفظ وصی کی پابندی کے ساتھ خطبہ پڑھنے سے انکار کر دیا اسی طرح دار الخلافہ دہلی اور آگرہ میں بھی اس حکم کی شدید مخالفت ہوئی اور مسلمانوں نے خطبہ میں اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا حتیٰ کہ احمد آباد کی جامع مسجد کے خطیب نے لفظ وصی پڑھا تو اہل سنت و جماعت نے اسے قتل کر دیا (ص۱۰۱) آخر بادشاہ اور علما کے درمیان زوردار مباحثہ ہوا (ص۱۱۵) غرضکہ علماء کو کامیابی ہوئی اور بادشاہ نے اس فرمان پر دستخط کر دیئے کہ "حضرت خلد مکان کے عہد کے مطابق خطبہ پڑھا جائے" اور یہ قضیہ ختم ہوا (ص۱۱۶)۔ (منتخب اللباب حصہ چہارم) ۱۲۶

[۱] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۵۶ ۔ [۲] ایضاً ص ۵۸ [۳] ایضاً ص ۵۸ [۴] ایضاً ص ۵۹ ۔ [۵] روضہ رکن دوم

تھا انھوں نے مقرر کردیا ہے اب تم کیوں اُن کی مخالفت کرتے ہو[۱]۔ بادشاہ نے اپنے مدعا کے ثبوت میں دلائل و براہین پیش کیں، علما نے مذاکرۂ علمی سے انھیں دفع کیا اور سخت غضبناک ہو کر بادشاہ کے پاس سے اُٹھ آئے۔ تمام اہلِ اسلام نے علماء کی رفاقت اختیار کی اور مذہبِ حق پر کمر بستہ ہو گئے حتیٰ کہ بادشاہ کے بیٹوں نے بھی علماء کو کہلا بھیجا کہ ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں[۲]۔ جب لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں ہلاکتِ سلطان کیلئے دعا کرانے حاضر ہوگئے[۳]۔ حضرت نے بھی حمیتِ دینی کے جوش میں آکر دعا فرمائی، واقعی زیادہ مدت گزرنے نہ پائی تھی کہ بہادر شاہ[عـ۱] مر گیا[۴]۔

۱۱۲۳ھ میں جب بہادر شاہ مر گیا تو اس کے بیٹوں نے اپنی اپنی بادشاہت کا اعلان کیا۔ آخر جنگ و جدال کا ہنگامہ گرم ہوا[۵]۔ سخت لڑائی کے بعد معز الدین[عـ۲] جہاندار شاہ (محمد معظم بہادر شاہ کا بڑا لڑکا) فتح حاصل کر کے تمام سلطنت ہند و دکن کا بادشاہ ہو گیا۔ بعد ازاں سرہند شریف میں حاضر ہو کر مزارات کی زیارت کی[۶]۔ اور حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کی اولاد کے ہر فرد و بشر کو حد سے زیادہ دلاسا دیا، ہر ایک کو حسب حیثیت تحفے اور ہدیے پیش کئے اور اپنے حق میں دعا و توجہ کرا کر شاہجہان آباد چلا گیا لیکن حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہونا میسر نہ ہوا، اس کے بعد معز الدین ایک طوائف لعل کنور پر فریفتہ ہو گیا اور اس سے نکاح کر لینے کے نتیجہ میں اس کے خویش و اقربا سلطنت کے ارکین بن گئے، اسی طرح کی اُس سے کئی ناشایستہ حرکات ظہور میں آئیں[۷]۔ آخر اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے گیارہ ماہ بعد سلطنت سے ہاتھ دھونے پڑے۔

اسی دوران میں نظام الملک اور محمد امین خاں نے مخفی طور پر فرخ سیر بن عظیم الشان سے خط و کتابت کی کہ جہاں تک ہو سکے جلد ایک جرار لشکر لیکر پہنچ جاؤ ہم تمہارے رفیق ہیں، الہ آباد اور

عـ۱ کہتے ہیں کہ خانوادۂ تیموریہ میں محمد معظم بہادر شاہ شاہ عالم جیسا سخی، باہمت، خلیق، عیب پوش اور خطا بخش بادشاہ نظر نہیں آتا مگر بے عیب تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، امورِ سلطنت میں ملک کی خبر گیری اور بندوبست سے وہ اسقدر لاپروا اور بے خبر رہتا تھا کہ شوخ طبع اشخاص نے اس کے جلوس کی تاریخ ہی "شہِ بے خبر" سے نکالی تھی (۱۱۱۹ھ) بہادر شاہ ستر سال سے زائد عمر میں ۸ محرم ۱۱۲۳ھ کی شب کو معمولی علالت کے بعد فوت ہو گیا، چار سال دو ماہ حکومت کی اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار کے قریب دفن کیا گیا۔ اس کے لڑکوں کے نام یہ ہیں: جہاندار شاہ، عظیم الشان، جہاں شاہ، رفیع الشان۔

عـ۲ معز الدین جہاندار شاہ بن محمد معظم بہادر شاہ امیر تیمور کا تیرہواں جانشین صرف گیارہ مہینے حکمراں رہا مگر اس نے سلطنتِ مغلیہ کی تین سو سالہ عزت و آبرو ایک طوائف لعل کنور کے قدموں پر نچھاور کر دی اور میدان جنگ سے بھاگ گیا۔

(منتخب اللباب حصہ چہارم ص ۱۱۹)

[۱] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۶۰۔ [۲] ایضاً ص ۶۱ [۳] ایضاً ص ۶۲ [۴] ایضاً ص ۶۲ [۵] ایضاً ص ۶۳ [۶] ایضاً ص ۶۶ [۷] ص ۶۸ [۸] ص ۶۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بہار کا حاکم حسن علی خاں بارہہ بھی بہت سی جمعیت لیکر فرخ سیر سے جاملا۔ بعض مغلوں نے فرخ سیر سے کہا کہ اگر تم سلطنت ہند لینا اور دشمن پر فتح حاصل کرنا چاہتے ہو تو قیوم زماں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا و توجہ کی درخواست کرو۔ چنانچہ فرخ سیر نے مغلوں کی وساطت سے حضرت کی خدمت میں عرض مدعا کیا [1]۔

۱۱۲۳ھ کے اواخر میں فرخ سیر سلطنت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور تختِ شاہی پر جلوس فرما کر تحائف و ہدایا حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں ارسال کیے [2]۔

۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۴ء کو حضرت شیخ عبدالاحد[ع] المعروف بہ "شاہ گل" نے جو حضرت خازن الرحمہ (خواجہ محمد سعیدؒ) کے فرزندوں کے سردار تھے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کو آپ کی وفات کا بہت صدمہ ہوا اور حضرت کی زبان سے بیساختہ نکلا "گُل بجنّت رسید" پھر حضرت نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کی نعش کو دہلی سے سرہند بھیجدیا [3]۔

۱۱۲۷ھ / ۱۷۱۵ء کے واقعات میں حافظ نور محمد سیالکوٹی کا حضرت خواجہ محمد زبیرؒ سے مرید ہونا ہے آپ پہلے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلیفہ میر محسن کے مرید اور اپنے وقت کے بڑے شیخ اور صاحبِ حال بزرگ تھے [4]۔ نیز اسی سال شاہ گلشن جو اپنے وقت کے بڑے شیخ خیال کیے جاتے تھے حضرت سے مرید ہوئے [5]۔ اسی سال سلطان محمود قندھاری نے اپنی فتح و نصرت کے لئے حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا [6]۔ صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ شیخ مراد شامی کے دو لڑکے تھے ایک شیخ محمد جو باپ کے انتقال کے بعد مسندِ ارشاد پر بیٹھا شام و روم تمام لوگ اسی کے مرید تھے، دوسرا لڑکا شیخ مصطفٰی تھا جو بادشاہِ روم کا وزیر تھا اور سلطنت کے تمام امور اسی کے اختیار میں تھے یہ دونوں بھائی حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کے مرید تھے، جب صاحب روضۃ القیومیہ کے چچا شیخ محمد برکت اللہ ملک شام تشریف لے گئے تو شیخ محمد اور والیٔ شام نے حد سے زیادہ آپ کی خاطر تواضع کی اور آپ وہیں فوت ہوئے [7]۔

حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ چونکہ اپنے وقت کے قطب الاقطاب اور قیوم زماں تھے اس لئے عوام و خواص کے علاوہ بڑے بڑے بزرگوں اور امراء و بادشاہوں نے حضرت سے بیعت کی، اسی طرح

ع آپ کا مفصل تذکرہ "مکتوب الیہم" کے باب میں صفحہ ۳۶۶ پر ملاحظہ ہو۔

۱ روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۷۱ ۲ ایضاً ص ۷۴ ۳ ایضاً ص ۸۸ ۴ ایضاً ص ۸۹ ۵ ایضاً ص ۹۰
۶ ایضاً ص ۹۱ ۷ ایضاً ص ۸۶

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت کا جاہ و جلال اس درجہ تھا کہ آپ کی مجلس میں بڑے بڑے امراء اور بادشاہوں کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اور نہ ایک دوسرے سے کلام کر سکتے تھے، چنانچہ صاحب روضۃ القیومیہ رقمطراز ہیں کہ ایک روز میں حضرت کی خدمت میں حاضر تھا خادم نے آکر عرض کیا کہ سلطانِ ہند کا وزیرِ اعظم زیارت کے لئے حاضر ہوا ہے، حضرت نے تأمل کے بعد فرمایا آنے دو۔ جب وزیر حاضر ہوا تو اس کے وہ ملازم جو حضرت کی خدمت میں پہلے سے موجود تھے اس کی تعظیم کو نہ اُٹھے، کچھ دیر بعد حضرت اس کی طرف متوجہ ہوئے آخر چند نصیحتیں کر کے اُسے رخصت کر دیا[1]۔

۱۱۲۸ھ میں جلوس کے چوتھے سال فرخ سیر نے ارکانِ سلطنت سے کفار کی بیخ کنی کے لئے مشورہ کیا، نیز قاضی شہر کو حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں بھیجکر مہم کفار میں فتح و نصرت کیلئے دعا و توجہ کی درخواست کی، حضرت نے دیر تک دعا و توجہ باطنی کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلام کو فتح نصیب ہوگی اور گرو گرفتار ہو جائے گا۔ بادشاہ اس خوشخبری سے بہت خوش ہوا اور عبد الصمد خاں کو لاہور کا حاکم مقرر کر کے تاکید کی کہ گرو سے برسرِ پیکار ہو، اور محمد امین خاں کے بیٹے قمر الدین خاں کو بھی ایک جرار لشکر دیکر اس کے ساتھ روانہ کیا جنھوں نے قلعۂ گورداسپور کا محاصرہ کر لیا[2]۔ محاصرہ سے تنگ آکر گرو نے صلح کی درخواست کی آخر عبد الصمد خاں نے ایک چال سے گرو کو مع اس کے چیلوں کے گرفتار کر لیا اور دار الخلافہ کی راہ لی، راستہ میں جب سرہند پہنچا تو وہاں خاص طور پر نہایت بے عزتی اور رسوائی کے ساتھ اسکو شہر کے بازاروں میں پھرایا[3]، شہر سرہند کے باشندوں نے گرو کو اس ذلت کی حالت میں دیکھا تو بہت خوش ہوئے کیونکہ اسی کے ہاتھوں انھوں نے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائی تھیں، پھر دار الخلافہ شاہجہان آباد پہنچکر شاہی حکم کے مطابق گرو کو مع اس کے چیلوں کے قتل کر دیا گیا[4]

---

[1] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۸۲ و ۸۳ [3] ایضاً ص ۸۷ [3] ایضاً ص ۷۶ [4] ایضاً ص ۷۷۔

[2] ان واقعات کو تاریخی حیثیت سے بھی ملاحظہ فرمائیں:۔ ۱۱۲۸ھ کا اہم ترین واقعہ سکھوں کے گرو (گوبند) کی گرفتاری اور قتل کا واقعہ ہے (ص ۲۰۳) ان دنوں سکھوں نے صوبۂ پنجاب میں۔۔۔۔ گورداسپور کے نام سے ایک قلعہ بنا لیا تھا، یہ ان کے سابقہ گرو کا عبادت خانہ تھا، اس کے اطراف میں بڑا احاطہ بنا کر یہ قلعہ بنا لیا تھا جس میں پچاس ساٹھ ہزار سوار اور پیادہ جمع ہو سکتے تھے۔۔۔ عبد الصمد خاں دلیر جنگ توران کے نامی گرامی خاندان کا بہادر اور کارگزار امیر تھا (ص ۲۰۴) (جس کو فرخ سیر نے) سکھوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا، اس نے سخت جنگ کے بعد قلعہ کا محاصرہ کر لیا (ص ۲۰۵) تقریباً سات آٹھ ہزار (محصور) آدمی بھوک اور فاقہ سے جہنم رسید ہو گئے اور ایک بڑی تعداد فرار ہوتے ہوئے مغلوں کی تلوار کا لقمہ بن گئی (ص ۲۰۵) آخر اُن کا سرغنہ گرو اپنے سات آٹھ سالہ بیٹے اور اپنے دیوان اور تین چار ہزار نیم جان سپاہیوں کے ساتھ باہر نکل آیا عبد الصمد خاں کے حکم سے دو تین ہزار آدمیوں کو اسی وقت تہ تیغ کر دیا گیا۔ (ص ۲۰۶ منتخب اللباب جلد ۲)

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۱۳۰ھ میں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کے ہاں مخدوم زادہ محمد احرار کی ولادت ہوئی، نیز خواجہ ضیاء اللہ کشمیری نے حضرت سے بیعت کی، اسی سال صاحب روضۃ القیومیہ محمد احسان نے سرہند سے دہلی حاضر ہو کر حضرت سے بیعت کی [۱]

۱۱۳۱ھ میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کے چوتھے فرزند حضرت محمد صدیق رح کا دہلی میں انتقال ہوا، حضرت نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی اور نعش کو سرہند بھیجدیا [۲] نیز آپ کی زوجۂ محترمہ نے بھی اسی سال بعارضۂ تپ دق وفات پائی، حضرت کو اُن کی وفات کا بہت صدمہ ہوا اور ان کی نعش کو بھی سرہند شریف بھیجدیا [۳]

(اسی سال کے واقعات میں ہے کہ آخر ایک عرصہ کے بعد) بادشاہِ ہند (فرخ سیر بھی) اپنے آبائی طریقہ کے خلاف سلطنت کی سیاست کو ترک کر کے غفلت کے بھنور میں پھنس گیا اور سادات بارہہ کے طفیل جزیہ لینا بھی موقوف کردیا حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کو بھی بادشاہ کے غلط رویہ پر بہت افسوس ہوا، بعد ازاں امراء اور بادشاہ کے درمیان رنجش بڑھ گئی اور ایک دوسرے کو ختم کردینے کے درپے ہوگئے آخر کار سادات بارہہ نے موقع پاکر بادشاہ کو قتل کردیا [۴] (جب حضرت کو بادشاہ کے قتل کی اطلاع ہوئی تو بادشاہ کی بخشش کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ وہ ہمارے طریقے کا مرید تھا امید ہے کہ بخشا جائے گا بعد ازاں سادات بارہہ پر سخت ناراض ہوئے کیونکہ انھوں نے جزیہ معاف کرایا اور اپنے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) سنہ ۱۱۲۹ھ ماہِ محرم کے وسط میں یہ اسیر اور مقتولوں کے سر دارالخلافہ دہلی کے قریب پہنچے تو بادشاہ نے اعتماد الدولہ محمد امین خاں بخشی کو حکم دیا کہ وہ شہر سے باہر جاکر بدبخت گرو اور اس کے ہمراہیوں کو نخستہ کلاہ اور روسیاہ کر کے گرو کو ہاتھی پر اور دوسروں کو اونٹوں پر سوار کرائیں ...... تاکہ مردم آزار آدمیوں کو دیکھ کر عبرت ہو ..... اور روزانہ دو سو تین سو آدمیوں کو کوتوالی کے سامنے اور بازار کے راستہ میں قتل کردیں ... جب سب کو قتل کردیا گیا تو بادشاہ (فرخ سیر) نے حکم دیا کہ پہلے تو اس کے بیٹے کو اس کے سامنے بلکہ خود اس کے ہاتھوں سے اس طرح قتل کراؤ جس طرح بے رحمی سے اس نے دوسروں کے بیٹوں کو قتل اور ذبح کیا ہے قتل کے بعد اس کے عضو عضو کو جدا کردیں اور اسی طرح اس کے رفیقوں کو بھی قتل کردیا جائے۔ (منتخب اللباب حصہ چہارم ص ۲۰۶ و ۲۰۷)

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۴] محمد فرخ سیر بادشاہ کی سلطنت کا پُر آشوب زمانہ کم و بیش آٹھ سال چار ماہ ہوتا ہے، اس کا انجام جہاندار شاہ سے بھی زیادہ عبرتناک ہوا، سادات بارہہ نے بڑی بے رحمی کے ساتھ اس کو ننگے پاؤں ننگے سر گھسیٹ کر تخت سے اتارا اور لاتوں، گھونسوں اور گالیوں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے اس کو گرفتار کیا، اس قدر زدوکوب کے بعد اس کو قید کردیا پھر اندھا کیا گیا، آخر دو ماہ بعد ۱۱۳۱ھ میں اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا اور اس کی نعش کو ہمایوں کے مقبرے میں دفن کیا گیا مرزا عبدالقادر بیدل نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر یہ قطعہ کہا۔

دیدی کہ چہ با شاہِ گرامی کردند　　صد جور و جفا زراہِ خامی کردند
شہود و بے شرم چہ دید آخر کار　　سادات بہ وے نمک حرامی کردند [۵]

[۱] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۱۰۶ [۲] ایضاً ۹۶ [۳] ایضاً ۹۷ [۴] ایضاً ۹۸ [۵] ایضاً ۹۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ولیٔ نعمت سے نمک حرامی کی سزا[1]

محمد شاہ روشن اختر کی والدہ بیگم قدسیہ کو حضرت خواجہ محمد زبیرؒ سے بڑی عقیدت تھی وہ حضرت سے اپنے فرزند (جو فرخ سیر کا قیدی تھا) کے لئے التجا کرتی تھی کہ قید سے رہائی پاکر تخت و تاج کی زینت دینے والا بن جائے۔ ایک دن حضرت نے اسے خوشخبری دی کہ محمد شاہ روشن اختر سند اور دکن کا بادشاہ ہوگا۔ بیگم قدسیہ یہ خوشخبری سُن کر پھولی نہ سمائی اور دوگانۂ شکر بجالائی[2] فرخ سیر کے قتل کے بعد امراء و ارکانِ سلطنت نے وراثت کے طور پر رفیع الدرجات[3] کو جو بہادر شاہ کے ابنائے کبار میں سے قابلِ سلطنت تھا تخت پر بٹھایا۔ بیگم قدسیہ خلافِ توقع واقعہ دیکھ کر مغموم ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ یہ کیسا معاملہ ظہور میں آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کی سلطنت صرف دو تین مہینے نظر آتی ہے آخر کار صاحب تخت و تاج روشن اختر ہی ہوگا۔ حضرت کا ارشاد سُن کر وہ مطمئن ہو کر چلی گئی ــــ دو تین ماہ بعد حضرت کے ارشاد کے موافق جب رفیع الدرجات مر گیا تو بطور وراثت اعیان و ارکانِ سلطنت نے رفیع الدولہ[4] کو تختِ شاہی پر بٹھا دیا، وہ بیگم پھر غم و اندوہ سے بھری ہوئی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی، حضرت نے پھر تسلی و تشفی دیکر فرمایا کہ یہ بھی نقش بر آب و مثل حباب نظر آتا ہے خاطر جمع رکھو

---

[1] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۹۰۔ [2] ایضاً ملخصاً ص ۱۰۲۔ (باقی تفصیل تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ ہوں)

[3] ۱۱۳۱ھ میں فرخ سیر کو ٹھکانے لگا دینے کے بعد ساداتِ بارہہ نے رفیع الشان بن بہادر شاہ کے چھوٹے لڑکے شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدین کو تخت نشین بنایا جس کی عمر بیس سال تھی اور سات سال سے قید میں مرضِ دق میں مبتلا تھا، دونوں سید بھائیوں نے اسے قید سے نکالا اور لباس تبدیل کئے بغیر تختِ شاہی پر بٹھا کر گلے میں مروارید کی مالا ڈالدی اور شادیانہ بجوا دیا۔ قطب الملک سید عبداللہ خاں نے مبارکباد دی اور آداب و تسلیمات کی رسم انجام دیکر وزیر بن گیا، اور اس کا چھوٹا بھائی حسین علی خاں امیر الامراء بنا (ص ۲۵۶) یہ مظلوم بادشاہ جسے تختِ سلطنت پر بٹھا دیا گیا مگر فرمانروائی کے اختیارات اس کے سپرد نہیں کئے گئے ساداتِ بارہہ کی سازشوں اور ستم رانیوں کے خلاف مجسم احتجاج تھا آخر اسی غم میں گھُل گھُل کر مر گیا　　مرنے سے تین دن قبل رفیع الدرجات نے خود فرمائش کی کہ میرے بڑے بھائی رفیع الدولہ کو تخت نشین کر کے اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی اور میرے حال پر احسان ہوگا۔ سادات نے یہ تجویز قبول کر لی اور رفیع الدولہ کو تخت نشین کر دیا۔ اس (رفیع الدرجات) نے کل تین ماہ دس دن سلطنت کی (منتخب اللباب ملخصاً جلد ۴ ص ۲۶۶)

[4] ۲۰ رجب ۱۱۳۱ھ رفیع الدولہ کو شاہجہان ثانی لقب دیکر تخت پر بٹھا دیا، دونوں برادرانِ سادات نے اس کے ساتھ بھی وہی وطیرہ رکھا کہ سکہ اور خطبہ تو اس کے نام کا جاری کرا دیا مگر سلطنت کے اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھے۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسقدر بے بس تھا کہ سادات اور اتالیق کی غیر موجودگی میں نہ نمازِ جمعہ کیلئے جا سکتا تھا نہ شکار کیلئے، امرائے شاہی سے بات تک کرنے کی مجال نہ تھی (ص ۲۶۸) آخر تین ماہ دس دن بعد بعارضہ اسہال وفات پائی (ص ۲۷۴)

رجب ۱۱۳۱ھ کو اکبر آباد کی اطلاعات سے معلوم ہوا کہ قلعۂ اکبر آباد کے افسروں نے اورنگ زیب کے پوتے محمد اکبر فرزند نیکو سیر کو جو چالیس سال سے اکبر آباد کے قلعہ میں قید تھا تخت پر بٹھا دیا اور دار الامارت پر گولہ باری کر کے صوبیدار غیرت خاں کو نکالدیا (ص ۲۶۲-۲۶۳) پھر رمضان ۱۱۳۱ھ میں نیکو سیر اور اس کے مقربین کو گرفتار کر لیا گیا (منتخب اللباب ملخصاً حصہ چہارم ص ۲۷۳)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

صاحبِ چتر روشن اختر ہی ہے۔ وہ بیگم چونکہ غایت درجہ مخلصہ و معتقدہ تھی مطمئن ہو کر چلی گئی، چنانچہ رفیع الدولہ کی سلطنت بھی دو تین ماہ سے زیادہ نہ رہی، عین جوانی میں جبکہ امام الملکؑ اُسے لئے ہوئے دکن جارہا تھا اکبر آباد میں مر گیا [۱]۔ بعد ازاں امراء و وزراء نے اتفاق رائے سے روشن اختر کو دار الحکومت دہلی سے بلا کر اکبر آباد میں تختِ شاہی پر بٹھا دیا۔ بیگم قدسیہ عمدہ قسم کے تحف و ہدایا لیکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور شکریہ ادا کیا [۲]۔

۱۱۳۱ھ شاہانِ مغلیہ کا عبرت انگیز سال ہے اس سال کئی بادشاہ تخت سلطنت پر آئے اور چلے گئے، ان حالات کی وجہ سے حضرت خواجہ محمد زبیرؒ ساداتِ بارہہ سے سخت ناراض ہو گئے، اسی رنج و ملال میں آپ کی زبان معجز بیان سے بے اختیار نکل گیا کہ "اب سادات کے عروج کو زوال آنے والا ہے" [۳]

نیز نظام الملک بھی یہاں کے حالات سے بددل ہو گیا اور ناراض ہو کر دکن کا رخ کیا، جاتے وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعائیں حاصل کر کے چلا گیا۔ دکن پہنچکر جہاں جہاں سادات کے آدمی لگے ہوئے تھے انھیں نکال دیا اور ان کی جگہ اپنے آدمی بھرتی کئے۔ پھر سادات کا بھانجہ دلاور علی خاں حاکم دکن نظام الملک سے برسرِ پیکار ہو گیا آخر حضرت کی دعا کی برکت سے نظام الملک کو فتح حاصل ہوئی ہے۔

۱۱۳۲ھ — مغل اپنے ولی نعمت (فرخ سیر) کے قتل کی وجہ سے قطب الملک اور امام الملک کے سخت دشمن ہو گئے تھے انھوں نے موقع پا کر امام الملکؑ جو امیر الامراء تھا قتل کر دیا۔ قطب الملک نے یہ وحشتناک خبر سُنکر ابراہیمؑ کو تختِ شاہی پر بٹھا کر روشن اختر پر حملہ کر دیا۔ چونکہ قطب الملک بہادری اور دلیری میں شہرۂ آفاق تھا اس لئے بیگم قدسیہ مغمومانہ حالت میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ روشن اختر صاحبِ تخت و تاج اور ہماری دعاء کے زیرِ سایہ ہے اللہ تعالیٰ اس کا حامی و مددگار ہے اگر لاکھ قطب الملک بھی ہوں تو بھی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ آخر حضرت کی دعا کی برکت سے محمد شاہ روشن اختر کو فتح و نصرت حاصل ہوئی۔ قطب الملک گرفتار کر لیا گیا اور اس کو نہایت سختی اور بے رحمی سے قتل کر دیا گیا اور ابراہیم کو قید میں ڈال دیا گیا [۳]

---

[۱] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۱۰۳ [۲] ایضاً ص ۱۰۳ [۳] ایضاً ص ۱۰۴-

[۵] ۱۵ ذیقعدہ ۱۱۳۱ھ کو روشن اختر کی تخت نشینی ہوئی، نیا سکہ اور خطبہ "ابوالمظفر ناصر الدین محمد شاہ بادشاہ غازی" کے نام سے جاری ہوا (ص ۲۴۷) روشن اختر، بہادر شاہ کا پوتا جہاندار شاہ کا فرزند تھا، اس وقت اس کی عمر اٹھارہ سال تھی، جہاندار شاہ کے عہد سے وہ اپنی والدہ کے ساتھ دہلی کے قلعہ میں رہتا تھا وہاں سے بلا کر آگرہ کے قریب فتحپور میں تخت نشین کیا گیا۔ روشن اختر، خوبصورت، نوخیز جوان تھا، ذکاوتِ طبع دلیری و بہادری کے اوصاف اس میں موجود تھے۔۔۔۔۔۔ روشن اختر کی والدہ صاحب زماں ملکۂ دوراں ایک مدبر موقع شناس اور عقلمند خاتون تھی۔ (ص ۲۷۷ منتخب اللباب حصہ چہارم)

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جب روشن اختر بادشاہ اکبر آباد سے شاہجہاں آباد آیا تو اس نے ہر چند حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا لیکن حضرت نے اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ اس کے آنے کی ضرورت نہیں اصل غرض فقیروں سے دعا لینا ہے سو ہم غائبانہ دعا گو ہیں، اور اپنی دستار مبارک بطور تبرک بھیجی کہ یہ روشن اختر کے سر پر باندھ دو، اور حضرت نے اس کا لقب محمد شاہ مقرر فرمایا۔ بعد ازاں بھی حصولِ زیارت کی اجازت کے لئے بارہا عریضے ارسالِ خدمت کئے حتیٰ کہ حضرت کی والدہ ماجدہ مریم مکانی کے ذریعہ بھی درخواست کی لیکن حضرت نے کسی طرح بھی زیارت کی اجازت نہ دی [۱]۔

اسی سال خواجہ عبدالرحمٰن مراد آبادی حاضرِ خدمت ہو کر مرید ہوئے [۲]، نیز صوفی فرمان کو جو شیخ محمد عابد کے بعد حضرت کے تمام خلفا سے افضل تھے خلافت دیکر کابل بھیجا [۳]۔ اور خواجہ محمد امین کو خلافت عطا فرما کر کابل کے گرد و نواح میں بھیجا وہاں اُن کو بڑی مقبولیت ہوئی [۴]، نیز بدخشاں کے رئیس خواجہ خلیل اللہ بدخشی کے فرزند خواجہ عزیز اللہ بدخشی حضرت کے مرید ہوئے [۵]۔

۱۱۳۵ھ میں ایک روز نظام الملک نے مبارز خاں پر فتح حاصل کرنے کے لئے حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں درخواست کی، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب بادشاہ عیش و عشرت میں مبتلا ہو گیا اور امورِ سلطنت کی طرف سے توجہ ہٹالی تو تمام ممالک محروسہ میں کھلبلی سی مچ گئی، بادشاہی نظم و ضبط جاتا رہا اور سلطنت کا رعب و دبدبہ رعایا کے دل سے اُٹھ گیا۔ نظام الملک جو عالمگیر بادشاہ کا تربیت یافتہ، نہایت عقلمند اور دانائی میں بے نظیر تھا اُس نے بادشاہ کو بہت سمجھایا اور

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ)

[۴] ۱۱۳۲ھ میں نظام الملک کو دکن میں بڑی کامیابیاں حاصل ہوئیں جس کے نتیجہ میں ساداتِ بارہہ کے دونوں بھائی سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے بالآخر دکن پر چڑھائی کرنے کے ارادہ سے روانہ ہونے والے تھے کہ چھوٹے بھائی حسین علی خان کو ۶؍ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ میں دھوکہ سے مار دیا گیا جس سے سادات بارہہ کی کمر ٹوٹ گئی۔ (ص ۳۳۳)

[۵] ۱۱؍ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ کو سادات بارہہ جہاندار شاہ کے بیٹوں مرتضیٰ خاں اور شجاعت کے گھر پہنچے کہ ہندوستان کی بادشاہت قبول کرلیں لیکن انھوں نے سختی سے جواب دیدیا اور اس پیشکش کو قبول نہیں کیا، پھر وہ نیکو سیر کے پاس گئے اس نے بھی منظور نہیں کیا۔ آخر رفیع الشان کے بیٹے ابراہیم نے ان کی بات مان لی (ص ۳۴۰ و ۳۴۴) اور اس کو تختِ سلطنت پر بٹھا دیا اور اس کا لقب ابوالفتح ظہیر الدین محمد ابراہیم شاہ رکھا — پھر محرم ۱۱۳۳ھ کو بادشاہ روشن اختر سے موضع شاہ پور ضلع آگرہ کے قریب زبردست جنگ ہوئی اور سادات بارہہ کا خاتمہ ہوا، عبداللہ خاں گرفتار ہوا (ص ۳۵۲) — وسط ربیع الاول ۱۱۳۳ھ میں روشن اختر کی شادی مرحوم بادشاہ فرخ سیر کی لڑکی سے ہوئی (ص ۳۵۶) — پھر نظام الملک کو دکن سے طلب کیا گیا وہ حاضر ہوا تو ۵؍ جمادی الاخری ۱۱۳۴ھ کو خلعت وزارت مرصع قلمدان، خنجر اور قیمتی الماس کی انگشتری پیش کی گئی۔ منصب وزارت پر فائز ہونے کے بعد نظام الملک بہادر نے بڑی کوشش اور محنت سے کام کیا (ص ۳۵۸) اکبر آباد کے قریب جاٹوں نے بغاوت کر دی تھی آخر شکست کھا کر فرار ہو گئے (ص ۳۶۲)۔

[۱] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۱۰۵ [۲] ص ۱۰۵ [۳] ص ۱۱۲ [۴] ص ۱۱۴۔ [۵] ص ۱۱۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس کی غلط روش سے آگاہ کیا لیکن بادشاہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی بلکہ اس کی نصیحتوں کو ہنسی میں اڑا دیا۔ نظام الملک نے بادشاہ کی عیش پرستی سے بددل ہو کر دکن کی راہ لی۔ بادشاہ نے اُس کے بلا اجازت چلے جانے پر امراء سے مشورہ کیا کہ اُس کی بیخ کنی کرنی چاہیئے لیکن نظام الملک کا اسقدر رعب تھا کہ کسی امیر کا حوصلہ نہیں تھا کہ اس مہم کا بیڑا اٹھائے۔ اس موقعہ پر مبارز خاں کے بیٹے عبد المعبود خاں نے جس کا باپ حیدر آباد کا حاکم اور بہادری و دلیری میں شہرۂ آفاق تھا کہا کہ میرا باپ نظام الملک کا مقابلہ کرے گا اور اس کا قلع قمع کر دیگا۔ بادشاہ نے تمام دکن کی حکمرانی اس کے نام لکھ کر قطعی حکم دیا کہ نظام الملک کو دریائے نربدہ سے پار نہ ہونے دیا جائے اور نہ وہ دکن کی سرحد میں داخل ہونے پائے [1]۔ نظام الملک نے صلح کی درخواست بھی کی لیکن مبارز خاں نے منظور نہ کی اور کہا کہ کیا کروں اولوالامر کی مخالفت نہیں کر سکتا اور نہ اپنے ولی نعمت کی نافرمانی کر سکتا ہوں مناسب یہی ہے کہ واپس چلے جاؤ یا آمادۂ جنگ ہو جاؤ [2]۔ نظام الملک نے حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حضرت کے ایک خلیفہ صوفی ابوالحسن کی وساطت سے فتح و نصرت اور باطنی توجہ کے لئے ایک درخواست بھیجی حضرت نے توجہ کرنے کے بعد فرمایا کہ انجام کار نظام الملک فتح پائے گا اور مبارز خاں شہید ہوگا لیکن اس کی شہادت سے ملول ہو کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے [3]

سنہ ۱۱۳۷ھ میں حضرت کا ایک عقیدتمند عثمان یار خاں حضرت کی دعا کی برکت سے سرہند کا حاکم بنایا گیا۔ اور لاہور کے حاکم زکریا خاں نے قلعہ جموں کو فتح کرنے کے لئے حضرت کی خدمت میں درخواست کی اور فتح کی بشارت حاصل کر کے حملہ کر دیا آخر جنگ و جدال کے بعد فتح حاصل ہوگئی [4] اسی دوران میں شاہِ چترال نے بذریعہ عریضہ مرید ہونے کی درخواست کی نیز یہ بھی عرض کیا کہ اپنے کسی خلیفہ کو ہمارے ہاں بھیجدیں تاکہ ہم اس سے فیض حاصل کریں حضرت نے اس کی درخواست قبول فرما کر خلیفہ لعل شاہ کو

---

[1] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۱۱۴ [3] ایضاً ص ۱۱۵ ۔ [3] ایضاً ص ۱۱۹ [4] ایضاً ص ۱۲۰۔

[2] ان واقعات کو صاحب منتخب اللباب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں: ۲۳ محرم سنہ ۱۱۳۵ھ کو قصبہ کھیرہ جو صوبہ برار کے مضافات میں اورنگ آباد سے چالیس کوس پر واقع ہے یہ جنگ ہوئی (جلد ۴ ص ۳۶۸) نظام الملک مسلمانوں کی خونریزی میں پہل نہیں کرنا چاہتا تھا، مبارز خاں بہادر کی لشکر گاہ دو تین کوس پر تھی آخر وہ وہاں سے سوار ہو کر دشوار گزار نالوں کو عبور کر کے نظام الملک کے مقابل آ گیا اور دوپہر سے قبل معرکۂ قتال گرم ہو گیا (ص ۳۷۰) لڑائی کا پانسہ جو پلٹا تو عماد الدولہ کی فوج میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ مبارز خاں، عماد الملک کے دو بیٹے اسعد خاں اور مسعود خاں فیل سوار سرداروں کی بڑی تعداد کے ساتھ مارے گئے۔ . . . اور نظام الملک فتح جنگ کی فوج میں فتح کا شادیانہ بجنے لگا۔ (منتخب اللباب حصہ چہارم ص ۳۷۱)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

چترال بھیجدیا [۱] ——— حاجی امان اللہ بدخشی جو عزیز زمانہ تھے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہوئے، ——— نیز وزیر ہند کی بیوی ولایتی بیگم نے بھی آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی [۲] صوفی نور محمد سفید پوش اور حاجی سعادت اللہ بھی حضرت سے مرید ہوئے [۳]

۱۱۴۱ھ میں پھر محمد شاہ بادشاہ نے ہر چند کوشش کی کہ حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ اپنی ملاقات کی اجازت دیدیں تو میں حاضر خدمت ہو جاؤں، یا مسجد میں یا نمازِ جمعہ میں حاضر ہو کر دیدار فائض الانوار سے مشرف ہو جاؤں لیکن حضرت نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے امید ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں تمہارے ملکِ ہند پر کسی کی حکومت نہ ہو گی [۴] ———

اسی سال مخدوم زادہ شیخ محمد کی والدہ نے اس جہان سے انتقال فرمایا حضرت خواجہ محمد زبیرؒ نے غمزدہ ہوکر ان کی نعش سرہند بھیجدی جو حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے گنبد میں دفن کی گئی ۔ شیخ عادل اور حاجی سعادت اللہ جو قدیم الایام سے حضرت کی خانقاہ میں مقیم تھے اور حضرت کے مقرب خاص بھی تھے انتقال کر گئے ——— اس سال پھر طاعون کا زور ہوا روزانہ ہزارہا لوگ مرنے لگے۔ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ، حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کا اسمِ مبارک لکھ کر دیتے جس کے گلے میں وہ تعویذ پڑجاتا شفا ہو جاتی، ایک پیسہ اس کی نیاز دی جاتی تھی۔ [۵] نیز حضرت مروج الشریعۃ کے فرزند شیخ محمد پارسا کا دہلی میں وصال ہوا اور سرہند شریف میں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے گنبد میں دفن کئے گئے [۶]

۱۱۴۵ھ میں حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ کے منجھلے صاحبزادے شیخ عبد القادر ثانی کی شادی حضرت مروج الشریعۃ کے پوتے شاہ محمد پارسا کی لڑکی سے سرہند میں بڑی دھوم سے ہوئی بعد ازاں دولہا دلہن شاہجہاں آباد حضرت کی خدمت میں قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے [۷]

اسی سال صاحب روضۃ القیومیہ خواجہ محمد احسانؒ کو حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ نے بروز پیر بعد نماز اشراق ۱۱ ماہ جمادی الثانی ۱۱۴۵ھ اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور اپنے سر مبارک سے عمامہ اتار کر ان کے سر پر رکھا اور اپنا طیلسان (رومال) جو بہت عرصہ سے مراقبہ کے وقت اپنے چہرۂ مبارک پر ڈالا کرتے تھے عنایت فرمایا اور مندرجہ ذیل خلافت نامہ اپنے دست مبارک سے رقم فرما کر عنایت فرمایا۔ [۸]

---

[۱] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۱۲۵ ۔ [۲] ایضاً ص ۱۲۳ ۔ [۳] ایضاً ص ۱۲۷ [۴] ص ۱۳۷ [۵] ص ۱۴۱
[۶] ایضاً ص ۱۴۴ ۔ [۷] ایضاً ۱۴۵ ۔ [۸] ایضاً ص ۱۴۵ ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

"الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ خصوص علیٰ سید الوریٰ صاحبِ قاب قوسین اوادنیٰ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ نجوم الہدیٰ امابعد مخفی نہ رہے کہ چونکہ برادرِ عزیز محمد احسان مدت تک خدا طلبی کے لئے اس فقیر کے ہمراہ رہا اور اس راہ کی ضروریات حاصل کیں بلکہ اپنے بزرگوں کی نسبت بطور ورثہ ملیں، اس لئے اس فقیر نے برادر مذکور کو طریقۂ عالیہ نقشبندیہ اور قادریہ کی تعلیم طریقہ کی اجازت دی، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ جو کوئی برادر مذکور کا ہمنشین ہوگا دونوں طریقوں کی برکات سے بہرہ مند ہوگا۔ اجازت اس شرط پر مشروط ہے کہ شریعت اور طریقت پر ثابت قدم رہے، والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ کتبہ فقیر محمد زبیر" ؂۱

بعد ازاں حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ نے ایک روز خواجہ محمد احسان سے فرمایا کہ تمہیں لوگوں کی ہدایت کے لئے پورب بھیجا جاتا ہے ؂۲ چنانچہ خواجہ محمد احسان حسب الامر حضرت سے رخصت ہو کر دریائے گنگا پار کر کے علی محمد خاں کے علاقے (روہیلکھنڈ) میں قیام پذیر ہو گئے ؂۳

ساداتِ بارہہ برائے نام مسلمان تھے، شراب نوشی، قمار بازی ان کا شیوہ تھا، نماز روزہ سے اُن کو دُور کا بھی واسطہ نہ تھا، مساجد بہت کم اور جو تھیں وہ بھی خراب وخستہ حالت میں، بادشاہ کے وزیر نے اپنے ایک سردار کو اس علاقے کا حاکم مقرر کیا انھوں نے موقع پاکر اُسے قتل کر دیا۔ وزیر یہ سنکر سخت ناراض ہوا اور حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ اگر اجازت ہو تو میں خود جا کر ان کا قلع قمع کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے بھائی کو بھیجو انشاء اللہ فتح ہوگی چنانچہ وزیر نے اپنے چچازاد بھائی کو جو اس کا بہنوئی بھی تھا ایک جرار لشکر لیکر اس مہم کے لئے روانہ کیا، اُدھر سے مشرقی علاقے کا حاکم علی محمد خاں بھی اس سے آملا، زبردست جنگ کے بعد سادات بارہہ کا سردار قطب الملک کا بھائی سیف الدین مارا گیا اور شاہی لشکر کو فتح کامل نصیب ہوئی۔ صاحبِ روضۃ القیومیہ بھی اس جنگ میں لشکر کے ہمراہ تھے ؂۴

؂۱و۲ روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۱۴۶۔ ؂۳ ایضاً ص ۱۴۸ ؂۴ ایضاً ص ۱۷۴ و ۱۷۵۔

؂۵ ان واقعات کو منتخب التواریخ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں: "برہان پور کی فتح سے دو تین دن قبل حسین علی خاں کے بھائی سیف الدین علی خاں کے بیوی بچے اور متعلقین دار الخلافہ دہلی جاتے ہوئے برہان پور آئے تھے، جب نظام الملک نے برہان پور پر قبضہ کر لیا تو وہ سخت حیران وپریشان ہو گئے۔ بعض کوتاہ اندیشوں نے نظام الملک سے کہا بھی کہ دشمنوں کے بیوی بچوں اور محمد انور خاں کے مال واسباب سے فوج کے اخراجات کی تکمیل ہو جائے گی، مگر نظام الملک نے جواب دیا: "ہم نے عسرت وتہی دستی کے باوجود محض فضلِ الٰہی پر توکل کر کے اور بادشاہی اقبال کے وسیلہ سے اس مہم کا بیڑہ اٹھایا ہے اگر ہم کامیاب ہو گئے تو یہ سارا ملک ومال ہمارا ہی ہے اور اگر خدانخواستہ معاملہ برعکس ہوا تو پھر ہم کیوں آخرت کا وبال اپنی گردن پر لیں، ان بوڑھوں بچوں اور محمد انور خاں کے مال واسباب کی لوٹ ہمارے ہمت وحوصلے کی توہین ہے۔۔۔ ص۹۶

(باقی حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

سنہ ۱۱۴۶ھ میں شیخ ضیاء الدینؒ جو حضرت شیخ محمد یحییٰ المعروف بہ شاہ جیو کے فرزند اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہم کے پوتے ہیں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ سے ملاقات کے لئے سرہند شریف سے شاہجہان آباد تشریف لائے۔ حضرت شیخ ضیاء الدین نے باطنی تعلیم کے لئے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے بیعت کی اور حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی حجۃ اللہؒ سے تکمیلِ سلوک کر کے خلافت پائی، اِن دنوں آپ خلق اللہ کے مرجع و مآب تھے کیونکہ آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پوتے تھے، اس وقت حضرت مجددؒ کا اور کوئی پوتا زندہ نہ تھا نیز عمر کے اعتبار سے بھی آپ تمام مشائخ سے زیادہ بڑے تھے اس لئے سب آپ کی بہت عزت کرتے تھے، جمعہ کے دن خاص طور پر آپ کی زیارت کے لئے لوگوں کا اسقدر ہجوم ہوتا تھا کہ بیان سے باہر ہے لیکن ضعف و پیری کے باوجود حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی قیومیت کی فضیلت کی بنا پر زیارت کے لئے آپ سرہند سے شاہجہان آباد تشریف لائے اور حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مریدانہ سلوک تواضع اور ادب کیا، حضرت نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا پوتہ ہونے کی وجہ سے آپ سے بھی زیادہ آپ کا ادب کیا اور آپ کی درخواست پر حضرت نے آپ کے حق میں توجہ باطنی اور القائے نسبت کیا۔ بعد ازاں چند روز حضرت کی خدمت میں قیام کر کے سرہند تشریف لے گئے اور تھوڑے دنوں کے بعد وصال فرمایا۔ حضرت مجددؒ کے محاذ میں مدفون ہوئے [۱]

اسی سال حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کے تیسرے فرزند خواجہ محمد احرار کا انتقال ہوا، یہ فرزند بہت لائق و فائق اور صاحبِ کمال تھے، حضرت نے مخدوم زادہ کو غسل و کفن دیکر نمازِ جنازہ پڑھ کر نعش سرہند بھیجدی حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد میں پائینتی کی طرف دفن کیا گیا [۲]

حضرت خواجہ محمد زبیرؒ نے شیخ خلیل بدخشی کے پوتے خواجہ عزیز اللہ بدخشی کو خلافت دیکر بدخشاں روانہ کیا جہاں ان کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی [۳] نیز شیخ محمد نعمان حق رسا جو شیخ محمد پارسا کے فرزند

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) ساداتِ بارہہ کے اِن تین سردار بھائیوں کے علاوہ ایک اور بھائی کا بھی تذکرہ ملتا ہے جب (حسین علی خاں اور عبد اللہ خاں) کے مارے جانے کی خبر تیسرے بھائی رستم علی خاں کو ملی جو بندرگاہ سورت کا نائب تھا تو اس نے بھائیوں کے خون کا انتقام لینے کی قسم کھائی (ص ۳۷۹) دونوں (رستم علی خاں اور حامد علی کی فوجوں) کا مقابلہ دریائے مہی کے کنارے ہوا اور دونوں طرف سے کافی آدمی مارے گئے۔ . . . . . .
رستم علی خاں کی فوج گھِر گئی اور اسے شکست فاش ہوئی، رستم علی خاں بھی لڑتے ہوئے مارا گیا۔ . . . .
جب محمد شاہ بادشاہ کو خبر ملی تو اس نے سربلند خاں کو احمد آباد کی صوبہ داری پر مقرر کر دیا اور حامد خاں بہادر کو آصف جاہ نے اپنے پاس بلا لیا۔ (ص ۳۸۰ منتخب اللباب حصہ چہارم اردو ترجمہ)
[۱] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۱۵۴ و ۱۵۵ [۲] ایضاً ص ۱۵۵ [۳] ایضاً ص ۱۵۸۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت مروج الشریعہ کے پوتے اور حضراتِ سرہند کے سردار تھے حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ شیخ نعمان نے اپنے والد ماجد کی خدمت میں کمال حاصل کیا تھا ان کے وصال کے بعد حرمین شریفین گئے وہاں آپ کو بے انتہا ترقیات نصیب ہوئیں۔ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ نے بہت غور و تامل کے بعد آپ کو بیعت کر کے توجہ باطنی اور اپنی خاص نسبت کا القا کیا۔[۱]

سنہ ۱۱۴۹ھ / ۱۷۳۷ء میں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی ہمشیرہ جو حضرت محمد صبغۃ اللہؒ کے پوتے غلام معصوم کی منکوحہ تھیں رحلت فرما گئیں حضرت نے نمازِ جنازہ پڑھ کر سرہند بھیجدیا وہاں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے گنبد میں دفن کی گئیں[۲]۔ نیز صاحب روضۃ القیومیہ کے والد ماجد شیخ حسن احمد کا شب دوشنبہ ۲۹ رجب سنہ ۱۱۴۹ھ کو انتقال ہوا، حضرت نے نماز جنازہ پڑھی اور نعش کو سرہند بھیجدیا جہاں ان کو حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے گنبد میں دفن کیا گیا، اس حادثہ کے تین سال تین ماہ تین دن بعد حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کا وصال ہوا[۳]۔

سنہ ۱۱۴۹ھ ہی میں مرہٹوں[ع] نے شاہجہاں آباد پر حملہ کر دیا، پرانے بازار کا اکثر حصہ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے گرد کی آبادی تاخت و تاراج کر دی جب بادشاہ کو

---

[۱] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۱۶۰ [۲] ایضاً ص ۱۷۰۔ [۳] ایضاً ص ۱۷۱۔

[ع] مرہٹوں کا یہ حملہ باجی راؤ اور ہولکر اور سندھیا کی سرکردگی میں ہوا تھا چنانچہ منتخب اللباب میں درج ہے کہ "باجی راؤ خود ایک مرد شاطر تھا اس کو دو بڑے لڑاکا سپہ سالار ہولکر اور سندھیا مل گئے تھے، ان کی سرکردگی میں مرہٹے منھ زور گھوڑوں کی طرح جدھر منھ اٹھتا چلے آتے تھے۔ مرہٹوں کی آندھی کو روکنے کیلئے محمد شاہ بادشاہ نے ۷ ذیقعدہ سنہ ۱۱۴۹ھ کو امیر الامرا صمصام الدولہ کو تیس چالیس ہزار سوار اور بھاری توپ خانہ دیکر بھیجا مگر آپس کی نا اتفاقی کی وجہ سے وہ کچھ نہ کر سکا اور یہ لشکر شاہجہان آباد واپس آگیا۔ مگر اس سال برہان الملک سعادت خاں بہادر جنگ نے جو اودھ کا صوبہ دار تھا، اعتماد پور کے قریب مرہٹوں کے سردار ملھار اور ہلکر کو بری طرح شکست دیکر بھگا دیا۔ امیر الامرا صمصام الدولہ کو برہان الملک کی اس فتح سے بڑی غیرت آئی اور بادشاہ سے اجازت لیکر دوبارہ دہلی سے نکلا اور دریائے چنبل کے قریب برہان الملک سے جا ملا۔ برہان الملک امیر الامراء کے انتظار میں مرہٹوں کے تعاقب سے رک گیا۔ مرہٹوں کو چھ سات دن کی مہلت مل گئی اور باجی راؤ ایک جرار لشکر لیکر دھاوے مارتا ہوا سیدھا شاہجہاں آباد پہنچ گیا اس وقت دار السلطنت فوجوں سے خالی پڑا تھا۔ جس دن مرہٹے دہلی کے قریب پہنچے ہیں وہاں کالکا کا میلہ لگا ہوا تھا جسے انھوں نے جی بھر کر لوٹا، بہت سے ہندو مسلمان مارے گئے، میلے سے زخمیوں کی ٹولیاں فریاد کرتی ہوئی شہر پہنچیں تو بے خبر بادشاہ کو پتہ چلا کہ غنیم سر پر آپہنچا ہے۔ بادشاہ کے حکم سے دس پانچ امیر معمولی فوج لیکر نکلے، تال کٹورہ پر لڑائی ہوئی اور بادشاہی فوج شکست کھا کر فرار ہو گئی۔ اس اثنا میں مرہٹوں کی یلغار کی خبر سن کر برہان الملک اور دوسرے امیر دہلی کی طرف دوڑے۔ باجی راؤ برہان الملک کی آمد سے ایسا خوف زدہ ہوا کہ ریواڑی کی راہ گجرات اور مالوہ کی طرف بھاگ گیا۔"

(اردو ترجمہ منتخب اللباب حصہ چہارم ص ۳۸۹)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اطلاع ہوئی تو اس نے قلعہ کے دروازوں کو مضبوطی سے بند کر لیا اور اپنے آدمی حضرت کی خدمت میں بھیجے کہ حضرت اس بلا کے دفعیہ کے لئے توجہ فرمائیں۔ چنانچہ حضرت کی دعا کی برکت سے وہ بلا جلد دُور ہو گئی اور دشمن بھاگ نکلا ؎۱

۱۱۵۱ھ/۱۷۳۸ء شاہجہاں آباد کے باشندے بہت زیادہ فسق و فجور میں مبتلا ہو چکے تھے، غریبوں پر اسقدر ظلم و تعدی تھا کہ زبردست زیردستوں پر صدر درجہ ظلم کرتے تھے لیکن ان کی کوئی نہ سنتا تھا، بادشاہِ وقت شراب نوشی اور فاحشہ عورتوں میں اسقدر مشغول رہتا تھا کہ اُسے قلعہ کی بھی خبر نہ تھی، ایسی صورت میں رعایا کی کون خبر لیتا۔ بادشاہ اور ارکانِ سلطنت کی آپس میں چلتی رہتی تھی، حضرت خواجہ محمد زبیرؒ اُن کو نصیحت کرتے تو یہ تائب ہو جاتے تھے مگر اس سال معاملہ کچھ زیادہ بگڑ گیا حتی کہ حضرت نے غضبناک ہو کر بادشاہ و امراء سے فرمایا کہ بُرے کاموں سے باز آ جاؤ تو بہتر ہے ورنہ تم پر اس شہر میں ایسی بلا نازل ہو گی کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی ؎۲

صاحبِ روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ نادر شاہ اصل میں علاقہ خراسان کے قبیلہ افشار سے تھا اس کا باپ شتربان تھا۔ ۱۱۰۰ھ میں نادر شاہ پیدا ہوا، جوان ہو کر ڈاکہ زنی میں شہرت حاصل کی، ایرانی فوج سے کئی مرتبہ جھڑپیں ہوئیں۔ ایک مرتبہ شاہی فوج نے اسے اطمینان دلا کر بادشاہِ ایران کے روبرو پیش کیا۔ بادشاہ نے بلند حوصلہ دیکھ کر اس کو ارکانِ سلطنت میں داخل کر لیا، نادر نے موقع پا کر بادشاہ کو قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ پھر روم کا رخ کیا وہاں بھی بہت قتل و غارت گری کرتا رہا، بعد ازاں قندھار فتح کیا۔ اہلِ کابل نے مقابلہ کیا لیکن تنگ آ کر ہتھیار ڈال دیئے، پشاور میں پٹھانوں نے مزاحمت کی لیکن بادشاہ کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ نے بادشاہ اور ارکانِ سلطنت کو کہلا بھیجا کہ نظرِ کشفی میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر تم دشمن کے مقابلے پر جلدی چلے جاؤ تو حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمہیں فتح عطا فرمائے گا۔ بادشاہ اس حکم کی بجا آوری کے لئے آمادہ ہوا لیکن ارکانِ سلطنت تیار نہ ہوئے، آخر نادر شاہ نے پشاور میں قتلِ عام کیا، پھر لاہور میں شاہی فوج نے مزاحمت کی لیکن پسپا ہوئی — نادر شاہ کا حکم تھا کہ راستے میں جو فرد بشر ملے بوڑھا ہو یا جوان، مرد ہو یا عورت سب کو قتل کر دو اور ان کے گھر جلا دو ؎۳

جب سرہند شریف کے قریب پہنچا اور رات کو سونا ہی چاہتا تھا تو اس نے دیکھا کہ ایک سفید ریش نورانی شکل بزرگ نمودار ہوئے اور انھوں نے نادر شاہ سے فرمایا کہ اگر خیریت چاہتا ہے تو اس شہر والوں کو

؎۱ روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۱۷۱ ؎۲ ایضاً ص ۱۸۰ ؎۳ ایضاً ملخصاً ص ۱۸۰ تا ۱۸۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تکلیف نہ پہنچانا۔ چنانچہ نادر شاہ نے سرہند شریف کے مخدوم زادوں سے ملاقات کی اور مناسب خلعت دیکر عزت سے رخصت کیا۔ ایران سے شاہجہاں آباد تک کوئی شہر ایسا نہ تھا جو تاخت و تاراج ہونے سے بچ سکا ہو البتہ سرہند شریف محفوظ رہا[1]

جب یہ قیامت اثر خبر بادشاہ نے سُنی تو وزیر کو حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں دعا کے لئے بھیجا۔ حضرت سخت ناراض ہوئے، جب وزیر نے زیادہ عاجزی کی تو حضرت نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں مع بادشاہ اپنی دعا کے ضمن میں لے لیا ہے اللہ تعالیٰ تمہارا انجام بخیر کرے گا۔ آخر کرنال کے قریب سخت معرکہ ہوا[2] صاحب روضۃ القیومیہ کے بڑے بھائی خواجہ محمد احسن بھی بادشاہی لشکر کے ساتھ جنگ میں شریک تھے۔ دونوں جانب کی فوج بڑی تعداد میں ماری گئی لیکن بعض امراء کی غداری کی وجہ سے شاہجہاں آباد بھی نہ بچ سکا اور محمد شاہ بادشاہ، نادر شاہ کی حراست میں آگیا۔ بعد ازاں ۹ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۹ء کو نادر شاہ لال قلعہ دہلی میں پہنچ گیا اور شہر میں قتل عام کرادیا حتیٰ کہ حیوانات کو بھی زندہ نہ چھوڑا البتہ مغل پورہ جہاں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کا قیام تھا نادر شاہی دست بُرد سے محفوظ رہا[3]ع

---

[1] روضۃ القیومیہ ملخصاً رکن چہارم ص ۱۹۱ [2] ایضاً ص ۱۹۲ [3] ایضاً ۱۹۳ تا ۱۹۷۔

ع ان واقعات کو تاریخی طور پر بھی ملاحظہ فرمائیں: نادر شاہ کا نام نادر قلی خاں اور باپ کا نام امام قلی خاں تھا، وہ افشار قوم سے تھا۔ نادر شاہ ۱۱۰۰ھ میں پیدا ہوا، سترہ سال کی عمر میں ازبکوں کے ہاتھ گرفتار ہوا، چار سال بعد وہاں سے رہا ہو کر ایک امیر بابل بیگ کا ملازم ہوا کچھ دن بعد اس نے اپنے آقا کو قتل کر کے اس کی لڑکی سے نکاح کر لیا اور لٹیروں کا ایک جتھا بنا کر ہر طرف تاخت و تاراج کرتا رہا۔ اس کی بہادری کا شہرہ سُن کر والیٔ خراسان نے اسے اپنی فوج میں بھرتی کر لیا مگر اس کی بعض نامناسب حرکتوں پر اُسے بے عزتی کے ساتھ مار پیٹ کر نکال دیا۔ نادر شاہ نے پھر لوٹ مار شروع کر دی، افغانوں کے مقابلہ میں شہزادہ طہماسپ کی مدد کر کے افغانوں کو ایران سے مار بھگایا اور طہماسپ کو تخت پر بٹھا دیا۔ تقریباً پانچ سال کے عرصہ میں ایران کی سلطنت کو اس کی قدیم سرحدوں تک وسیع کر دیا پھر ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۷ء میں خاندان صفوی کا خاتمہ کر کے خود مستقل بادشاہ بن بیٹھا اور ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸ء میں قندھار، کابل فتح کرتا ہوا دہلی پہنچ گیا۔ محمد شاہ نے فوج جمع کر کے کرنال کے مقام پر مقابلہ کیا۔ آصف جاہ نظام الملک نے جب دیکھا کہ نادر شاہ کو تلوار کی زبان سے رام کرنا ممکن نہیں تو مصالحت کے لئے زمین ہموار کی اور گفت و شنید کے لئے خود نادر شاہ کے پاس گیا اور نادر شاہ کو آمادہ کر لیا کہ وہ دو کروڑ روپیہ لیکر واپس چلا جائے۔ نادر شاہ نے محمد شاہ سے ملنے پر اصرار کیا تو اس نے ملاقات کرادی۔ نادر شاہ نے خیمہ سے نکل کر محمد شاہ کا استقبال کیا اور نادر شاہ یہاں سے واپس جانے پر تیار ہو گیا تھا چنانچہ اس ملاقات میں اُس نے محمد شاہ سے صاف کہدیا کہ ہندوستان کی سلطنت آپ کو مبارک ہو۔ اس دوران میں برہان الملک (بادشاہی فوج کا ایک نامی سپہ سالار) نے آصف جاہ نظام الملک سے حسد کرنے کی وجہ سے نادر شاہ سے کہا کہ آپ بس اس دو کروڑ روپیہ پر پھسل گئے یہ تو میں ابھی اپنے پاس سے ادا کر سکتا ہوں آپ کے لئے تو دہلی کے خزانے کھُلے ہوئے ہیں اور ایسے قیمتی جواہرات ہیں کہ کسی نے کبھی نہ دیکھے ہوں۔ (باقی حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(غالباً ۱۵ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ کو) قیلولہ کے وقت صاحب روضۃ القیومیہ کے بھائی شیخ محمد محسن نے حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ سارا شہر قتل ہو گیا ہے اب اس محلہ کا رُخ ہے، چونکہ حضرت کو الہام کے ذریعہ اس محلہ کی حفاظت کا اطمینان تھا اس لئے کسی قسم کا اضطراب نہ ہوا اور فرمایا کہ یہ محلہ بلا سے محفوظ ہے۔ حضرت بلا کے دفعیہ کے لئے دیر تک دعا کی بعد ازاں لوگوں کو تسلی و اطمینان دلایا [1]۔ آخر نظام الملک اور اعتماد الدولہ وزیر نے نادر شاہ سے معافی مانگی اور عذر کئے تب اس نے قتل عام کو روکا [2]۔

ایک دن نادر شاہ نے شہر کے معزز لوگوں کے حالات دریافت کئے، اسی سلسلہ میں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کا ذکر خیر بھی ہوا، نادر شاہ نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی لیکن جب اسے بتایا گیا کہ محمد شاہ بادشاہ کو بھی آجتک زیارت کا موقع نہیں دیا گیا تو نادر شاہ نے سردار خاں کو جو حضرت کا مرید تھا اپنے امراء کے ہمراہ تحف و تحائف کے ساتھ حضرت کی خدمت میں بھیجا اور دعا کا طالب ہوا [3]۔

جب شاہجہاں آباد کے لوگوں کی عاجزی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا اور حضرت کی خدمت میں عجز و نیاز بدرجہ غایت ہوئی لوگوں کے ہجوم اور شور و شغب سے حضرت کے اذکار و اشغال میں فرق آگیا تو حضرت نے فرمایا کہ اس بلا کو ہم اپنی جان پر لیتے ہیں، دو تین دن میں یہ آفت حق تعالیٰ تم پر سے ٹال دے گا [4]۔

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) (برہان الملک کی ان باتوں کی وجہ سے نادر شاہ لالچ میں آگیا اور اس نے نظام الملک اور بادشاہ کو بہانے سے بلا کر دہلی کی طرف کوچ کر دیا اور اوائل ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ کو دہلی میں داخل ہو گیا۔ عید کے دن جامع مسجد دہلی میں نادر شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ چوتھے دن عصر کے وقت کسی تلنگے نے نادر شاہ کے قتل کی افواہ اُڑا دی، اس پر ہنگامے شروع ہو گئے، نادر شاہ شورش دبانے کے لئے سوار ہو کر نکلا تو لوگوں نے اس پر پتھراؤ شروع کر دیا، نادر شاہ نے طیش میں آکر قتل عام کا حکم دے دیا پھر تو کشتوں کے پشتے لگ گئے اور خون کی ندیاں جاری ہو گئیں، کسی کی ہمت نہیں تھی کہ نادر شاہ کے سامنے جا سکے، آخر وہی بڈھا آصف الدولہ نظام الملک اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر پگڑی گلے میں ڈالے نادر شاہ کے سامنے پہنچا اور یہ شعر پڑھا ؎

کسے نماند کہ او را بہ تیغ ناز کشی مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

نادر شاہ نے نظام الملک کی سفارش قبول کر لی اور تلوار نیام میں ڈال کر شہر میں امان کا اعلان کرا دیا۔ نادر شاہ نے واپس جانے سے پہلے اپنے بیٹے نصر اللہ مرزا کا محمد شاہ کی بیٹی سے عقد کیا اور دہلی کی ساری دولت ستر کروڑ تا اختلافِ روایت پندرہ کروڑ سمیٹ کر جس میں تختِ طاؤس بھی شامل تھا ہندوستان سے لے گیا۔ برہان الملک نادر شاہ کی موجودگی ہی میں سرطان کے مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ (منتخب اللباب ملخصاً حصہ چہارم ص ۳۹۱ تا ۳۹۳)

[1] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۲۰۸۔ [2] ایضاً ۲۱۰ [3] ایضاً ۲۱۵ و ۲۱۶۔ [4] ص ۲۱۸ و ۲۲۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۱۵۲ھ غرضکہ جس روز حضرت خواجہ محمد زبیرؒ نے لوگوں کو خوشخبری سنائی تھی اس کے دوسرے روز نادر شاہ نے تمام امرا و وزراء کو جمع کر کے محمد شاہ کو تخت پر بٹھایا بعد ازاں اپنے وطن کو روانہ ہو گیا تخت طاؤس اور کوہِ نور وغیرہ اپنے ساتھ لے گیا[۱] نیز ستر لاکھ روپیہ دہلی کے باشندوں سے اور تین کروڑ بادشاہ سے وصول کیا[۲] نادر شاہ تین ماہ سلطنتِ ہند پر قابض رہا[۳] جب نادر شاہ شاہجہاں آباد سے نکل گیا تو تمام اہلِ شہر نے دوگانہ شکر ادا کیا اور شہر کے تمام چھوٹے بڑے ارکانِ سلطنت مثلاً آصف جاہ نظام الملک، اعتماد الدولہ وزیر اور بادشاہ نے حضرت کا شکریہ ادا کیا[۴]

---

[۱] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۲۲۰۔ [۲] ایضاً ص ۲۱۲ [۳] ص ۲۲۰ [۴] ایضاً ص ۲۲۰ و ۲۲۱۔

ع تخت طاؤس اب کہاں ہے؟ اس کے متعلق مختلف روایتیں ہیں: (۱) کہا جاتا ہے کہ تخت طاؤس پچھلی صدی میں انگریزوں کے ہاتھ لگ گیا تھا وہ اُسے پانی کے جہاز سے انگلستان لیجا رہے تھے جب جہاز افریقہ کے مغرب سے گذر رہا تھا تو سمندر میں زبردست طوفان آیا اور جہاز مع تخت طاؤس بحر اوقیانوس (بحرِ ظلمات) میں غرق ہو گیا۔ (۲) لارڈ کرزن نے اپنی کتاب "پرشیا اینڈ دی پرشین کوسچن" میں "خراسان" نامی کتاب سے اس کے مصنف مسٹر فریزر کا قول نقل کیا ہے "۱۸۲۳ء میں مجھ سے ایک معمر سن رسیدہ کرد نے بیان کیا تھا کہ جب نادر شاہ کا قتل ہوا اور اس کا کیمپ لوٹا گیا تو تخت طاؤس اور اس کا مرصع چھتر ہمارے ہاتھ آیا تھا جس کو فوراً ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم نے آپس میں بانٹ لیا" یہی واقعہ ہے جس کو ولیم اردن نے "شورشِ دہلی بزمانِ نادر" کے ضمن میں لکھا ہے (ص ۱۵۷) ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۵ء میں آقا محمد خاں قاچار (بانی دولتِ قاچاریہ) نے لطف علی خاں، ژند کو جو نادر کا ایرانی جانشین تھا شکست دیکر اس تخت کے ٹوٹے پھوٹے ٹکڑے اس سے چھین لئے اور بقول بعض اُن ٹکڑوں کو موزونیت کے ساتھ باہم وصل کرا کے ایک نئے طرز کا تخت بنوایا تھا لیکن شاہ موصوف کا ترتیب جدید دلانا محقق نہیں البتہ مرزا نصر اللہ خاں فدائی، دولت یار جنگ بہادر کے مندرجہ ذیل بیان سے یہ امر اخذ کیا جا سکتا ہے کہ دولتِ قاچاریہ کے چوتھے تاجدار ناصر الدین شاہ قاچار نے ضرور ان کو باہم دگر پیوست کرا کر ایک نئی شکل میں تشکیل کیا ہے (ص ۱۵۸۔ تخت طاؤس، بحوالہ داستان ترکتازانِ ہند حصہ دوم ص ۵۸۶) لارڈ کرزن کے مطابق یہ تو مرتب تخت ایرانی شاہی خاندان کے محلات کے نئے عجائب خانہ واقع طہران میں رکھا ہوا ہے (تخت طاؤس ص ۱۵۹)

عہ کوہِ نور دنیا کا سب سے قیمتی ہیرا سمجھا جاتا رہا ہے، اس کی صحیح تاریخ ماضی کے دھندلکوں میں پوشیدہ ہے محققین نے جو حالات معلوم کئے ہیں ان میں بہت اختلاف ہے تاہم مختلف کڑیوں کو جوڑنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ہیرا گولکنڈہ کی کانوں سے تقریباً پانچ ہزار سال قبل نکلا تھا، شروع میں مہابھارت کے زمانہ کے ایک مشہور راجہ کرن کے قبضہ میں رہا پھر پانڈوں کے پاس آیا۔ بعد ازاں مختلف ہاتھوں سے گذرتا ہوا اجین کے فرمانروا راجہ چندر گپت وکرم مادتیہ کے پاس پہنچا پھر راجہ بھوج کو ملا اور وہاں سے دلی آیا اور پرتھوی راج کے قبضہ میں پہنچ گیا، پرتھوی راج کی شکست کے بعد مسلمان فرمانرواؤں کے پاس رہا اور خاندان غلامان، خلجی تغلق اور سید سے ہوتا ہوا لودھی فرمانرواؤں کو ملا ۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء میں بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست دیکر دہلی پر قبضہ کیا، ہمایوں نے آگرہ کو فتح کیا تو ابراہیم لودھی کی ماں نے یہ ہیرا ہمایوں کو پیش کیا پھر یہ ہیرا ہمایوں کی اولاد میں رہا۔ شاہجہاں نے اُسے اپنے تاج کی زینت بنایا، نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اور بہت سی قیمتی اشیاء کی طرح یہ ہیرا بھی اس کے قبضہ میں گیا، نادر شاہ کے قتل کے بعد احمد شاہ ابدالی کے ہاتھ آیا پھر اس کے بیٹے تیمور شاہ اور پوتے شاہ زماں کے پاس سے ہوتا ہوا شاہ شجاع کے قبضہ میں آگیا، جب شاہ شجاع کو دوست محمد خاں نے کابل سے نکالدیا تو وہ رنجیت سنگھ سے مدد کا طالب ہوا اور کوہ نور رنجیت سنگھ کو دیدیا۔ پھر شیر سنگھ کو، اس کے بعد اس کے بیٹے دلیپ سنگھ کو ملا ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء میں پنجاب حکومت برطانیہ میں شامل ہو گیا تو کوہِ نور بطور تحفہ ملکہ وکٹوریہ کی خدمت میں انگلستان پہنچا دیا گیا اسوقت سے ابتک یہ وہیں موجود ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۱۵۲ھ/۱۷۴۰ء میں مشرقی ممالک میں سخت بارش ہوئی گویا طوفانِ نوح کا نمونہ تھا۔ کہتے ہیں کہ چھ سو گاؤں بہہ گئے اور ہزاروں آدمی اس طوفان میں ہلاک ہو گئے۔ قصبہ سہسوان (ضلع بدایوں) کے گردو نواح میں ایک پچاس من وزنی آہنی قسم کا ایک گولہ آسمان سے گر کر زمین میں دھنس گیا اور اس سے آگ کے شعلے نکلتے رہے گرتے وقت کڑک جیسی مہیب آواز پیدا ہوئی جو بارہ بارہ میل تک لوگوں نے سُنی جب اس کا شعلہ بند ہو گیا تو ٹھنڈا ہونے پر آلات جر ثقیل کی مدد سے اُسے نکالا گیا اسوقت وہاں کا حاکم علی محمد خاں تھا۔ صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ میں نے بھی اُسے دیکھا کہ وہ توڑنے سے چینی کی طرح بکھر جاتا تھا[۱]۔ واضح رہے کہ یہ تینوں آفتیں جو اس سال پیش آئیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جو نعمتِ عظمیٰ (یعنی خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ) مخلوق کو حاصل تھی وہ واپس لے لی گئی[۲]۔

نادر شاہ کے ہندوستان سے واپس جانے کے بعد حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ کی صحت میں فرق آگیا اور آئے دن طبیعت خراب رہنے لگی پھر بخار شروع ہو گیا جس کی وجہ سے ضعف بڑھتا گیا[۳]، محمد شاہ بادشاہ کو آپ کی علالت کا علم ہوا تو اس نے مزاج پرسی کے لئے حاضر ہونے کی اجازت چاہی لیکن حضرت نے اب بھی اس کی درخواست کو قبول نہ فرمایا، آخر بادشاہ نے مزاج پرسی کے لئے آدمی مقرر کر دیا جو روزانہ حضرت کی خیر و عافیت معلوم کر کے بادشاہ کو اطلاع دیتا[۴]۔ علاج معالجہ میں حد درجہ کوشش کی گئی لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ مرض کی شدت اور ضعف کے غلبہ کے باوجود حضرت کے عبادات و وظائف اور اوراد و اشغال میں سرِ مو فرق نہ آیا آخر ۴ ذیقعدہ ۱۱۵۲ھ/۱۷۴۰ء کو بوقت اشراق انسٹھ سال کی عمر میں اس عالم فانی سے رحلت فرمائی، حضرت کے وصال و ولادت دونوں بدھ کے دن ہوئے[۵]۔ انتقال کی خبر سنکر تمام شہر میں ایک کہرام مچ گیا اور جملہ متعلقین، امیر و غریب، بادشاہ و وزیر سب رنج و غم اور آہ و بکا کرنے لگے۔ پھر حضرت کو غسل و کفن دیکر سرہند لے گئے اور ۱۲ ذیقعدہ بروز جمعرات شیخ سعد الدین کی حویلی سرہند میں دفن کیا گیا[۶]۔ بعد ازاں ۱۱۵۳ھ میں حضرت کی قبر پر ایک عالی شان گنبد بنایا گیا جو زنگارنگ کے نقش و نگار سے آراستہ تھا[۷]۔

آپ کی اولاد میں چار لڑکے: شیخ محمد عزیز اللہ، شیخ عبد القادر، شیخ محمد احرار ثانی، شیخ محمد معصوم مغفور اور دو لڑکیاں فاطمہ ثانی، بدر النساء ہیں۔

---

[۱] روضۃ القیومیہ رکن چہارم ص ۲۲۱ [۲] ص ۲۲۳ [۳] ص ۲۳۱ [۴] ص ۲۶۴ [۵] ص ۲۷۱ [۶] ص ۲۷۵ [۷] ص ۲۷۶۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے خانوادہ تیموریہ کو جسقدر نوازا تھا اس کی مثال پوری تاریخ میں مشکل ہی سے ملے گی، ان میں بڑے بڑے عظیم الشان بادشاہ پیدا ہوئے اور اکثر بادشاہ تو بہت ہی نیک سیرت، فرشتہ خصلت گذرے ہیں جنھوں نے علوم وفنون، نظم ونسق، تہذیب وتمدن اور ہمہ گیر اصلاحات کے لئے اپنی بہترین صلاحیتوں کو وقف کردیا تھا اور ان کی بہادری وشجاعت اور تعمیری کارناموں کا تو کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ نیز اس خانوادہ کے تقریباً تمام بادشاہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے منسلک رہے ہیں اسلئے بھی ہمیں اُن سے ایک درجہ تعلق ہے، پھر حُسنِ اتفاق کہ اکبر اور جہانگیر کا مختصر تذکرہ کتابِ مستطاب "حضرت مجدد الفِ ثانیؒ" میں آچکا ہے اور شاہجہاں سے روشن اختر (محمد شاہ) تک بادشاہوں کا مختصر تعارف پیشِ نظر تالیف کے حواشی میں آگیا ہے لہذا قدرتی طور پر خیال آیا کہ اول وآخر کے بادشاہوں کا بھی مختصر طور پر تذکرہ کردیا جائے تو ایک طرح سے تاریخی جامعیت بھی پیدا ہوجائیگی اور عوام کیلئے دلچسپی اور خواص کیلئے عبرت کا باعث بھی ہوگا (مؤلف)

برِّ صغیر میں سلطنتِ مغلیہ کا بانی شہنشاہ ظہیر الدین بابر تھا۔ ہندوستان آنے سے پہلے اس کی حکومت افغانستان میں تھی اور اس سے قبل فرغانہ میں۔ وہ امیر تیمور صاحبقران یعنی امیر تیمور گورگان کی پانچویں پشت میں تھا۔ تیمور تک اس کا شجرۂ نسب اس طرح ہے: بابر بن عمر شیخ[1] مرزا ابن ابو سعید[2] مرزا ابن سلطان محمد[3] مرزا ابن میران[4] شاہ بن امیر تیمور[5]۔ اب ہم اس سلسلہ کے بادشاہوں کا تذکرہ مختصر طور پر پیش کرتے ہیں:۔

(۱) امیر تیمور[1] ۷۳۶ھ / ۱۳۳۵ء میں سمرقند کے نواح میں پیدا ہوا، چنگیز خاں اس کے اجداد میں تھا۔ تیمور اپنے باپ کے مرنے کے بعد ۷۶۱ھ / ۱۳۶۰ء میں ایک قبیلہ کا سردار بنا۔ ۷۷۱ھ / ۱۳۷۰ء میں ترکستان اس کے زیرِ نگین آگیا اور سمرقند اس کا پایۂ تخت قرار پایا، اس کے بعد وہ دوسرے ملکوں کی فتوحات کے لئے روانہ ہوا۔ ایران اور

---

[1] امیر تیمور سے متعلق ایک واقعہ "آگاہی سید امیر کلالؒ" میں درج ہے کہ "ایک مرتبہ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت امیر کلالؒ شہر بخارا سے اپنے مکان تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں انھوں نے دیکھا کہ ایک جماعت بیٹھی ہوئی شریعتِ مطہرہ پر گفتگو اور اولیائے کرام کی ولایت وکرامت کا تذکرہ کررہی ہے، اسی جماعت میں امیر تیمور بھی تھا جب امیر تیمور کی نگاہ آپ پر پڑی اور اسے معلوم ہوا کہ آپ حضرت امیر کلالؒ ہیں تو وہ نہایت عجلت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا (باقی برصفحہ آئندہ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وسطِ ایشیا کے مختلف حصوں پر قبضہ کرتا ہوا ۷۸۲ھ / ۱۳۸۱ء میں روس کے دار الحکومت ماسکو تک جا پہنچا ۷۸۶ھ / ۱۳۸۵ء میں مازندران اور آذربائیجان پر قبضہ کر لیا۔ ۸۰۱ھ / ۱۳۹۸ء میں وہ شمال مغربی دروں کی راہ سے برصغیر پر حملہ آور ہوا اور آخری تغلق بادشاہ محمود شاہ بن محمد شاہ کو شکست دیکر اور دہلی پر قبضہ کر کے اسے تاخت و تاراج کیا پھر ایشیائے کوچک اور شام کا رخ کیا اور انگورہ کی جنگ میں ترکوں کو شکست دیکر سلطان بایزید یلدرم کو قید کر لیا۔ ۸۰۷ھ / ۱۴۰۵ء میں چین پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا کہ دستِ اجل نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ امیر تیمور کی قبر حضرت امیر کلال ؒ کے گنبد میں ہے ۔۔۔ تیمور کے چار لڑکے تھے اور ایک لڑکی۔ لڑکوں کے نام جہانگیر مرزا۔ عمر شیخ مرزا میران شاہ اور شاہ رخ مرزا۔ اول الذکر دو صاحبزادے باپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

(۲) میران شاہ بن امیر تیمور، جو بابر کے دادا کا دادا تھا باپ کے انتقال کے بعد صرف

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) اور سرِ نیاز خم کر کے درخواست کی کہ اے بزرگوارِ دین و اے نمائندۂ راہِ یقین! آپ کے کرم سے میں توقع رکھتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی خدمت سپرد فرمائیں جو درویشوں کی تسکینِ خاطر کا سبب ہو؟ حضرت امیر کلال ؒ نے فرمایا کہ "درویشوں کی باتیں مخفی ہوتی ہیں اور ہمارا طریقہ یہ ہے کہ جبتک مشائخ کی روحانیت سے کوئی اشارہ نہ ہو اپنی طرف سے ہرگز کچھ نہیں کہتے، تم انتظار کرو اور غافل نہ رہو کہ تمہارے کاموں میں عظیم کامیابی نظر آرہی ہے جو تمہیں پہنچے گی"۔ پھر　حضرت امیر کلال ؒ اپنے گھر پہنچے اور گوشۂ خلوت میں تشریف لیگئے بعد ازاں باہر آئے اور عشا کی نماز جماعت سے ادا کی اس کے بعد مشائخ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کی روحانیت سے ان کو جو کچھ معلوم ہوا فوراً اپنے ایک مخلص رازداں شیخ منصور کو بلا کر فرمایا "زود برو امیر تیمور را بگو کہ، ہیچ توقف نکند و فی الحال متوجہ خوارزم شوند و ہیچ چیز نظر نہ کنند اگر نشستہ باشند برخیزند و اگر استادہ باشند سوار شوند کہ ارواحِ طیبۂ مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اشارت فرمودہ اند کہ تمام مملکت را سر تا سر با شما و فرزندانِ شما دادہ اند، و چوں خوارزم در تصرفِ شما شود متوجہ سمرقند شوید"۔ [یعنی جلدی جا اور امیر تیمور سے کہہ کہ کچھ توقف نہ کرے اور اسی وقت خوارزم کی طرف متوجہ ہو جائے اور کسی چیز پر نظر نہ کرے اگر بیٹھا ہو تو اٹھ جائے اور اگر کھڑا ہو تو سوار ہو جائے کیونکہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ارواحِ طیبہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ تمام مملکت کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمہیں اور تمہاری اولاد کو دیدیا گیا ہے اور جب خوارزم تمہارے تصرف میں آجائے تو سمرقند کی جانب متوجہ ہو جاؤ۔] ۔۔۔ جب شیخ منصور امیر تیمور کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ امیر تیمور جواب کے انتظار میں ہے اور جوں ہی شیخ منصور نے یہ خوشخبری بہ تمام و کمال سنائی امیر تیمور بلا توقف روانہ ہو گیا۔ ۔۔۔ اور وہی ہوا کہ حضرت حق تبارک و تعالیٰ نے اس کو مملکت عطا کی اور جب وہ خوارزم میں مظفر و منصور ہو کر سمرقند پہنچا تو وہاں مقیم ہو گیا اس کے بعد اس کی فتوحات میں روز افزوں ترقی ہوتی رہی اور اس کا کام بلند تر ہوتا گیا۔ (آگاہی سرائے امیر کلال ص ۲۵ تا ۳۰)

امیر تیمور سے متعلق ایک اور روایت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ امیر تیمور حضرت خواجہ نقشبند ؒ کی خانقاہ کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ اتفاق سے اس وقت خانقاہ کے خدام فرش کی دریاں جھاڑ رہے تھے جس کی وجہ سے راستہ گرد آلود تھا۔ امیر تیمور نے اس غبار سے بچنے کی بجائے اس کو متبرک خیال کرتے ہوئے اپنے اوپر لیکر چہرہ پر مل لیا اور کہنے لگا غُبَارُ الْمَدِیْنَۃِ شِفَاءٌ [اس شہر کی مٹی شفا ہے]۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تین سال زندہ رہا، اس نے کوئی اہم کارنامہ انجام نہیں دیا۔ البتہ چوتھا لڑکا شاہ رخ مرزا صحیح معنوں میں باپ کا جانشین ہوا، لیکن باپ کے برعکس وہ نہایت رحمدل اور امن پسند تھا وہ باپ کے بعد تینتالیس ۴۳ سال زندہ رہا اور کامیابی کے ساتھ حکومت کر کے سنہ ۸۵۱ھ / ۱۴۴۷ء میں فوت ہو گیا۔ مشہور ہیئت دان الغ بیگ جس نے سمرقند میں عظیم الشان رصدگاہ بنوائی تھی اسی کا بیٹا تھا۔

(۳) سلطان محمد مرزا ابن میران شاہ بھی باپ کی طرح تقریباً غیر معروف رہا۔

(۴) ابوسعید مرزا ابن سلطان محمد مرزا البتہ سپہر شہرت پر ماہتاب بن کر چمکا، سنہ ۸۳۰ھ / ۱۴۲۷ء میں پیدا ہوا، الغ بیگ کے دورِ حکمرانی میں وہ اس کے دربار سے وابستہ رہا۔ جب الغ بیگ کو اس کے لڑکے عبداللطیف نے مروا دیا تو ابوسعید کو بھی قید و بند کی صعوبات برداشت کرنی پڑیں، لیکن وہ جلد ہی پہرہ داروں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر قید سے نکل بھاگا اور بخارا پہنچ گیا۔ جب عبداللطیف بھی قتل کر دیا گیا تو اس نے اپنی جمعیت کی مدد سے ترکستان اور توران پر قبضہ کر لیا اور سنہ ۸۵۵ھ / ۱۴۵۱ء میں تخت موروثی پر جلوس فرمایا۔ سنہ ۸۶۱ھ / ۱۴۵۷ء میں ہرات بھی اس کے قبضہ میں آ گیا، دس سال بعد سنہ ۸۷۱ھ / ۱۴۶۶ء میں اس کا مقابلہ قبیلہ آق قونیلو کے سلطان اوزون حسن سے ہوا، ابوسعید مرزا نے میانہ کے قریب جنگ میں شکست کھائی گرفتار ہوا اور یادگار محمد نے سنہ ۸۷۳ھ / ۱۴۶۹ء میں اس کو قتل کر دیا۔

(۵) عمر شیخ مرزا، ابوسعید مرزا کا چوتھا لڑکا جو بابر کا باپ تھا سنہ ۸۶۰ھ / ۱۴۵۶ء میں سمرقند میں پیدا ہوا۔ شروع میں ابوسعید مرزا نے اس کو کابل کا علاقہ دیا، بعد میں ولایتِ فرغانہ عطا کی۔ عمر شیخ مرزا نہایت پاک طینت، نیک سرشت، نکتہ سنج تھا، اہلِ کمال کی قدر کرتا تھا اس کو امورِ سلطنت، رعیت پروری اور عدل گستری میں یگانۂ روزگار سمجھا جاتا تھا۔ اس نے اپنے بھائیوں سے مقابلے جاری رکھے جس کی وجہ سے ناراض ہو کر انھوں نے فوج کشی کر دی لیکن جنگ سے پہلے ہی اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔

صاحب منتخب اللباب لکھتے ہیں کہ "اس نے چھبیس ۲۶ سال حکومت کی سنہ ۸۹۹ھ / ۱۴۹۴ء میں جبکہ اس کی عمر انتالیس ۳۹ سال تھی انتقال ہوا۔ اس کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ وہ کبوتروں کی سیر کے لئے کبوتر خانہ کی چھت پر گیا یہ عمارت بوسیدہ ہو چکی تھی مرزا کے چڑھتے ہی عمارت اچانک بیٹھ گئی اور اس کا انتقال ہو گیا[1]

بابر نے اپنی تزک میں اس کی بعض خوبیاں اس طرح بیان کی ہیں کہ "ان کے اخلاق و اطوار یہ تھے: حنفی مذہب اور خوش اعتقاد آدمی تھے، پانچوں وقت کی نماز پڑھتے تھے، قضائے عمری سب ادا کر دی تھیں، اکثر قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کے مرید تھے، اکثر ان کی

[1] منتخب اللباب حصہ اول ص ۵۶۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خدمت میں حاضر ہوتے تھے حضرت خواجہ بھی ان کو "فرزند" کے الفاظ سے مخاطب کرتے تھے، وہ خاصے پڑھے لکھے تھے، خمسین، مثنوی اور تاریخ کی کتابیں ان کی نظر سے گذری ہوئی تھیں، شاہنامہ کو بہت دیکھا کرتے تھے اگرچہ موزوں طبیعت تھے مگر شعر گوئی پر توجہ نہ کرتے تھے۔[ع]

(۹) بابر ۶ محرم ۸۸۸ھ / ۱۴۸۳ء بمقام فرغانہ پیدا ہوا، عمر شیخ مرزا نے تختِ سلطنت پر جلوس کرنے کے بعد مرزا محمد بابر کو بچپن ہی میں . . اندجان کی سرکار پر متعین کردیا۔ والد کی وفات کے بعد مرزا محمد بابر ۵ رمضان المبارک ۸۹۹ھ مطابق ۶ جون ۱۴۹۴ء کو جبکہ اس کی عمر محض بارہ[۱۲] سال تھی فرغانہ کا حکمران بنا۔ تقریباً دس سال تک وہ اس کوشش میں رہا کہ اپنے علاقہ کو دشمنوں سے محفوظ رکھے اور امیر تیمور کے پایۂ تخت سمرقند کو اپنے قبضہ میں لے آئے، لیکن آخر کار شیبانی خاں اور ازبکوں نے اس کو فرغانہ سے بھی نکال دیا اور وہ ترکِ وطن کرنے پر مجبور ہو گیا۔ ۹۰۱ھ / ۱۴۹۵ء سے ۹۳۰ھ / ۱۵۲۳ء تک وہ افغانستان اور بدخشان پر حکومت کرتا رہا، اسی دوران وہ ہندوستان کی فتح کے لئے روانہ ہوا اور رجب ۹۳۲ھ مطابق اپریل ۱۵۲۶ء میں پانی پت کے مقام پر سلطان ابراہیم لودھی کو شکست دیکر برصغیر میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی، ۶ جمادی الاولیٰ ۹۳۷ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۵۳۰ء کو زندگی کی ستاون[۵۷] بہاریں دیکھ کر راہی ملکِ بقا ہوا۔[۱]

بابر بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں کا انسان تھا، خطا بخشی اور جرم پوشی اس کی سرشت میں

---

[۱] بابر کی تاریخ وفات "بہشت روزی باد" سے نکلتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب ہمایوں حالتِ مرض میں سنبھل سے آگرہ کی نواح میں پہنچا اور اس کی بیماری سخت ہو گئی، دوا دارو علاج معالجہ سے کوئی فائدہ ہوتا ہوا نظر نہیں آیا تو ایک دن میر ابو البقا نے جو اس زمانہ کے ایک فاضل آدمی تھے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہزادہ کی زندگی کسی صدقہ کی طالب ہے جس کے بغیر موت ٹل نہیں سکتی، اگر بادشاہ سلامت ایسی کوئی چیز کہ اس سے زیادہ عزیز کوئی اور چیز نہ ہو بیٹے پر قربان کردیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمادے"۔ تجویز یہ ہوئی کہ وہ قیمتی الماس (غالباً کوہِ نور ہیرا) جو سلطان علاؤ الدین کے جواہر خانہ میں تھا اور جو آگرہ کی فتح کے دن شاہزادہ ہمایوں کے ہاتھ آیا تھا. . . . . صدقہ میں دیدیا جائے کہ اسے فروخت کرکے اس کی قیمت غربا میں تقسیم کردیں۔ بابر نے کہا "وہ پتھر کا ٹکڑا میری اور میرے بیٹے کی جان سے زیادہ عزیز اور قیمتی نہیں ہے، ہمایوں کے بعد اگر مجھے کچھ عزیز ہے تو وہ میری اپنی جان ہے اس لئے میں اس پتھر کی بجائے اپنے بیٹے پر اپنی جان ہی کو صدقہ کئے دیتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ اس نذر کو قبول فرمالے ؎

بہ پیشِ نقدِ جاں گوہر چہ باشد نثارِ دوست باشد ہر چہ باشد

چنانچہ بابر خلوت میں گیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگی اور تین مرتبہ بیٹے کے اطراف چکر لگا کر کہا "برداشتم، برداشتم، برداشتم" (یعنی میں نے اس کی بیماری اپنے اوپر لے لی) بس اسی دن سے ہمایوں کی صحت کے آثار پیدا ہو گئے اور محمد بابر بادشاہ عارضۂ جسمانی میں مبتلا ہو گیا"۔ (منتخب اللباب حصہ اول ص ۹۲، ۹۳)

[ع] بابر نامہ اردو ترجمہ تزک بابری ص ۲۵۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

داخل تھی، وہ ایک طرف نہایت بہادر، جری، فنِ سپہ گری کا ماہر تھا تو دوسری جانب علم وادب کا دلدادہ، عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کا متبحر عالم ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھا چنانچہ اس کا یہ شعر جو کابل میں بابر کے ہی بنوائے ہوئے ایک حوض کے کنارے کندہ ہے عام طور پر مشہور ہے ؎

نو روز و نو بہار و مے و دلربا خوش است بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

ان اوصاف وکمالات کے باوجود وہ نماز روزہ کا بڑا پابند تھا، بچپن ہی میں خواجہ عبید اللہ احرارؒ کا مرید ہوگیا تھا اور مشائخ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ تاریخ فرشتہ کا بیان ہے کہ بابر حنفی المذہب تھا، نماز کبھی قضا نہیں کی اور ہر جمعہ کو پابندی سے روزہ رکھتا تھا۔

(۷) محمد ہمایوں، ظہیر الدین بابر کا فرزندِ اکبر، جو اکبر بادشاہ کا باپ تھا، ۹۱۴ھ / ۱۵۰۸ء میں اس کی ولادت ہوئی، اس نے اپنی نرم مزاجی اور رحمدلی کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائیں اور زندگی کا بڑا حصہ پریشانیوں میں گذارا، بابر نے اس کی تعلیم وتربیت نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کی، اسی لئے ہندوستان کے مسلمان عالم فرمانرواؤں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ۹۳۷ھ / ۱۵۳۰ء میں بابر کے انتقال کے بعد وہ ہندوستان اور افغانستان کا بادشاہ بنا، اس نے افغانستان کا ایک حصہ اپنے سوتیلے بھائی کامران کو اور دوسرا حصہ دوسرے بھائی عسکری کو دیدیا لیکن ان دونوں نے اس کے ساتھ ہمیشہ غداری کی۔ ہمایوں نے گجرات پر حملہ کیا لیکن اس مہم کو کامیابی کی منزل تک نہ پہنچا سکا اس لئے کہ اس کی عدم موجودگی میں پٹھانوں نے بغاوت کردی تھی، اس کا مقابلہ پٹھان سردار شیر خاں سے ہوا جس نے اسے ۹۴۵ھ / ۱۵۳۹ء میں چوسا کے مقام پر اور ۹۴۶ھ / ۱۵۴۰ء میں قنوج کی لڑائی میں شکست دی۔ ہمایوں کو ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ شیر خاں کامیابی کے بعد شیر شاہ سوری کے لقب سے ہندوستان کا بادشاہ بنا۔ ہمایوں بیرم خاں کے مشورہ سے ایران گیا اور وہاں ۹۴۸ھ / ۱۵۴۲ء سے ۹۵۱ھ / ۱۵۴۵ء تک مقیم رہا پھر شاہ طہماسپ صفوی کی امداد سے افغانستان پر قابض ہوگیا، ۹۵۱ھ / ۱۵۴۵ء سے ۹۶۲ھ / ۱۵۵۵ء تک وہاں حکومت کرتا رہا۔ ۹۶۲ھ / ۱۵۵۵ء میں پھر ہندوستان آیا اور دہلی وآگرہ پر قابض ہوگیا۔

ہمایوں جرأت وہمت اور شرافت واخلاق کا بہترین نمونہ تھا۔ تاریخ فرشتہ کا بیان ہے کہ ہمایوں ہمیشہ باوضو رہتا تھا اور بلا وضو خدائے تعالیٰ کا نام کبھی نہیں لیتا تھا۔ چنانچہ ایک دن بادشاہ نے میر عبد الحی صدر کو عبدل کہہ کر پکارا اور اس کے بعد وضو کر کے ان سے کہا کہ "گفتگو کے وقت باوضو نہیں تھا اس لئے میں تمہیں تمہارے پورے نام سے نہیں پکار سکا۔" اس کی دینداری کے ثبوت میں یہی واقعہ کافی ہے کہ دوبارہ تخت نشینی کے چھ ماہ بعد اپنے کتب خانہ سے نیچے اتر رہا تھا کہ مؤذن نے اذان دی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بادشاہ اذان کے ادب سے وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گیا، اذان ختم ہونے کے بعد عصا کا سہارا لیکر اٹھا لیکن سوءِ اتفاق کہ عصا پھسل گیا اور بادشاہ زینہ سے زمین پر آ گرا، بہت علاج کیا گیا کوئی فائدہ نہ ہوا آخر ۱۱ ربیع الاول سنہ ۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء کو وفات پائی۔ تاریخِ وفات "ہمایوں بادشاہ از بام افتاد"۔

ہمایوں کے بعد اکبر (سنہ ۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء تا سنہ ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء) اور جہانگیر (سنہ ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء تا سنہ ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء) کا تذکرہ ہماری سابقہ تالیف "حضرت مجدد الفِ ثانیؒ" میں آچکا ہے اور مندرجہ ذیل بادشاہوں کا تذکرہ پیشِ نظر تالیف میں آگیا ہے۔

شاہجہاں (سنہ ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء تا سنہ ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء)

عالمگیر (سنہ ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء تا سنہ ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء)

بہادر شاہ اول (سنہ ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء تا سنہ ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء)

جہاندار شاہ (سنہ ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء تا سنہ ۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء)

فرخ سیر (سنہ ۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء تا سنہ ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء)

رفیع الدرجات و رفیع الدولہ (ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ مطابق فروری سنہ ۱۷۱۹ء تا شوال ۱۱۳۱ھ اگست سنہ ۱۷۱۹ء)

ان دونوں کا دورِ حکومت صرف تین تین ماہ رہا۔

البتہ محمد شاہ (سنہ ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء تا سنہ ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) کا انتیس ۲۹ سالہ دور بے انتہا اہمیت کا حامل ہے۔ نادر شاہ کے حملہ آور ہونے (جس کی وجہ سے سلطنتِ مغلیہ بالکل ہی مفلوج ہو گئی) اور اس کے واپس چلے جانے تک کے حالات کتاب ہذا میں آچکے ہیں۔ اس کے بعد اگرچہ محمد شاہ نے اپنی روش میں تبدیلی کر لی تھی لیکن یہ اقدام بعد از وقت تھا اس لئے سلطنت میں جان نہ پڑ سکی۔

جب سنہ ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء میں نادر شاہ ایران میں مارا گیا تو احمد خاں ابدالی یا درانی نے افغانستان میں خود مختاری کا اعلان کر دیا پھر اس نے سنہ ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء میں لاہور پر حملہ کیا۔ لاہور کے حاکم کی مدد کے لئے محمد شاہ نے اپنے ولی عہد کو ایک جرار لشکر دے کر بھیجا، سرہند کے قریب جنگ ہوئی اور احمد شاہ[1] درانی شکست کھا کر

---

[1] مولانا نصر اللہ خاں صاحب کابلی شارح مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے تھے کہ جب احمد شاہ درانی ہندوستان سے واپس گیا تو سرہند شریف سے مجددی خاندان کے تین بزرگ بھائیوں کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ (۱) شاہ غلام محمد صاحب بڑے بھائی جو قطبِ ارشاد تھے جنہوں نے پشاور میں قیام کیا اور وہیں ان کا مزار ہے اور ان کی اولاد و احفاد قندھار و ہرات میں آباد ہے۔ (۲) دوسرے بھائی عزت اللہ جو قطبِ فرد تھے ان کا مزار کابل میں ہے، بدخشاں اور نادرۂ ہرات میں ان کی اولاد و احفاد ہے۔ (۳) تیسرے بھائی شاہ صفی اللہ قیوم جہاں جن کا مزار یمین کی بندرگاہ صدیدہ میں ہے اور کابل والے مجددی حضرات آپ ہی کی اولادِ امجاد ہیں آپ ہی کے صاحبزادے شاہ عبد الباقی تھے۔ (مؤلف)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بھاگ گیا۔ بعد ازاں ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء کو محمد شاہ کا انتقال ہو گیا اور دو ماہ بعد جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء میں اس کے وزیر نظام الملک[1] آصف جاہ اول نے بھی وفات پائی۔ محمد شاہ سلطنت مغلیہ کا فرمانروا ضرور تھا مگر اس کی بادشاہت کا انحصار نظام الملک اور اس کے بیٹوں کے تدبر و شجاعت پر تھا اس کے دور کے اہم کام دہلی، جے پور اور اجین میں رصد گاہوں کا قیام ہے۔

محمد شاہ کے بعد احمد شاہ کا چھ سالہ دور (۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء تا ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء) ہے، وہ بھی عیش کوشی کی وجہ سے کوئی کام انجام نہ دے سکا۔ اس کے زمانہ میں عورتوں کا اثر بہت بڑھ گیا تھا۔ عماد الملک نے پہلے تو اس کو اپنی گرفت میں لینا چاہا لیکن جب کامیابی نہ ہوئی تو اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا کر اندھا کر دیا اور قید خانہ میں ڈال دیا۔

احمد شاہ کو راستہ سے ہٹا کر عماد الملک نے جہاندار شاہ کے بیٹے عزیز الدین کو تخت پر بٹھایا اور اس کو عالمگیر ثانی کا لقب دیا، یہ بادشاہ دینداری کی طرف مائل تھا اور سلطنت کے کاموں کی اصلاح کرنا چاہتا تھا لیکن عماد الملک کی بے جا مداخلت نے اسے کچھ نہ کرنے دیا، یہانتک کہ عماد الملک نے اس کو ایک فقیر سے ملاقات کے بہانے لیجا کر قتل کرا دیا۔ اس کا دور حکومت ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء تا ۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء ہے، اس کے دور کا اہم واقعہ پلاسی کی جنگ ہے۔

شاہ عالم ثانی جس کا اصل نام عالی گہر تھا، عالمگیر ثانی کا بیٹا تھا، باپ کی مجبوری اور اپنی جان کو خطرہ میں دیکھ کر وہ پہلے ہی دہلی سے نکل گیا تھا اس کی عدم موجودگی میں عالمگیر ثانی کا قتل ہوا، اسوقت وہ بہار میں تھا، اس نے وہیں اپنی تخت نشینی کی رسم ادا کی اور اس کے بعد وہ ۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء سے ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء تک تقریباً ۴۸ سال حکمران رہا لیکن حکمرانی برائے نام اور اس فقرہ کا مصداق تھی "بادشاہی شاہ عالم از دلی تا پالم"۔ اس کے طویل دور کے واقعات کی فہرست بھی کافی طویل ہے۔ اہم واقعات یہ ہیں:- پانی پت کی تیسری جنگ اور مرہٹوں کی شکست۔ بکسر کی لڑائی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کو بنگال اور بہار کی دیوانی کی تفویض۔ شاہ عالم کا انگریزوں کا پنشن خوار ہونا۔ مرہٹوں کا عروج۔ شاہ عالم کی الہ آباد سے دہلی کو واپسی۔ سکھرتال کی جنگ۔ حافظ رحمت خانؒ کی شہادت۔ روہیلکھنڈ کی تباہی۔ شاہ عالم کا نابینا کیا جانا۔ آگرہ، دہلی، علیگڈھ اور دوآبہ کے علاقہ پر انگریزوں کا قبضہ۔ سلطنت میسور کا عروج و زوال، ٹیپو سلطان کی شہادت۔ فورٹ ولیم کالج کا قیام۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کا انتقال وغیرہ۔

---

[1] نظام الملک آصف جاہ اول جس کی اولاد نے تقریباً دو سو سال ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء تک حیدرآباد دکن پر حکمرانی کی۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شاہ عالم ثانی کے بعد اکبر شاہ ثانی کا دور سنہ ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء سے سنہ ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء تک تقریباً اکتیس (۳۱) سال رہا، بادشاہ کی حیثیت پنشن خوار کی ہوگئی تھی اس لئے اس کے زمانے میں جتنے کام انجام پائے ان کی نسبت ایسٹ انڈیا کمپنی سے کی جاتی ہے اس کے زمانے میں حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی کا انتقال اور بالاکوٹ کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔

اس خاندان کا آخری فرمانروا سراج الدین بہادر شاہ ظفر تھا، یہ بادشاہ بہت دیندار، علماء و صوفیہ کا قدر دان تھا اس کا دورِ حکومت تقریباً بیس سال سنہ ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء سے سنہ ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء تک ہے، اس کے زمانے میں پنجاب اور سندھ پر انگریزوں کا قبضہ ہوا اور اس کی حکمرانی صرف قلعہ کے اندر محدود رہ گئی تھی، اسی زمانے میں میرٹھ کی ہندوستانی فوج نے بعض وجوہات کی بناء پر بغاوت کر دی اور اُس نے ۱۱ مئی سنہ ۱۸۵۷ء کو دلی پہنچ کر بادشاہ ظفر کو مجبور کیا کہ وہ اپنے شہنشاہِ ہند ہونے کا اعلان کر دیں چنانچہ بادشاہ ظفر نے مجبور ہو کر انگریزوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا اور بے سروسامانی کی حالت میں بھی تیرہ ہفتے تک جنگ جاری رکھی، آخر شکست کھائی اور ۱۴ ستمبر سنہ ۱۸۵۷ء کو انگریزوں کا دلی پر قبضہ ہوگیا، بادشاہ مقبرہ ہمایوں سے گرفتار کیا گیا اور انگریزوں نے اس کے نو بیٹوں کو گولی مار کر اُن شہزادوں کے سرخوان میں رکھ کر بادشاہ کے سامنے پیش کر دیئے، بادشاہ نے جگر گوشوں کے سر دیکھ کر نہایت صبر و تحمل سے منہ پھیر لیا اور فرمایا "الحمد للہ! تیموری شاہزادے میدانِ جنگ سے باپ کے سامنے سرخرو ہو کر لوٹے خداوند کریم ان کی مغفرت فرمائے"۔ بعد ازاں انگریزوں نے وہ قتل و غارت گری کی کہ نادر شاہ کا بھی ریکارڈ توڑ دیا پھر بادشاہ پر مقدمہ چلایا گیا اور اکتوبر سنہ ۱۸۵۸ء میں وہ بطور شاہی قیدی رنگون بھیج دیئے گئے جہاں چار برس کے بعد، نومبر سنہ ۱۸۶۲ء/۱۲۷۹ھ کو اُن کا انتقال ہوگیا۔ اس طرح سلطنتِ مغلیہ تقریباً سوا تین سو سال برصغیر پر قائم رہ کر بادشاہ ظفر پر ختم ہوگئی۔

اس مختصر مضمون سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہندوستان کی اتنی بڑی سلطنت مسلمانوں کو عطا فرمائی تھی کہ جس کے رعب و دبدبے سے دنیا لرزتی تھی لیکن افسوس کہ انھوں نے اس کی قدر نہ کی ابتداء تک ان میں نیک سیرت بادشاہ ہوتے رہے ان کی سلطنت قائم رہی اور جب ان میں عیش و عشرت اور فسق و فجور حد سے بڑھ گیا تو حق تعالیٰ نے نادر شاہ کو اُن پر مسلط کر دیا اُس نے ان کا وہ قتلِ عام کیا کہ یہ قوم "شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت" کہنے پر مجبور ہوگئی۔

اس کے بعد حق تعالیٰ نے مزید ڈھیل دی کہ اب بھی سنبھل جائیں لیکن جب مسلمان اپنی بداعمالیوں سے باز نہ آئے تو حق تعالیٰ نے اُن پر انگریز کو مسلط کر دیا جس نے سلطنت چھین کر وہ قتل و غارت گری کی کہ اس پر جس قدر ماتم کیا جائے کم ہے حالانکہ مغلیہ سلطنت کے مقابلے میں مٹھی بھر انگریز تھے لیکن مسلمانوں میں اتحاد نہ تھا اس لئے ان کی سلطنت کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا، پھر ایک عرصہ بعد جب مسلمانوں نے عہد کیا کہ اگر ہم کو ایک خطۂ زمین مل جائے تو ہم وہاں اسلامی نظام قائم کریں گے تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو ان پر رحم آگیا اس نے "پاکستان" جیسی عظیم سلطنت عطا فرما دی، لیکن سلطنت حاصل ہوتے ہی یہ قوم اپنے عہد سے پھر گئی تو حق تعالیٰ نے بھی اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اور پھر مزید مہلت دی، اب دیکھنا ہے کہ مسلمان اپنے اس عہد کو کس حد تک پورا کرتے ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کے
اذکار و ادعیہ
یعنی

اذکارِ معصومیہ

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کا ایک رسالہ جو اذکار و ادعیہ پر مشتمل ہے اور مکتبہ حکیم سیفی، بیڈن روڈ لاہور کی جانب سے طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ خود اس رسالہ کے متعلق فرماتے ہیں "اس فقیر نے اذکار و ادعیۂ ماثورہ موقتہ و غیر موقتہ اور ان میں سے بعض کے فضائل کے بارے میں ایک رسالہ احادیث کی معتبر کتابوں سے لکھا ہے اس کی نقل بھجوائی جاتی ہے آپ مطالعہ فرمائیں اور اس میں سے جسقدر کر سکیں عمل میں لائیں، رسالہ کافی بڑا ہے، فارسی زبان میں بہت سے فوائد پر مشتمل ہے اگر تمام رسالہ مطالعہ فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ (رسالہ ہٰذا) قرب کے سرا پردوں کے اسرار کا ایک خزانہ ہے، بارگاہِ قدس کی منازل تک پہنچانے والا ایک سمندر ہے، کوئی غوطہ خور چاہیے جو اس کی گہرائی سے جواہرِ نفیسہ نکالے اور کوئی تیراک چاہیے جو اس میں تیر کر مطلوب کے شہر تک پہنچ جائے"[۱] حق سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی فارسی عبارات کو اردو میں ترجمہ کر کے مکمل رسالہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے (مؤلف)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ، امابعد، یہ رسالہ ایک مقدمہ اور چھ فصلوں پر مشتمل ہے۔

مقدمہ، ذکر اور طاعات و عبادات کو شریعتِ منورہ کے مطابق ادا کرنے پر ترغیب دینے اور فضائلِ ذکر کی احادیث کے بیان میں ہے۔ فصل اول، ذکر کے درجات اور ہر درجہ کی فضیلت کے بیان میں۔ فصل دوم، بعض موقتہ اذکار و ادعیہ اور ان کے آداب کے بیان میں۔ فصل سوم، نماز کے آداب اور دعاؤں کے بیان میں۔

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۰۱۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فصل چہارم، جماعت وجمعہ کے فضائل میں ـــ فصل پنجم، غیر موقتہ اذکار میں ـــ فصل ششم، بعض ضروری مواعظ ونصائح کے بیان میں۔

توجان لے کہ جو احادیث (اس فقیر نے) اس رسالہ میں درج کی ہیں وہ کامل تلاش وکوشش کے بعد احادیث کی معتبر کتابوں مثل جامع الاصول، مشکوٰۃ، حصن حصین، غایۃ العمال، ترغیب وترہیب، جمع الجوامع سے لی ہیں اور علمائے حدیث نے ان احادیث میں کلام نہیں کیا ہے اگر کسی جگہ میں کلام کیا ہے تو اس کو بھی بیان کر دیا ہے تاکہ کامل اعتماد کے لائق ہو جائے اور اس رسالہ کے اختصار کی غرض سے اکثر اذکار اور دعاؤں کے فضائل کو ترک کر دیا ہے اور دوسرے مجموعہ میں جو کہ اس رسالہ سے الگ اور طویل ہے اعمال واذکار کے فضائل کو تفصیل کے ساتھ لکھ دیا ہے اگر شوق ہو تو اس کی طرف رجوع کریں۔

مقدمہ جاننا چاہیے کہ اولادِ آدم کی پیدائش سے مقصود لوازمِ بندگی کا بجالانا اور ذلت ومحتاجی اور عاجزی ونیستی کا اظہار کرنا ہے، ہستی وعزت، کبریائی وبے نیازی حضرت ربِ معبود کے لئے خاص ہے، جو بندہ کہ اپنے آپ کو بندگی سے بے نیاز جانے اور اپنی عزت وکبریائی کا اثبات کرے وہ خدائی کا دعویٰ کرنے والا ہے، بندہ کا کام بندگی کرنا ہے، خداوندی اُس تعالیٰ شانہٗ کا کام ہے، بندہ سے جسقدر بندگی اور اس کے لوازم یعنی ذلت وعاجزی کا اظہار زیادہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کی عنایات والطاف کا ورود اس کے حق میں اسی قدر زیادہ ہوگا۔ منتہی (بھی) بندی کی مانند عبادت سے چارہ نہیں رکھتا اور کسی شخص کو لوازمِ بندگی سے بے نیازی نہیں ہے اگرچہ بعض اہلِ سُکر اس کے برخلاف حکم کرتے ہیں اور بندگی کے کمالات سے محروم رہتے ہیں السکاریٰ معذ ورون [اہلِ سُکر معذور ہوتے ہیں] کمالِ انبیاءِ کرام اور خاتم الانبیا علیہ وعلیہم الصلوات والبرکات کے لئے ہے اور احکامِ بندگی اور عاجزی ومحتاجی کے لوازم ان حضرات میں سب سے زیادہ تھے، لیکن جاننا چاہیے کہ تمہاری ناقص عقلیں (بہت درست ہے) کسی امر کو بندگی اور اظہارِ عجز خیال کریں اور اس تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک ایسا نہ ہو، پس بندگی اس چیز کے ساتھ ہے جو کہ شارع (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے ماخوذ ہو اور نفس کو اس میں کوئی دخل نہ ہو، اور سخت ریاضتیں جو کہ شریعتِ منورہ کے موافق نہ ہوں اور پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے طریقے کے خلاف ہوں وہ مقبول نہیں ہوتیں اور اُس ذاتِ قدس (تعالیٰ شانہٗ) کی طرف کوئی راستہ نہیں کھولتیں، اس سلطنتِ شریعت میں جو کہ نفسِ راہزن کی اماری گی کے مادّہ کو کاٹتی اور اس کی انانیت کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دیتی ہے جب تو اچھی طرح غور کرے تو نفس پر سنت وشریعت کی متابعت سے زیادہ سخت وگراں کوئی چیز نہیں ہے اور کوئی ریاضت سنت پر عمل کرنے سے زیادہ افضل نہیں ہے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس لئے فنائے نفس اسی پر مربوط ہوئی۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ میں نے تیس[۳۰] سال مجاہدہ میں کوشش کی ہے میں نے شریعت کی متابعت پر عمل کرنے سے زیادہ سخت کوئی عمل نہیں پایا۔ لوگوں نے عمر بن نجیبؒ سے پوچھا تصوف کیا ہے؟ انھوں نے کہا شریعت کے امر و نہی پر صبر کرنا (قائم رہنا)۔ قَالَ الشَّیْخُ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ قُدِّسَ سِرُّہٗ فِیْ مَعَارِجِ الْھِدَایَۃِ فِیْ بَیَانِہٖ قِیْلَ اِنَّ الطُّرُقَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ اِنَّ تِلْکَ الطُّرُقَ کُلَّھَا مُنْدَرِجَۃٌ وَّمُنْدَمِجَۃٌ وَّمُنْطَوِیَۃٌ وَّمُنْسَلِکَۃٌ فِیْ دَائِرَۃِ الشَّرِیْعَۃِ الْکُبْرٰی الْمُجَلَّلَۃِ بِالشَّرِیْعَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ الْعُظْمٰی۔ وَھٰذِہِ الطُّرُقُ بِالنِّسْبَۃِ اِلٰی اَرْکَانِ شَجَرَۃِ الشَّرِیْعَۃِ اُصُوْلُھَا وَفُرُوْعُھَا وَعُرُوْقُھَا وَاَغْصَانُھَا وَاَوْرَاقُھَا وَاَزْھَارُھَا وَاَنْوَارُھَا وَلَا یُقَالُ ھِیَ اَشْیَاءٌ سِوَاھَا وَاُمُوْرٌ مُّبَایِنَۃٌ لَّھَا۔ لَا وَالَّذِیْ بَرَءَ النَّسَمَۃَ وَشَقَّ الْحَبَّۃَ، مَاوَرَاءَ الْحُجَّۃِ الْبَیْضَاءِ وَالشَّرِیْعَۃِ الْحَنِیْفِیَّۃِ الْکُبْرٰی اِلَّا بُنْیَانُ الضَّلَالِ وَالْعَمٰی وَمَا بَعْدَ صِرَاطِ الْحَقِّ الْقَوِیْمِ وَسَبِیْلِ اللّٰہِ الْمُسْتَقِیْمِ اِلَّا سُبُلُ الشَّیْطٰنِ الْمُبْعَدِ الرَّجِیْمِ وَالْمَطْرُوْدِ الْاَبْتَرِ الْعَقِیْمِ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ۔

تو جان لے کہ عبادات میں سب سے بہتر اور طاعات میں سب سے اول خالقِ کائنات کی یاد ہے اور بہت سی احادیث فضائلِ ذکر میں وارد ہوئی ہیں اُن میں سے چند یہاں درج کی جاتی ہیں :۔

(۱) یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ، وَاَنَا مَعَہٗ حَیْثُ مَا ذَکَرَنِیْ۔ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ، وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْہُ۔ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا، وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ بَاعًا، وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً ——— (۲) مَرَرْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ بِرَجُلٍ فِیْ مَغِیْبِ نُوْرِ الْعَرْشِ، قُلْتُ مَنْ ھٰذَا؟ مَلَکٌ؟ قِیْلَ لَا۔ قُلْتُ نَبِیٌّ؟ قِیْلَ لَا۔ قُلْتُ مَنْ ھُوَ؟ قَالَ ھٰذَا رَجُلٌ کَانَ فِی الدُّنْیَا لِسَانُہٗ رَطْبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَقَلْبُہٗ مُعَلَّقًا بِالْمَسَاجِدِ وَلَمْ یَسْتَسِبَّ لِوَالِدَیْہِ قَطُّ ——— (۳) اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ، وَاَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ، وَاَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ، وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْوَرِقِ، وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ۔ قَالُوْا بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، قَالَ، ذِکْرُ اللّٰہِ ——— (۴) اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ صِقَالَۃً وَّصِقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ۔ وَمَا مِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ قَالُوْا وَلَا الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ؟ قَالَ لَا، وَلَوْ اَنْ یَّضْرِبَ بِسَیْفِہٖ حَتّٰی یَنْقَطِعَ ———

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۵) مَنْ عَجَزَ مِنْكُمْ مِنَ اللَّيْلِ اَنْ يُّكَابِدَهٗ، وَبَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ يُّنْفِقَهٗ، وَجَبُنَ مِنَ الْعَدُوِّ اَنْ يُّجَاهِدَهٗ فَلْيُكْثِرْ ذِكْرَ اللهِ۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَالْبَزَّارُ، وَاللَّفْظُ لَهٗ وَفِيْ سَنَدِهٖ اَبُوْ يَحْيَى الْقَتَّابُ وَ بَقِيَّةٌ مُحْتَجٌّ بِهِمْ فِي الصَّحِيْحِ، وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ طَرِيْقِهٖ اَيْضًا ـــــ (۶) مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ اللهَ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ اللهَ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ ـــــ (۷) اَكْثِرُوْا ذِكْرَ اللهِ حَتّٰى يَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ ـــــ (۸) قَالَتْ اُمُّ اَنَسٍ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوْصِنِيْ قَالَ اهْجُرِي الْمَعَاصِيَ فَاِنَّهَا اَفْضَلُ الْجِهَادِ وَ اَكْثِرِيْ مِنْ ذِكْرِ اللهِ، فَاِنَّكِ لَا تَاْتِيْنَ اللهَ بِشَيْءٍ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ ذِكْرِهٖ ـــــ (۹) لَيْسَ بِتَحَسُّرٍ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا عَلٰى سَاعَةٍ مَرَّتْ بِهِمْ لَمْ يَذْكُرُوا اللهَ فِيْهَا ـــــ (۱۰) مَا مِنْ قَوْمٍ اجْتَمَعُوْا يَذْكُرُوْنَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُرِيْدُوْنَ بِذٰلِكَ اِلَّا وَجْهَهٗ، اِلَّا نَادَاهُمْ مُنَادٍ مِّنْ اَهْلِ السَّمَآءِ اَنْ قُوْمُوْا مَغْفُوْرًا لَّكُمْ، قَدْ بُدِّلَتْ سَيِّاٰتُكُمْ حَسَنَاتٍ ـــــ (۱۱) لَيَبْعَثَنَّ اللهُ اَقْوَامًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ وُجُوْهِهِمُ النُّوْرُ عَلٰى مَنَابِرِ اللُّؤْلُؤِ يَغْبِطُهُمُ النَّاسُ لَيْسُوْا بِاَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَآءَ۔ قَالَ فَجَثَا اَعْرَابِيٌّ عَلٰى رُكْبَتِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ! صِفْهُمْ لَنَا نَعْرِفْهُمْ قَالَ هُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللهِ مِنْ قَبَائِلَ شَتّٰى مِنْ بِلَادٍ شَتّٰى، يَجْتَمِعُوْنَ عَلٰى ذِكْرِ اللهِ يَذْكُرُوْنَهٗ ـــــ (۱۲) يَا اَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللهَ، جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ، جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ـــــ (۱۳) اَلذِّكْرُ الَّذِيْ لَا يَسْمَعُهُ الْحَفَظَةُ يَزِيْدُ عَلَى الذِّكْرِ الَّذِيْ يَسْمَعُهُ الْحَفَظَةُ سَبْعِيْنَ ضِعْفًا ـــــ (۱۴) اُذْكُرُوا اللهَ خَامِلًا۔ قِيْلَ وَمَا ذِكْرُ الْخَامِلِ، قَالَ الذِّكْرُ الْخَفِيُّ ـــــ (۱۵) خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ وَخَيْرُ الرِّزْقِ مَا يَكْفِيْ ـــــ (۱۶) ذِكْرُ اللهِ خَالِيًا كَمُبَارَزَةٍ اِلَى الْكُفَّارِ بَيْنَ الصُّفُوْفِ خَالِيًا ـــــ (۱۷) لَاَنْ اَذْكُرَ اللهَ تَعَالٰى مَعَ قَوْمٍ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ اِلٰى طُلُوْعِ الشَّمْسِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا، وَلَاَنْ اَذْكُرَ اللهَ مَعَ قَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ اِلٰى اَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ـــــ (۱۸) مَنْ اَطَاعَ اللهَ فَقَدْ ذَكَرَ اللهَ وَاِنْ قَلَّتْ صَلٰوتُهٗ وَ صِيَامُهٗ وَتِلَاوَتُهٗ لِلْقُرْاٰنِ، وَمَنْ عَصَى اللهَ فَلَمْ يَذْكُرْهُ وَاِنْ كَثُرَتْ صَلٰوتُهٗ وَصِيَامُهٗ وَ تِلَاوَتُهٗ لِلْقُرْاٰنِ ـــــ (۱۹) اِنَّ ذِكْرَ اللهِ شِفَاءٌ وَاِنَّ ذِكْرَ النَّاسِ دَاءٌ ـــــ (۲۰) لَا تُكْثِرِ الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ، فَاِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ قَسْوَةٌ لِّلْقَلْبِ وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيْ ـــــ (۲۱) يَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى وَعَزَّ وَجَلَّ، اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِيْ يَوْمًا اَوْ خَافَنِيْ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فِی مَقَامٍ ــــ (۲۲) قَالَ مُوْسٰی یَارَبِّ وَدِدْتُ اَنْ اَعْلَمَ مَنْ تُحِبُّ مِنْ عِبَادِكَ فَاُحِبَّہٗ۔ قَالَ اِذَا رَاَیْتَ عَبْدِیْ یُکْثِرُ ذِکْرِیْ فَاَنَا اَذِنْتُ لَہٗ فِیْ ذٰلِكَ وَاَنَا اُحِبُّہٗ۔ وَاِذَا رَاَیْتَ عَبْدِیْ لَایَذْکُرُنِیْ فَاَنَا حَجَبْتُہٗ عَنْ ذٰلِكَ وَاَنَا اُبْغِضُہٗ ــــ (۲۳) یَقُوْلُ مُوْسٰی یَارَبِّ اَقَرِیْبٌ اَنْتَ فَاُنَاجِیْكَ اَمْ بَعِیْدٌ فَاُنَادِیْكَ، فَاِنِّیْ اُحِسُّ حُسْنَ صَوْتِكَ وَلَا اَرَاكَ، فَاَیْنَ اَنْتَ؟ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا خَلْفَكَ وَاَمَامَكَ وَعَنْ یَّمِیْنِكَ وَشِمَالِكَ، یَامُوْسٰی اَنَا جَلِیْسُ عَبْدِیْ حِیْنَ یَذْکُرُنِیْ وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا دَعَانِیْ۔ ــــ (۲۴) اَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی مُوْسٰی اَتُحِبُّ اَنْ اَسْکُنَ مَعَكَ بَیْتَكَ۔ فَخَرَّ لِلّٰہِ سَاجِدًا، ثُمَّ قَالَ کَیْفَ تَسْکُنُ مَعِیْ فِیْ بَیْتِیْ؟ فَقَالَ یَامُوْسٰی اَمَا عَلِمْتَ اَنِّیْ جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ، وَحَیْثُ مَا الْتَمَسَنِیْ عَبْدِیْ وَجَدَنِیْ۔ رَوَاہُ ابْنُ شَاھِیْنٍ فِی التَّرْغِیْبِ فِی الذِّکْرِ عَنْ جَابِرٍ وَفِیْہِ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ الْمَدَائِنِیُّ۔ قَالَ اَحْمَدُ لَا اُحَدِّثُ عَنْہُ اَبَدًا۔

فصل اول

ذکر کے درجات اور ان درجات میں سے ہر ایک درجہ کے فضائل کے بیان میں۔

آپ جان لیں کہ حق سبحانہٗ کی یاد کے تین درجے ہیں:۔

درجۂ اول: اُس (سبحانہٗ و تعالیٰ) کی یاد اُن کلمات کے ساتھ کرنا جو کہ شرع میں وارد ہیں، مثل کلماتِ تسبیح و تحمید، تہلیل و تکبیر، تمجید و استغفار اور اُن کے علاوہ مناجات وغیرہ سے، اور ہر ایک کے فضائل بیشمار ہیں جیسا کہ کتبِ احادیث میں تفصیل کے ساتھ درج ہیں اور ان میں سے کچھ کا بیان آئے گا انشاءاللہ تعالیٰ، اکثر اہل اللہ نے زیادہ تر کلمۂ تہلیل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر رغبت کی ہے اور اس کا نفع بہت دیکھا ہے اور اس کی تاثیر باطن کی طہارت میں بہت زیادہ سمجھی ہے کیونکہ یہ کلمۂ مبارک طالبِ (حق) کو کشاں کشاں ماسوا سے مطلوب تک لیجاتا ہے اور بعض خوش نصیب طالب اس کلمۂ طیبہ کے بکثرت کہنے سے اپنے اندر خاص فنائیت محسوس کرتے ہیں اور ہر سانس میں بہت دفعہ مرتے ہیں ؎

دمے صد بار در یادِ تو میرم　　بدیں بے طاقتی نامِ تو گیرم

[میں تیری یاد میں ایک سانس میں سو بار مرتا ہوں، اس بے طاقتی کے باوجود تیرا نام لیتا ہوں]

کلمۂ طیبہ کے فضائل میں احادیث:۔

(۱) اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ــــ (۲) اِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَرَقَتِ السَّمٰوٰتِ حَتّٰی تَقِفَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ، فَیَقُوْلُ اسْکُنِیْ، فَتَقُوْلُ کَیْفَ اَسْکُنُ وَلَمْ تَغْفِرْ لِقَائِلِیْ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فَیَقُوْلُ مَا اَجْرَیْتُہٗ عَلٰی لِسَانِہٖ اِلَّا وَقَدْ غَفَرْتُ لَہٗ، رَوَاہُ الدَّیْلَمِیُّ عَنْ اَنَسٍ ــــ (۳) سَاَلَ مُوْسٰی رَبَّہٗ حِیْنَ اَعْطَاہُ التَّوْرٰتَ اَنْ یُّعَلِّمَہٗ دَعْوَۃً یَّدْعُوْبِھَا، فَاَمَرَہٗ اَنْ یَّدْعُوَ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، فَقَالَ مُوْسٰی یَارَبِّ کُلُّ عِبَادِکَ یَدْعُوْبِھَا، وَاِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ تَخُصَّنِیْ بِدَعْوَۃٍ اَدْعُوْکَ بِھَا. فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَامُوْسٰی لَوْاَنَّ السَّمٰوٰتِ وَسَاکِنِیْھَا وَالْبِحَارَ وَمَا فِیْھَا وُضِعُوْا فِیْ کِفَّۃٍ وَّوُضِعَتْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِیْ کِفَّۃٍ لَوَزَنَتْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ ــــ (۴) لِکُلِّ شَیْءٍ مِفْتَاحٌ وَّ مِفْتَاحُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ ــــ (۵) مَا مِنْ عَبْدٍ یَّقُوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِائَۃَ مَرَّۃٍ اِلَّا بَعَثَہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَوَجْھُہٗ کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ وَلَمْ یُرْفَعْ لِاَحَدٍ یَّوْمَئِذٍ عَمَلٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمَلِہٖ اِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ قَوْلِہٖ اَوْزَادَ عَلَیْہِ۔ رَوَاہُ اَبُو الشَّیْخِ وَالدَّیْلَمِیُّ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ ــــ (۶) مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَمَدَّھَا، ھُدِمَتْ لَہٗ اَرْبَعُ اٰلَافِ ذَنْبٍ مِّنَ الْکَبَائِرِ۔ رَوَاہُ ابْنُ النَّجَّارِ عَنْ نُعَیْمٍ عَنْ اَنَسٍ ــــ (۷) مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ قِیْلَ وَمَا اِخْلَاصُھَا، قَالَ اَنْ تَحْجُزَہٗ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰہِ۔ رَوَاہُ الْحَکِیْمُ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ۔ وَرَوَی الْخَطِیْبُ عَنْ اَنَسٍ اَنْ تَحْجُزَ عَنْ کُلِّ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ ــــ (۸) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تَدْفَعُ عَنْ قَائِلِھَا تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ بَابًا مِّنَ الْبَلَاءِ اَدْنَاہُ الْھَمُّ۔ رَوَاہُ الدَّیْلَمِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ ــــ (۹) لَایَزَالُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تَحْجُبُ غَضَبَ الرَّبِّ عَنِ النَّاسِ مَالَمْ یُبَالُوْا مَا ذَھَبَ مِنْ دِیْنِھِمْ، اِذَا اَصْلَحَتْ لَھُمْ دُنْیَاھُمْ، فَاِذَا قَالُوْھَا قِیْلَ لَھُمْ کَذَبْتُمْ لَسْتُمْ مِّنْ اَھْلِھَا، رَوَاہُ ابْنُ النَّجَّارِ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ۔

درجۂ دوم:۔ قرآن مجید کی تلاوت کے فضائل، اللہ سبحانہٗ کا ذکر اس کے کلام پڑھنے کے ذریعہ اس تعالیٰ شانہٗ کو یاد کرنا ہے، اس یاد میں اس سبحانہٗ کے ساتھ کامل مصاحبت ہے، کلام اس تعالیٰ شانہٗ کی حقیقی ازلی صفت ہے کہ اس (تعالیٰ شانہٗ) نے اپنی کمال عنایت بے انتہا سے اس عالم میں اس کو جلوہ گر بنایا ہے اور ظاہر ہے کہ صفت کو اپنے موصوف کے ساتھ کمال درجہ کا قُرب و اتحاد ہے، پس سوچنا چاہئے کہ اس صفت کے ساتھ موصوف و متحقق ہونا کس قدر قُرب کا ثمرہ دینے والا ہو گا ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشت   تا بر لبِ او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تا کہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لبوں کو بوسہ دے لوں]

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حدیث شریف میں آیا ہے :- (۱) اَلَا مَنِ اشْتَاقَ اِلَی اللّٰہِ فَلْیَسْمَعْ کَلَامَ اللّٰہِ ـــــ (۲) اَھْلُ الْقُرْاٰنِ اَھْلُ اللّٰہِ وَخَاصَّتُہٗ ـــــ (۳) اَعْبَدُ النَّاسِ اَکْثَرُھُمْ تِلَاوَۃً لِّلْقُرْاٰنِ ـــــ (۴) فَضْلُ حَمَلَۃِ الْقُرْاٰنِ عَلَی الَّذِیْنَ لَمْ یَحْمِلُوْہُ کَفَضْلِ الْخَالِقِ عَلَی الْمَخْلُوْقِ ـــــ (۵) اَکْرِمُوْا حَمَلَۃَ الْقُرْاٰنِ فَمَنْ اَکْرَمَھُمْ فَقَدْ اَکْرَمَ اللّٰہَ، اَلَا فَلَا تَنْقُصُوْا حَمَلَۃَ الْقُرْاٰنِ حُقُوْقَھُمْ فَاِنَّھُمْ مِّنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ، کَادَ حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ اَنْ یَّکُوْنُوْا اَنْبِیَاءَ اِلَّا اَنَّہٗ لَا یُوْحٰی اِلَیْھِمْ۔ رَوَاہُ الدَّیْلَمِیُّ ـــــ (۶) دَرَجُ الْجَنَّۃِ عَلٰی قَدْرِ اٰیِ الْقُرْاٰنِ بِکُلِّ اٰیَۃٍ دَرَجَۃٌ، فَتِلْکَ سِتَّۃُ اٰلَافٍ وَّمِائَتَا اٰیَۃٍ وَّسِتَّۃَ عَشَرَ اٰیَۃً، بَیْنَ کُلِّ دَرَجَتَیْنِ مِقْدَارُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ، فَیَنْتَھِیْ بِہٖ اِلٰی اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ، لَھَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ رُکْنٍ، وَھِیَ یَاقُوْتَۃٌ تُضِیْئُ مَسِیْرَۃَ اَیَّامٍ وَّلَیَالِیَ۔ رَوَاہُ الدَّیْلَمِیُّ ـــــ (۷) لَا فَاقَۃَ لِرَجُلٍ یَّقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَلَا غِنٰی لَہٗ بَعْدَہٗ ـــــ (۸) حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ، فَمَنْ عَادَاھُمْ فَقَدْ عَادَی اللّٰہَ، وَمَنْ وَّالَاھُمْ فَقَدْ وَالَی اللّٰہَ، رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ـــــ (۹) اِذَا اَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یُّحَدِّثَ رَبَّہٗ فَلْیَقْرَءِ الْقُرْاٰنَ ـــــ (۱۰) اَفْضَلُ الذِّکْرِ تِلَاوَۃُ الْقُرْاٰنِ۔

جاننا چاہئے کہ ذکر کو اس حدیث میں اگر ہم عام معنی میں لیں جو کہ غفلت کا دور ہونا ہے اور لفظِ ذکر جو کہ کلمۂ طیبہ کی فضیلت والی حدیث میں مذکور ہوا خاص متعارف معنی میں لیں جو کہ مخصوص کلمات کے ساتھ ذکر ہوگا تو جو تضاد (ٹکراؤ) کہ بظاہر دو حدیثوں کے درمیان آتا ہے رفع ہو جاتا ہے اور نیز اگر افضل بعض اشخاص کے متعلق انفع ہونے کے اعتبار سے کہا جائے تب بھی تضاد (ٹکراؤ) رفع ہو جاتا ہے کیونکہ بعض اشخاص کے لئے کلمۂ طیبہ کا تکرار انفع ہے اور بعض کے لئے قرآن مجید کی تلاوت (انفع ہے)۔

درجۂ سوم :- نماز کی فضیلت میں (کہ یہ) اِن دونوں درجوں کی جامع ہے، یہ نماز کی ادائیگی کے ساتھ جو کہ تلاوتِ[۱] قرآن مجید پر مشتمل ہے اور نیز دوسرے اذکار[۲] مثل تکبیرات و تسبیحات و شہادتین و تہلیل اور سیدِ انام (حضرت محمد مصطفٰے) علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف[۴] پڑھنا اور دعا[۳] جو کہ اعظم عبادت ہے اور خشوع و آداب و اظہار لوازمِ بندگی جو کہ انسان کی پیدائش کا مقصودِ اصلی ہے اس کے علاوہ ہیں، اور سجدہ[۵] پر مشتمل ہے جو کہ قرب کا سب سے بڑا مقام ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے :- (۱) اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ اِلَی اللّٰہِ وَھُوَ سَاجِدٌ ـــــ (۲) اَلسَّاجِدُ یَسْجُدُ عَلٰی قَدَمَیِ اللّٰہِ فَلْیَرْغَبْ وَلْیَسْأَلْ ـــــ (۳) اِذَا سَجَدَ الْعَبْدُ طَھُرَ سُجُوْدُہٗ تَحْتَ جَبْھَتِہٖ اِلٰی سَبْعِ اَرَضِیْنَ ـــــ اور نماز[۶] کعبہ معظمہ کی طرف جو کہ ظہورِ اصل کا محل ہے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نمازی کی توجہ پر مشتمل ہے اور نماز لہو و لعب کو جو کہ حرام کر دیئے گئے ہیں حرام کرنے والی ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ۔ اور نماز مفطرات ثلاثہ (کھانا، پینا اور جماع) سے رُکنے پر مشتمل ہے، اور نماز اللہ تعالیٰ کیلئے مسلمانوں کے اجتماع کا جو کہ برکات کا ثمرہ دینے والا ہے ذریعہ ہے یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ۔ نماز نجاستوں اور حدثوں سے پاکی کا سبب ہے، بیت اللہ تعالیٰ کی طرف چلنے کا ذریعہ ہے، قرآن مجید نماز میں اور ہی شان رکھتا ہے اور اس موقع کے اذکار دوسرا ہی نتیجہ رکھتے ہیں، اس مقام کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے اور اس مجموع کے خشوع و آداب ہدایت کے بہت زیادہ قریب ہیں، اس مقام کے قیام و قعود بیشمار برکات و قربات (ثواب) کا ثمرہ دینے والے ہیں اور اس معرکہ کے رکوع و سجود مشاہدہ و شہود سے بہتر ہیں مختصر یہ کہ اعمالِ کثیرہ متبرکہ کو جمع کر کے ایک عمل بنا دیا گیا ہے اور بیشمار نیکیوں کو معجون مرکب کر کے ایک نیکی سے موسوم کر دیا گیا ہے اور اسی جامعیت کے باعث (نماز کو) افضلِ اعمال میں سے قرار دیا گیا ہے، اس ذرۂ حقیر کی کیا طاقت کہ نماز کے کمالات بیان کرے، البتہ اس قدر جانتا ہے کہ جو قرب (الٰہی) اس (نماز) کے ادا کرنے کے وقت ہوتا ہے اس (نماز) کے باہر شاذ و نادر ہی ظاہر ہوتا ہے، نماز ہی ہے جو کہ اس بے نشان (ذاتِ حق سبحانہٗ) کا کچھ نشان رکھتی ہے، کامل نمازی اس کی ادائیگی کے وقت گویا عالمِ دنیوی سے جو کہ ظہوراتِ ظلیہ کے وارد ہونے کا مقام ہے باہر نکل جاتا ہے اور عالمِ اُخروی میں جو کہ ظہورِ اصل کا محل ہے داخل ہو جاتا ہے اور اُس معاملہ سے کچھ حصہ پالیتا ہے، اس لئے اس (نماز) کو حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مؤمن کی معراج فرمایا ہے کیونکہ معراج کی رات میں آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے الگ ہو کر آخرت سے جا ملے تھے اور جو قُرب کہ قربِ آخرت کے مناسب ہے حاصل کر لیا تھا، اس قُرب کا نشان اس عالم (دنیا) میں نماز میں نشانی رکھتا ہے اور حیرت و ہجران کی وادی کے شیفتگان کو اس فرحت بخشنے والی خوشخبری کے ساتھ تسکین و آرام بخشتی ہے تاکہ اس کی حقیقت کی طرف دوڑیں اور مطلوب کو اس سے تلاش کریں اسی لئے حضورِ انور علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے فرمایا ہے اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ اور نیز فرمایا ہے قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔ اب (یہ فقیر) چند احادیث فضائل نماز میں لکھتا ہے۔

احادیث فضائلِ نماز:

(۱) اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ الْجِنَانِ وَکُشِفَتْ لَہُ الْحُجُبُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ رَبِّہٖ وَاسْتَقْبَلَتْہُ الْحُوْرُ الْعِیْنُ مَالَمْ یَتَمَخَّطْ ـــــ (۲) اِنَّ الْمُصَلِّیْ لَیَقْرَعُ بَابَ الْمَلِکِ، وَاِنَّہٗ مَنْ یُّدِمْ قَرْعَ الْبَابِ یُوْشِکُ اَنْ یُّفْتَحَ لَہٗ ـــــ (۳) مَنْ حَافَظَ عَلَی الصَّلٰوۃِ کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا وَّبُرْھَانًا وَّنَجَاۃً یَّوْمَ الْقِیَامَۃِ، وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْھَا لَمْ تَکُنْ لَّہٗ نُوْرًا وَّلَا بُرْھَانًا وَّلَا نَجَاۃً وَّکَانَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَھَامَانَ ـــــ (۴) مَامِنْ مُّسْلِمٍ یَّتَوَضَّأُ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فَیُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ یَقُوْمُ فِیْ صَلٰوتِہٖ فَیَعْلَمُ مَا یَقُوْلُ اِلَّا انْفَتَلَ کَیَوْمٍ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ مِنَ الْخَطَایَا لَیْسَ عَلَیْہِ ذَنْبٌ ـــــ (۵) اَلصَّلٰوۃُ تُسَوِّدُ وَجْہَ الشَّیْطٰنِ وَالصَّدَقَۃُ تَکْسِرُ ظَھْرَہٗ وَالتَّحَابُّ فِی اللّٰہِ وَالتَّوَدُّدُ فِی الْعَمَلِ یَقْطَعُ دَابِرَہٗ. فَاِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِکَ تَبَاعَدَ مِنْکُمْ کَمَطْلِعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِھَا ـــــ (۶) اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ عَاھَۃً نَظَرَ اِلٰی اَھْلِ الْمَسَاجِدِ فَصَرَفَ عَنْھُمْ ـــــ (۷) اِذَا دَخَلَ الْعَبْدُ فِیْ صَلٰوتِہٖ اَقْبَلَ اللّٰہُ عَلَیْہِ، فَلَا یَنْصَرِفُ عَنْہُ حَتّٰی یَنْقَلِبَ اَوْ یُحْدِثَ حَدِیْثَ سُوْءٍ، ـــــ (۸) اِنَّ الصَّلٰوۃَ وَالصِّیَامَ وَالذِّکْرَ یُضَعِّفُ النَّفَقَۃَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ سَبْعُ مِائَۃِ ضِعْفٍ. ـــــ (۹) اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ، اُتِیَ بِذُنُوْبِہٖ کُلِّھَا فَوُضِعَتْ عَلٰی رَأْسِہٖ وَعَاتِقِہٖ فَکُلَّمَا رَکَعَ وَسَجَدَ تَسَاقَطَ عَنْہُ ـــــ (۱۰) مَا مِنْ حَالَۃٍ یَکُوْنُ عَلَیْھَا الْعَبْدُ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ اَنْ یَّرَاہُ سَاجِدًا یُعَفِّرُ وَجْھَہٗ فِی التُّرَابِ ـــــ (۱۱) اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ کَمَثَلِ نَھْرٍ عَذْبٍ عَلٰی بَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ فَمَا یُبْقِیْ مِنْ ذٰلِکَ مِنَ الدَّنَسِ ـــــ (۱۲) اَلْمَلَآئِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَّا دَامَ فِیْ مُصَلَّاہُ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْہِ مَا لَمْ یُحْدِثْ اَوْ یَقُمْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ ـــــ (۱۳) اِذَا تَطَھَّرَ الرَّجُلُ ثُمَّ مَرَّ اِلَی الْمَسْجِدِ یَرْعَی الصَّلٰوۃَ، کُتِبَ لَہٗ بِکُلِّ خُطْوَۃٍ یَخْطُوْھَا اِلَی الْمَسْجِدِ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَالْقَاعِدُ یَرْعَی کَالْقَانِتِ، وَیُکْتَبُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ مِنْ حِیْنَ یَخْرُجُ مِنْ بَیْتِہٖ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَیْہِ ـــــ (۱۴) اِذَا تَوَضَّأَ اَحَدُکُمْ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ، لَمْ یَرْفَعْ قَدَمَہُ الْیُمْنٰی اِلَّا کَتَبَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ لَہٗ حَسَنَۃً، وَلَمْ یَضَعْ قَدَمَہُ الْیُسْرٰی اِلَّا حَطَّ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْہُ سَیِّئَۃً، فَیَقْرُبُ اَوْ یَبْعُدُ۔ فَاِنْ اَتَی الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی فِیْ جَمَاعَۃٍ غُفِرَ لَہٗ، وَاِنْ اَتَی الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّوْا وَبَقِیَ بَعْضٌ صَلّٰی مَا اَدْرَکَ وَاَتَمَّ مَا بَقِیَ، کَانَ کَذٰلِکَ، فَاِنْ اَتَی الْمَسْجِدَ وَکُلٌّ صَلَّوْا فَاَتَمَّ الصَّلٰوۃَ کَانَ کَذٰلِکَ ـــــ (۱۵) لَا یَزَالُ الْعَبْدُ فِیْ صَلٰوۃٍ مَّا دَامَ فِی الْمَسْجِدِ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ ـــــ (۱۶) اَمَّا الْوُضُوْءُ فَاِنَّکَ اِذَا تَوَضَّأْتَ وَغَسَلْتَ کَفَّیْکَ بِمَاءٍ خَرَجَتْ خَطَایَاکَ مِنْ بَیْنِ اَظْفَارِکَ وَاَنَامِلِکَ مَضْمَضْتَ وَاسْتَنْشَقْتَ مَنْخِرَکَ وَغَسَلْتَ وَجْھَکَ وَیَدَیْکَ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ وَمَسَحْتَ رَأْسَکَ وَغَسَلْتَ رِجْلَیْکَ اِلَی الْکَعْبَیْنِ اِغْتَسَلْتَ مِنْ عَامَّۃِ خَطَایَاکَ، فَاِنْ وَضَعْتَ اَنْتَ وَجْھَکَ لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ خَرَجْتَ مِنْ خَطَایَاکَ کَیَوْمٍ وَّلَدَتْکَ اُمُّکَ ـــــ (۱۷) اَبْشِرُوْا، ھٰذَا رَبُّکُمْ فَتَحَ بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ السَّمَآءِ یُبَاھِیْ بِکُمُ الْمَلَآئِکَۃَ یَقُوْلُ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

انظُرُوا إلى عِبادِي قد قَضَوا فَرِيضَةً وَّهُم يَنتَظِرُونَ أُخرى ـــــ (١٨) مَن تَوَضّأ فأسبَغ الوُضُوءَ وَغَسَلَ يَدَيهِ وَوَجهَهُ وَمَسَحَ عَلى رَأسِهِ وأُذُنَيهِ وَغَسَلَ رِجلَيهِ، ثُمَّ قامَ إلى الصَّلوةِ المَفرُوضَةِ غَفَرَ اللهُ لَهُ فِي ذلِكَ اليَومِ ما مَشَتْ إلَيهِ رِجلاهُ وَقَبَضَتْ عَلَيهِ يَداهُ وَسَمِعَتْ إلَيهِ أُذُناهُ وَنَظَرَتْ إلَيهِ عَيناهُ وَحَدَّثَ بِهِ نَفسُهُ مِن سُوءٍ ـــــ (١٩) إذا تَوَضّأ العَبدُ فأحسَنَ الوُضُوءَ، ثُمَّ قامَ إلى الصَّلوةِ فَأَتَمَّ رُكُوعَها وَسُجُودَها وَالقِراءَةَ فِيها، قالَتْ حَفِظَكَ اللهُ كَما حَفِظتَنِي، ثُمَّ صُعِدَ بِها إلى السَّماءِ وَلَها ضَوءٌ وَّنُورٌ وَّفُتِحَت لَهُ أبوابُ السَّماءِ، وإذا لَم يُحسِنِ العَبدُ الوُضُوءَ وَلَم يُتِمَّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ وَالقِراءَةَ فِيها، قالَتْ ضَيَّعَكَ اللهُ كَما ضَيَّعتَنِي ثُمَّ صُعِدَ بِها إلى السَّماءِ وَعَلَيها ظُلمَةٌ وَّغُلِّقَتْ أبوابُ السَّماءِ، ثُمَّ تُلَفُّ كَما يُلَفُّ الثَّوبُ الخَلَقُ ثُمَّ يُضرَبُ بِها وَجهَ صاحِبِها ـــــ (٢٠) لَو رَأيتُما أنَّ رَبَّكُم فَتَحَ باباً مِنَ السَّماءِ فأرى مَجلِسَكُم مَلائِكَتَهُ يُباهِي بِكُم وَأنتُم تَرقُبُونَ ـــــ (٢١) الصَّلوةُ المَكتُوبَةُ إلى الصَّلوةِ الَّتِي قَبلَها كَفّارَةٌ لِما بَينَهُما، وَالجُمُعَةُ إلى الجُمُعَةِ الَّتِي قَبلَها كَفّارَةٌ لِما بَينَهُما، وَالشَّهرُ إلى الشَّهرِ كَفّارَةٌ لِما بَينَهُما إلّا مِن ثَلثٍ الإشراكِ بِاللهِ، وَتَركِ السُّنَّةِ وَنَكثِ الصَّفقَةِ، قِيلَ يا رَسُولَ اللهِ أمّا الإشراكُ بِاللهِ فَقَد عَرَفناهُ فَما نَكثُ الصَّفقَةِ وَتَركُ السُّنَّةِ؟ فَقالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أمّا نَكثُ الصَّفقَةِ فأن تُبايِعَ رَجُلاً بِيَمِينِكَ ثُمَّ تُخالِفَ إلَيهِ فَتُقاتِلَهُ بِسَيفِكَ وَأمّا تَركُ السُّنَّةِ فالخُرُوجُ مِنَ الجَماعَةِ۔ ـــــ (٢٢) قُرآنٌ فِي صَلوةٍ خَيرٌ مِّنَ القُرآنِ فِي غَيرِ صَلوةٍ، وَقُرآنٌ فِي غَيرِ الصَّلوةِ خَيرٌ مِّمّا سِواهُ مِنَ الذِّكرِ، وَالذِّكرُ خَيرٌ مِّنَ الصَّدَقَةِ، وَالصَّدَقَةُ خَيرٌ مِّنَ الصِّيامِ وَالصِّيامُ جُنَّةٌ مِّنَ النّارِ وَلا قَولَ إلّا بِعَمَلٍ وَّلا قَولَ وَلا عَمَلَ إلّا بِنِيَّةٍ، وَلا قَولَ وَلا عَمَلَ وَلا نِيَّةَ إلّا بِاتِّباعِ السُّنَّةِ رَوى هذا الحَدِيثَ أبُو نَصرٍ السِّجزِيُّ فِي الإبانَةِ وَقالَ غَرِيبُ المَتنِ وَالإسنادِ ـــــ

(٢٣) مَنِ استَمَعَ حَرفاً مِّن كِتابِ اللهِ طاهِراً كُتِبَ لَهُ عَشرُ حَسَناتٍ وَّمُحِيَت عَنهُ عَشرُ سَيِّئاتٍ وَّرُفِعَ لَهُ عَشرُ دَرَجاتٍ، وَمَن قَرَأ حَرفاً مِّن كِتابِ اللهِ فِي صَلوةٍ قاعِداً كُتِبَ لَهُ خَمسُونَ حَسَنَةً وَّمُحِيَت عَنهُ خَمسُونَ سَيِّئَةً وَّرُفِعَ لَهُ خَمسُونَ دَرَجَةً، وَمَن قَرَأ حَرفاً مِّن كِتابِ اللهِ قائِماً فِي صَلوةٍ كُتِبَ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَّمُحِيَت عَنهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَّرُفِعَت لَهُ مِائَةُ دَرَجَةٍ وَّمَن قَرَأهُ فَخَتَمَهُ كَتَبَ اللهُ لَهُ دَعوَةً مُّجابَةً۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فصل:۔ ذکر کے ان تین درجوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک وقت اور موسم ہے کہ وہ اس موسم میں اس کے علاوہ دوسرے موسم سے زیادہ خوبی رکھتا اور زیادہ فائدہ مند ہے، سالک جبتک مدارجِ قرب کو طے کرنے درپے ہے کلمۂ طیبہ اس کے حال سے زیادہ مناسب ہے اور وصول کے بعد تلاوتِ قرآن مجید و نماز مختلف اوقات کے مطابق زیادہ مناسب ہے۔ ابتداءمیں فرائض و سننِ مؤکدہ کے بعد جو ذکر کہ کامل و مکمل پیر سے اخذ کیا ہے اس کے علاوہ اور کسی چیز کی اجازت نہیں دی جاتی ہے، درمیانی حالات میں دوسری عبادات کی بھی بعض اوقات میں اجازت دیجاتی ہے لیکن زیادہ اہتمام کلمۂ طیبہ کا رکھنا چاہیئے اور منتہی وقت کا محکوم نہیں ہے بلکہ وہ وقت پر حاکم ہے، اس کا معاملہ جدا ہے پس اس کو چاہیئے کہ اوقات کو ذکر میں مشغول رکھے خواہ ذکرِ قلبی ہو یا لسانی، ذکرِ قلبی اگرچہ دائمی ہوجائے اور ملکہ حاصل ہوجائے ذکرِ لسانی کو ترک نہ کرے اور ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کرے، خلوتوں میں کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے تکرار کے ساتھ پھر حضورِ دل کے ساتھ بسر کرے۔ حضرت قطب المحققین وارث المرسلین ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ بسرہٖ بعض دوستوں کو اس کلمۂ مبارکہ کے دن رات میں پانچ ہزار بار تک تکرار کا امر فرماتے تھے۔

فصل دوم | صبح و شام، نیند و بیداری کی موقتہ دعاؤں کے بیان میں:۔

(۱) دعاءِ صبح: اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذَا الْیَوْمِ فَتْحَہٗ وَنَصْرَہٗ وَنُوْرَہٗ وَبَرَکَتَہٗ وَھُدَاہُ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْہِ وَمِنْ شَرِّ مَا قَبْلَہٗ وَشَرِّ مَا بَعْدَہٗ —— (۲) دعاءِ صبح وشام: اَللّٰھُمَّ اِنَّا اَصْبَحْنَا نُشْھِدُکَ وَنُشْھِدُ حَمَلَۃَ عَرْشِکَ وَمَلَآئِکَتَکَ وَجَمِیْعَ خَلْقِکَ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ —— (۳) دیگر دعاءِ صبح وشام: اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَۃٍ اَوْبِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔ لیکن شام کے وقت مَا اَصْبَحَ وَاَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ کی بجائے مَا اَمْسٰی، وَاَمْسَیْنَا وَاَمْسٰی پڑھے۔ جو کوئی صبح کے وقت دعاءِ مذکور پڑھے گا اس دن کا کامل شکر بجالائے گا —— (۴) ایضاً دعاءِ صبح وشام: بِسْمِ اللّٰہِ ذِی الشَّانِ، عَظِیْمِ الْبُرْھَانِ، شَدِیْدِ السُّلْطَانِ، مَاشَآءَ اللّٰہُ کَانَ، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ —— (۵) ایضاً صبح وشام: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سو مرتبہ۔ اور سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ، سو مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، سو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اور دس مرتبہ درود شریف، دس مرتبہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھے اور نیز سورۃ اخلاص و معوذتین پڑھے اور ایک روایت میں تین تین مرتبہ پڑھنا آیا ہے —— (۶) صبح وشام: اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَایُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَّلَافَاجِرٌ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مِّنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَبَرَءَ وَذَرَءَ ــــ (۷) صبح وشام کے وقت پڑھے: یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ، أَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ وَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ ــــ (۸) صبح وشام پڑھے: اَللّٰهُمَّ أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنْتَ تَهْدِيْنِي وَأَنْتَ تُطْعِمُنِي وَأَنْتَ تَسْقِيْنِي وَأَنْتَ تُمِيْتُنِي وَأَنْتَ تُحْيِيْنِي ــــ (۹) تین بار پڑھے: اَللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَدَنِي اَللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي سَمْعِي، اَللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَصَرِي، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ ــــ (۱۰) صبح وشام سید الاستغفار پڑھے: اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ۔

ــــ (۱۱) تین بار صبح وشام، خواہ نماز کے تشہد میں پڑھے یا نماز کے باہر پڑھے یکساں ہے لیکن اگر نماز میں پڑھے تو بہتر ہے: رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا ــــ (۱۲) سات مرتبہ: حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ــــ (۱۳) صبح وشام تین بار: أَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ــــ (۱۴) صبح وشام تین مرتبہ: بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ وفی الحدیث: مَنْ قَالَهُ حِيْنَ يُمْسِي، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَمْ تُصِبْهُ فُجَاءَةُ بَلَاءٍ حَتّٰى يُصْبِحَ وَمَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُصْبِحُ لَمْ تُصِبْهُ فُجَاءَةُ بَلَاءٍ حَتّٰى يُمْسِيَ۔ اور روایت میں ہے: مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُوْلُ فِي صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَّمَسَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَلَا يَضُرُّهُ شَيْءٌ ــــ (۱۵) صبح وشام ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور یہ آیات شریفہ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ حٰمٓ، تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ، غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ، وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ، يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ۔ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ، أَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى، وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا، وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا، وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ،

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسْبُہٗ، اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا۔ فی الحدیث من قرأ فی صبح او مساء قل ادعوا اللہ الآیۃ لم یمت قلبہ ذلک الیوم ولا فی تلک اللیلۃ۔ رواہ الدیلمی عن ابن ابی موسی۔ اور تین تین بار یہ استعاذہ پڑھے: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور یہ آیات ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ، ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ، ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ، سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ، ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِیُٔ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی، یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ اور نیز ہر صبح و شام پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔

(۱۶) صبح و شام پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ وَاَعُوْذُ بِعَظَمَتِکَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ۔ قَالَ وَکِیْعٌ یَعْنِی الْخَسْفَ ———

(۱۷) بوقت صبح پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ۔ فی الحدیث فَاِنَّہٗ لَا یَذْھَبُ لَکَ شَیْءٌ ———

(۱۸) جو شخص شام کے وقت پڑھے صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی نُوْحٍ وَّعَلَیْہِ السَّلَامُ اس رات میں اس کو بچھو نہیں کاٹے گا ——— (۱۹) جس شخص نے صبح کے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہزار بار پڑھا اس نے اپنے نفس کو حق تعالیٰ سے خرید لیا ——— (۲۰) صبح کے وقت یہ دعا پڑھے: رَبِّیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، مَاشَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، اَشْھَدُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الَّذِیْ یُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ مِنْ شَرِّ کُلِّ دَآبَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا، اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ، ——— (۲۱) صبح کے وقت: اَللّٰھُمَّ اَصْبَحْتُ مِنْکَ فِیْ نِعْمَۃٍ وَّعَافِیَۃٍ فَاَتِمَّ عَلَیَّ نِعْمَتَکَ وَعَافِیَتَکَ وَسِتْرَکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ——— (۲۲) ہر روز پچیس [۲۵] بار اور ایک روایت کے مطابق ستائیس بار پڑھے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ——— (۲۳) ہر روز سو بار پڑھے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ——— (۲۴) ہر روز سو بار پڑھے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ مَنْ قَالَھَا مِائَۃَ مَرَّۃٍ کَانَ اَمَانًا مِّنَ الْفَقْرِ وَاسْتَاْمَنَ الْوَحْشَۃَ وَاسْتَجْلَبَ الْغِنَآءَ وَاسْتَقْرَعَ بَابَ الْجَنَّۃِ ——— (۲۵) ہر روز پڑھے سُبْحَانَ الْقَآئِمِ الدَّآئِمِ، سُبْحَانَ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ،

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ، سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ، سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ سُبْحَانَ الْعَلِيِّ الْأَعْلَى سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى۔ مَنْ قَالَهَا كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَرَى مَكَانَهُ مِنَ الْجَنَّةِ أَوْ يُرَى لَهُ ــــ (۲۶) صَلَوَاتُ اللهِ عَلَى آدَمَ ہر روز پڑھے ــــ

سونے اور جاگنے کے وقت کی دعائیں :-

جب سونا چاہے تو باوضو ہو اور اپنے بستر (بچھونے) کو تین بار کپڑے سے صاف کرے (۱) اور سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور آمن الرسول تا آخر سورۃ اور چاروں قُلْ اور قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا۔ شَهِدَ اللهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ، وَأَنَا أَشْهَدُ بِمَا شَهِدَ اللهُ وَأَسْتَوْدِعُ اللهَ هٰذِهِ الشَّهَادَةَ وَهِيَ عِنْدَ اللهِ وَدِيعَةٌ پڑھے۔ ــــ (۲) تینتیس (۳۳) بار سُبْحَانَ اللهِ تینتیس (۳۳) بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور چونتیس (۳۴) بار اَللّٰهُ أَكْبَرُ پڑھے ــــ (۳) دس مرتبہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ اور تین بار أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ۔ اور ایک مرتبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ وَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ پڑھے۔ ــــ (۴) اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو جمع کرے اور سورۂ اخلاص و معوذتین پڑھ کر اُن پر دم کرے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے تمام جسم پر جہاں تک ہو سکے پھیرے، سر اور چہرے سے شروع کرے، تین مرتبہ اسی طرح کرے، اور جب سونے لگے تو دائیں کروٹ پر لیٹے اور دایاں ہاتھ دائیں رخسارے کے نیچے رکھے اس کے بعد پڑھے (۵) بِسْمِ اللهِ وَضَعْتُ جَنْبِي، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَاخْسَأْ شَيْطَانِي وَفُكَّ رِهَانِي وَثَقِّلْ مِيزَانِي وَاجْعَلْنِي فِي النَّدِيِّ الْأَعْلَى اور یہ دعا پڑھے ــــ (۶) اَللّٰهُمَّ إِنِّي بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَى ــــ (۷) تین بار اَللّٰهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ اور یہ دعا پڑھے ــــ (۸) اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْأَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى، مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْفُرْقَانِ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ ــــ اور نیز پڑھے (۹) اَللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِي

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اِلَیْکَ، وَاَلْجَأْتُ ظَہْرِیْ اِلَیْکَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ، رَغْبَۃً وَّرَہْبَۃً اِلَیْکَ، لَامَلْجَأَ وَلَامَنْجَا مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ، اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔ اس دعا کو اپنے کلام کا آخر بنالے۔

بیدار ہوتے وقت کی دعا: جب آنکھ نیند سے بیدار ہو جائے یہ کلمہ کہے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ اس کے بعد کہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ، یا کوئی دوسری دعا کرے، مقبول ہوتی ہے، پھر اگر وضو کرے اور نماز ادا کرے تو اس کی نماز مقبول ہو جاتی ہے اور اگر کسی مکروہ چیز کو خواب میں دیکھے تو پھر اپنے بائیں جانب تین بار تھوکے اور کہے: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ وَمِنْ شَرِّہٖ اور کسی شخص سے نہ کہے، اس کو ہرگز ضرر نہیں پہنچائے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ اپنا پہلو (کروٹ) بدل لے اور ایک روایت میں ہے کہ اُٹھ کھڑا ہو اور نماز میں مشغول ہو جائے، اور اگر خواب میں ڈرے یا کوئی وحشت (گھراہٹ) پائے یا نیند نہ آئے تو یہ کہے اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔ مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کلماتِ مذکورہ کو اپنے عاقل (یعنی بڑے) بیٹوں کو تلقین کرتے تھے اور کاغذ پر لکھ کر اپنے چھوٹے بیٹوں کے باندھتے تھے ——

اور نیز خواب میں ڈرنے اور گھبرانے کے لئے اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِّنْ شَرِّ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَعْرُجُ فِیْھَا، وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَءَ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا، وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ، وَمِنْ طَوَارِقِ اللَّیْلِ اِلَّا طَارِقًا یَّاْتِیْ بِخَیْرٍ یَّا رَحْمٰنُ —— برائے بے خوابی: اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظَلَّتْ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ وَمَا اَقَلَّتْ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضَلَّتْ، کُنْ لِّیْ جَارًا مِّنْ شَرِّ خَلْقِکَ اَجْمَعِیْنَ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیَّ اَحَدٌ مِّنْھُمْ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی عَزَّ جَارُکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ۔ اور نیز اَللّٰھُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَھَدَءَتِ الْعُیُوْنُ وَاَنْتَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الَّذِیْ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ اَھْدِئْ لَیْلِیْ وَاَنِمْ عَیْنِیْ —— بیداری کے وقت پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔

فصل سوم

نماز کے آداب اور دعاؤں کے بیان میں: جب نمازِ تہجد کے لئے کھڑا ہو تو یہ پڑھے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیُّوْمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ، وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ، وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فِیْھِنَّ، وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ وَلِقَاءُکَ حَقٌّ وَّالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَّالنَّارُ حَقٌّ وَّالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَّمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَّالسَّاعَۃُ حَقٌّ، اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ، اَنْتَ رَبُّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ، فَاغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ،

اور اگر رات میں آنکھ کھل جائے اور چاہے کہ پھر اُسی بچھونے پر نیند آجائے تو چاہیئے کہ اس بچھونے کو اپنے کپڑے کے کونے سے تین بار جھاڑے اس کے بعد اپنا پہلو اُس پر رکھے اور کہے: اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُہٗ اِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْھَا وَاِنْ اَرْسَلْتَھَا فَاحْفَظْھَا بِمَا تَحْفَظُ بِہٖ عِبَادَکَ الصّٰلِحِیْنَ۔

بیت الخلاء کے آداب میں: جیسا کہ کتاب مبین میں ہے اچھی طرح بجالائے اور جب بیت الخلاء کے اندر جائے تو بسم اللہ کہے اور (یہ) کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ اور جب باہر نکلے تو کہے غُفْرَانَکَ اور نیز کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔

وضو پوری طرح کرے اور بلا ضرورت دنیاوی بات اُس کے درمیان میں نہ کہے اور ابتداء بِسْمِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ سے کرے اور پڑھے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ۔ اور جب پاؤں دھوئے تو کہے اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ۔ اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد آسمان کی جانب نظر کرے اور کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اور نیز کہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔

نمازِ تہجد۔ اس کی کم سے کم تعداد چار رکعت اور اس کی اکثر تعداد بارہ رکعت ہیں، اگر وتر اول شب میں ادا کئے ہیں ورنہ (نمازِ تہجد) دس رکعت اور تین رکعت وتر ہیں کہ ان کا مجموعہ تیرہ رکعت ہوتا ہے اور تہجد کی نماز میں جسقدر طول قراءت کرے اور قرآن زیادہ پڑھے زیبا ہے، استغفار کو اس وقت ترک نہ کرے اور تضرع وزاری کو اس وقت میں غنیمت جانے۔ کتّانی قدس سرہٗ نے کہا ہے اِنَّ لِلّٰہِ رِیْحًا تُسَمَّی الصَّبِیْحَۃَ مَخْزُوْنَۃً عِنْدَ الْعَرْشِ تَھُبُّ عِنْدَ الْاَسْحَارِ تَحْمِلُ الْاَنِیْنَ وَالْاِسْتِغْفَارَ اِلٰی عِنْدِ الْمَلِکِ الْجَبَّارِ۔

نمازِ تہجد و قیام اللیل کی بہت فضیلت آئی ہے، حدیث شریف میں ہے:—— (۱) اَحَبُّ الصَّلٰوۃِ اِلَی اللّٰہِ صَلٰوۃُ دَاوٗدَ وَاَحَبُّ الصِّیَامِ اِلَی اللّٰہِ صِیَامُ دَاوٗدَ کَانَ یَنَامُ نِصْفَ اللَّیْلِ وَ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

يَقُوْمُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا ـــــ (۲) أَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ
يَا مُحَمَّدُ عِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ وَّأَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ، وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ
مَجْزِيٌّ بِهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ شَرَفَ الْمُؤْمِنِ قِيَامُهُ بِاللَّيْلِ وَعِزَّهُ اسْتِغْنَاءُهُ مِنَ النَّاسِ ـــــ (۳) كَانَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ، فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتَصْنَعُ هٰذَا
وَقَدْ جَاءَكَ أَنْ قَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا
شَكُوْرًا ـــــ (۴) أَفْضَلُ اللَّيْلِ جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ، ثُمَّ الصَّلٰوةُ مَقْبُوْلَةٌ إِلٰى صَلٰوةِ الْفَجْرِ،
ثُمَّ لَا صَلٰوةَ إِلٰى طُلُوْعِ الشَّمْسِ ثُمَّ الصَّلٰوةُ مَقْبُوْلَةٌ إِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ لَا صَلٰوةَ حَتّٰى تَغْرُبَ
الشَّمْسُ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ؟ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى، قِيْلَ كَيْفَ صَلٰوةُ النَّهَارِ؟ قَالَ
أَرْبَعًا أَرْبَعًا- وَمَنْ صَلّٰى عَلٰى صَلٰوةٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ قِيْرَاطًا مِثْلَ أُحُدٍ- وَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا قَامَ يَتَوَضَّأُ
فَغَسَلَ كَفَّيْهِ خَرَجَتْ ذُنُوْبُهُ مِنْ كَفَّيْهِ، ثُمَّ إِذَا مَضْمَضَ خَرَجَتْ ذُنُوْبُهُ مِنْ فِيْهِ، وَإِذَا اسْتَنْشَقَ
خَرَجَتْ ذُنُوْبُهُ مِنْ خَيَاشِيْمِهِ، ثُمَّ إِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتْ ذُنُوْبُهُ مِنْ وَّجْهِهِ وَسَمْعِهِ وَبَصَرِهِ،
ثُمَّ إِذَا غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ خَرَجَتْ ذُنُوْبُهُ مِنْ ذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ إِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَجَتْ ذُنُوْبُهُ مِنْ رَّأْسِهِ،
ثُمَّ إِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ ذُنُوْبُهُ مِنْ رِّجْلَيْهِ، ثُمَّ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهِ كَيَوْمِ
وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ـــــ (۵) توریت میں لکھا ہوا ہے: لَقَدْ أَعَدَّ اللّٰهُ لِلَّذِيْنَ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ
مَا لَمْ تَرَ عَيْنٌ وَّلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ وَّلَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ وَّلَا يَعْلَمُهُ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ وَّنَحْنُ
نَقْرَؤُهَا، فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ ـــــ (۶) لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَيْنِ، رَجُلٌ
آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ
وَآنَاءَ النَّهَارِ ـــــ (۷) يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ
اللَّيْلِ الْآخِرُ، يَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ، مَنْ يَّسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهُ، مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ.
ـــــ (۸) ثَلٰثَةٌ يُّضْحِكُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ، اَلرَّجُلُ إِذَا قَامَ بِاللَّيْلِ يُصَلِّيْ، وَالْقَوْمُ إِذَا صَفُّوْا فِي الصَّلٰوةِ
وَالْقَوْمُ إِذَا صَفُّوْا فِيْ قِتَالِ الْعَدُوِّ-

رات میں قرآن پڑھنے کی فضیلت: مَنْ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ فِيْ لَيْلَةٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ
الْغَافِلِيْنَ، وَمَنْ قَرَأَ مِائَةَ آيَةٍ كُتِبَ لَهُ قُنُوْتُ لَيْلَةٍ، وَمَنْ قَرَأَ مِائَتَيْ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ، وَمَنْ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

قَرَءَ اَرْبَعَ مِائَةِ اٰیَةٍ کُتِبَ مِنَ الْعَابِدِیْنَ، وَمَنْ قَرَءَ خَمْسَ مِائَةِ اٰیَةٍ کُتِبَ مِنَ الْحٰفِظِیْنَ، وَمَنْ قَرَءَ سِتَّ مِائَةِ اٰیَةٍ کُتِبَ مِنَ الْخَاشِعِیْنَ، وَمَنْ قَرَءَ ثَمَانَ مِائَةِ اٰیَةٍ کُتِبَ مِنَ الْمُخْبِتِیْنَ، وَمَنْ قَرَءَ اَلْفَ اٰیَةٍ اَصْبَحَ لَہٗ قِنْطَارٌ وَالْقِنْطَارُ اَلْفٌ وَّمِائَتَا اُوْقِیَۃٍ، وَالْاُوْقِیَۃُ خَیْرٌ مِّمَّا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَوْقَالَ خَیْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ، وَمَنْ قَرَءَ اَلْفَیْ اٰیَةٍ کَانَ مِنَ الْمُوْجِبِیْنَ۔ قَالَ الْحَافِظُ مِنْ قِرَاءَۃِ سُوْرَۃِ تَبَارَکَ الَّذِیْ اِلٰی اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ اَلْفُ اٰیَةٍ۔

مسجد میں نماز ادا کرنے کی فضیلت: صَلٰوۃٌ فِیْ مَسْجِدِیْ تَعْدِلُ بِعَشَرَۃِ اٰلَافِ صَلٰوۃٍ، وَصَلٰوۃٌ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تَعْدِلُ بِمِائَۃِ اَلْفِ صَلٰوۃٍ، وَالصَّلٰوۃُ بِاَرْضِ الرِّبَاطِ تَعْدِلُ بِاَلْفَیْ اَلْفِ صَلٰوۃٍ، وَاَکْثَرُ مِنْ ذٰلِکَ کُلِّہِ الرَّکْعَتَانِ یُصَلِّیْھِمَا الْعَبْدُ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ لَا یُرِیْدُ بِھِمَا اِلَّا مَا عِنْدَ اللّٰہِ۔ صبح کی سنتِ فجر گھر میں ادا کرے اور گھر کو اُس نور کے ساتھ منور کرے، پہلی رکعت میں سورۃ الکفرون اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص (قل ہو اللہ احد) پڑھے، سنت سے فراغت کے بعد بیٹھ کر تین بار پڑھے: اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرَآئِیْلَ وَمِیْکَآئِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ وَمُحَمَّدِ نِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ۔ مسجد کی جانب سکون و وقار کے ساتھ جائے اور اضطراب ظاہر نہ کرے اور دل میں ہیبت رکھے کہ ایک نہایت عظیم شان والے قہار کے حضور میں جا رہا ہوں اور شوق و امید کے ساتھ جائے کہ وہ وہاب، رحیم، ودود اور کریم ہے۔ گھر سے نکلتے وقت پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ اَوْنَضِلَّ اَوْنَظْلِمَ اَوْنُظْلَمَ اَوْنَجْھَلَ اَوْیُجْھَلَ عَلَیْنَا۔ اور نیز پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَّ خَلْفِیْ نُوْرًا۔ اور یہ کلمات کہتا ہوا روانہ ہو جائے سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ اور جب مسجد میں داخل ہو تو کہے بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔ اور نیز کہے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَسَھِّلْ لَنَا اَبْوَابَ رِزْقِکَ۔ اور جب مسجد سے نکلے تو (یہ) پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ۔

نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر میں مشغول رہے اور جب آفتاب نکل آئے تو دو رکعت یا چار رکعت پڑھے اور آفتاب نکلنے سے اس کے واپس لوٹنے تک (یعنی زوال سے پہلے تک) بارہ رکعت مسنون ہیں جس قدر توفیق ہو ادا کرے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ مَنْ قَعَدَ فِیْ مُصَلَّاہُ حِیْنَ یَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ حَتّٰی یُسَبِّحَ رَکْعَتَیِ الضُّحٰی، لَا یَقُوْلُ اِلَّا خَیْرًا غُفِرَتْ لَہٗ خَطَایَاہُ وَاِنْ کَانَتْ اَکْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ ـــــ (۲) مَنْ صَلَّی صَلٰوۃَ الْفَجْرِ وَقَعَدَ یَذْکُرُ اللّٰہَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ ـــــ (۳) رَکْعَتَانِ مِنَ الضُّحٰی تَعْدِلَانِ عِنْدَ اللّٰہِ بِحَجَّۃٍ وَّعُمْرَۃٍ مُتَقَبَّلَتَیْنِ ـــــ (۴) اِنَّ فِی الْاِنْسَانِ سِتِّیْنَ وَثَلَاثَ مِائَۃِ مَفْصِلٍ، فَعَلَیْہِ اَنْ یَّتَصَدَّقَ عَنْ کُلِّ مَفْصِلٍ صَدَقَۃً اَلنُّخَاعَۃُ فِی الْمَسْجِدِ تَدْفِنُھَا، وَالشَّیْئُ تُنَحِّیْہِ عَنِ الطَّرِیْقِ۔ فَاِنْ لَّمْ تَقْدِرْ فَرَکْعَتَا الضُّحٰی تُجْزِیُٔ عَنْکَ ـــــ (۵) اِنْ صَلَّیْتَ الضُّحٰی رَکْعَتَیْنِ لَمْ تُکْتَبْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ، وَاِنْ صَلَّیْتَھَا اَرْبَعًا کُتِبْتَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ، وَاِنْ صَلَّیْتَھَا عَشْرًا لَمْ یُکْتَبْ لَکَ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ ذَنْبٌ وَاِنْ صَلَّیْتَھَا اثْنَتَیْ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً بَنَی اللّٰہُ لَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ ـــــ (۶) یُکْتَبُ لِلرَّجُلِ فِیْ رَکْعَتَیِ الضُّحٰی اَلْفُ اَلْفِ حَسَنَۃٍ ـــــ (۷) لَاَنْ اَذْکُرَ اللّٰہَ تَعَالٰی مِنْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ اِلٰی طُلُوْعِ الشَّمْسِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ وَلَاَنْ اَذْکُرَ اللّٰہَ مِنْ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَعْتِقَ ثَمَانِیَۃً مِّنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِیْلَ دِیَۃُ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمْ اثْنَا عَشَرَ اَلْفًا۔ اور سنتِ ظہر کے علاوہ چار رکعت فَےِ زوال ادا کرے اور ظہر کے فرض کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ کے علاوہ دو یا چار رکعت وقت کے مقتضا کے مطابق ادا کرے اور جہاں تک ہو سکے سنتِ عصر کو ترک نہ کرے، مغرب کی سنتِ مؤکدہ کے بعد چار رکعت یا چھ رکعت اوّابین طولِ قراءت کے ساتھ ادا کرے (تو) بہت اچھا ہے، عشا کی سنتِ مؤکدہ کے علاوہ دو رکعت یا چار رکعت فرض کے بعد اور چار رکعت فرض سے پہلے ادا کرے، اور رات کو سورۂ یٰسٓ، حٰمٓ دخان، واقعہ، قیمہ اور نمازِ عشا کے بعد سونے سے پہلے الٓمٓ سجدہ اور تبارک الملک پڑھے، دن کے شروع میں سورۂ یٰسٓ پڑھے۔

نماز کو آداب و خشوع کے ساتھ طریقۂ مسنونہ سے ادا کرے، نماز کے آداب جو کہ کتبِ فقہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں ان میں سے بعض تیمن و تبرک کے طور پر اس امید کے ساتھ اس جگہ درج کئے جاتے ہیں کہ اُن کی برکت سے ان آداب کے کمال تک پہنچے ـــــ تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے قبلہ کی جانب کر کے انگوٹھوں کو کانوں کی لَو (نرم حصہ) تک پہنچائے اور ان دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے وقت تمام ماسوی اللہ کو اپنے پسِ پشت کر دے اور سب سے یکسو ہو جائے اور توجہ کو ذو الجلال والاکرام (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ کی طرف درست کرے، وحدانی التوجہ ہو کر ہاتھوں کو نیچے لانے کے وقت اس تعالیٰ شانہٗ کی بزرگی و کبریائی کا اثبات کرے اور

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور اس سبحانہٗ و تعالیٰ کے ماسوا سے کبریائی کی نفی کرے اور اس مقصد میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھے، تاکہ اس کا قال حال کے مخالف نہ ہو کہ (زبان سے) اس جل شانہٗ کی کبریائی کا اثبات کرے اور اس کے دل میں اس (سبحانہٗ و تعالیٰ) کے غیر کی کبریائی ہو۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ۔ لوگوں نے ابو عمر زجاجی رحمہ اللہ سے پوچھا مَا لَكَ تَتَغَیَّرُ عِنْدَ التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی فِی الْفَرَائِضِ، فَقَالَ لِاَنِّیْ اَفْتَتِحُ فَرِیْضَتِیْ بِخِلَافِ الصِّدْقِ، فَمَنْ یَّقُوْلُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَفِیْ قَلْبِہٖ شَیْئٌ اَکْبَرُ مِنْہُ اَوْ قَدْ کَبَّرَ شَیْئًا سِوَاہُ عَلٰی مُرُوْرِ الْاَوْقَاتِ فَقَدْ کَذَّبَ نَفْسَہٗ عَلٰی لِسَانِہٖ اور جان لے کہ وہ سبحانہٗ اس سے بزرگ تر ہے کہ میری یہ عبادت اس کی بارگاہِ مقدس کے لائق ہو اور اس بارگاہ میں پہنچے ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھ لے اور اگر نوافل (نماز) میں ہو تو طولِ قراءت میں جس قدر کوشش کرے بہتر ہے اور فرائض میں قدرِ مسنون پر اکتفا کرے اور اگر امام ہو تو مقتدیوں کی رعایت کرے اور جب تک قیام میں رہے نظر سجدہ کی جگہ پر رکھے ضَعْ بَصَرَكَ بِمَوْضِعِ سُجُوْدِكَ۔ اور رکوع میں نظر کو پاؤں کی پشت پر رکھے اور گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑے اور ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رکھے اور پیٹھ کو ہموار (سیدھا) رکھے اور سر کو پشت کے ساتھ برابر کرے، رکوع و سجود میں کم سے کم تسبیح تین بار ہے اگر سات بار یا نو بار زیادہ کرے تو بہتر ہے خاص طور پر طولِ قیام و قراءت میں طول رکوع و سجود ہونا چاہیے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اَعْطُوْا کُلَّ سُوْرَۃٍ حَقَّہَا مِنَ الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ اور اگر امام ہو تو تین یا چار تسبیح سے زیادہ نہ کہے اور سُبْحَانَكَ اللّٰہُمَّ الٰی اٰخرہ کے علاوہ نماز شروع کرنے کی ماثورہ دعائیں اور اسی طرح تسبیحات کے علاوہ رکوع و سجود کی دعائیں اور قومہ و جلسہ کی دعائیں جو کہ کتبِ احادیث میں مذکور ہیں اگر تہجد و نوافل میں پڑھے تو مستحسن ہے عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ کَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ کَبَّرَ ثُمَّ قَالَ وَجَّہْتُ وَجْہِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ، اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اَللّٰہُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ، فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ جَمِیْعًا اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، وَاہْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا یَہْدِیْ لِاَحْسَنِہَا اِلَّا اَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَہَا، لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَہَا اِلَّا اَنْتَ، لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِیْ یَدَیْكَ، وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْكَ، اَنَا بِكَ وَاِلَیْكَ، تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ، وَاِذَا رَکَعَ قَالَ، اَللّٰہُمَّ لَكَ رَکَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ، خَشَعَ لَكَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَمُخِّیْ وَعَظْمِیْ وَعَصَبِیْ، فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ قَالَ، اَللّٰہُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، مِلْاَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مَا بَیْنَهُمَا وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ. وَاِذَا سَجَدَ قَالَ، اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُّ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ
اَسْلَمْتُ، سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ، تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ. ثُمَّ
یَكُوْنُ مِنْ اٰخِرِ مَا یَقُوْلُ بَیْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِیْمِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَ
مَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ. رواہ مسلم۔
وَفِیْ رِوَایَةِ الشَّافِعِیِّ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْكَ وَالْمَهْدِیُّ مَنْ هَدَیْتَ، اَنَا بِكَ وَاِلَیْكَ لَا مَنْجَا مِنْكَ وَلَا
مَلْجَأَ اِلَّا اِلَیْكَ تَبَارَكْتَ ۔ اور رکوع میں یہ دعا بھی ماثور ہے: رَكَعَ لَكَ سَوَادِیْ وَخَیَالِیْ وَاٰمَنَ بِكَ
فُؤَادِیْ، اَبُوْءُ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ هٰذِهٖ یَدَایَ وَمَا جَنَیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ. اور رکوع وسجود میں سُبُّوْحٌ
قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ ۔ اور ایضاً سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ۔
اور سجدہ میں اَللّٰهُمَّ سَجَدَ لَكَ سَوَادِیْ وَخَیَالِیْ وَبِكَ اٰمَنَ فُؤَادِیْ، اَبُوْءُ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَهٰذَا مَا
جَنَیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ یَا عَظِیْمُ یَا عَظِیْمُ اغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ الْعَظِیْمَ اِلَّا الرَّبُّ الْعَظِیْمُ
اور نیز اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ۔
لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ۔ اور نیز سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ
ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ، اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ
مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ جَلَّ وَجْهُكَ ۔ اور نیز رَبِّ اَعْطِ نَفْسِیْ تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ
زَكّٰهَا، اَنْتَ وَلِیُّهَا وَمَوْلَاهَا۔ اور نیز اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ
اور نیز اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ اَمَامِیْ نُوْرًا
وَّاجْعَلْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِیْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا۔ اور سجدہ تلاوت میں پڑھے
سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ اور ایک روایت میں اس کا کئی دفعہ
پڑھنا آیا ہے۔ اور نیز فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔ اور نیز اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِیْ عِنْدَكَ بِهَا اَجْرًا وَّضَعْ
عَنِّیْ بِهَا وِزْرًا، وَاجْعَلْهَا لِیْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَّتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ۔ جلسہ کی دعا:
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاهْدِنِیْ ۔ قومہ میں سیدھا کھڑا ہو اس طرح پر کہ تمام ہڈیاں اپنی اپنی جگہ پر
آجائیں اور جب سجدہ میں جائے (تو) ہر اُس عضو کو جو کہ زمین سے زیادہ نزدیک ہے پہلے زمین پر رکھے، پہلے گھٹنے رکھے
اس کے بعد دونوں ہاتھ پھر ناک اس کے بعد پیشانی، اور سجدہ سے اُٹھتے وقت اس کے برخلاف کرے پہلے پیشانی کو

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اٹھائے اس کے بعد ناک اس کے بعد ہاتھ پھر گھٹنے، سجدہ میں نظر ناک پر رکھے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں ملا ہوا رکھے کہ درمیان میں خلا نہ ہو اور ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی جانب رکھے رکوع و سجود کی تسبیحات کو مساوی تعداد میں پڑھے، جلسہ اور قعدہ میں بائیں پاؤں پر سیدھا بیٹھے اس طرح پر کہ اس کی ہڈیاں اپنی اپنی جگہ پر آجائیں اور سیدھے پاؤں کو کھڑا کرے اور ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھے، اور ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دے قصداً متصل نہ کرے نہ الگ الگ رکھے اور نظر کو گود یا ہاتھوں پر رکھے جب اس طرح کریگا تو نماز کا خشوع بجالانے والا ہوگا، قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الآيه اِنَّ الْفَلَاحَ عَلٰى وَجْهَيْنِ، اَلْفَلَاحُ هُوَ النَّجَاحُ فِي الدُّنْيَا مِنَ الْهَمِّ وَالْغَمِّ فِي الْمَعِيْشَةِ وَفِي الْاٰخِرَةِ النَّجَاةُ مِنَ النَّارِ۔ اور تمام ارکانِ نماز میں دل کو حاضر رکھے اور آخری قعدہ میں درود شریف کے بعد جو دعائیں کہ قرآن مجید یا حدیثِ نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام میں آئی ہیں یا جو اس کے معنی میں ہوں پڑھے ان دعاؤں میں سے چند درج کی جاتی ہیں:۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا، اِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ سلام پھیرنے کے وقت اپنے چہرے کو اس قدر پھرائے کہ رخسارہ دیکھا جائے فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللهَ ایک بار پڑھے اور ایک روایت میں تین بار ہے، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ اور فجر کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد قبل اس کے کہ قعدہ کی حالت سے حرکت کرے دس بار پڑھے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اور اسی طرح مغرب کی فرض نماز کے بعد کرے لیکن مغرب میں روایات کا اختلاف ہے بعض مقامات سے سنت کا فرض کے ساتھ متصل ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعض مقامات سے ان کلمات کا (فرض کے ساتھ) اتصال معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل شروع میں یہ تھا کہ ان کلمات کو نمازِ سنت پر مقدم کرتے تھے اور آخر میں سنت کو مقدم کرتے تھے اور نماز فجر و مغرب کے بعد قبل اس کے کہ بات کرے سات بار اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ پڑھے اور نمازِ وتر کے بعد سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ تین بار پڑھے، اور

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تیسری مرتبہ میں آواز کو بلند کرے، اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص نمازِ فجر جماعت کے ساتھ ادا کرے اور اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا رہے اور اول سورۂ انعام کی یہ تین آیتیں پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ. هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ. وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ. حق تعالیٰ اس کے لئے ستر فرشتوں کو مقرر فرماتا ہے کہ وہ روزِ قیامت تک اللہ تعالیٰ عزوجل کی تسبیح کریں اور اس شخص کی مغفرت طلب کریں۔ اور نمازِ فجر کے بعد پڑھے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ اِلٰهًا وَّاحِدًا اَحَدًا لَّمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ. اور نمازِ فجر کے بعد پڑھے سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضٰى نَفْسِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ. اور نمازِ فجر کے بعد پڑھے حَسْبِیَ اللّٰهُ لِدِیْنِیْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لِمَا اَهَمَّنِیْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لِمَنْ بَغٰى عَلَیَّ حَسْبِیَ اللّٰهُ لِمَنْ حَسَدَنِیْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لِمَنْ كَادَنِیْ بِالسُّوْٓءِ حَسْبِیَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمَوْتِ حَسْبِیَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمَسْأَلَةِ فِی الْقَبْرِ حَسْبِیَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمِیْزَانِ حَسْبِیَ اللّٰهُ عِنْدَ الصِّرَاطِ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ. اور نیز تین بار پڑھے سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. حدیث شریف میں ہے پیغمبرِ خدا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص سے فرمایا کہ جب تو نمازِ فجر ادا کرے اس کے بعد ان کلماتِ مذکورہ کو تین بار پڑھے خدائے تعالیٰ تجھ کو چار آفتوں جذام[1]، جنون[2]، نابینا[3] ہونے اور فالج سے عافیت میں رکھے گا اور نمازِ فجر و عصر کے بعد تین بار پڑھے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ اور ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے اور تینتیس[۳۳] بار سُبْحَانَ اللّٰهِ اور تینتس[۳۳] بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور تینتس یا چونتیس[۳۴] بار علی اختلاف الروایۃ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور ایک بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. (پڑھے) اور جب بازار میں آئے اس کلمہ کو اس طرح پڑھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. اور ہر فرض نماز کے بعد تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ پڑھے، اور اگر کلمہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کو ستر بار پڑھے تو بہتر ہے اور دس بار یا گیارہ بار سورۂ اخلاص اور ایک بار معوذتین پڑھے۔ اور اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَدْخِلْنِی الْجَنَّةَ وَزَوِّجْنِیْ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ. اور نیز اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ. اور نیز لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ اور نیز تین بار سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (پڑھے)۔ اور نماز حضورِ دل کے ساتھ ادا کرے۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَإِنَّهُ یُنَاجِی رَبَّهُ فَلْیَعْلَمْ أَحَدُكُمْ بِمَا یُنَاجِی رَبَّهُ فَلْیَنْظُرْ مَا یُنَاجِیْهِ بِهِ۔ اور نماز کی اطاعت کرے اور نماز کی اطاعت فحش و منکر امور کے ترک کرنے میں ہے کیونکہ نماز منکر و فحش امور سے روکتی ہے، اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّا یُطِیْعُ الصَّلٰوةَ وَطَاعَتُهُ اَنْ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ۔ اور نیز فرمایا مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً فَلَمْ تَأْمُرْهُ بِمَعْرُوْفٍ وَلَمْ تَنْهَهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ لَمْ یَزِدْ بِهَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے: لَیْسَ كُلُّ مُصَلٍّ یُصَلِّیْ، اِنَّمَا اَتَقَبَّلُ الصَّلٰوةَ مِمَّنْ تَوَاضَعَ لِعَظَمَتِیْ وَكَفَّ شَهَوَاتِهٖ عَنْ مَحَارِمِیْ وَلَمْ یُصِرَّ عَلٰى مَعْصِیَتِیْ وَاَطْعَمَ الْجَائِعَ وَكَسَا الْعُرْیَانَ وَرَحِمَ الْمُصَابَ وَاٰوَى الْغَرِیْبَ كُلُّ ذٰلِكَ لِیْ۔ چاہئے کہ نماز ادا کرنے کی حالت میں اپنے پہلوؤں کو نہ ہلائے۔ حدیث شریف میں ہے اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلٰوةٍ فَلْیُسَكِّنْ بِاَطْرَافِهٖ وَلَا یَمِیْلُ كَمَا یَمِیْلُ الْیَهُوْدُ، فَاِنَّ سُكُوْنَ الْاَطْرَافِ فِی الصَّلٰوةِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ۔ جب نماز کے لئے کھڑا ہونا چاہے تو اپنے منہ کو خوب پاکیزہ کرلے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: لَیْسَ شَیْءٌ اَشَدَّ عَلَى الْمَلَكِ مِنْ رِیْحِ الْفَمِ مَا قَامَ الْعَبْدُ اِلَى الصَّلٰوةِ قَطُّ اِلَّا الْتَقَمَ فَاهُ مَلَكٌ، وَلَا یَخْرُجُ مِنْ فِیْهِ اٰیَةٌ اِلَّا دَخَلَ فِیْ فِی الْمَلَكِ۔ پختہ ارادہ کرلے کہ نماز جماعت کے بغیر ادا نہ ہو اور ہر حال میں جماعت میں شامل ہو مگر اس ضرورت کی وجہ سے جس میں شریعت نے اجازت دی ہے۔

فصل چہارم
جمعہ و جماعت کے فضائل اور صفِ اول اور مسجد کی فضیلت کے بیان میں

آپ جان لیں کہ جماعت کی فضیلت میں احادیث بہت زیادہ وارد ہوئی ہیں ان میں سے چند درج کی جاتی ہیں: —— (۱) صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ عَلٰى صَلٰوةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَةً۔ —— (۲) اَلصَّلٰوةُ فِیْ جَمَاعَةٍ تَعْدِلُ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ صَلٰوةً، فَاِذَا صَلَّاهَا فِیْ فَلَاةٍ فَاَتَمَّ رُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا بَلَغَتْ خَمْسِیْنَ صَلٰوةً —— (۳) فَضْلُ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ عَلٰى صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَحْدَهٗ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ دَرَجَةً، وَفَضْلُ صَلٰوةِ التَّطَوُّعِ فِی الْبَیْتِ عَلٰى فِعْلِهَا فِی الْمَسْجِدِ كَفَضْلِ الْجَمَاعَةِ عَلَى الْمُنْفَرِدِ —— (۴) مَنْ مَّشٰى اِلٰى صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ فِی الْجَمَاعَةِ فَهِیَ كَحَجَّةٍ وَمَنْ مَّشٰى اِلٰى صَلٰوةِ تَطَوُّعٍ فَهِیَ كَعُمْرَةٍ نَافِلَةٍ —— (۵) اَلْمَشَّاءُوْنَ اِلَى الْمَسَاجِدِ فِی الظُّلَمِ اُولٰٓئِكَ الْخَوَّاضُ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ــــ (٦) إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَیُضِیْءُ لِلَّذِیْنَ یَتَخَلَّلُوْنَ إِلَی الْمَسَاجِدِ فِی الظُّلَمِ
بِنُوْرٍ سَاطِعٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ــــ (٧) إِنَّ عِنْدَ اللّٰهِ الْغُدُوَّ وَالرَّوَاحَ إِلَی الْمَسْجِدِ أَفْضَلُ مِنَ الْجِهَادِ
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ــــ (٨) یَدُ اللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ ــــ (٩) اَلْجَمَاعَةُ رَحْمَةٌ وَّالْفُرْقَةُ عَذَابٌ۔
ــــ (١٠) إِنَّ اللّٰهَ لَیَعْجَبُ مِنَ الصَّلٰوةِ فِی الْجَمْعِ ــــ (١١) إِنَّ اللّٰهَ یَسْتَحْیِیْ مِنْ عَبْدِهٖ
إِذَا صَلّٰی فِیْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ سَأَلَ حَاجَتَهٗ أَنْ یَّنْصَرِفَ حَتّٰی یَقْضِیَهَا ــــ (١٢) اَلصَّلٰوةُ فِیْ بَیْتِهٖ
بِصَلَاةٍ وَّصَلٰوتُهٗ فِیْ مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ صَلٰوةً وَّصَلٰوتُهٗ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ یُجَمَّعُ
فِیْهِ بِخَمْسِ مِائَةِ صَلٰوةٍ وَّصَلٰوتُهٗ فِی الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰی بِخَمْسَةِ اٰلَافِ صَلٰوةٍ وَّصَلٰوتُهٗ فِیْ مَسْجِدِیْ
هٰذَا بِخَمْسِیْنَ أَلْفَ صَلٰوةٍ وَّصَلٰوتُهٗ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلٰوةٍ ــــ (١٣) إِنَّ هَاتَیْنِ
الصَّلٰوتَیْنِ یَعْنِی الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ أَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ فَضْلَ مَا فِیْهِمَا لَأَتَوْهُمَا
وَلَوْ حَبْوًا، عَلَیْکُمْ بِالصَّفِّ الْمُقَدَّمِ فَإِنَّهٗ عَلٰی مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِکَةِ وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ فَضْلَهٗ لَابْتَدَرْتُمُوْهُ
وَصَلٰوةُ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ أَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِهٖ وَحْدَهٗ، وَصَلٰوتُهٗ مَعَ الرَّجُلَیْنِ أَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِهٖ مَعَ
الرَّجُلِ، وَمَا کَانَ أَکْثَرَ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَی اللّٰهِ ــــ (١٤) مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ
النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا، أَعْطَاهُ اللّٰهُ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَیْئًا۔
ــــ (١٥) مَنْ صَلّٰی لِلّٰهِ أَرْبَعِیْنَ یَوْمًا فِیْ جَمَاعَةٍ یُدْرِكُ التَّکْبِیْرَةَ الْأُوْلٰی کُتِبَ لَهٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ
مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ ــــ (١٦) مَنْ لَّمْ یَفُتْهُ الرَّکْعَةُ الْأُوْلٰی مِنَ الصَّلٰوةِ أَرْبَعِیْنَ یَوْمًا،
کَتَبَ اللّٰهُ بَرَاءَتَیْنِ بَرَاءَةً مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَةً مِّنَ النِّفَاقِ ــــ (١٧) یَا عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ مَّنْ
صَلّٰی صَلٰوةَ الْفَجْرِ فِیْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ جَلَسَ یَذْکُرُ اللّٰهَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ کَانَ لَهٗ فِی الْفِرْدَوْسِ سَبْعُوْنَ
دَرَجَةً، بُعْدُ مَا بَیْنَ کُلِّ دَرَجَتَیْنِ کَحُضْرِ الْفَرَسِ الْجَوَادِ الْمُضَمَّرِ سَبْعِیْنَ سَنَةً، وَمَنْ صَلّٰی صَلٰوةَ الظُّهْرِ
فِیْ جَمَاعَةٍ کَانَ لَهٗ فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ خَمْسُوْنَ دَرَجَةً بُعْدُ مَا بَیْنَ کُلِّ دَرَجَتَیْنِ کَحُضْرِ الْفَرَسِ الْمُضَمَّرِ
خَمْسِیْنَ سَنَةً، وَمَنْ صَلّٰی صَلٰوةَ الْعَصْرِ فِیْ جَمَاعَةٍ کَانَ لَهٗ کَأَجْرِ ثَمَانِیَةٍ مِّنْ وُّلْدِ إِسْمٰعِیْلَ کُلُّهُمْ رَبُّ
بَیْتٍ یُّعْتِقُهُمْ، وَمَنْ صَلّٰی صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ فِیْ جَمَاعَةٍ فَهِیَ حَجَّةٌ مَّبْرُوْرَةٌ وَّعُمْرَةٌ مُّتَقَبَّلَةٌ، وَمَنْ صَلّٰی
صَلٰوةَ الْعِشَاءِ فِیْ جَمَاعَةٍ کَانَ کَقِیَامِ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ــــ (١٨) لَأَنْ أُصَلِّیَ الصُّبْحَ فِیْ جَمَاعَةٍ أَحَبُّ
إِلَیَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّیَ لَیْلَةً، وَلَأَنْ أُصَلِّیَ الْعِشَاءَ فِیْ جَمَاعَةٍ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّیَ نِصْفَ لَیْلَةٍ ــــ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

——(۱۹) إنّ من حافظ على هؤلاء المكتوبات الخمس في جماعة، كان أوّل من يجوز على الصراط
كالبرق اللامع وحشره الله في أوّل زمرة من السابقين وكان له في كلّ يوم وليلة حافظ
عليهنّ كأجر ألف شهيد قتلوا في سبيل الله —— (۲۰) ما من أحد يغدو ويروح إلى المسجد
ويؤثره على سواه إلّا وله عند الله نزل يعدّه له في الجنّة كلّما غدا وراح كما الوزارة من يحبّ
زيارته لا اجتهد له في كرامته —— (۲۱) لا يتوضّأ أحدكم فيحسن وضوءه ويسبغه
ثمّ يأتي المسجد لا يريد إلّا الصلوٰة إلّا استبشر الله به كما يستبشر أهل الغائب بطلعته
——(۲۲) كان أناس منازلهم بعيدة فشكوا ذلك إلى رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلّم
فقال مكانكم فإنّ لكم بكلّ خطوة حسنة —— (۲۳) يقول الله عزّ وجلّ وفي رواية يقول
يوم القيامة أين جيراني؟ فيقول الملائكة ومن ينبغي أن يكون جارك؟ فيقول عمّار مساجدي.
——(۲۴) عمّار مساجد الله هم أهل الله عزّ وجلّ —— (۲۵) لا يوطن الرجل المسجد للصلوٰة
أو لذكر الله إلّا يستبشر الله به كما يستبشر أهل الغائب إذا قدم عليهم —— (۲۶) من توضّأ
في بيته فأحسن الوضوء ثمّ أتى المسجد فهو زائر الله وحقّ على المزور أن يكرم الزائر ——
(۲۷) المساجد بيوت الله، وضمن الله لمن كان المسجد أحد بيته بالروح والراحة والجواز
على الصراط —— (۲۸) إنّ للمساجد أوتادا والملائكة جلساؤهم، فإن غابوا تفقّدوهم
وإن مرضوا عادوهم وإن كانوا في حاجة أعانوهم جليس المسجد على ثلاث خصال أخي الشفاء
أو كلمة محكمة أو رحمة منتظرة —— (۲۹) من سمع النداء فلم يجب من غير ضرورة فلا
صلوٰة له —— (۳۰) لقد هممت أن آمر بالصلوٰة فتقام ثمّ آمر رجلا فيصلّي بالناس ثمّ
انطلق معي برجال معهم حزم حطب إلى أقوام لا يشهدون الصلوٰة فأحرق عليهم بيوتهم
بالنار —— (۳۱) لقد هممت أن أذهب إلى هؤلاء الذين يتخلّفون عن الصلوٰة فأحرق
عليهم بيوتهم —— (۳۲) للإمام والمؤذّن مثل أجور من صلّى معهما —— (۳۳) أفضل
الناس في المسجد الإمام ثمّ المؤذّن ثمّ من على يمين الإمام —— (۳۴) إنّ الله وملائكته
يصلّون على الصفّ المقدّم والمؤذّن يغفر له مدّ صوته ويصدّقه من سمعه من رطب و
يابس وله أجر من صلّى معه —— (۳۵) ما يمنعكم أن تصفّوا كما تصفّ الملائكة عند الرحمٰن

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الْأُوَلَ وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ ــــــ (۳۶) رُصُّوا صُفُوفَكُمْ وَقَارِبُوا بَيْنَهَا وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرَى الشَّيَاطِينَ تَدْخُلُ فِي خَلَلِ الصُّفُوفِ كَأَنَّهَا الْحَذَفُ وَفِي رِوَايَةٍ كَأَنَّهَا غَنَمٌ عُفْرٌ ــــــ (۳۷) عَلَيْكُمْ بِالصَّفِّ الْأَوَّلِ وَعَلَيْكُمْ بِالْمَيْمَنَةِ ــــــ (۳۸) أَمْنَعُ الصُّفُوفِ مِنَ الشَّيَاطِينِ الصَّفُّ الْأَوَّلُ ــــــ (۳۹) مَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ ــــــ (۴۰) إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الَّذِينَ يَصِلُونَ الصُّفُوفَ وَمَنْ سَدَّ فُرْجَةً رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً ــــــ (۴۱) سَوُّوا بَيْنَ صُفُوفِكُمْ لَا تَخْتَلِفْ قُلُوبُكُمْ ــــــ (۴۲) لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ ــــــ (۴۳) مَا مِنْ خَطْوَةٍ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ خَطْوَةٍ يَمْشِيهَا يَصِلُ بِهَا صَفًّا مَنْ تَرَكَ الصَّفَّ الْأَوَّلَ مَخَافَةَ أَنْ يُؤْذِيَ مُسْلِمًا، فَصَلّٰى فِي الصَّفِّ الثَّانِي أَوِ الثَّالِثِ أَضْعَفَ اللّٰهُ لَهُ أَجْرَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ۔

احادیث در فضائلِ مسجد

(۱) إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ ــــــ (۲) مَنْ أَخْرَجَ أَذًى مِنَ الْمَسْجِدِ بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ ــــــ (۳) مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ ــــــ (۴) لَا صَلٰوةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ ــــــ (۵) إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا۔ قِيلَ وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ الْمَسَاجِدُ ــــــ (۶) اَلْأَبْعَدُ فَالْأَبْعَدُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ أَجْرًا ــــــ (۷) اَلصَّلٰوةُ فِي مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ تَعْدِلُ الْفَرِيضَةَ مِنْهَا بِحَجَّةٍ مَبْرُورَةٍ وَالنَّافِلَةُ بِحَجَّةٍ مُتَقَبَّلَةٍ، وَفَضْلُ الصَّلٰوةِ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ عَلٰى مَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ بِخَمْسِ مِائَةِ صَلٰوةٍ ــــــ (۸) تَذْهَبُ الْأَرَضُونَ كُلُّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا الْمَسَاجِدُ فَإِنَّهَا يَنْضَمُّ بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ ــــــ (۹) أَفْضَلُ الْبِقَاعِ الْمَسَاجِدُ، وَأَفْضَلُ أَهْلِهَا أَوَّلُهُمْ دُخُولًا وَآخِرُهُمْ خُرُوجًا ــــــ (۱۰) إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا جَعَلَهُ قَيِّمَ مَسْجِدٍ، وَإِذَا أَبْغَضَ اللّٰهُ عَبْدًا جَعَلَهُ قَيِّمَ حَمَّامٍ ــــــ (۱۱) مَنْ عَلَّقَ فِي الْمَسْجِدِ قِنْدِيلًا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يَطْفَأَ ذٰلِكَ الْقِنْدِيلُ ــــــ (۱۲) إِنَّ الضَّحِكَ فِي الْمَسْجِدِ ظُلْمَةٌ فِي الْقَبْرِ ــــــ (۱۳) مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ ــــــ (۱۴) جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُمْ مَجَانِينَكُمْ وَصِبْيَانَكُمْ وَرَفْعَ أَصْوَاتِكُمْ وَسَلَّ سُيُوفِكُمْ وَبَيْعَكُمْ وَشِرَاءَكُمْ وَإِقَامَةَ حُدُودِكُمْ وَخُصُومَتَكُمْ وَجَمِّرُوهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تنبیہ: چونکہ عہدِ نبوت کے بُعد اور خواہش و بدعت کے شائع ہونے کے باعث اکثر اہلِ دنیا نماز سے جو کہ اسلام کا ستون ہے سُستی رکھتے ہیں اور جماعت سے تغافل برتتے ہیں اور صفِ اول کی قدر نہیں جانتے اور مسجد و جمعہ و آذان کے آداب کو بجا نہیں لاتے، اکثر صوفیہ خام نماز کو عوام کی اصلاح کے لئے تصور کرتے ہیں اور خواص کو اس سے بے نیاز جانتے ہیں اور اس کی برکات سے محروم رہتے ہیں اور جو شخص کہ نماز کی برکات سے محروم ہوا معلوم ہے کہ وہ ایمان و معرفت کی برکات سے کیا حصہ پائے گا۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ شَیْءٍ صَفْوَۃٌ وَصَفْوَۃُ الْاِیْمَانِ الصَّلٰوۃُ وَصَفْوَۃُ الصَّلٰوۃِ التَّکْبِیْرَۃُ الْاُوْلٰی۔ اس بنا پر نماز کے کمالات و فضائل میں سے کچھ حصہ ذکر کر دیا ہے اور اس بارے میں بات کو مختصر کیا ہے، ابھی نماز کے کمالات و فضائل بہت ہیں اگر (یہ فقیر) ان کی تفصیل میں مشغول ہو تو بہت سے دفتر چاہئیں اور فرض نمازوں اور سننِ زوائد و مؤکدہ کو خود ہی بالکل بیان نہیں کیا ہے کیونکہ اس بارے میں بیشمار حدیثیں وارد ہوئی ہیں چنانچہ دوسرے رسالہ میں ان میں سے کچھ بیان کی ہیں، اس جگہ چند احادیث جمعہ کے فضائل میں درج کی جاتی ہیں:۔ (۱) اَلْجُمُعَۃُ حَجُّ الْفُقَرَآءِ ــــ (۲) فَضْلُ الْجُمُعَۃِ فِیْ رَمَضَانَ کَفَضْلِ رَمَضَانَ عَلَی الشُّہُوْرِ ــــ (۳) اِنَّ جَہَنَّمَ لَتُسْجَرُ اِلَّا یَوْمَ الْجُمُعَۃِ ــــ (۴) اَفْضَلُ الْاَیَّامِ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ ــــ (۵) لَیْسَ مِنَ الصَّلَوَاتِ صَلٰوۃٌ اَفْضَلَ مِنْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِی الْجَمَاعَۃِ، وَمَا اَحْسَبُ مَنْ شَہِدَہَا مِنْکُمْ اِلَّا مَغْفُوْرًا لَّہٗ ــــ (۶) عَلٰی کُلِّ بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلَکَانِ یَکْتُبَانِ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ، فَکَرَجُلٍ قَدَّمَ بَدَنَۃً، وَکَرَجُلٍ قَدَّمَ بَقَرَۃً وَکَرَجُلٍ قَدَّمَ شَاۃً وَکَرَجُلٍ قَدَّمَ طَیْرًا، وَکَرَجُلٍ قَدَّمَ بَیْضَۃً۔ فَاِذَا قَعَدَ الْاِمَامُ طُوِیَتِ الصُّحُفُ ــــ (۷) اِنَّ لَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ وَیَوْمَ الْجُمُعَۃِ اَرْبَعَۃٌ وَّعِشْرُوْنَ سَاعَۃً لِلّٰہِ تَعَالٰی فِیْ کُلِّ سَاعَۃٍ سِتُّ مِائَۃِ اَلْفِ عَتِیْقٍ مِّنَ النَّارِ کُلُّہُمْ قَدِ اسْتَوْجَبُوا ــــ (۸) لَا یَتْرُکُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَحَدًا یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِلَّا غَفَرَ لَہٗ ــــ (۹) مَنْ مَّاتَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اَوْ لَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ اُجِیْرَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَجَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَعَلَیْہِ طَابَعُ الشُّہَدَآءِ ــــ (۱۰) اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَہْلِ الْجَنَّۃِ مَنْ لَّمْ یَشْغَلْہُ عَنِ الْجُمُعَۃِ حَرٌّ شَدِیْدٌ وَّلَا بَرْدٌ شَدِیْدٌ وَّلَا رَوْعٌ۔

فصل پنجم | اذکارِ غیر مؤقتہ، استغفار، درود اور دوسرے اذکار کے بیان میں:۔

چاہیے کہ استغفار بہت زیادہ کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــــ

(۱) جو شخص کہ بہت زیادہ استغفار کرتا ہے حق تعالیٰ اس کو ہر تنگی سے نجات کا راستہ اور ہر غم سے کشادگی دیتا ہے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور اس کو اُس جگہ سے رزق دیتا ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا ـــــ (۲) جب بندہ کہتا ہے
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ تو وہ بخش دیا جاتا ہے اگرچہ وہ کفار کی جنگ
سے بھاگا ہوا ہو ـــــ (۳) جو شخص کہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ اس کیلئے
لکھ دیا جاتا ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے پھر وہ (لکھا ہوا) عرش میں لٹکا دیا جاتا ہے اور کوئی گناہ جس کو اس کے صاحب نے
کیا ہے اس کو محو نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ حق تعالیٰ سے جا ملتا ہے اور (اسی طرح) وہ کلمہ سربمہر اور لپٹا ہوا ہوتا ہے
جیسا کہ اس نے کہا ہے ـــــ (۴) جو شخص تین بار کہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ
الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ تہ بتہ (ریت کے ذرات) کی تعداد اور آسمان کے
ستاروں کی تعداد کے برابر ہوں۔ قَالَ الشَّیْخُ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ قُدِّسَ سِرُّهٗ فِیْ مَعَارِجِ الْهِدَایَةِ وَمِنْ
اَنْوَاعِ الْاِسْتِغْفَارِ الْمَاْثُوْرِ الْمَشْهُوْرِ ـــــ (۵) مَا رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ
مَنْ قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَاَتُوْبُ
اِلَیْهِ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ مَرَّةً لَمْ یَرَ فِیْ بَیْتِهٖ وَلَا فِیْ اَهْلِهٖ وَلَا فِیْ دَارِهٖ وَلَا فِیْ مَدِیْنَتِهٖ وَلَا
فِیْ بَلَدِهٖ الَّذِیْ هُوَ فِیْهِ مَا یَکْرَهُ. فَیَنْبَغِی الْمُوَاظَبَةُ عَلٰی هٰذَا الْاِسْتِغْفَارِ صَبَاحًا وَّمَسَاءً. فَقَدْ کَانَ
جَمَاعَةٌ مِّنْ مَّشَائِخِنَا وَعُلَمَائِنَا یَتَوَاصَوْنَ بِهٖ فِیْمَا بَیْنَهُمْ وَیُوْصُوْنَ بِهٖ تَلَامِیْذَهُمْ وَاَوْلَادَهُمْ وَ
خُدَّامَهُمْ وَاَصْحَابَهُمْ وَیَحْرِصُوْنَ عَلَی الْمُوَاظَبَةِ عَلَیْهِ وَالْمُلَازَمَةِ لَهٗ لِمَا رَاَوْا فِیْهِ مِنْ عَظِیْمِ
النَّفْعِ وَجَزِیْلِ الْبَرَکَةِ وَکَرِیْمِ النَّفْعِ ـــــ (۶) اَلْاِسْتِغْفَارُ فِی الصَّحِیْفَةِ یَتَلَأْلَأُ نُوْرًا ـــــ
(۷) مَنِ اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِکُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ حَسَنَةً ـــــ
(۸) مَنِ اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعًا وَّعِشْرِیْنَ مَرَّةً، کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ یُسْتَجَابُ
لَهُمْ وَیُرْزَقُ بِهِمْ اَهْلُ الْاَرْضِ ـــــ (۹) اِنَّ لِلْقُلُوْبِ صَدَاً کَصَدَاءِ الْحَدِیْدِ وَجِلَاءُهَا
الْاِسْتِغْفَارُ ـــــ (۱۰) مَا مِنْ عَبْدٍ یَّسْجُدُ فَیَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ
قَبْلَ اَنْ یَّرْفَعَ رَاْسَهٗ ـــــ (۱۱) طُوْبٰی لِمَنْ وُّجِدَ فِیْ صَحِیْفَتِهٖ اِسْتِغْفَارٌ کَثِیْرٌ۔
ـــــ (۱۲) اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی دَائِکُمْ وَدَوَائِکُمْ، اَلَا دَاءُکُمُ الذُّنُوْبُ وَدَوَاءُکُمُ الْاِسْتِغْفَارُ۔
ـــــ (۱۳) اَنَا اَمَانٌ وَّالْاِسْتِغْفَارُ اَمَانٌ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

احادیث درود شریف کے فضائل ہیں:

(۱) مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحَطَّ عَنْہُ عَشْرَ خَطِیْئَاتٍ وَرَفَعَ لَہٗ عَشْرَ دَرَجَاتٍ ــــ (۲) اَوْلَی النَّاسِ بِیْ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلوٰۃً ــــ (۳) رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ، وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَیْہِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یُّغْفَرَ لَہٗ، وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَکَ اَبَوَیْہِ عِنْدَ الْکِبَرِ فَلَمْ یُدْخِلَاہُ الْجَنَّۃَ ــــ (۴) کُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوْبٌ حَتّٰی یُصَلِّیَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ــــ (۵) مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلوٰۃً کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ قِیْرَاطًا وَالْقِیْرَاطُ مِثْلُ اُحُدٍ ــــ (۶) مَنْ صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّقَالَ اللّٰھُمَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ ــــ (۷) اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَیَّ فَاَحْسِنُوا الصَّلوٰۃَ فَاِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّ ذٰلِکَ یُعْرَضُ عَلَیَّ، قُوْلُوا اللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ اِمَامِ الرَّحْمَۃِ، اَللّٰھُمَّ ابْعَثْہُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ یَغْبِطُ بِہِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ ــــ (۸) مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلوٰۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَمَلَائِکَتُہٗ بِھَا سَبْعِیْنَ صَلوٰۃً فَلْیُقِلَّ مِنْ ذٰلِکَ اَوْ لِیُکْثِرْ ــــ (۹) مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ کِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِکَۃُ تَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَا دَامَ اِسْمِیْ فِیْ ذٰلِکَ الْکِتَابِ ــــ (۱۰) نَادَانِیْ جِبْرَئِیْلُ مِنْ تِلْقَاءِ الْعَرْشِ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ یَقُوْلُ لَکَ الرَّحْمٰنُ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ ذُکِرْتَ بَیْنَ یَدَیْہِ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْکَ دَخَلَ النَّارَ ــــ (۱۱) صَلُّوْا عَلٰی اَنْبِیَاءِ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ فَاِنَّ اللّٰہَ بَعَثَھُمْ کَمَا بَعَثَنِیْ۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اور تسبیح، تہلیل، تمجید اور تکبیر کی فضیلت میں: ــــ

کلمۂ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کو بہت زیادہ کہے کیونکہ یہ کلمہ عرش کے نیچے کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے جس شخص کو اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دے اور وہ چاہے کہ وہ نعمت اس سے جاتی نہ رہے وہ اس کلمہ کو بہت زیادہ کہے مَنْ اَکْثَرَ مِنْہُ نَظَرَ اللّٰہُ اِلَیْہِ وَمَنْ نَظَرَ اللّٰہُ اِلَیْہِ اَصَابَ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اور یہ کلمہ ننانوے ۹۹ زحمتوں کے لئے دوا ہے کہ ان میں سے ادنیٰ زحمت غم ہے ــــ اور تسبیح و تہلیل و تمجید و تکبیر کے بارے میں کیا لکھوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل کلام یہ کلمات ہیں کما ورد ــــ (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت ایک ہموار زمین ہے تم اُس جگہ میں درخت لگاؤ، صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کے درخت کیا چیز ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ ایک درخت ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایک درخت ہے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک درخت ہے، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ایک درخت ہے —— (۲) اَلتَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَاُ الْمِیْزَانَ، وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَیْسَ لَھَا دُوْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ حَتّٰی تَخْلُصَ اِلَیْہِ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تَمْلَاُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ —— (۳) مَا عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ اَحَدٌ یَقُوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اِلَّا غُفِرَتْ لَہٗ خَطَایَاہُ وَلَوْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ —— (۴) اَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ فَاِنَّھُنَّ الْبَاقِیَاتُ الصّٰلِحٰتُ وَھُنَّ یَحْطُطْنَ الْخَطَایَا کَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَۃُ وَرَقَھَا وَھُنَّ مِنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ —— (۵) سُبْحَانَ اللّٰہِ اَعْظَمُ مِنْ اَحَدٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَعْظَمُ مِنْ اَحَدٍ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَعْظَمُ مِنْ اَحَدٍ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَعْظَمُ مِنْ اَحَدٍ —— (۶) مَنْ ضَنَّ بِالْمَالِ اَنْ یُّنْفِقَہٗ وَھَابَ اللَّیْلَ اَنْ یُّکَابِدَہٗ، وَخَافَ الْعَدُوَّ اَنْ یُّجَاھِدَہٗ فَلْیُکْثِرْ مِنْ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ فَاِنَّھُنَّ مُقَدِّمَاتٌ وَّمُنْجِیَاتٌ وَّمُعَقِّبَاتٌ وَّھُنَّ الْبَاقِیَاتُ الصّٰلِحٰتُ —— (۷) قَوْلِیْ اَللّٰہُ اَکْبَرُ مِائَۃَ مَرَّۃٍ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکِ مِنْ مِّائَۃِ بَدَنَۃٍ مُّجَلَّلَۃٍ مُّتَقَبَّلَۃٍ، وَقُوْلِیْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکِ مِنْ مِّائَۃِ فَرَسٍ مُّلْجَمَۃٍ حُمِلْتَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، وَقُوْلِیْ سُبْحَانَ اللّٰہِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکِ مِنْ مِّائَۃِ رَقَبَۃٍ مِّنْ بَنِیْ اِسْمٰعِیْلَ تُعْتِقِیْھُنَّ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ، وَقُوْلِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا یُدْرِکُہٗ ذَنْبٌ وَّلَا یَسْبِقُہٗ عَمَلٌ —— (۸) مَنْ سَبَّحَ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ سَبْعِیْنَ تَسْبِیْحَۃً غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ سَائِرَ عَمَلِہٖ —— (۹) مَنْ سَبَّحَ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ تَسْبِیْحَۃً وَّاحِدَۃً اَوْ حَمِدَہٗ تَحْمِیْدَۃً اَوْ ھَلَّلَہٗ تَھْلِیْلَۃً اَوْ کَبَّرَہٗ تَکْبِیْرَۃً غُرِسَ لَہٗ بِھَا شَجَرَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ فِیْ اَصْلِھَا یَاقُوْتٌ اَحْمَرُ مُکَلَّلَۃٌ بِالدُّرِّ طَلْعُھَا کَثَدْیِ الْاَبْکَارِ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ وَاَلْیَنُ مِنَ الزُّبْدِ —— (۱۰) مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ غُرِسَ لَہٗ بِھَا اَلْفُ شَجَرَۃٍ فِی الْجَنَّۃِ اَصْلُھَا مِنْ ذَھَبٍ وَّفَرْعُھَا مِنْ دُرٍّ وَّطَلْعُھَا کَثَدْیِ الْاَبْکَارِ اَلْیَنُ مِنَ الزُّبْدِ وَاَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ، کُلَّمَا اُخِذَ مِنْھَا شَیْءٌ عَادَ کَمَا کَانَ —— (۱۱) اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی اَکْثَرَ مِنْ ذِکْرِ اللَّیْلِ مَعَ النَّھَارِ وَالنَّھَارِ مَعَ اللَّیْلِ تَعَلَّمْھُنَّ وَعَلِّمْھُنَّ عَقِبَکَ مِنْ بَعْدِکَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْاَ مَا خَلَقَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ مَا اَحْصٰی کِتَابُہٗ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْاَ مَا اَحْصٰی کِتَابُہٗ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ کُلِّ شَیْءٍ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْاَ کُلِّ شَیْءٍ، وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ، وَسُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْاَ مَا خَلَقَ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا اَحْصٰی کِتَابُہٗ، وَسُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْأَ مَا اَحْصٰی کِتَابُہٗ، وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ کُلِّ شَیْءٍ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْأَ کُلِّ شَیْءٍ ــــ (۱۲) مَنْ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ تَوَاضَعَ کُلُّ شَیْءٍ لِعَظَمَتِہٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اسْتَسْلَمَ کُلُّ شَیْءٍ لِقُدْرَتِہٖ وَیُطْلَبُ بِھَا مَا عِنْدَہٗ، کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِھَا اَلْفَ حَسَنَۃٍ وَرَفَعَ لَہٗ بِھَا اَلْفَ دَرَجَۃٍ وَّوَکَّلَ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَلَکٍ یَسْتَغْفِرُوْنَ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ طب و ابْنُ عَسَاکِرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَفِیْہِ اَیُّوْبُ بْنُ نُھَیْکٍ مُّنْکَرُ الْحَدِیْثِ ــــ (۱۳) یَا مُعَاذُ مَا لَکَ لَا تَاْتِیْنَا کُلَّ غَدَاۃٍ؟ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُسَبِّحُ کُلَّ غَدَاۃٍ سَبْعَۃَ اٰلَافِ تَسْبِیْحَۃٍ قَبْلَ اَنْ اٰتِیَکَ فَقَالَ اَلَا اُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ ھُنَّ اَخَفُّ عَلَیْکَ وَاَثْقَلُ فِی الْمِیْزَانِ وَلَا تُحْصِیْھِ الْمَلَائِکَۃُ وَلَا اَھْلُ الْاَرْضِ، قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَدَدَ مَرْضَاتِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ زِنَۃَ عَرْشِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَدَدَ مَلٰٓئِکَتِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَدَدَ خَلْقِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِلْأَ سَمٰوٰتِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِلْأَ اَرْضِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِلْأَ مَا بَیْنَھُمَا ــــ (۱۴) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ مَنْ دَعَا بِھٰذِہِ الْکَلِمَاتِ الْخَمْسِ لَمْ یَسْاَلِ اللّٰہَ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاہُ اِیَّاہُ ــــ (۱۵) اِسْمُ اللّٰہِ الَّذِیْ اِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ وَ اِذَا سُئِلَ بِہٖ اَعْطٰی دَعْوَۃُ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ــــ (۱۶) سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رَجُلًا یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ، فَقَالَ لَقَدْ دَعَا اللّٰہَ بِاسْمِہِ الْاَعْظَمِ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ بِہٖ اَعْطٰی وَاِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ، ــــ (۱۷) کَانَ اَکْثَرُ دُعَائِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ــــ (۱۸) اَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ رَحْمَۃً عَامَّۃً اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ ــــ (۱۹) مَنْ قَالَ کُلَّ یَوْمٍ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ کَتَبَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْاَبْدَالِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَشْرَ مَرَّاتٍ ــــ (۲۰) اَنَّہٗ لَمْ یَدَعْ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ وَّلَا عَبْدٌ صَالِحٌ اِلَّا کَانَ مِنْ دُعَائِہٖ اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِکَ الْغَیْبَ وَقُدْرَتِکَ عَلَی الْخَلْقِ اَحْیِنِیْ مَا عَلِمْتَ الْحَیَاۃَ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاۃَ خَیْرًا لِّیْ، وَاَسْئَلُکَ خَشْیَتَکَ فِی الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ وَکَلِمَۃَ الْحِلْمِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضٰی، وَالْقَصْدَ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی، وَاَسْئَلُکَ نَعِیْمًا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

لَا يَنْفَدُ وَقُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقَطِعُ وَبَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَاَسْئَلُكَ النَّظَرَ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى
لِقَائِكَ، فِيْ غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَّلَا فِتْنَةٍ مُّضِلَّةٍ، اَللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِزِيْنَةِ الْاِيْمَانِ وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُّهْتَدِيْنَ
——— (۲۱) اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمٰتٍ مَّنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّعَلِّمْهُنَّ اِيَّاهُ ثُمَّ لَا يُنْسَاهُ اَبَدًا، قُلِ اللّٰهُمَّ
اِنِّيْ ضَعِيْفٌ فَقَوِّ بِرِضَاكَ ضُعْفِيْ وَخُذْ اِلَى الْخَيْرِ بِنَاصِيَتِيْ وَاجْعَلِ الْاِسْلَامَ مُنْتَهٰى رِضَائِيْ، اَللّٰهُمَّ
اِنِّيْ ضَعِيْفٌ فَقَوِّنِيْ وَاِنِّيْ ذَلِيْلٌ فَاَعِزَّنِيْ وَاِنِّيْ فَقِيْرٌ فَارْزُقْنِيْ ——— (۲۲) اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا
فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ، مَنْ كَانَ ذٰلِكَ دُعَاءَهٗ مَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّصِيْبَهُ
الْبَلَاءُ. قَالَ الْعُلَمَاءُ هٰذَا حَدِيْثٌ جَلِيْلٌ يَّنْبَغِيْ اَنْ يُّوَاظَبَ عَلَيْهِ فَاِنَّهٗ مُجَرَّبٌ ——— (۲۳) عَنْ
مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ احْتُبِسَ عَنَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى
كِدْنَا نَتَرَاءٰى عَيْنَ الشَّمْسِ. فَخَرَجَ سَرِيْعًا فَثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَتَجَوَّزَ فِيْ صَلٰوتِهٖ، فَلَمَّا سَلَّمَ دَعَا بِصَوْتِهٖ فَقَالَ لَنَا عَلٰى مَصَافِّكُمْ كَمَا اَنْتُمْ. ثُمَّ انْفَتَلَ اِلَيْنَا. ثُمَّ قَالَ
اَمَا اِنِّيْ سَاُحَدِّثُكُمْ مَا حَبَسَنِيْ عَنْكُمُ الْغَدَاةَ، اِنِّيْ قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَوَضَّأْتُ وَصَلَّيْتُ مَا قُدِّرَ لِيْ
فَنَعَسْتُ فِيْ صَلٰوتِيْ حَتَّى اسْتَثْقَلْتُ، فَاِذَا اَنَا بِرَبِّيْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ
قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ، فَقَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى؟ قُلْتُ لَا اَدْرِيْ، قَالَهَا ثَلٰثًا. قَالَ فَرَاَيْتُهٗ
وَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُّ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَّعَرَفْتُ. فَقَالَ
يَا مُحَمَّدُ! قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ! قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى؟ قُلْتُ فِي الْكَفَّارَاتِ، قَالَ وَمَا هُنَّ؟
قُلْتُ مَشْيُ الْاَقْدَامِ اِلَى الْجَمَاعَاتِ وَالْجُلُوْسُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوٰتِ وَاِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ حِيْنَ
الْكَرِيْهَاتِ. قَالَ ثُمَّ فِيْمَ؟ قُلْتُ فِي الدَّرَجَاتِ. قَالَ وَمَا هُنَّ؟ قُلْتُ اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَلِيْنُ الْكَلَامِ
وَالصَّلٰوةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ. قَالَ سَلْ، قُلْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ
وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِيْ وَتَرْحَمَنِيْ، وَاِذَا اَرَدْتَّ فِتْنَةً فِيْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِيْ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ، وَاَسْئَلُكَ
حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُنِيْ اِلٰى حُبِّكَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِنَّهَا حَقٌّ فَادْرُسُوْهَا ثُمَّ تَعَلَّمُوْهَا. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَ
ابْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ ——— (۲۴) يَا سَعْدُ لَوْ دَعَوْتَ فِيْ
سَاعَةٍ بِكَلِمٰتٍ لَوْ دَعَوْتَ مَا بَيْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاسْتُجِيْبَ لَكَ، فَاَبْشِرْ يَا سَعْدُ،

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سُبْحٰنَكَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ـــــــ (۲۵) اِنَّ لِلّٰہِ بَحْرًا مِّنْ نُّوْرٍ حَوْلَہٗ مَلَائِکَۃٌ مِنْ نُّوْرٍ عَلٰی جَبَلٍ مِّنْ نُّوْرٍ بِاَیْدِیْھِمْ حِرَابٌ مِّنْ نُّوْرٍ یُّسَبِّحُوْنَ حَوْلَ ذٰلِكَ الْبَحْرِ، سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ، سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰئِکَۃِ وَالرُّوْحِ، فَمَنْ قَالَھَا فِیْ یَوْمٍ مَرَّۃً اَوْ فِیْ شَھْرٍ مَرَّۃً اَوْ فِیْ سَنَۃٍ مَرَّۃً اَوْ فِیْ عُمْرِہٖ مَرَّۃً غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ وَلَوْ کَانَتْ ذُنُوْبُہٗ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ اَوْ مِثْلَ رَمْلِ عَالِجٍ اَوْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ ـــــــ (۲۶) یَا فَاطِمَۃُ مَا یَمْنَعُكِ اَنْ تَسْمَعِیْ مَا اُوْصِیْكِ بِہٖ اَنْ تَقُوْلِیْ، یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ، فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَّاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ ـــــــ (۲۷) مَنْ قَالَ جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ، اَتْعَبَ سَبْعِیْنَ کَاتِبًا اَلْفَ صَبَاحٍ۔

استخارہ کے بیان میں:۔ (اس میں) حق تعالیٰ سے عافیت چاہتا ہے، اور ہر ایک کام کو شروع کرتے وقت استخارہ کرے کہ انسان کی سعادت استخارہ کرنے میں ہے اور استخارہ نہ کرنے میں شقاوت ہے۔ کما ورد۔

استخارہ کرنے کا طریقہ:۔ فرض نماز کے علاوہ دو رکعت نماز ادا کرے، پہلی رکعت میں (سورہ) فاتحہ کے بعد قل یاایہا الکفرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھے اور سلام کے بعد یہ دعا پڑھے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ (اس جگہ اپنے مطلب کا خیال کرے) خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْہِ، وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ (اس جگہ بھی اپنے مطلب کا خیال کرے) شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ۔

صلٰوۃُ التَّسبیح:۔ تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں کے لئے خواہ وہ سہواً ہوگئے ہوں یا جان بوجھ کر کئے ہوں، پوشیدہ ہوں یا علانیہ۔ حدیث شریف میں آیا ہے چار رکعت پڑھی جائیں، ہر رکعت میں قرأت کے بعد پندرہ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے اور رکوع میں دس بار اور قومہ میں دس بار اور سجدہ میں دس بار اور جلسہ میں دس بار اور دوسرے سجدہ میں دس بار اور دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر دس بار کلمہ تسبیح مذکورہ پڑھے، اس طریقہ پر چار رکعتیں ادا کرے پس ہر رکعت میں پچھتر بار کلمہ تسبیح پڑھا جائے تاکہ چاروں رکعتوں میں مجموعہ تسبیح تین سو مرتبہ پوری ہوجائے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فصل ششم

ضروری نصائح و مواعظ کے بیان میں :۔ اے بھائی! ناجنس اور طریقہ کے مخالف شخص کی صحبت سے پرہیز کر اور بدعتی کے ساتھ بیٹھنے سے گریز کر، یحییٰ معاذ رازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: اِجْتَنِبْ مِنْ صُحْبَةِ ثَلَاثَةِ اَصْنَافٍ اَلْعُلَمَاءِ الْغَافِلِيْنَ وَالْقُرَّاءِ الْمُدَاهِنِيْنَ وَ الْمُتَصَوِّفَةِ الْجَاهِلِيْنَ ـــــ جس شخص نے کہ اپنے آپ کو پیری کی گدی پر بٹھایا ہے اور اس کا عمل نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہے اور نہ وہ شریعتِ متورہ کے زیور سے آراستہ ہے، زنہار ہزار زنہار اس سے دُور رہ بلکہ جس شہر میں کہ وہ ہے تو اس میں مت رہ، ایسا نہ ہو کہ زمانہ کے گذرنے کے ساتھ دل کو اس کے ساتھ کچھ میلان پیدا ہو جائے اور مقصدِ اعظم میں خلل واقع ہو جائے کیونکہ وہ اقتدا کے لائق نہیں ہے، وہ ایک پوشیدہ چور ہے اور شیطان کے لئے ایک جال ہے اگرچہ تو اُس سے قسم قسم کے خوارقِ عادات دیکھے اور اگرچہ تو اس کو بظاہر دنیا سے بے تعلق پائے فِرَّ مِنْ صُحْبَتِهٖ اَكْثَرَ مَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ ـــــ سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں اَلطُّرُقُ كُلُّهَا مَسْدُوْدَةٌ اِلَّا عَلٰى مَنِ اقْتَفٰى اَثَرَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اور نیز فرمایا ہے مَنْ لَّمْ يَحْفَظِ الْقُرْاٰنَ وَلَمْ يَكْتُبِ الْحَدِيْثَ ـ لَا يُقْتَدٰى بِهٖ فِيْ هٰذَا الشَّاْنِ، لِاَنَّ عِلْمَنَا مُقَيَّدٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ ـ اور نیز انھوں نے فرمایا اِنَّ طُرُقَ السَّادَاتِ الْمُقَرَّبِيْنَ الصَّادِقِيْنَ السَّابِقِيْنَ مُقَيَّدٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَهُمُ الصُّوْفِيَّةُ عَلَى الْحَقِيْقَةِ وَالْعُلَمَاءُ الْعَامِلُوْنَ بِالشَّرِيْعَةِ وَالطَّرِيْقَةِ وَهُمْ وَارِثُوا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ الْمُتَّبِعُوْنَ لَهٗ فِيْ اَقْوَالِهٖ وَاَخْلَاقِهٖ وَ اَفْعَالِهٖ اَفَاضَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِهِمْ ـــــ (یہ فقیر) دوبارہ لکھتا ہے کہ آدابِ نبوی میں سستی کرنے والے اور سنتِ مصطفوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام کو ترک کرنے والے کو ہرگز عارف خیال نہ کریں، اور اس کے دنیا سے قطع تعلق کرنے اور خوارقِ عادات نہ سنیں اور اس کے زہد و توکل و معارفِ توحیدی کے فریفتہ نہ ہو جائیں کیونکہ باطل فرقے مثلاً یہود و نصاریٰ جوگی اور برہمن ان امور میں سچے فرقوں کے ساتھ شرکت رکھتے ہیں۔ ابو عمر نجید رحمہ اللہ نے کہا ہے كُلُّ حَالٍ لَا يَكُوْنُ عَنْ نَتِيْجَةِ عِلْمٍ وَاِنْ جَلَّ فَاِنَّ ضَرَرَهٗ عَلٰى صَاحِبِهٖ اَكْثَرُ مِنْ نَفْعِهٖ، سُئِلَ عَنْهُ مَا التَّصَوُّفُ؟ قَالَ الصَّبْرُ تَحْتَ الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ ـ کام کا مدار اتباعِ شریعت پر ہے اور نجات کا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی پیروی کرنے سے وابستہ ہے، حق و باطل کے مابین فارقِ عدل یہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے، زہد و توکل و انقطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر نامقبول ہے اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسل کے بغیر افکار و اذکار، اشواق و اذواق کی کوئی توقع نہیں ہے،

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خوارقِ عادات کا مدار بھوک اور ریاضت پر ہے معرفت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا ہے مَنْ تَهَاوَنَ بِالْاٰدَابِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ السُّنَنِ، وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالسُّنَنِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْفَرَائِضِ، وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْفَرَائِضِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْمَعْرِفَةِ وَلِهٰذَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَعَاصِيْ تَزِيْدُ الْكُفْرَ ــــ لوگوں نے سلطان شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے کہا کہ فلاں شخص پانی کے اوپر چلتا ہے، انھوں نے کہا آسان ہے خس وخاشاک (گھاس پھوس) بھی پانی پر چلتے ہیں، لوگوں نے کہا فلاں شخص ہوا میں اُڑتا ہے انھوں نے کہا چیل اور مکھی بھی ہوا میں اُڑتی ہیں، لوگوں نے کہا فلاں شخص ایک ساعت میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں جاتا ہے، انھوں نے کہا شیطان ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب تک جاتا ہے اس قسم کی چیزوں کی کوئی زیادہ قیمت نہیں ہے، مَرد وہ ہے کہ مخلوق کے درمیان بیٹھے اور لین دین کرے اور شادی کرے اور مخلوق کے ساتھ مل جل کر رہے اور ایک لحظہ حق سبحانہٗ سے غافل نہ رہے ــــ لوگوں نے قدوۃ اہل اللہ ابو علی رودباریؒ سے پوچھا جو شخص کہ لہو ولعب کی چیزیں سنتا ہو اور کہتا ہو کہ یہ میرے لئے حلال ہیں کیونکہ میں ایک ایسے درجہ تک پہنچ گیا ہوں کہ اختلافِ ماحول میرے اندر اثر نہیں کرتا۔ انھوں نے جواب میں کہا بیشک پہنچ گیا ہے ولیکن جہنم میں پہنچ گیا ہے ــــ ابوسلیمان دارانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: رُبَّمَا وَقَعَتْ فِيْ قَلْبِيْ نُكْتَةٌ مِنْ نُكَتِ الْقَوْمِ اَيَّامًا فَلَا اَقْبَلُ مِنْهُ اِلَّا بِشَاهِدَيْنِ عَدْلَيْنِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔ حدیث شریف میں ہے: اَصْحٰبُ الْبِدْعَةِ كِلَابُ النَّارِ ــــ اور نیز وارد ہوا ہے مَنْ عَمِلَ بِبِدْعَةٍ خَلَّاهُ الشَّيْطٰنُ فِي الْعِبَادَةِ وَاَلْقٰى عَلَيْهِ الْخُشُوْعَ وَالْبُكَاءَ ــــ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا وَلَا صَلٰوةً وَلَا صَدَقَةً وَلَا حَجًّا وَلَا عُمْرَةً وَلَا جِهَادًا وَلَا صَرْفًا وَلَا عَدْلًا حَتّٰى يَخْرُجَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ ــــ قَالَ الشَّيْخُ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ بَكْرٍ قُدِّسَ سِرُّهٗ فِيْ مَعَارِجِ الْهِدَايَةِ اِعْلَمْ حَقًّا وَتَحَقَّقْ صِدْقًا اَنَّ حُسْنَ كُلِّ اِنْسَانٍ وَكَمَالَهٗ وَزِيْنَتَهٗ وَجَمَالَهٗ فِيْ كَمَالِ الْاِتِّبَاعِ الْمُصْطَفَوِيِّ فِيْ جَمِيْعِ الْاُمُوْرِ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا اُصُوْلًا وَفُرُوْعًا عَقْلًا وَفِعْلًا عَادَةً وَعِبَادَةً خُلْقًا وَتَخَلُّقًا، اِذِ السَّعَادَاتُ كُلُّهَا مَنُوْطَةٌ بِاتِّبَاعِ السُّنَّةِ وَبِامْتِثَالِ الْاَوَامِرِ عَلٰى مُشَاهَدَةِ الْاِخْلَاصِ وَتَعْظِيْمِ الْمَنْهِيِّ عَلٰى مُشَاهَدَةِ الْخَوْفِ، بَلْ بِاقْتِفَاءِ اٰثَارِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ جَمِيْعِ مَوَارِدِهٖ وَمَصَادِرِهٖ وَحَرَكَاتِهٖ وَسَكَنَاتِهٖ حَتّٰى يُلْجِمَ النَّفْسَ بِلِجَامِ الشَّرِيْعَةِ وَيَنْجَلِيَ فِي الْقَلْبِ حَقَائِقُ الْحَقِيْقَةِ۔ وَلَا يَحْصُلُ هٰذَا اِلَّا بِتَصْقِيْلِ الْقَلْبِ عَلٰى قَانُوْنِ السُّنَّةِ مِنَ الْخِصَالِ الْمَذْمُوْمَةِ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وَتَنْوِیْرِہٖ بِاَنْوَارِ الذِّکْرِ وَالتِّلَاوَۃِ وَالْمَعْرِفَۃِ وَالْاَخْلَاقِ الْمَحْمُوْدَۃِ وَتَعْدِیْلِہٖ بِاَنْ تَجْرِیَ جَمِیْعُ حَرَکَاتِ الْجَوَارِحِ عَلٰی نَہْجِ الْعَدْلِ حَتّٰی یَحْدُثَ فِیْہِ ھَیْئَۃٌ مُسْتَوِیَۃٌ بِھَا یَسْتَعِدُّ لِقُبُوْلِ الْحَقَائِقِ وَ یَصْلَحُ لِنَفْخِ رُوْحِ اللّٰہِ الْمَخْصُوْصَۃِ لِسُلُوْکِ اَحْسَنِ الطَّرِیْقِ۔ ھٰذَا مَا قَالَ ــــــ

اور اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے اس کا تدارک توبہ و استغفار کے ساتھ جلدی کر، پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ اور ظاہری گناہ کی توبہ ظاہری طور پر کر اور توبہ کو دوسرے وقت پر مت ڈال۔ منقول ہے کہ کرامٌ کاتبین تین ساعت تک گناہوں کے لکھنے میں توقف کرتے ہیں اگر گناہ کرنے والے شخص نے اس اثنا میں توبہ کر لی تو وہ اس گناہ کو نہیں لکھتے ورنہ اس کے اعمالنامہ میں تحریر کر دیتے ہیں۔ جعفر بن سنان قدس سرہٗ فرماتے ہیں غَفْلَتُکَ عَنْ تَوْبَۃِ ذَنْبٍ اِرْتَکَبْتَہٗ شَرٌّ مِّنْ اِرْتِکَابِہٖ ـــــ اور اگر اتنی جلدی توبہ میسر نہ ہو تو غرغرہ (جانکنی) کا معاملہ پہنچنے کے پہلے پہلے جس وقت بھی توبہ کرے مقبول ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْٓءُ النَّھَارِ وَیَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْٓءُ اللَّیْلِ ـــــ چاہئے کہ ورع (پرہیزگاری) و تقویٰ اپنا شعار بنالے، ممنوعات و مشتبہات میں قدم نہ رکھے کیونکہ اس راستہ میں نواہی (ممنوعات) سے رُکنا اوامر کے بجالانے سے زیادہ ترقی بخش و فائدہ مند ہے ـــــ ایک بزرگ فرماتے ہیں اَعْمَالُ الْخَیْرِ یَعْمَلُھَا الْبَرُّ وَ الْفَاجِرُ وَلَا یَجْتَنِبُ عَنِ الْمَعَاصِیْ اِلَّا الصِّدِّیْقُ ـــــ معروف کرخی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے: غُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ وَلَوْ عَنْ شَاۃٍ اُنْثٰی ـــــ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جُلَسَاءُ اللّٰہِ غَدًا اَھْلُ الْوَرَعِ وَالزُّھْدِ فِی الدُّنْیَا ـــــ نیز آنحضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا رَکْعَتَانِ مِنْ رَّجُلٍ وَّرِعٍ اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ رَکْعَۃٍ مِّنْ مُخَلِّطٍ ـــــ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے اَلصَّلٰوۃُ خَلْفَ رَجُلٍ وَّرِعٍ مَّقْبُوْلَۃٌ وَ الْھَدِیَّۃُ اِلٰی رَجُلٍ وَّرِعٍ مَّقْبُوْلَۃٌ، وَالْجُلُوْسُ مَعَ رَجُلٍ وَّرِعٍ مِّنَ الْعِبَادَۃِ وَالْمُذَاکَرَۃُ مَعَہٗ صَدَقَۃٌ ـــــ اور جس امر میں کہ تیرا دل رک جائے تو اس کو چھوڑ دے اور اس کا مرتکب مت ہو اور نفس کے فتوے پر مت چل اور تردد والے امور میں دل کو مفتی بنا ـــــ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْبِرُّ مَا سَکَنَتْ اِلَیْہِ النَّفْسُ وَاطْمَاَنَّ بِہِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَا سَکَنَتْ اِلَیْہِ النَّفْسُ وَلَمْ یَطْمَئِنَّ بِہِ الْقَلْبُ وَاِنْ اَفْتَاکَ الْمُفْتُوْنَ ـــــ اور حدیث شریف میں آیا ہے اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَّالْحَرَامُ بَیِّنٌ فَدَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یَرِیْبُکَ۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ شک آئے اور دل رک جائے اس کو نہیں کرنا چاہئے اور اگر شک نہ آئے اس کا ارتکاب معاف ہے ـــــ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فِیْ کِتَابِہٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ فِیْ کِتَابِہٖ وَمَا سَکَتَ فَھُوَ مِمَّا عَفَا عَنْہُ۔ اس شخص کے لئے جو کہ امورِ شتبہ میں مبتلا ہو دوسری امتیاز کرنے والی چیز یہ ہے کہ اپنا ہاتھ اپنے سینہ یا اپنے دل پر رکھے اگر اس کو ساکن پائے تو اس میں پیشقدمی کرے اور اس کو مضطرب پائے تو اپنے آپ کو اس سے یکسو کرلے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُفْتِیْکَ نَفْسُکَ ضَعْ یَدَکَ عَلٰی صَدْرِکَ فَاِنَّہٗ یَسْکُنُ لِلْحَلَالِ وَیَضْطَرِبُ لِلْحَرَامِ دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یَرِیْبُکَ وَاِنْ اَفْتَاکَ الْمُفْتُوْنَ۔ اِنَّ الْمُؤْمِنَ مَنْ یَّذَرُ الصَّغِیْرَ مَخَافَۃَ اَنْ یَّقَعَ فِی الْکَبِیْرِ۔ اور دوسری روایت میں آیا ہے ضَعْ یَدَکَ عَلٰی فُؤَادِکَ فَاِنَّ الْقَلْبَ یَسْکُنُ لِلْحَلَالِ۔

طاعات کے بیان میں:۔ اپنی تمام طاعات و عبادات کو تہمت زدہ رکھے اور اپنے آپ کو اللہ سبحانہٗ کا حق ادا کرنے سے قاصر جانے، ابو محمد بن منازل قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ذَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْوَاعَ الْعِبَادَاتِ فَقَالَ الصَّابِرِیْنَ وَالصَّادِقِیْنَ وَالْقَانِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ، خَتَمَ الْمَقَامَاتِ کُلَّھَا بِمَقَامِ الْاِسْتِغْفَارِ لِیَرَی الْعَبْدُ تَقْصِیْرَہٗ فِیْ جَمِیْعِ اَفْعَالِہٖ وَاَحْوَالِہٖ فَیَسْتَغْفِرُ مِنْھَا ــــ جعفر بن سنان قدس سرہٗ فرماتے ہیں تَکَبُّرُ الْمُطِیْعِیْنَ عَلَی الْعُصَاۃِ بِطَاعَتِھِمْ اَشَرُّ مِنْ مَّعَاصِیْھِمْ وَاَضَرُّ عَلَیْھِمْ ــــــ لوگوں نے مرتعش قدس سرہٗ کو عشرہٗ اواخر میں جامع مسجد کے باہر دیکھا فَقِیْلَ لَہٗ مَا الَّذِیْ اَخْرَجَکَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ مُشَاھَدَۃُ الْقُرَّآءِ وَتَعْظِیْمُ طَاعَتِھِمْ عِنْدَ ھُمْ۔

کسب و توکل کے بیان میں:۔ اگر اپنی اور اپنے اہل و عیال کی خوراک کے لئے کوئی کسب مثلاً تجارت وغیرہ اختیار کرے تو کوئی مانع نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے کیونکہ سلف نے اس کو اختیار کیا ہے، احادیث میں کسب کے فضائل بہت وارد ہوئے ہیں اور اگر توکل پر بیٹھ جائے تو اچھا ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ کہ وہ کسی سے طمع نہ رکھتا ہو۔ محمد بن سالم سے ایک شخص نے پوچھا اَنَحْنُ مُتَعَبِّدُوْنَ بِالْکَسْبِ اَمْ بِالتَّوَکُّلِ؟ فَقَالَ التَّوَکُّلُ حَالُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْکَسْبُ سُنَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنَّمَا اسْتَنَّ الْکَسْبُ لِمَنْ ضَعُفَ عَنْ حَالِ التَّوَکُّلِ وَسَقَطَ عَنْ دَرَجَۃِ الْکَمَالِ الَّتِیْ ھِیَ حَالُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ، فَمَنْ اَطَاقَ التَّوَکُّلَ فَالْکَسْبُ غَیْرُ مُبَاحٍ لَّہٗ اِلَّا کَسْبَ مُعَاوَنَۃٍ لَا کَسْبَ اِعْتِمَادٍ۔ وَمَنْ ضَعُفَ حَالُہٗ عَنِ التَّوَکُّلِ الَّتِیْ ھِیَ حَالُ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُبِیْحَ لَہٗ طَلَبُ الْمَعَاشِ وَالْکَسْبُ لِئَلَّا یَسْقُطَ عَنْ دَرَجَۃِ السُّنَّۃِ حَیْثُ سَقَطَ عَنْ دَرَجَۃِ حَالِہٖ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔

ابو محمد بن منازل قدس سرہٗ فرماتے ہیں: اَلتَّفْوِیْضُ مَعَ الْکَسْبِ خَیْرٌ مِّنْ خُلُوِّہٖ عَنْہُ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کھانے کے بیان میں:۔ کھانا کھاتے میں اعتدال کی رعایت کرے، نہ اسقدر کھائے کہ طاعت میں سُستی پیدا ہو جائے اور بیعزہ کر دے اور نہ اس قدر کمی کرے کہ کام وطاعات سے عاجز رہ جائے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے "چرب لقمہ (عمدہ کھانا) کھا اور کام خوب کر"۔ مختصر یہ کہ کام کا مدار طاعت پر ہے جو کچھ اس کا مددگار ہے مبارک ہے اور جو کچھ اس کارخانہ میں مُخل ہے وہ ممنوع ہے۔

نیت کی تصحیح کے بیان میں:۔ تمام افعال وحرکات میں قصد کرے کہ نیت کو ملحوظ رکھے جبتک نیتِ صالحہ حاصل نہ ہو حتی الامکان کسی عمل پر پیشقدمی نہ کرے۔

گوشہ نشینی وخاموشی کے بیان میں:۔ عزلت وخاموشی میں راغب رہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحِکْمَۃُ عَشْرَۃُ اَجْزَاءٍ تِسْعَۃٌ مِنْھَا فِی الْعُزْلَۃِ وَوَاحِدٌ فِی الصَّمْتِ، اور لوگوں سے میل جول بقدرِ ضرورت کرے اور تمام اوقات کو مراقبہ واذکار میں بسر کرے۔

صحبت کے بیان میں:۔ (اب) کام کرنے کا وقت ہے، صحبت کا وقت آگے آنے والا ہے مگر جو صحبت کہ افادہ واستفادہ کے لئے ہو محمود بلکہ لازمی ہے اور اسی طرح اہلِ طریقہ کے ساتھ ایک دوسرے میں فانی ہونے اور لایعنی بات درمیان میں نہ لانے کی شرط کے ساتھ صحبت رکھنا بھی مستحسن ہے بلکہ بعض اوقات میں گوشہ نشینی سے راجح ہے اور اپنے طریقہ کے مخالف کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہیئے۔

حُسنِ خلق کے بیان میں:۔ ہر نیک وبد کے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آنا چاہیئے خواہ دل خوش ہو یا رنجیدہ ہو، اور جو شخص کہ عذر کے ساتھ پیش آئے اس کے عذر کو قبول کرے اور خلق اچھا رکھے اور کسی پر اعتراض بہت ہی کم کرے اور بات نرم وملائم کہے اور کسی شخص کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے مگر حق عزّوجل کے لئے ایسا کرے ـــــ شیخ عبداللہ بابان قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ درویشی نہ نماز ہے نہ روزہ اور نہ راتوں کو جاگنا، یہ سب زندگی کے اسباب ہیں، درویشی رنجیدہ نہ ہونا ہے اگر تو اس کو حاصل کرلے تو واصل ہو جائے ـــــ لوگوں نے محمد بن سالمؒ سے پوچھا کہ بِمَاذَا یُعْرَفُ الْاَوْلِیَاءُ فِی الْخَلْقِ؟ قَالَ بِلُطْفِ لِسَانِھِمْ وَحُسْنِ اَخْلَاقِھِمْ وَبَشَاشَۃِ وُجُوْھِھِمْ وَسَخَاوَۃِ اَنْفُسِھِمْ وَقِلَّۃِ اَغْرَاضِھِمْ وَقُبُوْلِ عُذْرِ مَنِ اعْتَذَرَ اِلَیْھِمْ وَتَمَامِ الشَّفْقَۃِ عَلٰی جَمِیْعِ الْخَلْقِ بَرِّھِمْ وَفَاجِرِھِمْ ـــــ ابو عبداللہ احمد المقری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔ اَلْفُتُوَّۃُ حُسْنُ الْخُلُقِ مَعَ مَنْ تُبْغِضُہٗ وَبَذْلُ الْمَالِ لِمَنْ تَکْرَھُہٗ وَحُسْنُ الصُّحْبَۃِ مَعَ مَنْ یَّتَنَفَّرُ قَلْبُکَ عَنْہُ۔

بات کرنے کے بیان میں:۔ بات کرنے میں کم گوئی کو ملحوظ رکھے اور زیادہ بولنا اور زیادہ ہنسنا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نہیں کرنا چاہئے کہ یہ دل کو مُردہ کرتا ہے۔

تمام امور میں حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا: اپنے تمام امور کو حق تعالیٰ کے سپرد کردے اور خدمت میں چُست رہ تاکہ تو امور کی تدبیر سے فارغ رہے ولنعم ما قال سید الطائفۃ تجمع کل حاجۃ من الدنیا ترکہا۔ جب تیرا دل ایک طرف ہوجائے وہ (تعالیٰ شانہٗ) تیرے تمام امور کو کفایت کریگا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جعل ہمومہ ہما واحدا کفاہ اللہ ہمومہ من الدنیا والآخرۃ اور نیز اپنے بندوں کو تجھ پر مہربان کردیگا کہ وہ تیرے امور میں مشغول ہوں گے ـــــ یحییٰ معاذ رازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں علیٰ قدر حبک اللہ یحبک الخلق وعلیٰ قدر خوفک من اللہ یہابک الخلق وعلیٰ قدر شغلک باللہ عز وجل یشتغل بامرک الخلق (اور انھوں نے یہ بھی کہا ہے) رحمہ اللہ من سر بخدمۃ اللہ سرت الأشیاء بخدمتہ ومن قرت عینہ باللہ قرت عیون کل شیء بالنظر الیہ۔ مختصر یہ کہ تو اس کے لئے رہ ورنہ نہ رہ اور اپنے نفس کی تدبیر میں مشغول نہ ہو اور حق سبحانہٗ کے فضل کے سوا کسی شخص پر اعتماد نہ کر ـــــ ابو محمد راسبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے أعظم حجاب بینک وبین الحق اشتغالک بتدبیر نفسک واعتمادک علیٰ عاجز مثلک فی أسبابک۔ لا یکون الصوفی صوفیا حتیٰ لا تقلہ أرض ولا تظلہ سماء ولا یکون لہ قبول عند الخلق ویکون مرجعہ فی کل الأحوال إلی الحق تبارک وتعالیٰ۔

اہل وعیال کے ساتھ سلوک: عیال واولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے اور بقدرِ ضرورت میل جول رکھنا چاہئے تاکہ ان کا حق ادا ہوجائے اور ان کے ساتھ کامل انسیت نہیں کرنی چاہئے تاکہ بارگاہِ قدس سبحانہٗ سے روگردانی کا سبب نہ ہوجائے اور باطن کے احوال کو نااہل سے ظاہر نہیں کرنا چاہئے اور مالداروں کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہئے۔

سنّت کا اتباع اور بدعت سے اجتناب: تمام حالات میں سنت پر عمل اختیار کرنا چاہئے اور بدعت سے حتی الامکان بچنا چاہئے۔

قبض وبسط سختی ونرمی کے بیان میں: بسط کے زمانہ میں حدودِ شرعیہ کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا چاہئے اور حد سے باہر نہیں جانا چاہئے اور قبض کے وقت امیدوار رہنا چاہئے دل تنگ اور مایوس نہیں ہونا چاہئے إن مع العسر یسرا إن مع العسر یسرا۔ اور قصد کرے کہ سختی ونرمی (تنگی وفراخی) میں یکساں رہے اور وجود وعدم (کسی چیز کے موجود ہونے یا نہ ہونے) کی حالت میں ایک ہی طرح پر رہے بلکہ عدم کی حالت میں آسودہ رہے اور وجود کی حالت میں بے چین رہے۔ لوگوں نے ابوسعید اعرابی قدس سرہٗ سے فقراء کے اخلاق کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا فقراء کا اخلاق فقد (کسی چیز کے نہ ہونے) کی حالت میں سکون اور وجود (کسی چیز کے ہونے) کی حالت میں اضطراب اور غموں کے وقت اُنس اور خوشیوں کے وقت وحشت ہے اور حوادث میں تذبذب (ڈانواڈول) نہ ہو، لوگوں کے عیب پر نظر نہ کرے اور اپنے عیوب کو ہمیشہ نظر میں رکھے اور اپنے آپ کو کسی مسلمان پر فضیلت نہ دے اور سب کو اپنے سے افضل سمجھے ـــــ سری سقطی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے ما لی علیٰ أحد فضل، قیل ولا علی المخنثین، قال ولا علی المخنثین۔ اور مسلمانوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ایسا اعتقاد ظاہر کرے کہ میرے کام کا حل اس کی ذات

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور دعا سے ہو سکتا ہے اور اہلِ حقوق کا پابند رہے، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لِذِی الْحَقِّ اَسِیْرٌ۔ حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ لَّمْ یَاْنَفْ مِنْ ثَلَاثٍ فَھُوَ مُؤْمِنٌ حَقًّا، خِدْمَةِ الْعِیَالِ وَالْجُلُوْسِ مَعَ الْفُقَرَاءِ وَالْاَکْلِ مَعَ الْخَادِمِ۔ ھٰذِہِ الْاَفْعَالُ مِنْ عَلَامَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ وَصَفَھُمُ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ اُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔

سلف کے اتباع کے بارے میں:۔ سلف کی سیرتوں کو ہر وقت ملحوظ رکھے اور فقراء کی صحبت کا راغب رہے اور کسی شخص کی غیبت نہ کرے بلکہ غیبت کرنے والے کو حتی الامکان روکے اور امرِ معروف و نہی منکر کو اپنا شعار بنائے اور مال کے خرچ کرنے پر حریص رہے اور نیکیوں کے بجا لانے سے مسرور ہو اور گناہوں کے ارتکاب سے دُور رہے ـــــ لوگوں نے محمد بن علیان رحمہ اللہ سے پوچھا کہ بندہ سے حق تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت کیا ہے؟ انھوں نے کہا نَشَاطُہٗ فِی الطَّاعَاتِ وَتَثَاقُلُہٗ عَنِ الْمَعَاصِیْ۔ حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ سَآءَتْہُ سَیِّئَتُہٗ وَسَرَّتْہُ حَسَنَتُہٗ فَھُوَ مُؤْمِنٌ۔ فقر سے ڈر کر تنگدستی نہ کرے اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ۔ اور روزگار کی کمی سے غمگین نہ ہو کیونکہ عیش کا وقت آگے آنے والا ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ۔ اس جگہ کی تنگی وہاں کی وسعت کا ثمرہ دینے والی ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَلَّ رِزْقُہٗ وَکَثُرَ عِیَالُہٗ وَحَسُنَتْ صَلٰوتُہٗ وَلَمْ یَغْتَبِ الْمُسْلِمِیْنَ جَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَھُوَ مَعِیْ کَھَاتَیْنِ۔ اور نیز آنحضور علیہ و علیٰ آلہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا طُوْبٰی لِمَنْ بَاتَ حَاجًّا وَاَصْبَحَ غَازِیًا رَجُلٌ مَّسْتُوْرٌ ذُوْ عِیَالٍ مُتَعَفِّفٌ قَانِعٌ بِالْیَسِیْرِ مِنَ الدُّنْیَا یَدْخُلُ عَلَیْھِمْ ضَاحِکًا وَیَخْرُجُ مِنْھُمْ ضَاحِکًا، فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّھُمْ ھُمُ الْحَاجُّوْنَ الْغَازُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ۔ فقراء اور دینی بھائیوں کی خدمت سے اپنے آپ کو باز نہیں رکھنا چاہیے جعفر خدری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے سَعْیُ الْاَحْرَارِ لِاِخْوَانِھِمْ لَا لِاَنْفُسِھِمْ۔ ابو عبد اللہ خفیف فرماتے ہیں دوستوں میں سے ایک دوست میرا مہمان ہوا، اتفاق سے اس کو پیٹ کی بیماری (جلاب) لاحق ہوگئی اور میں نے اس کی خدمت کرنا اپنے ذمہ لیا اور میں اس کی خدمت کرتا تھا اور تمام رات طشت اس کے سامنے سے اٹھاتا تھا ایک دفعہ مجھ کو کچھ اونگھ آگئی اس نے مجھ کو کہا قُمْ لَعَنَكَ اللّٰہُ یعنی اللہ تجھ پر لعنت کرے تو سو گیا۔ لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ جس وقت اس نے تجھ کو لَعَنَكَ اللّٰہُ کہا تو نے اپنے نفس کو کس طرح پایا؟ میں نے کہا کہ میں نے ایسا پایا جیسا کہ اس نے مجھ کو رَحِمَكَ اللّٰہُ کہا ہے ـــــ اور جس حالت پر کہ تو نہیں پہنچا ہے بلا تقریب اس میں کلام نہ کرے ـــــ ابو عمر زجاجی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مَنْ تَکَلَّمَ فِیْ حَالٍ لَّمْ یَصِلْ اِلَیْہِ کَانَ کَلَامُہٗ فِتْنَۃً لِّمَنْ یَّسْمَعُہٗ وَدَعْوًی یَتَوَلَّدُ فِیْ قَلْبِہٖ وَحُرِمَ الْبُلُوْغَ اِلٰی ذٰلِكَ الْحَالِ وَالْوُصُوْلَ اِلَیْہِ۔

آدابِ مشائخ کے بیان میں:۔ مشائخ کی خدمت ادب کے ساتھ کرتا کہ تو ان کے برکات سے بہرہ ور

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہو جائے، اَلطَّرِیْقُ کُلُّھَا اَدَبٌ آپ نے سُنا ہو گا کہ کوئی بے ادب شخص خدائے تعالیٰ تک نہیں پہنچا ہے۔ دل میں ہے کہ اس بزرگ گروہ کے آداب کو علیحدہ تحریر کرے، ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں لکھا ہے اور پیر کے بعض ضروری آداب کو اس میں درج فرمایا ہے اگر میسر آجائے تو اس کا مطالعہ کریں۔ مختصر یہ کہ خاک و بے وجود ہو کر اُن کی خدمت میں کلّی طور پر پیشقدمی کرے ورنہ ان بزرگوں کی صحبت میں رہنے کی ہوس نہ کرے کیونکہ اس صورت میں ضرر کا احتمال غالب (اور) نفع مفقود ہے ـــــ ابوبکر بن سعدان رحمۃ اللہ نے کہا ہے مَنْ صَحِبَ الصُّوْفِیَّۃَ فَلْیَصْحَبْھُمْ بِلَا نَفْسٍ وَّلَا قَلْبٍ وَلَا مِلْکٍ فَمَتیٰ نَظَرَ اِلیٰ شَیْءٍ مِّنَ الْاَشْیَاءِ قَطَعَہٗ ذٰلِکَ عَنْ بُلُوْغِ مَقْصَدِہٖ۔ یعنی جو شخص صوفیہ کی صحبت اختیار کرے تو ان کے ساتھ صحبت بے نفس و بے دل و بے اختیار ہونی چاہئے اور جس وقت وہ اپنی چیزوں میں سے کسی چیز کی طرف نظر کریگا تو یہ اس کو مطلوب تک پہنچنے سے روک دیگا۔ حق جلّ وعلا کی طلب میں اپنے آپ کو آرام مت دے اور بے چین رہ ـــــ ابوبکر طمستانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہ رہا۔ مُحبّ کو محبوب کے بغیر آرام نہیں ہے اور اس کے ماسوا کے ساتھ اُنس و الفت نہیں ہے اور ہمیشہ اس کے باطن سے یہ آواز نکلتی ہے ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام　　　دل ترا می طلبد دیدہ ترا مے جوید

[میں آنکھ اور دل کو کس چیز میں مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو ڈھونڈتی ہے]

مرید اس صفت کا ہونا چاہئے جو کہ اس آیۂ کریمہ میں (مذکور) ہے: حَتّٰٓی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْھِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّآ اِلَیْہِ [یہانتک کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود اُن پر تنگ ہو گئی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آگئے اور انھوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ (کی گرفت) سے اسی (کی طرف رجوع کرنے) کے سوا کہیں پناہ نہیں ہے] جب اس کی پیاس اس مرتبہ تک پہنچ جائے اور تمام روئے زمین فراخی کے باوجود اس پر تنگ و تاریک ہو جائے تو امید ہے کہ رحمت کا سمندر جوش میں آئے اور اُس شیفتہ گھر بار برباد کئے ہوئے کو اس سے لے لے (یعنی وارفتہ کردے) اور اپنی وحدت کے خلوت خانہ میں جگہ عنایت فرمائے ؎

دادیم ترا ز گنجِ مقصود نشان　　　گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشان دہی کر دی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے]

آپ جیسے دوستوں سے اِس مسکین کی التماس یہ ہے کہ اس فرقت زدہ گنہگار کو اپنی مقبول دعاسے فراموش نہ کریں اور اس تعالیٰ شانہٗ کے عام احسان سے یہ طلب کریں کہ یہ گنہگار تباہ کار کل قیامت کے روز رحمت کئے ہوئے گنہگاروں کی قطار میں داخل ہو ؎

کجا ما و کجا زنجیرِ زلفش　　　عجب دیوانگی کاندر سر افتاد

[کہاں ہم اور کہاں اس کی زلف کی زنجیر، سر میں ایک عجیب دیوانگی پیدا ہو گئی ہے]

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ تمت بالخیر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کا مرتب شدہ رسالہ اذکارِ معصومیہ پیش کرنے کے بعد
اب وہ اذکار و وظائف پیش کئے جاتے ہیں جو حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کے بعض مکاتیب
میں موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں:- (مؤلف)

اوراد و اشغال پس چاہئے کہ طاعات و عبادات کے وظائف میں خوب مشغول رہیں اور اوقات کو ذکر و فکر سے آباد رکھیں، ذکرِ قلبی پر اسقدر مداومت کریں کہ دل کو ماسوائے حق سبحانہ سے کامل قطع تعلق پیدا ہو جائے اور ذکر و حضورِ دل کی صفتِ لازمہ بن جائے کہ ہرگز اس سے جدا نہ ہو، کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو دل کی حضوری کے ساتھ زبان سے بکثرت کہیں تسبیح کے ساتھ ہو یا تسبیح کے بغیر، اگر تسبیح و شمار کے ساتھ کہیں تو ایک ہزار سے پانچ ہزار تک جسقدر کہہ سکیں کہیں اور اگر زیادہ کریں تو بہتر ہے اور نمازِ تہجد و اشراق و فیٔ زوال و نمازِ اوابین و (نمازِ) قیام اللیل ادا کرتے رہیں اور ہر فرض نماز کے بعد اور نیز سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھیں اور نیز تینتیس ۳۳ بار سبحان اللہ اور تینتیس ۳۳ بار الحمد للہ اور چونتیس ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھیں اور تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھیں اور سورۂ اخلاص و معوذتین (سورۃ الفلق و سورۃ الناس) بھی پڑھیں ___ اور ہر صبح و شام سَو سَو بار سبحان اللہ وبحمدہٖ پڑھیں - اور نیز ہر صبح و شام سو سو بار سبحان اللہ اور الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر پڑھیں - اور نیز (ہر صبح و شام) دس بار درود شریف اور دس بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور سوتے وقت بھی دس بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہیں اور غروبِ آفتاب کے وقت ستر بار سبحان اللہ کہیں اور نیز ہر صبح کو اللھم ما اصبح بی من نعمۃ او باحد من خلقک فمنک وحدک لا شریک لک فلک الحمد ولک الشکر، کہیں اور شام کے وقت (مذکورہ دعا میں) ما اصبح کی بجائے ما امسیٰ کہیں، اور ہر روز یہ کلمات ایک بار پڑھیں سبحان القائم الدائم سبحان الحی القیوم سبحان الحی الذی لا یموت سبحان اللہ العظیم و بحمدہٖ سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح سبحان العلی الاعلیٰ سبحانہ وتعالیٰ - اور نیز ہر روز سو بار لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین کہیں اور نیز پچیس ۲۵ یا ستائیس ۲۷ بار اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات کہیں اور یہ استغفار بھی پچیس ۲۵ بار ہر روز کہیں استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم الحی القیوم الذی لا یموت واتوب الیہ رب اغفرلی، بزرگوں نے اس جلیل القدر استغفار کی روز و شب مداومت کی ہے اور اس کے منافع و فوائد کو بہت زیادہ مشاہدہ کیا ہے - حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اس استغفار کو ایک دن میں پچیس بار کہے گا وہ اپنے گھر میں اور اپنے آپ سے اور اپنے شہر سے کوئی ناپسندیدہ بات نہیں دیکھے گا - اور حاجات برآری و حلِ مشکلات کے لئے کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پانچ سو بار کہیں اور اس کے اول و آخر درود شریف پڑھیں جو سَو بار سے کم نہ ہو- (مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۳۳)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

استغفار کی فضیلت دیگر یہ کہ مصائب و شدائد کے دور کرنے کے لئے استغفار پڑھنا نفع بخش و مجرب ہے (اس کو) لازم پکڑنا چاہئے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے استغفار کو لازم پکڑا اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے استغفار کی کثرت کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا اور ہر غم سے کشادگی کا راستہ بنادے گا اور وہ اس کو بے گمان جگہ سے رزق عطا فرمائے گا۔ یہ فقیر فرض نمازوں کے بعد ستر بار استغفار پڑھتا ہے اور حدیث شریف کے مطابق تین بار استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ۔ باقی استغفر اللہ استغفر اللہ۔ شیخ علی بن ابی بکر قدس سرہ نے معارج الہدایہ میں کہا ہے" اور ماثور و مشہور استغفار کی قسم میں سے وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم الحی القیوم الذی لا یموت واتوب الیہ رب اغفرلی پچیس مرتبہ کہا وہ اپنے گھر اپنے اہل وعیال اپنے محلے، اپنے شہر اور جس خطہ زمین میں وہ رہتا ہے ان میں کوئی ناپسندیدہ امر نہیں دیکھے گا۔ پس اس استغفار پر صبح و شام مداومت کرنی چاہئے پس ہمارے مشائخ و علماء میں سے ایک جماعت آپس میں ایک دوسرے کو اس کی تلقین کرتے تھے اور اپنے شاگردوں، اولادوں، خادموں اور اصحاب کو اس کی وصیت کرتے تھے اور اس پر مداومت و ہمیشگی کی ترغیب دلاتے تھے کیونکہ انھوں نے اس میں بہت زیادہ نفع اور بڑی برکت اور مصائب کا بہت زیادہ دفعیہ دیکھا ہے ؎۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِیْنِ وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاِذَا اَرَدْتَّ فِتْنَةً فِیْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ وَّاَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّكَ [اے اللہ! بیشک میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں کے ترک کرنے اور مسکینوں سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم میں فتنہ (آزمائش) کا ارادہ فرمائے پس تو مجھ کو فتنہ میں مبتلا کئے بغیر وفات دے اور میں تجھ سے تیری محبت اور اس شخص کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے نزدیک کردے] پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ حق ہے پس اس کو یاد رکھو پھر اس کو لوگوں کو سکھاؤ ؎۲

قرض سے سبکدوشی کی دعا اَللّٰھُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ [اے اللہ! مجھ کو حرام (رزق) سے حلال رزق کے ساتھ کفایت کر اور اپنے فضل کے ساتھ مجھ کو اپنے غیر سے بے نیاز کردے] اس دعا کو قرض سے سبکدوشی کے لئے اکثر اوقات تضرع کے ساتھ پڑھتے رہیں ؎۳

؎۱ مکتوبات معصومیہ دفتر دوم ۸۰ ؎۲ ایضاً دفتر دوم ۵ ؎۳ ایضاً دوم ۸۴۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آیتالکرسی کی فضیلت | ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتے رہیں اس عمل کی فضیلت میں حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ لَمْ یَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا الْمَوْتُ [اس شخص کے دخولِ جنت میں صرف موت حائل ہے] اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی روح کو قبض کرنا اپنے ذمے لے لیتا ہے۔ [1]

اب حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کی عادات و عبادات اور معمولات سے متعلق دوسری کتابوں سے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (مؤلف)

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کا عمل سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عین مطابق تھا، بہت محتاط روایت کے مطابق عمل کرتے تھے، رخصت کو اعمال میں ہرگز دخل نہ دیتے تھے اور مریدوں کو بھی سخت تاکید کرتے تھے کہ سنتِ نبویؐ پر عمل کریں اور بدعت کو بال برابر بھی دخل نہ دیں۔ سفر و حضر میں حضرت کا معمول تھا کہ رات کے تیسرے حصے میں بیدار ہو جاتے، پوری احتیاط کے ساتھ وضو کر کے نمازِ تہجد ادا فرماتے اور اس میں سورۂ یٰسین پڑھتے بعد ازاں تھوڑی دیر کے لئے سو جاتے تاکہ دو خوابوں کے درمیان تہجد ہو۔ نمازِ تہجد میں ہی حضرت پر مقطعاتِ قرآنی کے اسرار ظاہر ہوتے۔ فجر کی نماز بہت سویرے ادا کر کے احباب کے ساتھ حلقہ و مراقبہ کرتے۔ جب اچھی طرح دن نکل آتا تو مراقبہ سے فارغ ہو کر دو سلام سے چار رکعت پڑھتے بعد ازاں خاص مریدوں کو القائے نسبت اور توجہ باطنی فرماتے ایک ایک کو بلا کر زانو سے زانو ملا کر بٹھاتے اور مراقبہ کرتے پھر ہر ایک کو اس کے کمالاتِ باطنی کی خوشخبری دیتے، چاشت کے وقت آٹھ رکعت نماز چار سلام سے ادا کر کے قرآن شریف کی تلاوت کرتے۔

حضرت کے منازلِ تلاوت یہ ہیں:- منزلِ اول، الحمد سے آیت كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ تک، دوم سورۂ انعام تک، سوم آیت وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ تک، چہارم سورۂ ابراہیم تک، پنجم سورۂ انبیاء تک، ششم سورۂ قصص تک، ہفتم سورۂ ص تک، ہشتم سورۂ محمد تک، نہم سورہ ملک تک، دہم اخیر تک۔

تلاوت کے بعد دوپہر کے قریب محل کے اندر تشریف لے جاتے اور اہل و عیال کے ساتھ کھانا تناول فرماتے حضرت کو مٹھائی اور حلوے وغیرہ کا بہت شوق تھا۔ حضرت کے باورچی خانے میں دن رات کھانا پکتا رہتا۔ کھانا تقسیم کرنے پر لوگ علیحدہ مقرر تھے، ہر ایک کو گیہوں کی روٹی، چاول اور گوشت ملتا نیز دسترخوان پر موسمی پھل اور حلوے بھی ہوتے تھے۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ سنتِ نبویؐ کے مطابق دوپہر کے وقت تھوڑی دیر کیلئے قیلولہ کرتے بعد ازاں اٹھ کر وضو کرتے، چار رکعت نمازِ فی الزوال ادا کر کے نمازِ ظہر پڑھتے، ظہر کے بعد خاص مریدوں کو القائے نسبت فرماتے

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۶۶

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بعدازاں کبھی فقہ، کلام، حدیث اور تفسیر کا درس دیتے اور کبھی چار رکعت طویل قرأت کے ساتھ عصر کی نماز تک پڑھتے۔ عصر اور مغرب کے مابین حقیقت و معرفت کے اسرار اور نصیحت آمیز وعظ بیان فرماتے پھر مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت نماز اوابین تین سلام سے ادا کرتے، اس نماز میں اکثر سورۂ واقعہ پڑھتے۔ بعدازاں احباب کو بلا کر ان کے احوال معلوم کرتے۔ جب رات کا تیسرا حصہ گذر جاتا تو عشا کی نماز ادا کرتے سنتوں کے بعد چار رکعت نماز قیام اللیل ادا کرتے۔ پہلی رکعت میں سورہ الم سجدہ، دوسری میں سورۂ حم دخان، تیسری میں سورہ ملک اور چوتھی میں سورۂ قیامۃ پڑھتے، پھر وتر پڑھ کر بلند آواز سے سبحان الملك القدوس پڑھتے، پھر دیر تک فاتحہ پڑھتے رہتے، اس کے بعد اندرونِ خانہ تشریف لے جاتے اور کھانا تناول فرماتے، پھر وظائف پڑھ کر آرام کرتے۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ منتہی سالک کو کلمۂ طیبہ کے تکرار کی تاکید کرتے تھے اور خود بھی پڑھتے رہتے تھے۔ فجر کی نمازِ فرض اور مغرب کی سنتوں کے بعد التحیات کے جلسہ پر بیٹھے ہوئے دس مرتبہ کلمۂ تمجید پڑھتے اور مریدوں کو بھی اس کے پڑھنے کی تاکید کرتے۔ حضرت نے سات درود شریف کا انتخاب کیا ہے جن کو درودِ ہفتہ[1] کہتے ہیں ان میں ہر روز ایک درود شریف پڑھتے۔ ذکر، وظائف اور تسبیحات کو ہرگز جہر سے نہیں پڑھتے، جمعہ کی نماز اپنی مسجد میں ادا کرتے، سنتِ احتیاط بھی پڑھتے، نمازِ جمعہ سے قبل سورۂ کہف، سورۂ ہود اور سورۂ آل عمران پڑھتے تھے، نمازِ جمعہ کے بعد اکثر شہر سے باہر سیر کے لئے تشریف لے جاتے اور وہاں لوگوں کو طرح طرح کے میوے اور مٹھائیاں تقسیم کرتے تھے، دونوں عیدوں کی نماز کے لئے کثیر جماعت کے ہمراہ عیدگاہ تشریف لے جاتے، عید الاضحیٰ کے موقع پر خود اپنے دستِ مبارک سے اونٹ اور بھیڑ بکری ذبح کرتے۔ ماہ رمضان المبارک میں تراویح کے اندر تین قرآن شریف ختم کرتے، پہلے عشرہ میں خود پڑھتے، دوسرے عشرے میں حضرت مروج الشریعہ پڑھتے اور حضرت سنتے، اور آخری عشرہ میں کوئی اور صاحب پڑھتے۔ حضرت ہر نماز فرض میں خود امام بنتے اور رمضان المبارک کے آخری عشرے میں معتکف ہوتے۔ حضرت مریض کی بیمار پرسی اور میت کی تعزیت کے لئے تشریف لے جایا کرتے[2]

[1] درودِ ہفتہ کوشش کے باوجود معلوم نہ ہوسکا [2] روضۃ القیومیہ ملخصاً۔ رکن دوم ص ۱۵۳ تا ۱۵۶۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ

کے

کشف و کرامات

کشف و کرامات اور خوارقِ عادات سے متعلق حضرت عروۃ الوثقیٰؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردیؒ) کتاب عوارف (عوارف المعارف) میں خوارق و کرامات کے ذکر کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی عنایات ہیں ایک جماعت کو اس کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ ان سے برتر ایک جماعت ہوتی ہے کہ ان کو ان خوارق و کرامات میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ سب خوارق و کرامات ذات تعالیٰ کے ذکر سے حقیر ہیں اور قلب کے ذکر کے ساتھ تجویز (یعنی ملکۂ حضوری حاصل کرتے) سے کم درجے کے ہیں" [۱]

نیز تحریر فرماتے ہیں: "خوارقِ عادات کا مدار بھوکا رہنے پر ہے معرفت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے" [۲]

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: "ہاں بعض اولیائے کرام بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر خوارق کے اظہار کا حکم کرتے اور اجازت دیتے ہیں" [۳]

پس اسی حکم اور اجازت کی بنا پر تبرکاً حضرت عروۃ الوثقیٰ کے چند کشف و کرامات پیش کئے جاتے ہیں:۔

عزت کی خواہش کا کشف حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کے ایک مرید کا بیان ہے کہ ایک روز عالمگیر بادشاہ، توران سے آئے ہوئے میوے اپنے ہاتھ سے صاف کر کے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو پیش کر رہے تھے اور حضرت کھا رہے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت تو بارگاہِ الٰہی کے مقربین میں سے ہیں اِن دنیاوی میووں کے کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر یہ میوے خود کھانے کی بجائے حضرت مجھے دیں تو بادشاہ کی نگاہ میں میری عزت ہو جائے۔ یہ خیال آتے ہی حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ جو کچھ میں کھاتا ہوں یا پہنتا ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتا ہوں نہ کہ اپنے نفس کی رضامندی کے لئے۔ بعد ازاں جو میوے بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے حضرت کی خاطر

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۲۲ [۲] ایضاً دفتر دوم ۱۱۰ [۳] ایضاً دفتر اول ۵۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

صاف کیے تھے مجھے مرحمت فرمائے اور فرمایا کہ دنیاوی بادشاہوں کے ہاں عزت کی کیا خواہش کرتے ہو کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت پاؤ۔[1]

آپ کی دعا سے مفلسی کا دور ہونا حضرت عروۃ الوثقیٰ کا ایک مرید بیان کرتا ہے کہ میں حد درجے مفلس تھا حتیٰ کہ نانِ شبینہ سے محتاج تھا۔ میں نے اپنی حالت عرض کر کے حضرت سے استدعا کی کہ مجھے اس مصیبت سے بچایئے؟ آپ نے فرمایا دنیاوی جمعیت چاہتے ہو یا دینی؟ میں نے عرض کیا کہ دینی اور دنیاوی دونوں۔ حضرت نے مسکرا کر میرے حق میں دعا فرمائی اور پھر خوشخبری دی کہ حق تعالیٰ نے تجھے دین و دنیا کی جمعیت عطا فرمائی ہے۔ ابھی ایک مہینہ بھی نہ گذرنے پایا تھا کہ دنیاوی مال و اسباب بکثرت مل گیا اور امید ہے کہ آخرت میں بھی جمعیت حاصل ہوگی۔[2]

روپوں میں برکت ہو جانا حضرتؒ کے ایک مرید کا بیان ہے کہ مجھے افلاس نے بہت تنگ کیا تو میں نے پریشان ہو کر حضرت کی خدمت میں فراخی کی درخواست کی۔ حضرت نے مجھے روپوں سے بھرا ہوا ایک بدرہ دیا اور فرمایا کہ ان کو گننا نہیں۔ جسقدر ضرورت ہو اس میں سے خرچ کیے جاؤ۔ چنانچہ میں ایک عرصہ تک اس میں سے خرچ کرتا رہا لیکن اس میں ذرا کمی نہ آئی۔ ایک روز میری بیوی نے وہ روپیہ گن لیا تو سات سو نکلا، اس کے بعد جب ہم نے خرچ کیا تو ختم ہو گیا۔[3]

تنگدستی کا فراخی سے بدل جانا نقل ہے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے ایک خادم کے ہاں چھ مہمان آئے لیکن اس کے گھر میں کچھ موجود نہ تھا کہ ان کی خاطر مدارات کرتا۔ آخر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور خاموش بیٹھ گیا اسی اثنا میں حضرت کی خدمت میں کہیں سے آم آئے۔ حضرت کا معمول تھا کہ حاضرین کو دس دس آم دیتے تھے چنانچہ حضرت نے اس شخص کو بلا کر دس آم دیئے اور فرمایا کہ یہ تمہارا حصہ ہے، پھر دس آم اور دیئے اور فرمایا کہ یہ تمہارے ایک مہمان کا حصہ ہے پھر دس آم اور دیئے اور فرمایا کہ یہ تمہارے دوسرے مہمان کا حصہ ہے۔ غرضکہ چھ مہمانوں کا حصہ اسی طرح دیا، بعد ازاں چھ اشرفیاں جیب سے نکال کر دیں اور فرمایا کہ تم ہمارے فرزندوں کی طرح ہو جب بھی ضرورت ہوا کرے بے تکلف خانقاہ سے لے لیا کرو۔ انشاء اللہ یہ تنگدستی فراخی سے بدل جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ شخص بہت جلد مالدار ہو گیا۔[4]

حفظِ قرآن کی بشارت حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے ایک مرید حافظ حامد بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت نے حج کا ارادہ کیا تو میرے دل میں بھی حج کا شوق پیدا ہو گیا۔ چنانچہ سفر کی ضروریات بہم پہنچا لیں۔ اسی اثنا میں ایک روز حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ "حامد ہم تو حج کو جاتے ہیں لیکن تمہارا جانا معلوم نہیں ہوتا، اچھا ہم

---

[1] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۸۰ [2] ایضاً [3] جواہر معصومیہ ص ۳۱ [4] روضہ رکن دوم ص ۱۴۸ [5] حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۲۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حج سے ہو آئیں اس عرصہ میں تم قرآن شریف حفظ کر لینا" میں حیران رہ گیا کہ ہر طرح سے ساز و سامان کر چکا ہوں پھر میرا جانا کیونکر نہ ہو گا۔ لیکن چند روز بعد میں ایسا بیمار پڑا کہ سارا پروگرام رکھا رہ گیا اور اس قدر لاغر ہو گیا کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی۔ اسی اثنا میں حضرت حج کے لئے روانہ ہو گئے اور میں بسبب علالت رہ گیا۔ جب اس مرض سے افاقہ ہوا تو حضرت سمندر پار پہنچ چکے تھے لہذا میں نے قرآن شریف حفظ کرنا شروع کر دیا۔ جب حضرت حج سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو میں قرآن شریف حفظ کر چکا تھا۔[1]

شعر گوئی کا ملکہ پیدا ہو جانا ناصر علی شاعر کا بیان ہے کہ مجھے شاعری کا بہت شوق تھا لیکن شعر بنتا ہی نہ تھا۔ ایک روز میں حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ وضو کر رہے تھے، ازراہِ عنایت مجھ سے فرمایا کہ ناصر علی کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا زبان چاہتا ہوں۔ فرمایا ارے کم ہمت! اچھا لو یہ میرے وضو کا بقیہ پانی پی لو کافی ہو گا۔ حسب الارشاد میں نے وہ پانی پی لیا۔ بس اُس پانی کے پیتے ہی میرا سینہ معرفتِ الٰہی سے منور ہو گیا اور میری زبان سے ایسے عمدہ شعر نکلنے لگے کہ میں حیران رہ گیا۔ دو شعر ملاحظہ ہوں ؎

نیم شاعر گدائے بادشاہم	بترس از من کہ مقبولِ الٰہم
سپر کن شرم و ایماں را نگہدار	ز تیغِ غیرتم جاں را نگہدار[2]

حضرت کی توجہ سے صحتیاب ہونا صاحبِ حضرات القدس مولانا بدر الدین سرہندیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہ فقیر ایسا بیمار ہوا کہ زندگی کی امید نہ رہی ہر سہ حضرات مخدوم زادگان فقیر کی عیادت کے لئے تشریف لائے چونکہ حد درجہ کمزوری تھی اس لئے خیال ہوا کہ حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ سے یہ التماس کروں کہ میرا خاتمہ بخیر ہونے کے لئے آپ دعا فرمائیں، بمجرد اس خیال کے آپ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر بیمار فلاں دعا کو بیماری کی حالت میں پڑھے تو اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا۔ میں نے عرض کیا کہ اس بارے میں بھی دعا فرمائیں۔ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے فرمایا ہم صحت کے لئے دعا کرتے ہیں، پھر دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بیماری کو صحت سے بدل دے۔ آپ سے اکثر ایسی کرامتیں دیکھی اور سنی گئی ہیں۔[3]

بینائی کا واپس آنا حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کے ایک عزیز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری آنکھ میں درد ہوا بہت علاج کرایا لیکن بے سود رہا، سوء اتفاق کہ ایک شخص ایک دوا لایا اور اس کی بہت تعریف کی، جب وہ دوا میری آنکھ میں ڈالی گئی تو میری بینائی بالکل جاتی رہی۔ کچھ عرصہ بعد جب حضرت سفر حج سے واپس تشریف لائے تو ایک شخص میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت کی خدمت میں لے گیا اور حال بیان کیا

---

[1] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۱۴۶ [2] ایضاً ص ۱۴۶ [3] حضرات القدس دفتر دوم ص ۲۲۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آپ نے بہت افسوس کیا اور تھوڑے تامّل کے بعد اپنا لعابِ دہن میری آنکھوں میں لگا کر فرمایا کہ دونوں ہاتھوں سے آنکھیں بند کر لو اور گھر پہنچ کر کھول دینا۔ حسب الحکم گھر پہنچ کر آنکھیں کھولیں تو بالکل روشن تھیں۔[1]

مضر دوا کا مفید ہو جانا حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے ایک مرید نے کسی امیر کو ایک دوا دی وہ اتفاقاً ناموافق ہوئی امیر اس بات سے ناراض ہو کر درپے آزار ہو گیا۔ اس شخص نے حضرت کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ پہلے تو طبیب نہ تھے اب ہمارے کہنے سے طبیب ہو گئے، جاؤ اسی دوا کو دو انشاء اللہ فائدہ کریگی۔ چنانچہ اس شخص نے وہ دوا پھر اس امیر کو دی جس سے وہ صحتیاب ہو گیا، اس کے بعد جو دوا بھی کسی مریض کو دی شفائے کامل نصیب ہوئی۔[2]

آگ کا گلزار ہو جانا نقل ہے کہ ایک جوگی جادو سے آگ باندھ دیتا تھا اور لوگوں کو اس شعبدہ سے اپنا فریفتہ کر لیتا تھا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو یہ سن کر غیرت آئی اور بہت زیادہ آگ جلوا کر یَا نَارُ کُونِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ پڑھ کر دم کر دیا اور ایک شخص کو حکم دیا کہ اس میں بیٹھ کر ذکر کر۔ چنانچہ وہ بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہو گیا اور آگ اس پر گلزار ہو گئی۔[3]

دوسری بیوی کا مر جانا حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے ایک داماد نے جو حضرت کا بھتیجا بھی تھا پوشیدہ طور پر ایک اور عورت سے نکاح کر لیا۔ حضرت کی صاحبزادی کو جب اس کا علم ہوا تو وہ بہت غمگین ہوئیں اور جب ضبط نہ ہو سکا تو حضرت سے خاوند کی شکایت کی۔ حضرت کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ "وہ ضرور مر جائیگی" اب اس کے لئے دعائے خیر کرو تاکہ اس کا خاتمہ بخیر ہو۔" چنانچہ تیسرے روز اس کا انتقال ہو گیا۔[4]

اولاد ہونا حضرت کے ایک مرید کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی، ایک روز اس نے حضرت کی خدمت میں اس کے متعلق دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا انشاء اللہ اسی سال تمہارے ہاں لڑکا پیدا ہو گا جو صاحبِ معنی ہو گا۔ چنانچہ اسی سال اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جو سنِ رشد کو پہنچکر حضرت کا مرید ہوا اور سلوک حاصل کر کے اعلیٰ مقامات پر پہنچا۔[5]

لاعلاج مریض کا شفا پانا مقاماتِ معصومی میں لکھا ہے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کا ایک مخلص امیر بیمار ہو گیا جس کو اطبا نے لاعلاج قرار دیدیا جب وہ زندگی سے مایوس ہو گیا تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اطبا تو مجھے ناامید کر چکے ہیں اگر حضرت توجہ فرمائیں تو زیست کی امید ہو سکتی ہے۔ حضرت نے تسلی دی اور فرمایا خاطر جمع رکھو انشاء اللہ شفا ہو جائے گی اور وضو کا بچا ہوا پانی پینے کے لئے دیا چنانچہ اس کا مرض دور ہو کر شفا حاصل ہو گئی۔[6]

---

[1] روضہ رکن دوم ص ۱۴۵ [2] حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۲۱ [3] ایضاً ص ۳۱۸ [4] روضہ ۲/۱۴۷ [5] روضہ ص ۱۴۸/۲ [6] روضہ ۲/۱۴۵

کی

تعلیمات

آپ کے مکتوبات قدسی آیات کی روشنی میں

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی سرہندی قدس سرہٗ چونکہ اپنے والد بزرگوار حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ السامی کے سچے جانشین اور "الولد سرلابیہ" کے صحیح مصداق تھے اس لئے آپ نے اپنے مکتوباتِ شریفہ میں عقائد اہلِ سنت وجماعت کی تبلیغ و اشاعت کے ساتھ ساتھ شریعتِ مطہرہ کی پابندی اور بدعات سے اجتناب پر بہت زور دیا ہے۔ نیز پند و نصائح اور سوالات کے جوابات میں شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کے وہ حقائق و دقائق اور اسرار و نکات بیان فرمائے ہیں جو سالکانِ طریقت کے لئے ایک بیش بہا خزانہ ہیں۔ ہم حسب ذوقِ عوام و خواص اس گلستان سے کچھ پھول چن کر پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، امید ہے کہ قارئین کرام مکتوبات قدسی آیات کے ہر سہ دفتر کی یہ جامع تلخیص پسند فرمائیں گے (مؤلف)

عقائدِ حقّہ کی تعلیم

توحید کیا ہے؟ | حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ فرماتے ہیں "شیخ ابواسحٰق گازرونی ؒ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! توحید کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تیرے دل میں گذرے یا تیرے خیال میں آئے، پس اللہ تعالیٰ اس سے ماوراء ہے"۔ [۱]

توحیدِ عوام و توحیدِ خواص | آپ غور سے سنیں! توحید دو[۲] قسم کی ہے: توحیدِ عوام[۱] اور توحیدِ خواص[۳]۔ توحیدِ عوام

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۶۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے مضمون کی تصدیق اور کافروں کے باطل معبودوں کی نفی کرنا اور معبودِ برحق کا اثبات کرنا ہے حالانکہ (اس توحید میں) حق تعالیٰ جل وعلا کو اس کے ماسوا کے ساتھ محبت و گرفتاری اور دید و دانش میں شریک کرنا اور نفسِ امارہ کا جو کہ اس کی فطرت میں ودیعت ہے انکار و نزاع پایا جاتا ہے۔ اور توحیدِ خواص میں تصدیقِ مذکور کے باوصف دو درجے ہیں، پہلا درجہ دل کو ماسوی اللہ کی محبتِ گرفتاری اور اس کی دید و دانش سے خالی کر دینا ہے ؎

توحید بعرفِ صوفیٔ صاحبِ سیر تخلیصِ دل از توجہ اوست بغیر

[صاحبِ سیر صوفی کے نزدیک توحید (کے معنی) دل کو غیر اللہ کی طرف توجہ کرنے سے خالی کر دینا ہے]۔ (چند سطور کے بعد)

خواص کی توحید کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ نفسِ حاضر اور اس کا اپنا علمِ حضوری بھی زائل ہونا شروع ہو جاتا ہے اور انانیت، ہمسری اور شرکت کے دعوی میں خلل پیدا ہو جاتا ہے اور وہ خود کو 'انا' سے تعبیر نہیں کر سکتا کیونکہ انانیت و خودی اس سے زائل ہو چکی ہے، اس وقت اگر توجہ و حضور ہے تو خود بخود ہے کیونکہ عارف کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا ہے۔ اور اس کے یہ معنی نہیں کہ عارف اس وقت عین حق ہو گیا ہے اور اس سبحانہٗ و تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک ہو گیا ہے، اَنَا الْحَقُّ کہنا اس مقام تک نہ پہنچنے کی وجہ سے ہے اس لئے کہ فنا و نیستی اور اَنَا کے زائل ہونے کی صورت میں اَنَا الْحَقُّ کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور وہ سُبْحَانِیْ زبان سے نہیں کہہ سکتا ؎

خیالِ کج مبرا ایں جا و بشناس کسے کو در خدا گم شد خدا نیست

(اس جگہ کج خیالی مت کر اور خوب پہچان لے کہ جو شخص خدا میں گم ہو گیا وہ خدا نہیں ہے)

مراتبِ توحید | برادرِ عزیز کی خدمت میں عرض ہے کہ طالبانِ طریقت کو راہِ سلوک طے کرانے کے طریقے کا مختصر بیان اور کمال الکمال کی توضیح اپنی فہمِ قاصر کے مطابق تحریر کرتا ہوں غور سے سنیں:۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کلمۂ توحید ہے اور توحید (کے معنی) قدیم لذاتہ کو غیر قدیم لذاتہ سے جدا کرنا ہے اور اس کے کئی درجات و مراتب ہیں:

۱—— پہلا مرتبہ کلمۂ توحید کو دل کی تصدیق کے ساتھ زبان سے ادا کرنا ہے اور یہ مرتبہ عام مومنین کا ہے اور تمام زاہد و عابد اور علما جو کہ منازلِ سلوک طے نہیں کر رہے ہیں اور سیر الی اللہ کی وسعتوں میں داخل نہیں ہوئے وہ سب اس مرتبہ میں شامل ہیں ——

۲ دوسرا مرتبہ اہلِ سلوک کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ مراتبِ وجوب کی طرف متوجہ ہیں اور سیر الی اللہ میں داخل ہو چکے ہیں لیکن اس کی تکمیل کو نہیں پہنچے ہیں۔

لہ مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۲۳۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تیسرا۳ مرتبہ یہ ہے کہ ماسوا کو بھول جائے اور غیر اللہ کے علمی و حُبّی تعلق سے رہائی حاصل کرلے اور قدیم کو حادث سے علم و محبت کی رو سے جدا کرے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ حضوری اس درجہ تک دل کا ملکہ (قدرت) ہو جائے کہ اگر کوشش سے بھی ماسوا کو یاد کرنا چاہے تو اس کو یاد نہ آئے، اور اگر بالفرض حضرت نوح علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر اُس قلب والے کو دیدی جائے تو بھی ہر گز اس کے دل میں غیر اللہ کا خطرہ نہ آئے۔ اس حالت کو فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ سیر الی اللہ کی تکمیل سے وابستہ اور واجب تعالیٰ (اللہ تعالیٰ) کے افعال کے ساتھ واصل ہونے کا نتیجہ ہے۔

چوتھا۴ مرتبہ وجود اور تمام صفات سے جو کہ نفسِ حاضر کے وجود کی تابع ہیں تمام تعلقات کی نفی کرنا ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ وجود اور اس کے تابع کمالات واجب تعالیٰ و تقدس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ مخصوص ہیں، اگر ممکن میں ظاہر ہیں تو اسی بارگاہ قدس سے مستفاد و مستعار ہیں اور جو کچھ اس (ممکن کا ذاتی ہے وہ عدم ہے کہ اس نے کمالات کے انعکاس کے واسطے سے ایک طرح کا ظہور پیدا کر لیا ہے اور دوسرے عدمات سے متمیز ہو گیا ہے اور ممکن نے اس نمودِ بے بود کے ساتھ اپنے آپ کو کامل اور خیر کا مبدا تصور کر کے شرکت و ہمسری کا دعویٰ ظاہر کیا ہے اور اپنی طرف متوجہ ہے اور اصل سے روگردانی کر لی ہے اور جب اللہ تعالیٰ) اپنے فضل سے صاحبِ استعداد سالک کو اپنے قرب سے نوازنا چاہتا ہے تو اس کو یہ معرفت عطا فرماتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے آپ سے روگردانی کرتا اور اس پاک بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

پانچواں۵ مرتبہ افراد (انقطاع) کی حقیقت ہے اور نفی کرنے سے نفی ہو جانے کی طرف آنا ہے اور طریقت (کے ذریعے) سے حقیقت سے ملنا ہے اور عاریتی کمالات کو اصل کے ساتھ ملحق دیکھنا ہے اور خود کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ تھا معدوم پانا اور بے حس و حرکت جماد تصور کرنا ہے۔ اس کمال کو فنائے نفس سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ تجلیٔ صفات کا نتیجہ ہے۔

چھٹا۶ مرتبہ یہ ہے کہ عدم کو جو کہ کمالات کا آئینہ تھا کمالات کے اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد عدم مطلق کے ساتھ لاحق پائے۔ اس مرتبہ میں نفسِ حاضر کا کمال درجہ زوال ظاہر ہوتا ہے کہ نہ وجود کا حکم رہتا ہے اور نہ عدم کا اثر۔ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ (نہ اس کو باقی رکھے گا اور نہ چھوڑے گا) یہ کمال اگرچہ تجلیٔ صفات کا انتہائی درجہ ہے لیکن اس کا حصول تجلیٔ ذات کے پَرتَو کے بغیر میسر نہیں ہے اس لئے کہ ہر مقام کی تکمیل اس سے اوپر کے مقام کے پَرتَو کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی۔

ساتواں۷ مرتبہ ذات تعالیٰ و تقدس کو صفات و اسماء تعالیٰ و تقدس سے جدا کرنا ہے کیونکہ ذات سے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

محبت کرنے والا صفات کی شرکت کو گوارا نہیں کرتا اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کی صفات کا جدا ہونا متصور نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کسی وقت اور کسی حال میں بھی صفات سے الگ نہیں ہے لیکن المرء مع من احب (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے) کے مقتضیٰ کے مطابق ذاتِ (سالک) کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک ایسی معیت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہاں صفات میں سے کچھ بھی ملحوظ نہیں رہتا۔ پس ذات کا صفات سے الگ ہونا دید و محبت میں ہے جس کا ثمرہ معیتِ مذکورہ ہے۔ اور بس، نہ کہ خارج اور نفس الامر میں سے

ومن بعد ھذا ما یدق صفاتہ وما کتمہ احظی لدیہ واجمل

(اس کے بعد وہ مقام ہے جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب و بہتر ہے) [1]

توحیدِ شہودی و توحید وجودی | آپ جان لیں کہ توحید دو معنی میں ہے توحیدِ شہودی و توحیدِ وجودی: توحیدِ شہودی یہ ہے کہ سالک کا مشہود حق سبحانہ کے سوا کوئی چیز نہ ہو اور شہودِ وحدت کا غلبہ اس طرح پر ہو جائے کہ باطن کی نگاہ میں کثرت کا کوئی نام و نشان نہ رہے اور یہ معنی فنا کا ثمرہ ہیں، اس کا فنا پر مقدم ہونا متصور نہیں ہے۔ اور توحیدِ وجودی کہ تمام موجودات کو حق تعالیٰ و تقدس دیکھے اور ہمہ اوست کا ترانہ گانے لگے۔ یہ مشاہدہ اگر صورتوں کے لباس میں ہے تو اس کو تجلیٔ صُوری کہتے ہیں اور یہ تجلی فنا کرنے والی نہیں ہے، (یہ) فنا کے حاصل ہونے سے پہلے حاصل ہوتی ہے اور اگر یہ مشاہدہ معنی کے پردہ میں ہو یا صورت و معنی کے ماوراء ہو اور یہ مشاہدہ سالک کے وجود کو فنا کرنے والا ہے تو اس کا حصول فنا کے ساتھ ہو گا [2]

"اللہ تعالیٰ ہر چیز کو محیط ہے" کی تشریح | آپ نے لکھا تھا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ (۴۱/۵۴) [آگاہ رہو، بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے] پس وہ کس طرح اور کس طور پر محیط ہے۔" آپ جان لیں کہ احاطہ دو قسم پر ہے اگر احاطہ کو احاطۂ علمی قرار دیں جیسا کہ محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے اور قرآن مجید بھی اس کو بیان کر رہا ہے: وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۔ [اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کا علم کے ساتھ احاطہ کیا ہوا ہے]۔ تو کوئی حیرت کا مقام اور شک کا محل نہیں ہے اور اگر ہم احاطۂ علمی کے علاوہ کوئی اور احاطہ ثابت کریں تو ہم کہتے ہیں کہ حق جل و علا کا احاطہ و معیت "جسم کا جسم کے ساتھ احاطہ" کی قسم سے ہے جو کہ تنزیہ و تقدیس کے منافی ہے (لہذا) یہ احاطہ متشابہات میں سے ہے جیسا کہ (قرآن مجید میں) ید اور وجہ (اللہ تعالیٰ کے لئے) آیا ہے۔ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ وہ تعالیٰ شانہٗ محیط ہے اور ہمارے ساتھ ہے اور (اس احاطہ کی) کیفیت (معلوم کرنے) میں مشغول نہ ہوں اور جو کچھ ادراک اور کشف میں آئے اللہ تعالیٰ کو اس سے منزہ و مبرا جانیں۔ [3]

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۴۷۔ [2] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۷۳۔ [3] دفتر سوم مکتوب ۱۶۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

رویتِ باری تعالیٰ

رویت | آپ جان لیں کہ جو کچھ دنیا میں مشہود ہوتا ہے وہ ظلیت کی آمیزش کے بغیر نہیں ہے کیونکہ دنیا ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کے ظہور کی طاقت نہیں رکھتی اور اصل کے ظہور کا مقام آخرت ہے اور چونکہ اُن (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی دنیا نے آخرت کا حکم لے لیا تھا اس لئے جس چیز کا وعدہ آخرت میں ہے (وہ اُن کے لئے) اس دنیا میں جلوہ گر ہو گئی اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل سے کچھ حصہ حاصل ہو گیا۔ اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس فانی دنیا کے بعض منافع جو کہ آخرت کے درجات کی کمی کا باعث ہیں ان کے حق میں اس طرح سے نہ ہوں بلکہ درجات کی ترقی کا باعث ہوں جیسا کہ آخرت کی نعمتیں کہ ان کے ساتھ نفع اٹھانا ترقی کا موجب ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ بہشت کے اشجار و انہار اور اسی طرح اس مقام کی حور و غلمان اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے تنزیہی و تجریدی معانی کے مظاہر ہیں کہ اس دنیا میں وہی معانی حروف کے لباس اور کلمات کی صورتوں میں مثلاً سبحان اللہ اور الحمد للہ میں ظاہر ہوتے ہیں، اور جس طرح کہ ان کلمات کا استعمال اس دارِ دنیا میں ترقی کا سبب ہے اسی طرح بہشت میں ان میووں اور پھلوں سے فائدہ حاصل کرنا اور ان لذتوں اور نعمتوں کا استعمال کرنا درجات بلند ہونے اور مقامات کی ترقی کا موجب ہے اور جب اللہ تعالیٰ عم احسانہٗ کے کرم سے ان کی دنیا آخرت ہو گئی تو یقیناً اس جگہ (دنیا) کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنا اس جگہ (آخرت) کی لذتوں کے استعمال کی مانند ہو گیا —— اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس راستہ کا سالک وصول کی خواہ کتنی ہی منازل طے کر لے اور خواہ اصلِ اصول تک پہنچ جائے اور تجلیاتِ ثلاثہ سے مشرف ہو جائے اور باکیف و بے کیف مشاہدات اور ولایت کے تمام لوازم حاصل کر لے لیکن جب تک اس دنیاوی زندگی کی قید میں ہے اور جسم کے کوچے میں مقید ہے وہ خیال کی رسّی میں مقید ہے اور اس دنیا میں خیال سے بالکل رہائی ہونا محال ہے جیسا کہ مولانائے روم قدس سرہٗ نے مرنے کے قریب فرمایا ہے ؎

من شوم عریاں ز تن او از خیال تا خرامم در نہایاتِ وصال

[میں بدن سے عاری ہو جاؤں وہ خیال سے عاری ہو جائے تاکہ میں وصال کی انتہاؤں میں چہل قدمی کروں]

یعنی خیال کی قید سے رہائی (پانا) جسم کی تنگنائے سے رہائی حاصل ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے اور جب ان کی دنیا نے آخرت کا حکم حاصل کر لیا تو ناچار مطلوب اس دنیا میں خیال کی تراش خراش سے پاک اور وہم کی اختراع سے بری ہو کر جلوہ گر ہو گا —— اور نیز ہو سکتا ہے کہ جس رویت کا وعدہ آخرت

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میں کیا گیا ہے اور سرورِ دین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا کسی اور شخص کے لئے اس کا کچھ بھی حصہ دنیا میں نہیں ہے اور ہمارے حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے تحقیق کیا ہے کہ جو کمال بھی نبی کو حاصل ہے اس کے کامل متبعین کو بھی تبعیت و طفیل کے طور پر وہ ثابت ہے پس اگر اس خوشگوار نعمت کے دسترخواں کے بچے ہوئے کھانے میں سے بھی (کسی کو) کچھ حصہ عنایت فرما دیتے ہوں تو ہو سکتا ہے، اگرچہ وہ رویت نہیں ہوگی کیونکہ وہ اجماعِ امت کے (عقیدہ کے) مطابق (اس دنیا میں) ہونے والی نہیں ہے لہٰذا اصل چیز کا حاصل ہونا اور چیز ہے اور اس سے کچھ حصہ پانا دوسری چیز ہے جیسا کہ حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے لکھنے کہ "اگرچہ رویت نہیں ہے لیکن رویت کی مانند ہے پس تو سمجھ لے کیونکہ بیشک ہمارا کلام تیرے لئے اشارات و بشارات ہے" ـــــ اور ہو سکتا ہے کہ اس عباراتِ شریفہ کا مورد یہ ہو کہ دنیا عمل اور کسب کی جگہ ہے اور آخرت جزا و اجر کا مقام ہے پس اس جگہ (دنیا) میں نفع دینے والے وہ اعمال ہیں جو کہ مقربات (نزدیک کرنے والے) اور ترقی بخشنے والے ہیں اور افعال کے ثمرات میں سے جو کہ عمل کی جزا ہیں کوئی چیز اس دارِ (دنیا) میں عنایت فرمادیں تو وہ ضرور آخرت کے درجات میں کمی کا باعث ہوگی اور اسی لئے تو دیکھتا ہے کہ بعض بزرگ جن کو اس دنیا میں ثمراتِ اعمال دیئے گئے ہوں موت کے وقت تمنا کرتے ہیں کہ ان کو ان امور میں سے کوئی چیز نہ ملی ہوتی، اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے زیادہ احوال (کیفیات) ظاہر نہ ہونے میں یہی وہ سرّ (بھید) تھا حالانکہ وہ ولایت کے بلند درجے میں ہیں۔ ؎[1]

رویت و شہودِ ذات کا مقام آخرت ہے

اگر یہ کہا جائے کہ شہود بے پردگی چاہتا ہے اور غیب پردہ میں ہے اس لئے شہود افضل ہے اور مطلوب تک پہنچاتا ہے اور غیب راستہ میں رہ جاتا ہے اور حجاب سے رہائی نہیں دیتا تو میں کہتا ہوں کہ رویت و شہود کا مقام آخرت میں ہے دنیا میں واقع نہیں ہے۔ اس دنیا کا حصہ یقین حاصل کرنا ہی جو کہ غیب سے قریب تر ہے اور یہ جو بعض طالبین کو شہود و مشاہدہ پیش آتا ہے تو وہ ذات تعالیٰ کا شہود نہیں ہے بلکہ صفات میں سے کسی صفت اور ظلال میں سے کسی ظل کا شہود ہے کہ جس کو اس نے ذات تصور کر لیا ہے حالانکہ ذات وراء الوراء ہے، اللہ سبحانہٗ ہی جانتا ہے کہ کتنے حجابات ابھی درمیان میں ہیں۔

گر ز معشوقت خیالے در سر ست — نیست معشوق آں خیالے دیگر ست

(اگر تیرے سر میں معشوق کا کوئی خیال ہے تو وہ معشوق نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہی خیال ہے)

پس ذاتِ عزوجل سے نسبت رکھنے والی چیز غیب ہے اور شہود اس (ذات) میں وہم و شک ہے ؎[2]

ؔ[1] مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۸۹۔ ؔ[2] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۰۹۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

انسان کا شہود فرشتے کے شہود سے بلند ہے | جاننا چاہئے کہ ملائکہ کرام علیٰ نبینا وعلیہم السلام اگرچہ اصل کا مشاہدہ کرنے والے ہیں اور ہمیشہ شہودِ کلّی رکھتے ہیں لیکن جو شہود کہ انسان کو اس مرتبہ میں میسر ہوا ہے فرشتے کے شہود سے بلند ہے بلکہ جو شہود کہ عارف کو دنیا میں (حاصل ہوتا) ہے اگرچہ جزئی ہے لیکن وہ ایک ایسی خصوصیت رکھتا ہے جو کہ فرشتے کو حاصل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کے مشہودِ جزئی کو جزء کی مانند کر دیا گیا ہے اور انسان کو اس کی ذات سے گذار کر اس جزئی کے ساتھ بقا بخش دی گئی ہے اور فرشتے کا مشاہدہ اس طرح کا نہیں ہے کیونکہ وہ باہر سے نظارہ کرتا ہے اور اپنے مشہود سے کوئی چیز حاصل نہیں کرتا۔
شتان مابین المشاهد تین [ان دونوں مشاہدوں میں بہت فرق ہے]۔

کامل وصل آخرت میں ہوگا | کامل طور پر وصال کا وعدہ آخرت کے لئے ہے آیۂ کریمہ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ (۲۹/۵) [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے تو (جان لے کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] اس پر دلالت کرتی ہے، اور یہ جو بعض صوفیۂ عالیہ سے اس دنیا میں شہود و مشاہدہ ثابت کیا جاتا ہے اور (اس کو) تجلیات وظہورات قرار دیا جاتا ہے وہ سب ظلال سے وابستہ ہے اور شبہ ومثال کے ساتھ تسلی ہے، ذاتِ احدیت تعالیٰ کا طالب اس سے تسلی حاصل نہیں کرتا اور پانی سے سراب کی طرف مائل نہیں ہوتا اس دارِ ناپائیدار میں کوشش کی انتہا حجابات اور پردوں کا اٹھنا ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ مطلوب کو جال میں لے آئیں اور عنقا کو شکار کر لیں ؎

عنقا شکارِ کس نشود دام باز چیں   کا ینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

[عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھالے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال کے ہاتھ میں ہوا ہے (یعنی اس کو کچھ حاصل نہیں ہے)]
ہاں خواص الخواص بندوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کی دنیا کو آخرت کا حکم دیدیا گیا ہے، وہ چیزیں جن کا وعدہ عالمِ آخرت کے لئے ہے اگر ان کے لئے اس دنیا میں ظہور فرمائیں اور ان کو مراتبِ ظلال سے پوری طرح گذار کر ذاتِ بحت تک پہنچادیں اور اس بارگاہِ عالی سے کچھ حصہ (ان کو) عطا فرمادیں تو گنجائش رکھتا ہے [1]

حدیث "خلق آدم علی صورتہ" کی تشریح | آپ نے لکھا تھا کہ "حدیث شریف میں اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ [بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے] وارد ہوا ہے پھر (اللہ تعالیٰ کو) بے چون و بے نظیر اور بے نمونہ بھی کہتے ہیں، حیرانی کا مقام ہے" —— (جواب) میرے مخدوم! کوئی حیرانی کا مقام نہیں ہے، دین کی جو باتیں یقین وتواتر کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے اس پر پختہ اعتقاد رکھنا چاہئے اور

---

[1] مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۸۵۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس قسم کے الفاظ کو ظاہری معنی سے پھیر دینا چاہیئے یا اس کے علم کو حق سبحانہٗ کے حوالے کردینا چاہیئے اور جس اعتقاد پر اجماع ہو چکا ہو اس میں شبہ کو داخل نہیں کرنا چاہیئے۔ (درحقیقت) حق تعالیٰ نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کمالات سے آراستہ اور اپنی صفات سے متصف فرمایا ہے اور ان کو ایک کامل تر آئینہ بنایا ہے پس کچھ مشارکت ومشابہت آدم علیہ السلام کو حضرت حق سبحانہٗ کے ساتھ پیدا ہو گئی اگرچہ وہ مشابہت اسم میں ہوگی یا وہ مشارکت صورت میں ہوگی نہ کہ حقیقت میں مثلاً ممکن کے علم کی واجب تعالیٰ کے علم کے سامنے کیا حقیقت ہے اور اس کی قدرت کی اس تعالیٰ شانہٗ کی قدرت کے بالمقابل کیا حیثیت ہے اور اسی پر دوسری تمام صفات کو قیاس کرلیا جائے پس اس صوری مشابہت اور اسمی مناسبت کے اعتبار سے مجاز اور تشبیہ کے طور پر اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ ع [بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا] کہہ سکتے ہیں۔ یہاں لفظ عَلٰی صُوْرَتِہٖ میں ایک دقیق نکتہ ہے گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ مشارکت ومناسبت صورت واسم میں ہے نہ کہ حقیقت میں، کیونکہ یہ کمالات واوصاف جو کہ ممکن میں واجب تعالیٰ کی صفات وکمالات کے مقابلے میں اختلافِ آثار کے اعتبار سے گویا ایک اور ہی حقیقت اور مختلف ماہیت رکھتے ہیں، سوائے نام اور صورت کے اور کوئی شرکت نہیں ہے، مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ [چہ نسبت خاک را با عالم پاک] ؎۱

ایمان

افضل ایمان کیا ہے؟ (حضرت) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے افضل ایمان کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ "تو اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض رکھے اور اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رکھے۔" انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ؐ اور کیا؟ آپ نے فرمایا اور یہ کہ تو لوگوں کے لئے اس چیز کو پسند کرے جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور اُن کے لئے اس چیز کو ناپسند کرے جس کو تو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔ اس کو امام احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الایمان الفصل الثالث)۔

اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ اہل معاصی کے ساتھ بغض رکھ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو اور ان لوگوں سے انقباض اور ترش روئی کے ساتھ ملو، اور ان لوگوں کے ساتھ ناراضگی و غصہ کرکے اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی طلب کرو اور ان سے دوری اختیار کرکے اللہ عزوجل کا

ع بخاری و مسلم میں یہ روایت ان الفاظ سے ہے "خلق اللہ آدم علی صورتہ"

؎۱ مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۶۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

قرب حاصل کرو۔ اس کو ابن شاہین اور دیلمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور الکنز الخفی میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ کیا تو نے کبھی میرے لئے کوئی عمل کیا ہے؟۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے اللہ میں نے آپ کے لئے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، صدقے دیئے اور آپ کا ذکر کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا، البتہ نماز تیرے لئے حجت ہے اور روزہ ڈھال ہے اور صدقہ سایہ ہے اور ذکر نور ہے تو پھر تو نے میرے لئے کونسا عمل کیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ یا اللہ! آپ مجھے اس عمل کی طرف رہنمائی فرمائیں جو آپ کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ ع کیا تو نے میرے کسی دوست سے دوستی کی اور میرے کسی دشمن سے دشمنی کی۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان لیا کہ بیشک وہ عمل الحب فی اللہ والبغض فی اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دشمنی کرنا ہے)

عوام وخواص اور اخص الخواص کے ایمان میں فرق

ایمان بالغیب یا عوام کو نصیب ہے یا اخص الخواص کا حصہ ہے کہ جنھوں نے کمالاتِ نبوت سے کچھ حصہ پایا ہے اور وہ نہایت النہایت سے بقدر استعداد آگاہ ہیں، خواص و متوسطین شہود کی لذت کے ساتھ خوش ہیں اور وصال کے خیال کے ساتھ مطمئن ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت کہ با کہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

[صبح کے وقت تجھ کو دن کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ تو نے اندھیری رات میں کس کس کے ساتھ عشق بازی کی ہے]

جو وسوسہ تیرے دل میں آئے اور جو کچھ تیرے خیال میں گذرے پس اللہ تعالیٰ اس کے خلاف (ماوراء) ہے۔

عوام کا ایمان بالغیب ظلمانی و نورانی پردوں کے پیچھے سے ہے اور خواص اگرچہ ظلمانی پردوں سے پوری طرح رہائی حاصل کر چکے ہیں لیکن نورانی پردوں سے پوری طرح نہیں نکلے اور ان میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کے شہود کو مطلوب کا شہود تصور کر لیا ہے اور جو عشق بازیاں کہ صرف مطلوب سے کرنی چاہئیں ان کے ساتھ کرنے لگے ہیں، اور اخص الخواص کا ایمان بالغیب نورانی و ظلمانی پردوں سے گذرنے کے بعد ہے، یہ بزرگوار دوسرے گروہ کے شہود کو پسِ پشت ڈال کر ذاتِ وراء الوراء کے گرفتار ہیں[1] انھوں نے

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۳۹۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یقین کیا ہے کہ اس عالم میں اس مقدس مرتبہ سے یقین کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے کیونکہ رویت (دیدارِ باری تعالیٰ) کا وعدہ آخرت میں کیا گیا ہے اگرچہ وہ کسی قسم کا پردہ حائل نہیں رکھتے لیکن بصر و بصیرت (ظاہری و باطنی نظر) کا ضعف شہود کے ادراک سے مانع ہے، ان دونوں ایمانوں اور دونوں غیبوں کے درمیان بہت فرق ہے [۱]

ایمان کے درجات | حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی منکر (خلافِ شرع کام) کو دیکھے تو اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے اس کو روک دے پس اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اس کو منع کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو اپنے دل سے اس کو بُرا جانے اور یہ ایمان کا سب سے ضعیف درجہ ہے اس کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے [۲]

نفسِ ایمان اور کمالِ ایمان کی وضاحت | انبیاء علیہم السلام کے ایمان اور عوام کے ایمان کو نفسِ ایمانیت میں شرکت و برابری ہے اور ایمانِ انبیاء کی فضیلت ایمان کو کامل کرنے والی صفات کی طرف راجع ہے کیونکہ جو ایمان کہ اعمالِ صالحہ کے ساتھ مِلا ہوا ہے اور گناہوں اور مشتبہ امور سے پاک ہے وہ کچھ اور ہی صفائی اور علیحدہ نورانیت رکھتا ہے اور بہت بڑے نتائج و ثمرات لاتا ہے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک دوسری نوع ہو جاتا ہے جیسا کہ افرادِ انسان جو کہ نفسِ انسانیت میں مشترک و مساوی ہیں اور صفات کے کمال و نقصان کے پیشِ نظر ان میں سے ایک جماعت کو (اللہ تعالیٰ نے) کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ [وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں] فرمایا ہے اور وہ حقیقتِ انسانی سے نکل گئے ہیں۔ اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے لَوْ تُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ مَعَ اِیْمَانِ اُمَّتِیْ لَرَجَحَ [اگر حضرت ابوبکرؓ کے ایمان کو میری امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو وہ ضرور بڑھ جائے گا] یہ (ایمان کا) بڑھ جانا بھی صفاتِ کاملہ کے باعث ہے جو کہ ایمان کی نورانیت و صفائی کو بڑھا دیتی ہیں اور میزان (ترازو) کے پلے کو راجح (بھاری) کر دیتی ہیں کیونکہ صفات و اعراض میزانِ موعود (اُخروی) میں وزن کی جائیں گی۔ اُن (ابوبکرؓ) کا ایمان بھاری کیوں نہ ہو جبکہ وہ موتِ قبل سے مشرف ہو چکے ہیں اور اس صفت میں وہ صحابۂ کرامؓ کے درمیان ممتاز ہوئے اور سبقت لے گئے ہیں اور اسی لئے آیۂ کریمہ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ (اور جو اس (پیغمبر) کے ساتھ ہیں) اور آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے) کے مصداق معیت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں اور اصحابِ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے درمیان اس

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفترِ اول مکتوب ۱۲۴۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

موت کی بشارت کے ساتھ جو کہ عین معرفت اور ایمان کو کامل کرنے والی ہے مبشر ہوئے ہیں جیسا کہ ان کی شان میں وارد ہوا ہے: مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَیِّتٍ یَّمْشِیْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اَبِیْ بَکْرِ ابْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ (جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی میت (مردہ) کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو اس کو ابوبکر ابن قحافہ کی طرف دیکھ لینا چاہیے)۔ اگرچہ تمام صحابہؓ بھی اس موت کے ساتھ متصف تھے لیکن اس بشارت کے ساتھ ان کی تخصیص اس صفت میں دوسروں سے زیادہ ان کے کمال کی خبر دینے والی ہے اور جو شخص کہ اس صفت میں زیادہ کامل ہے اس کا ایمان بھی اسی قدر زیادہ کامل ہے کیونکہ یہ موت (قبل از موت) اطمینانِ نفس کا ثمرہ دینے والی ہے اور اطمینانِ نفس ایمان حقیقی ہے جو کہ زوال سے محفوظ ہے۔ آیۂ کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر (حقیقی طور سے) ایمان لاؤ)۔ گویا اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے، اور شاید کہ حدیث اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لَیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ (اے اللہ! میں آپ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو) میں یہی ایمان مطلوب ہے۔ یہ وہ موت ہے جو کہ دائمی زندگی تک پہنچاتی ہے اور قرب و معرفت کے انوار کے ساتھ متصف کرتی ہے۔ آیۂ کریمہ اَوَمَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ (کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پس ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے) میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔[1]

(نیز فرماتے ہیں) حضرت عمرو بن الجموحؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ بندہ اس وقت تک صریح ایمان کا حق ادا نہیں کرسکتا جب تک کہ اس کا یہ حال نہ ہوجائے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض کرے، پس جب اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے محبت کی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے بغض کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی ولایت کا مستحق ہوگیا، اس کو امام احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض کیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے منع کیا تو بیشک اس نے ایمان کی تکمیل کرلی۔ اس کو امام ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے[2]

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۲۴۔ [2] ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

رسالت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت حقیقتِ آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ حقیقۃ الحقائق ہے وہ کُل ہے اور دوسروں کے حقائق اس کے اجزا کے درجے میں ہیں اور یہ مسلّم ہے کہ جو کمال جزو کے لئے ثابت ہے وہ کُل کے لئے بھی ثابت ہے، لیکن اس کے برعکس ثابت نہیں ہے، پس دوسروں کے کمالات میں ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرکت ثابت ہو گئی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (مخصوص) کمال میں دوسروں کو شرکت نہیں ہوگی اور حدیث "لی مع اللہ وقت" [اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک خاص وقت بھی ہے] صادق و ثابت ہوگی۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے حقائق اسمائے کلی کی جزئیات ہیں یا ان اسماء کی جزئیات کی جزئیات ہیں ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ان میں شرکت ہے اس لئے کہ جو شخص جزو کے جزو سے موسوم ہو وہ صاحبِ اسمِ جزئی کے دائرہ کے تحت ہے اور یہی نسبت صاحبِ اسمِ جزئی کو صاحبِ اسمِ کلی کے ساتھ ہے پس سمجھ لیجئے۔[1]

ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کو (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملّت کے اتباع کا امر ہونے اور آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت (ابراہیم علیہ السلام) کی صلوات و برکات کی مثل صلوات و برکات طلب کرنے سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مقام کا حصول ہے کہ جس مقام تک وصول حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مقام سے گزرے بغیر میسر نہیں ہے اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مقام تک پہنچنا ان کی ملّت کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ ان کی ملت کی متابعت کے بغیر اس مقام کے لئے راہ نہیں ہے اور ان دونوں مقامات میں سے ایک کی نسبت دوسرے کے ساتھ ایسی ہے جیسی کہ محراب کو مسجد کے ساتھ نسبت ہے اور (یہ) یقینی بات ہے کہ محراب تک پہنچنا جو کہ امام کا مقام ہے بقعۂ مسجد کی مسافت طے کئے بغیر متصور نہیں ہے کیونکہ پہلا مقام مرکز ہے اور دوسرا مقام اس مرکز کا محیط ہے اور نظرِ کشفی میں اسی قسم کے محیط پر مرکز کو فوقیت ہوتی ہے اور مرکز تک پہنچنا محیط کی مسافت طے کئے بغیر میسر نہیں ہے اور جب اس دعا کی قبولیت کا وقت آیا حضرت سید الاولین والآخرین علیہ افضل الصلوات والتسلیمات نے اس مقام سے کہ جس میں آپ تشریف فرما تھے عروج فرمایا یہانتک کہ کامل شوق کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام میں پہنچے اور اس بزرگ مقام میں توقف فرمایا اور وہ امور پیش آئے جو ان اسرار میں سے ہیں جن کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، اس کے بعد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس مقام میں داخل ہوئے جو کہ ملّتِ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۲۴۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

متابعت کے ساتھ وابستہ تھا وہ نادر مقام ایک نہایت عجیب مقام ہے کہ کسی رسول کا کوئی مقام اس مقام کی مانند نہیں ہے، جب اس مقام میں قرار پذیر ہو گئے تو جو نظر کہ پسماندگان کے حال پر رکھتے تھے بہت کم ہو گئی اور کلی طور پر بارگاہِ قدس کی طرف متوجہ ہو گئے اور خاص خلوت خانہ میں محبوب کے ساتھ خلوت پذیر ہوئے اور نیز محسوس ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم عروج کے درپے تھے بعض اصحابِ کرام علیہم الرضوان بھی آپ کی متابعت کی وجہ سے اس عروج میں شریک تھے، اور جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مقامِ خاصہ میں داخل ہو گئے اصحابِ کرام مقامِ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں اُن علیہ السلام کے زیرِ قدم رہ گئے اور انھوں نے مقامِ خاصہ میں گنجائش نہ پائی۔ اس کے بعد ظاہر ہوا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متوجہ ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقامِ خاصہ میں داخل فرما لیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تردد ہے کہ داخل فرمایا یا نہیں لیکن گمان غالب یہ ہے کہ ان کو بھی مقامِ خاصہ میں کچھ گنجائش ہو گئی۔ [1]

قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے اور اُن (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی امامت عام اور دائمی ہے اس لئے کہ ان کے بعد کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں ہوا جو اُن کی ذریت (اولاد) میں سے نہ ہو، اور اور ان کی اتباع کا پابند نہ ہو (اگرچہ وہ اتباع فی الجملہ ہو، فی جمیع الاحکام نہ ہو) جیسا کہ آیۂ کریمہ وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا اس پر دلالت کرتی ہے لیکن یہ آنحضرت آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت میں کوئی کمی نہیں کرتیں، کیونکہ مفسرین نے کہا ہے یعنی توحید میں یا حق جل وعلا کی طرف دعوت دینے کے طریقے میں ان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی پیروی کر، جیسا کہ وہ نرمی و مدارات کے ساتھ پے درپے دلائل پیش کر کے اور ہر شخص کی سمجھ کے مطابق بحث کر کے دعوت دیتے تھے آپ بھی ایسا ہی کیجئے۔

صاحب تیسیر نے بیان کیا ہے کہ اتباع (پیروی) کرنا اس راہ پر چلنے کا نام ہے جس پر متبوع (جس کا اتباع کیا جائے) چلا ہے۔ پس آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کرنا اس بنا پر تھا کہ آپ اُن (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے بعد مبعوث ہوئے تھے، نہ اس لئے کہ آپ مرتبہ میں ان سے کم ہیں اور اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَی اللّٰهِ (میں اللہ کے نزدیک اولین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں) کے ارشاد کے بموجب یہ بات مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے اکرم و افضل ہیں اور فضیلت میں آپ کا حصہ تمام انبیاء و اصفیا سے بہت زیادہ اور بہت جامع ہے اور یہ جو فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (پس آپ اُن (انبیاء) کی روش کی پیروی کریں) وارد ہوا ہے، یہ بھی اسی قسم سے ہے کہ اس امر سے (بھی)

---

[1] مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۹۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ ان سب کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فاضل کو مفضول کی متابعت کا حکم دیتے ہیں اور متابعت کے حکم سے اس کی فاضلیت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (آپ ان (اپنے اصحاب) سے کام میں مشورہ کرلیا کریں) ۔۔ اصحاب کرامؓ کے ساتھ مشورہ کرنے کا امر ان کی متابعت کے امر کو شامل ہونے سے خالی نہیں ہے (یعنی امر متابعت کو شامل ہے) ورنہ مشورہ کرنے کا کیا فائدہ ہوگا؟ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن سے افضل ہونا اور صحابہؓ کا مفضول ہونا مسلّمہ امر ہے) ؎۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وقت کے قطبِ ارشاد اور قیوم تھے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "کسی عبارت میں وارد ہوا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے وقت کے قطبِ ارشاد ہوئے ہیں، کیا اس وقت میں قیومیت کی نسبت کوئی رکھتا تھا؟ اگر آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام رکھتے تھے تو آپ کو قیوم ہونے کے باوجود قطبِ ارشاد کیوں کہتے ہیں اور کونسا فائدہ اس میں ہے حالانکہ قطبیت کی نسبت قیومیت کی نسبت سے نیچے ہے" ۔۔۔۔ (جواب) آپ جان لیں کہ لفظ قطبِ ارشاد و مدار وغیرہ اہلِ شرع کی زبان میں وارد نہیں ہیں اور صوفیائے کرام کی اصطلاحات و مکشوفات میں سے ہیں اور نسبتِ قیومیت حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کا مکشوف ہے، معلوم نہیں ہے کہ اُن حضرتِ عالیؒ سے پہلے اولیاءاللہ میں سے کسی نے یہ بات کہی ہو (اور) اس کے اسرار کے ساتھ متحقق ہوا ہو۔ صوفیہ کے مطابق ولایت کے طریقوں میں کمال الکمال قطبیتِ ارشاد ہے جس کو بزرگوں نے آنسرور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ساتھ نسبت دی ہے، نسبتِ قیومیت جبکہ اس زمانہ میں ظاہر نہیں ہوئی تھی وہ حضرات کہاں سے (اس کا) اطلاق کرتے، اب جبکہ ظاہر ہوگئی ہے، ہم کہتے ہیں کہ یہ نسبتِ عالیہ آنسرور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے زمانہ میں آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کو تفویض ہوئی تھی اور شایان نہیں ہے کہ نسبتِ قیومیت اس وقت میں آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے ہو اور کسی دوسرے سے منسوب ہو ؎۲

؎۱ مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۲۴ ۔ ؎۲ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۷۶ ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عاداتِ شریفہ

سوال :۔ کھانا کھانے میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی عادتِ شریفہ کیا تھی؟ —— جواب : آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) بقدرِ ضرورت اور اسقدر کہ جس سے بدن قائم رہے تناول فرماتے تھے پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے اور (حضرت) عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت (رسول اللہ) علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی شکم سیر نہیں ہوئے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیہ اپنے اہل میں (اس طرح رہتے) تھے کہ آپ ان سے کسی کھانے کا سوال نہیں کرتے تھے اگر وہ لوگ کھانا لے آتے تو آپ کھا لیتے اور جو کچھ لے آتے آپ قبول فرما لیتے تھے اور مشروبات میں سے جو کچھ یہ لوگ دے دیتے آپ پی لیتے تھے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک سب سے مرغوب کھانا وہ ہوتا تھا کہ جس پر بہت سے ہاتھ (داخل) ہوں یعنی جماعت کے ساتھ کھاتے تھے تنہا نہیں۔ اور معدی کربؓ کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے فرمایا کہ اولادِ آدم (انسان) کے لئے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو درست (قائم) رکھیں، پس اگر اس پر صبر نہ کر سکے تو اس کے پیٹ کا ایک تہائی حصہ اس کے پانی کے لئے ہو اور تہائی حصہ سانس لینے کے لئے ہو، کھانے کے شروع میں بسم اللہ کہتے تھے اور یہ عمل سنتِ مؤکدہ ہے۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص کھانا کھائے اور اس کے بعد کہے "الحمد للہ الذی اطعمنی ھذا الطعام ورزقنیہ من غیر حول منی ولا قوۃ" تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، اور ایک روایت میں پچھلے اور اگلے کا لفظ آیا ہے —— اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سونا حدِ اعتدال پر اور قلیل تھا اس کے باوجود آپ کا دل مبارک نہیں سوتا تھا بلکہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوٰۃ والتحیہ کی آنکھ سوتی تھی —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کم کرنے (فصد لئے جانے) کی تاریخ مہینے کی سترہ ۱۷ یا انیس ۱۹ یا اکیس ۲۱ تاریخ تھی —— اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کا لباس چند قسم کا ہوتا تھا نفیس بھی پہنا ہے یعنی ردّ نہیں فرمایا ہے اور اس کے علاوہ بھی پہنا ہے اور روئی کا (سوتی) کپڑا اکثر پہنا ہے اور پشمینہ (اونی کپڑا) بھی پہنا ہے مختصر یہ ہے کہ لباس کے بارے میں آپ کی عادتِ شریفہ تکلف کی نہیں تھی جس قسم کا حاضر ہو جاتا قبول فرما لیتے اور کپڑا کاٹنے کے لئے کسی دن کا معین ہونا ثابت نہیں ہوا ہے۔ (دفتر دوم مکتوب ۵۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش و وفات و عمر شریف

اور خیر البریہ علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کا یوم پیدائش و یوم وفات دوشنبہ (پیر) ہے، اس دن کے آخری حصہ میں وفات پائی اور اس روز جو کہ سہ شنبہ (منگل) تھا اُن (کے جسدِ مبارک) کی حفاظت کی گئی ور بدھ کی نصف شب اور ایک روایت میں اخیر شب میں آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ واکمل البرکات کو آرام کی نیند سُلا دیا گیا۔ رباعی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یَاخَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِی التُّرَابِ اَعْظُمُہٗ فَطَابَ مِنْ طِیْبِہِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ
رُوْحِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُہٗ فِیْہِ الْعَفَافُ وَفِیْہِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

[اے وہ ذات جو ان لوگوں میں سب سے بہتر ہے جن کی ہڈیاں مٹی میں دفن ہو گئیں اور ان کی خوشبو سے میدان اور پہاڑیاں معطر ہو گئیں، میری روح اُس قبر (مبارک) پر فدا ہو جس میں آپ سکونت پذیر ہیں اس میں (درحقیقت) پاکیزگی، سخاوت اور بزرگی (مدفون) ہے] ۔

آپ نے حضرت حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عمر مبارک کے بارے میں پوچھا تھا۔ آپ جان لیں کہ اس بارے میں چند قول ہیں ایک قول کے مطابق ساٹھویں ۶۰ سال کے اوائل میں پردہ فرمایا اور ایک قول کے مطابق تریسٹھ ۶۳ سال میں اور یہ قول سب اقوال سے زیادہ صحیح ہے اور ایک قول کے مطابق پینسٹھ ۶۵ سال کی عمر میں اور علماء نے ان اقوال میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ جس نے تریسٹھ سال کہا ہے اس نے سالِ پیدائش اور سالِ وفات کو حساب میں نہیں لیا اور جس نے پینسٹھ سال کہا اُس نے سالِ ولادت و سالِ وفات کو بھی شمار کیا ہے اور جس نے ساٹھ سال کہی ہے اس نے عشرات (دہائیوں) کو شمار کیا ہے اور کسور (اکائیوں) کو شمار نہیں کیا۔ [۱]

قدرِ خیر و شر

مسئلہ قضا و قدر | قضا و قدر کا مسئلہ اللہ جل شانہٗ کے اسرار میں سے ایک سِرّ ہے، اس مسئلہ میں باہم گفتگو کرنا اور چھان بین کرنا ممنوع ہے اس معاملہ میں ممانعت کی حدیثیں بہت ہیں جو کچھ ہم پر لازم ہے وہ اوامر کو بجا لانا اور نواہی سے بچنا ہے اس مسئلہ میں غور کرنے کے لئے فرمایا نہیں گیا ہے بلکہ منع کیا گیا ہے، اس معاملہ کی حقیقت کو جل و علا کے علم کے حوالہ کرنا چاہیئے، جس چیز کے ساتھ (ہمیں) مکلف کیا گیا ہے تندہی واحسانمندی کے ساتھ اس کے بجالانے میں کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ ہے سب سے زیادہ سلامتی کا راستہ۔

میرے مخدوم! اس مسئلہ میں جو کچھ اہلِ سنت وجماعت کا عقیدہ ہے اس کے موافق اعتقاد درست رکھنا چاہیئے اور شک میں ڈالنے والی باتوں اور چون وچرا میں نہیں جانا چاہیئے کہ (یہ) منع ہے۔ آپ جان لیں کہ اہلِ سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ بندہ کے تمام افعال خیر ہوں یا شر سب حق سبحانہٗ کی تقدیر و ارادہ سے ہیں والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ [اور اس کے خیر و شر کا مقدر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے] اور تقدیر خلق و ایجاد سے عبارت ہے اور (یہ بات) معلوم ہے کہ خالق وموجد اُس جل شانہٗ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْہُ (۶/۱۰۲) [اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر چیز کا خالق ہے پس اس کی عبادت کرو] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاللہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (۳۷/۹۶) [اور اللہ تعالیٰ نے تم کو

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۵۱ ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا] .... (چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خیر و شر کی تقدیر اور نسبتِ خلق حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کے باوجود بندہ کے ارادہ و اختیار کو بھی اس کے وجود و فعل میں دخل دیا گیا ہے، اول صرف ارادہ بندہ کی جانب سے ہوتا ہے اس کے بعد اس کے موافق حق تعالیٰ خلق (پیدا) فرماتا ہے اور ارادہ کے اس استعمال ہی کو کسب کہتے ہیں پس خلق حق جل و علا کا فعل ہے اور اس کا کسب بندہ کی طرف سے ہے۔ اور یہ جو آپ نے لا تتحرک ذرۃ الا باذنہ [اس (اللہ تعالیٰ) کی اجازت کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کرتا] وغیرہ لکھا ہے تو یہ حق تعالیٰ کے پیدا کرنے کے اعتبار سے ہے اور مقتول کے عوض میں قاتل کو قتل کرنا اور گنہگار کو ملامت کرنا اور اس کو سزا کا عذاب دینا کسب کے اعتبار سے ہے[1]۔ وتمامہ فیہ

مسئلہ قضا و قدر پر مجمل ایمان لانا چاہئے | میرے مخدوم! قضا و قدر کا مسئلہ دقیق مسائل میں سے ہے ہر شخص کی سمجھ اس مسئلہ تک نہیں پہنچتی بلکہ اس مسئلہ کی حقیقت کو جیسی کہ ہے حضرت علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہی بہتر جانتا ہے، مجمل طور پر اسقدر ایمان لانا چاہئے کہ اس (بندہ) کی قدر خیر و شر اللہ تعالیٰ (کی طرف) سے ہے اور لوگوں کو اُن کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اگر (وہ اعمال) خیر ہیں تو (بدلہ) خیر ہوگا اور اگر شر ہیں تو (بدلہ) شر ہوگا، اس پر ہمیں زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے علم کو حق سبحانہٗ کے سپرد کرنا چاہئے اور اس کے اوامر و نواہی کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہئے، اگر ایسا نہ کرے تو بندہ سرکش ہوگا اور مختلف قسم کی سزاؤں کا مستحق ہوگا ہم بدیہی طور پر اور اپنے وجدان سے یہ پاتے ہیں کہ ہم کو اسقدر قدرت دی ہے کہ اوامر و نواہی کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں اور گناہ کو بغاوت و سرکشی سمجھتے ہیں[2]۔

راضی بقضا رہنا چاہئے | اے اشفاق پناہ! جو کچھ بندہ پر گزرتا ہے وہ سب تقدیر و ارادۂ ازلی سے ہے، آیۂ کریمہ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا (۵۷-۲۲) [کوئی مصیبت دنیا میں یا تمہاری جانوں میں نہیں آتی مگر یہ کہ وہ کتاب (لوحِ محفوظ) میں لکھی ہوئی ہوتی ہے قبل اس کے کہ ہم اس کو دنیا میں پیدا کریں] اس معنی پر دلالت کرتی ہے، رضا و تسلیم کے سوا چارہ و تدبیر نہیں ہے چونکہ (یہ سب) محبوب کا فعل ہے (اس لئے) محب کو چاہئے کہ اس سے لذت حاصل کرے اور خندہ پیشانی سے پیش آئے اور اس ضمن میں اس تعالیٰ شانہٗ کے الطاف و عنایات کا منتظر رہے[3]۔

(ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) جو رنج و غم بھی (انسان کو) پہنچتا ہے چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور تقدیر سے ہے اس لئے رضامندی کے سوا کوئی چارہ و تدبیر نہیں ہے، طاعات کے معمولات پر مستعد رہیں اور تکالیف و امراض پر صبر و تحمل کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عافیت طلب کرتے رہیں

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۸۳ [2] ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۳۷ [3] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۸۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور مخلوق میں سے کسی کو درمیان میں نہ دیکھیں اور تمام امور کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کی طرف سے جانیں اور اُس کے دُور کرنے کو بھی اُسی سے چاہیں کیونکہ اُس سبحانہٗ وتعالیٰ کی تقدیر کے بغیر کوئی شخص کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتا، اور اس کے ارادہ کے بغیر کوئی شخص ضرر (تکلیف) کو دُور نہیں کر سکتا، بندگی کا راستہ یہی ہے [۱]۔

قضاو قدر پر راضی ہونا | حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے بندہ کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرنے سے مراد یہ ہے کہ جو تنگی بھی اس کے سینے میں ہو اُس کو دُور کر دے اور اس کے سینہ میں کوئی تنگی بھی کسی طرح سے نہ رہے اور اوامر کے بجالانے اور نواہی سے باز رہنے میں پوری سہولت حاصل ہو جائے اور اس کی مرضی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی قضاو قدر کے اس حد تک تابع ہو جائے کہ اگر ایک دنیا ناراض ہو جائے یا اس کو سخت مصیبتوں اور شدید رنج وغم میں مبتلا کر دیا جائے تو ان امور سے اس کے باطن میں کوئی کدورت پیدا نہ ہو ان امور کو بالکل درست اور نہایت مناسب دیکھے اور پوری خوشی و رغبت کے ساتھ ان چیزوں سے راضی ہو جائے بلکہ جو بلا و مصیبت بھی پیش آئے اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے شمار کرے اور اس کے شکر میں کوشش کرے اور نیز خناس (شیطان) کا وسوسہ جو اس کے سینہ میں قائم تھا اور وہاں (اپنا) آشیانہ رکھتا تھا دُور ہو جائے اور وہاں سے اس کے ٹھکانے کو ویران کر دیا جائے، جب اس اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور بہت بڑی سعادت کے ساتھ عارفِ کامل کو نواز دیا جاتا ہے تو وہ اللہ جل شانہٗ کی ہدایت کے ساتھ ہدایت یافتہ ہو جاتا ہے اور صراطِ مستقیم پالیتا ہے اور شرح صدر بھی اسی ہدایت پانے سے عبارت ہے [۲]۔

مقامِ رضا | میرے مخدوم! چند روزہ زندگی کو جو کہ بہت قیمتی ہے سب سے قیمتی اشیاء میں صرف کرنا چاہئے اور وہ مولائے حقیقی جل سلطانہٗ کی خوشنودیوں کا حاصل کرنا ہے مگر ہمت کو اس بزرگ کام میں کس کر باندھیں اور جو کچھ اس کے منافی ہے اس سے الگ ہو جائیں۔ بندہ کے حق میں کمال یہ ہے کہ اس کا مولا اس سے راضی ہو اور وہ اس (اپنے مولا) سے راضی ہو، اس لئے مقامِ رضا تمام مقامات سے اوپر ہوا۔ اس رضا کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس تعالیٰ شانہٗ سے راضی ہو جائے اور ارادوں اور خواہشات میں اس تعالیٰ شانہٗ کی رضامندی کے خلاف اس سے ظاہر نہ ہو اور رنج پہنچنے کی حالت میں نعمت حاصل ہونے کی مانند کشادہ رُو رہے اور اس کے اوامر و نواہی میں اس کی ابرو پر بل نہ آئے اور تمام افعالِ واجبی (اللہ تعالیٰ کے افعال) میں شرح صدر کے ساتھ رہے اور اس عز برہانہٗ کی قضاو قدر کے ساتھ اطاعت و تسلیم اختیار کرے [۳]۔

رضا کے دو اعتبار | رضا کے مقام میں جو کہ مقامات میں سب سے آخری مقام ہے دو اعتبار ہیں، پہلا اعتبار ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا بندے سے راضی ہونا اور دوسرا اعتبار ہے بندے کا حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے راضی ہو جانا،

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۲۲ [۲،۳] ایضاً دفتر اول مکتوب ۴۴

دوسرا اعتبار پہلے اعتبار پر فوقیت رکھتا ہے اس لئے کہ پہلے حق تعالیٰ کی رضا ہے اس کے بعد بندے کی رضا، جیسا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ [اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے] [1]

رضا کی دو قسمیں | آپ نے لکھا تھا کہ انبیاء علیہم الصلوات والبرکات مقام رضا میں تھے تو پھر آیۂ کریمہ وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی [اور البتہ عنقریب آپ کا رب آپ پر خاص انعام فرمائیگا پس آپ خوش ہو جائیں گے] کس معنی میں ہے؟ ـــــ میرے مخدوم! رضا دو قسم پر ہے: ایک[1] وہ رضا ہے جو عطیہ کے وجود سے پہلے ہے، انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کو آج یہ رضا حاصل ہے، عطیہ وعدم عطیہ اور نعمت و نقمت اس رضا میں برابر ہیں جو کچھ اس (اللہ تعالیٰ کی) طرف سے پہنچتا ہے اور تقدیر ازلی اس پر جاری ہوتی ہے وہ (انبیاء علیہم السلام) اس پر راضی ہیں۔ اور ایک[2] رضا عطیہ کے بعد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے روز جب بیشمار عطیات وانعامات یعنی امت کی شفاعت و مغفرت کا قبول ہونا اور عرش پر جلوس فرمانا وغیرہ حاصل ہوں گے تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے "بہت ہے میں راضی ہوا"۔

امام محمد باقر (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ "اے اہلِ عراق! تم کہتے ہو کہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ امید والی آیت لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ [(۳۹/۵۳) تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو] ہے اور ہم اہلِ بیت اس کے قائل ہیں کہ امید وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی میں زیادہ ہے کیونکہ حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (اس بات سے) راضی نہیں ہونگے کہ آپ کی امت کا ایک شخص بھی دوزخ میں رہے"۔

میں کہتا ہوں ہو سکتا ہے کہ عام مخلوق کے اعتبار سے زیادہ امید والی آیت پہلی آیت ہو اور اس امت کے اعتبار سے زیادہ امید والی آیت دوسری آیت ہو، دونوں رضاؤں میں یہ فرق دو معلوموں کے حال کے فرق کے اعتبار سے دو علموں کے فرق کی مانند ہے اس لئے کہ حق سبحانہٗ تمام اشیاء کو علمِ ازلی سے جانتا ہے اس کے باوجود یہ فرماتا ہے وَلِیَعۡلَمَ اللّٰہُ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ وَرُسُلَہٗ بِالۡغَیۡبِ [(۵۷/۲۵) اور تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ کون اس کی اور اس کے رسول کی غیب کے ساتھ مدد کرتا ہے] (نیز فرماتا ہے) فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَلَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ [(۲۹/۳) پس اللہ تعالیٰ (آزمائش کے ذریعہ) البتہ ان لوگوں کو معلوم کریگا جو سچے تھے اور البتہ ان لوگوں کو (بھی) معلوم کرے گا جو جھوٹے تھے] وغیرہ، علمِ ازلی وجودِ اشیاء سے پہلے اشیاء کا علم ہے اور دوسرا علم وجودِ اشیاء کے بعد کا علم ہے اور یہ دونوں علم مختلف ہیں، اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ فَتَرۡضٰی کے معنی رضا میں اضافہ ہیں، اصل رضا پہلے حاصل تھی اور اب رضا میں اضافہ حاصل ہو جائے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ آں سرور

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۶۲۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائمی رضا کے ساتھ متصف ہیں تو پھر امام (محمد باقرؒ) کا قول کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) راضی نہیں ہوں گے کہ ان کی امت کا کوئی ایک شخص بھی دوزخ میں جائے" کس معنی میں ہے؟ اور رضا و عدم رضا ایک مقام میں کس طرح جمع ہوں گی؟ — (جواب) میں کہتا ہوں کہ "راضی نہ ہوں گے" کے معنی یہ ہیں کہ شادماں و مسرور نہیں ہوں گے، مسرور نہ ہونا جو کہ حزن ہے رضا بالقضا کے منافی نہیں ہے کہ ایک وقت میں جمع نہ ہوں اس لئے کہ سخت مصائب میں مؤمن مسرور نہیں ہوتا بلکہ مغموم و محزون ہوتا ہے اس کے باوجود رضا بالقضا رکھتا ہے، اَلْعَيْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ [آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور اے ابراہیم! بیشک ہم تیری جدائی میں غمگین ہیں] نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے اور سورۂ طٰہٰ میں رضا اسی معنی میں ہے لَعَلَّكَ تَرْضٰى یعنی شاید کہ تو خوش ہو جائے اور سورۂ والضحیٰ میں بھی اگر رضا کو سرور و خوشی کے معنی میں لیا جائے تو اصل سوال رفع ہو جاتا ہے [۲]

آخرت

جنت کے درجات میں تفاوت | ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے لکھا ہے کہ "ہر شخص کی بہشت اس اسم الٰہی (جل شانہٗ) کے ظہور سے عبارت ہے جو اس شخص کا مبدأ تعین ہے اور اس اسم نے اشجار و انہار اور حور و قصور کے لباس میں ظہور فرمایا ہے، اسمائے الٰہی (جل شانہٗ) کی بلندی و پستی اور جامعیت و عدم جامعیت میں تفاوت و فرق کے مطابق جنت کے درجات میں بھی تفاوت و فرق ہے۔" [۳]

حدیث "قبر جنت کا ایک باغ ہے" کی تشریح | حدیث شریف میں آیا ہے کہ القبر روضة من رياض الجنة [قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے] قبر کے باغ ہونے سے مراد (بظاہر) یہ ہے کہ جو پردہ اور مسافت بقعۂ قبر اور جنت کے درمیان واقع ہے دُور ہو جاتی ہے اور ان دونوں مقاموں کے درمیان کوئی پردہ اور رکاوٹ باقی نہیں رہتی گویا زمین بقعۂ قبر کو جنت کے ساتھ فنا و بقا حاصل ہو جاتی ہے، پس سمجھ لیجئے۔ اور یہی معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بھی ہیں مابين قبري ومنبري روضة من رياض الجنة [میری قبر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے] جاننا چاہئے کہ اس طرح کا باغ اخص الخواص حضرات کے لئے مخصوص ہے ہر مؤمن کو میسر نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب مؤمنوں کی قبریں ایک طرح کی صفائی اور نورانیت پیدا کر لیتی ہیں تو ان میں اس بات کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جنت کا عکس ان قبروں پر منعکس ہو جائے اور صفائی حاصل کئے ہوئے آئینہ کی طرح ہو جائیں [۴]

---

[۱] یہ ایک متفق علیہ حدیث کا ٹکڑا ہے جو مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب البکا میں مروی ہے۔

[۲] مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۷ [۳] ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۴ [۴] ایضاً دفتر اول مکتوب ۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

قبر کی فراخی و تنگی | میرے مخدوم! ارواح اور برزخِ صغریٰ کا معاملہ بہت نازک ہے اس بارے میں ظن و تخمین (اندازے) کے ساتھ جرأت نہیں کر سکتے، جو کچھ نصوص سے ثابت ہو چکا ہے اس پر مجمل ایمان لانا چاہئے اور اس کی تفصیل کو اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے کیونکہ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا [پ ۱۵ ع ۱۰] اور تم کو صرف تھوڑا سا علم دیا گیا ہے] نصِ قاطع ہے۔ ہم قبر کی فراخی و آسانی اور عذاب و سزا پر ایمان لائیں اور اس کی تفصیلات میں مشغول نہ ہوں کیونکہ ہم اس پر مامور نہیں ہیں، اور اسی طرح اموات (مُردوں) کا آپس میں کلام کرنا روایتوں میں آیا ہے، اور قبر کے عذاب میں مردوں کا چیخنا اور چلانا وارد ہوا ہے کہ جس کو ثقلین (انسانوں اور جنوں) کے سوا ہر وہ چیز جو مشرق و مغرب کے درمیان ہے سُنتی ہے (اس کو) مان لینا چاہئے، یا تو روحِ مجرد پہنچتی ہو کہ ثقلین (انسان و جن) کے سوا سب سنتے ہیں یا جسدی آلہ (جسمانی اعضا) کے واسطہ سے کہ جس نے ایک طرح کی حیات پائی ہے پہنچتی ہے ـــــ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "گروہ (ارواح) آلہ کی محتاج ہوں تو وہ عالمِ حدوث کو ابھی تک اپنے ساتھ رکھتی ہوں گی"۔ میرے مخدوم! ممکن سے حدوث کا داغ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ہرگز زائل ہونے والا نہیں ہے [۱]

ثواب و عذابِ قبر کی کیفیت | سوال:۔ موت کے بعد جب بدن اور روح کو مفارقت و انقطاع حاصل ہو گیا تو ثوابِ قبر و عذابِ قبر جو کہ برحق ہے کس طرح ہو گا؟ ـــــ جواب:۔ قبر میں روح کو بدن کے ساتھ ایک تعلق و اتصال عطا کیا جاتا ہے جو کہ ثواب و عذاب کے ادراک کا سبب ہوتا ہے (وہ تعلق و اتصال) اس قدر نہیں ہوتا کہ حس و حرکت کا سبب بن سکے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ خواب میں آدمی لذت و الم حاصل کرتا ہے اور اس کے ظاہر پر لذت و الم کا کچھ بھی اثر پیدا نہیں ہوتا۔ [۲]

ارکانِ اسلام

اسلامِ حقیقی | صوفیائے کرام کے طریقے میں اولین مطلوب اسلامِ حقیقی کا حاصل ہونا ہے جو کہ نفسِ امارہ کے مطیع ہونے کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ اسلام جو اطمینانِ نفس سے پہلے محض تصدیقِ قلبی سے حاصل ہوتا ہے (صوفیہ) اُس کو مجازی اسلام کہتے ہیں اور اس کو حقیقی اسلام کہتے ہیں۔

نماز کی فضیلت | پس علمائے اہلِ سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم [اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے] کی صحیح آراء کے مطابق دینی عقائد جو کہ کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں ان کی تصحیح کے بغیر چارہ نہیں ہے اور فرض و واجبات کے ادا کرنے اور حرام چیزوں سے بچنے کے سوا گذارا نہیں ہے۔ اور سب سے بہتر عبادت اور سب سے معتبر طاعت نماز ہے جو کہ دین کا ستون اور مسلمان و کافر میں واضح طور پر فرق کرنے والی ہے اور جو

[۱] دفتر اول مکتوب ۱۸۲۔ [۲] دفتر سوم مکتوب ۲۱۷۔ [۳] دفتر اول مکتوب ۶۴۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

قربِ الٰہی اس کے ادا کرنے وقت حاصل ہوتا ہے اس (نماز) کے باہر وہ نادر (بہت کم) ہے، پس نماز کو پانچوں وقت جماعت و جمعیت و تعدیلِ ارکان اور کامل وضو کے ساتھ مستحب اوقات میں ادا کرنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس بندے اور اس کے پروردگار کے درمیان کے حجابات اُٹھا دیئے جاتے ہیں اور جب تک وہ ناک کی رینٹ نہ ڈالے حورِ عین اس کے سامنے رہتی ہے ـــ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ نماز پڑھنے والا بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ جو شخص ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتا رہتا ہے قریب ہے کہ وہ اس کے لئے کھول دیا جائے ـــ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال میٹھے پانی کی جاری نہر کی مانند ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس سے گذرتی ہے کہ وہ شخص اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہے پس اس سے (اس پر) کچھ بھی میل باقی نہیں رہے گا ـــ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک جس شخص نے ان پانچ فرض نمازوں پر جماعت (سے ادا کرنے) میں حفاظت کی وہ ان لوگوں میں سب سے پہلا شخص ہوگا جو پل صراط پر چمکنے والی بجلی کی مانند (تیزی سے) گذریں گے اور اللہ تعالیٰ اس کو سابقین کے پہلے گروہ میں حشر فرمائے گا اور ہر دن اور رات میں ان نمازوں پر حفاظت کرنے والے کو ایک ہزار ایسے شہیدوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ہوں [1]

(ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) بیشک نماز مومن کی معراج اور کمالِ قرب کا مقام ہے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی راحت کو نماز میں تلاش کیا ہے اور قرۃ عینی فی الصلوٰۃ [میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے] فرمایا ہے اور جو لذت کہ فرض نماز میں پیش آتی ہے غیر فرض پر کامل فضیلت رکھتی ہے، سجدہ کے بارے میں کیا لکھے، سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس کی طلب کرنا اور اس پر حریص ہونا چاہیئے۔ اور نیز آیا ہے کہ "بندہ کی کوئی حالت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ اُسے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا چہرہ خاک آلود ہو" ـــ اور نیز وارد ہوا ہے کہ "بندہ سجدہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتا ہے" ـــ کبھی کبھی چاہیئے کہ نماز مٹی پر کسی واسطہ (مصلّی وغیرہ) کے بغیر ادا کی جائے اور سجدہ کیا جائے۔ اور نماز میں طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدوں پر راغب رہیں اور نوافل میں اگر چاہیں تو رکوع و سجود و قومہ کی ماثورہ دعائیں پڑھیں [2]

(نیز فرماتے ہیں) حدیث شریف میں ہے کہ سب سے فضیلت والی نماز وہ ہے جس میں قنوت یعنی قیام طویل ہو اور قنوت (قیامِ طویل) سکراتِ موت کو ہلکا کرتا ہے اور اگر امام ہوں تو امام کے لئے جو مقدار مسنون ہے

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۱ ـ [2] ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۵۴ ـ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس پر اکتفا کریں اور مقتدیوں کا لحاظ کریں۔ ایک رکعت میں سورت کی تکرار کو نوافل میں جائز کیا گیا ہے اور رکوع و سجود کی تسبیحات کی تعداد کی حد سات تک ہے اور بعض روایتوں میں تو اور گیارہ تک بھی آئی ہے اور اگر اس سے بھی طویل کرنا چاہیں تو رکوع و سجود کی جو دعائیں روایات میں آئی ہیں پڑھیں اور جس قدر بھی تکرار کریں گنجائش ہے۔ عوف بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہوا پس جب آپ نے رکوع کیا تو سورۂ بقرہ (پڑھنے) کے بقدر ٹھہرے رہے اور اپنے رکوع میں سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء کہتے رہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ نے سجدوں میں بھی اس کی مانند کہا اور امام نوویؒ نے ذکر کیا کہ صحیح مسلم میں (حضرت) حذیفہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اپنے طویل رکوع میں جو کہ سورۂ بقرہ و آل عمران و نساء کی قرأت کے قریب تھا سبحان ربی العظیم پڑھا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس (رکوع) میں سبحان ربی العظیم کا تکرار فرماتے رہے جیسا کہ سنن ابوداؤد وغیرہ میں واضح طور پر آیا ہے اور صحیح مسلم سے بھی ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کاش کہ میں جان لیتا کہ اس حدیث کی اس وضاحت اور اُن علماء کے قول میں تطبیق کی کیا صورت ہے جنھوں نے حکم کیا ہے کہ (رکوع و سجود میں) تسبیحات کی زیادہ سے زیادہ تعداد سات سے گیارہ تک ہے اور انھوں نے کہا کہ یہ اکمل (درجہ) ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان (علماء) کے نزدیک اس حکم میں کوئی بڑی وجہ اور معتبر سند ہے [۱]

نماز وغیرہ کے سنن و آداب بمنزلہ فرائض ہیں جاننا چاہئے کہ وہ اداب و نوافل جو کہ فرائض کو مکمل اور پورا کرنے والے ہیں وہ فرائض میں ہی شمار کئے جاتے ہیں ان کی رعایت جسقدر زیادہ کی جائے گی فرض کا نتیجہ اسی قدر زیادہ اچھا نکلے گا بلکہ مؤکدہ سنتوں میں بھی یہ نسبت اثر کرتی ہے کہ گویا وہ فرائض کو مکمل کرنے والی ہیں [۲]

نمازی کو کعبہ اور قرآن مجید کی صورت کی طرف متوجہ ہونا چاہئے آپ نے لکھا تھا کہ "اگر کعبہ یا قرآن مجید کی طرف متوجہ ہو تو ان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہو، یا ان کی صورت کی طرف ہو، اگر اُن کی حقیقت کی طرف متوجہ ہو تو جو شخص کہ ان کی حقیقت تک نہیں پہنچا ہے وہ کس طرح ان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہوگا، اگر ان کی صورت کی طرف متوجہ ہو تو بات قرآن مجید کے بارے میں تو درست آسکتی ہے کیونکہ وہاں الفاظ و معانی اور قصص ہیں لیکن کعبہ میں ذرا بھی درست نہیں آتی کیونکہ محض سنگ و کلوخ کو قبلہ نہیں بنا سکتے خاص کر اس کے سامنے نہ ہوتے (کے وقت) میں"۔ اے سعادت آثار! نمازی کو چاہئے کہ اس کی صورت کی طرف متوجہ ہو اگر وہ اہلِ حقیقت میں سے ہے تو وہ صورت سے حقیقت کی طرف چلا جاتا ہے اور حقیقت کو صورت میں دیکھتا ہے

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۰۹ [۲] ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۴۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور اگر وہ اہلِ حقیقت میں سے نہیں ہے تو صورت کی طرف متوجہ ہونا بھی اس کے لئے غنیمت ہے، اور یہ جو لوگوں نے پتھروں اور ڈھیلوں کو کعبہ کی صورت قرار دیا ہے ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر پتھر اور ڈھیلے درمیان میں نہ ہوں اور چھت اور دیواریں نہ ہوں کعبہ تب بھی کعبہ ہے اور مخلوقات کا مسجود الیہ ہے بلکہ صورتِ کعبہ ایک ایسا معنی ہے کہ عقلیں اس کو سمجھنے سے عاجز ہیں تو وہ حقیقت تک کیا پہنچیں گی، اور نیز ہم کہتے ہیں کہ کعبہ کی طرف متوجہ ہونا یہی ہے کہ کعبہ کی جانب نماز پڑھے، اس توجہ کے سمجھنے اور کعبہ کو خیال میں لانے کی کیا ضرورت ہے اس کی جہت کی طرف توجہ کرنے سے ہی کعبہ کی برکات سے فیض یاب ہو جاتا ہے اور اس کی حقیقت سے بہرہ مند ہو جاتا ہے [۱]

تنہا نماز میں بھی اذان و اقامت کہے | حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی جگہ (تنہا) ہو اور وہ نماز کیلئے (تکبیر) اقامت کہے تو اس کے پیچھے دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور اگر وہ اذان دے اور اقامت کہے تو اس کے پیچھے اس قدر فرشتے نماز پڑھتے ہیں کہ ان کے دونوں طرف کے سرے نظر نہیں آتے وہ اس کے رکوع کے ساتھ رکوع کرتے ہیں اور اس کے سجدہ کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں [۲]

نماز میں ہنسی کی کیفیت | پہلے خط میں لکھا ہوا تھا کہ "ظہر کی نماز میں چند مرتبہ کوئی چیز جو کہ ہنسی کی مانند ہو گی اس جانب سے اپنے باطن میں پاتا تھا فرض نماز میں خاص طور پر امامت کی حالت میں ایک ایسی لذت و فنا پیش آتی ہے کہ کیا عرض کرے"۔ ـــــ لے سعادت آثار! ہنسی کا ظاہر ہونا کمالِ رضامندی کی خبر دینے والا ہے خاص طور پر وہ جو کہ نماز میں پیش آتی ہے کہ وہ اصل سے تعلق رکھتی ہے، اور لذت و فنا میں کیا کلام ہے کہ نماز مؤمن کی معراج اور کمالِ قرب کا محل اور رفعِ حجاب کا مقام ہے اور سب سے بڑا حجاب انسان کا نفس ہے [۳]

تلاوتِ قرآن مجید کی فضیلت

تلاوتِ قرآن مجید کی فضیلت | آپ نے لکھا تھا کہ "جو ترقی کہ قرآن مجید کی تلاوت میں مفہوم ہوتی ہے (ایسی ترقی) دوسری چیزوں میں کم ہے خاص طور پر وہ تلاوت جو کہ نماز میں طویل قیام کے اندر کی جاتی ہے"۔ ـــــ بیشک جب معاملہ اصول سے اوپر چلا جاتا ہے اور تمیز جاتی رہتی ہے تو اس مقام میں ترقی قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کے ساتھ ہوتی ہے، کلام صفتِ حقیقیہ ہے اور اپنے موصوف سے کسی قسم کی علیحدگی و جدائی نہیں رکھتی اور اس کے ساتھ مل جانا اور اس کو اختیار کرنا اس کے موصوف کے ساتھ کمال تقرب کا سبب ہے ـــــ (چند سطور کے بعد) حدیث شریف میں آیا ہے آگاہ رہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اشتیاق رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنا کرے ـــــ اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنے رب سے بات کرے تو اس کو

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۱۹۔ [۲] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۶۱۔ [۳] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۰۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

قرآن پڑھنا چاہیئے ــــــ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ قرآن کے حاملین (اٹھانے والے) اولیاء اللہ ہیں پس جس نے اُن سے دشمنی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی اور جس نے اُن سے دوستی کی تو بیشک اس نے اللہ تعالیٰ سے دوستی کی ــــــ اور نیز حدیث شریف میں ہے اللہ عزوجل (قرآن مجید کی) جس آیت کو بھی نازل فرماتا ہے اس کا ظاہر و باطن ہوتا ہے اور ہر حرف کے لئے حد ہے اور ہر حد کے لئے مُطّلَع ہے [1] [2]

(نیز دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) میرے مخدوم! تلاوت کے وقت قلب صفتِ کلام کے ساتھ متصف ہوتا ہے جو کہ اس تعالیٰ شانہٗ کی حقیقی صفت ہے اور معلوم ہے کہ صفت کو اپنے موصوف کے ساتھ کس قسم کا قرب و اتحاد ہے پس یہ کیفیت و لذت تمام کیفیات سے ممتاز ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

اندر سخن دوست نہاں خواہم گشت　　　تا بر لبِ اُو بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہوجاؤں گا تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب پر بوسہ دوں]

کبھی تلاوت کے وقت میں تلاوت کرنے والا اپنی زبان کو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت کی مانند پاتا ہے تلاوت کرنے والا گویا کوئی اور ہے اور اس کی زبان آلہ سے زیادہ نہیں ہے [3]

تلاوتِ قرآن مجید کی لذت آپ نے لکھا تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں جو الفاظ کہ زبان سے نکلتے ہیں وہ بعینہٖ تمام اعضا سے (بھی) نکلتے ہیں گویا رُواں رُواں ایک زبان ہے اور بہت زیادہ لذت پیدا ہو جاتی ہے اور حرکات و سکنات اکثر اوقات اس بارگاہ کی طرف راجع ہو جاتی ہیں ــــــ میرے مخدوم! غلبۂ ذکر کے وقت ہر عضو ذاکر ہو جاتا ہے دل اور تمام لطائف کے ساتھ (اس کی) خصوصیت نہیں رہتی، اگر تلاوت میں بھی یہ کیفیت پیش آجائے اور تمام اعضا تلاوت میں مشغول ہو جائیں تو گنجائش ہے اور نیز جب بندہ کلامِ الٰہی کے سننے کیلئے آمادہ ہو جاتا ہے اور اپنی کلیت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے تو حاسۂ سمع (کان) کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا اگر تلاوت بھی اپنی کلیت کے ساتھ کرے تو کیا تعجب ہے۔ شاید کہ اس معاملہ کا راز یہ ہے کہ ہر حکم جو اس بارگاہِ اقدس سے منسوب ہے وہ کلیت کے ساتھ ہے کیونکہ حصے اور اجزا ہونا وہاں محال ہے اگر تکلّم ہے تو کلیت کے ساتھ ہے اگر استماع ہے تو وہ بھی کلیت کے ساتھ ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کلّی طور پر علم ہے کُلّی طور پر قدرت ہے اور کُلّی طور پر ارادہ ہے اور صفتوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔ تخلّق کے حکم کے مطابق عارفِ متخلّق بھی اپنی کلیت کے ساتھ متکلّم اور اپنی کلیت کے ساتھ جامع ہو جاتا ہے علیٰ ہٰذا القیاس۔ کلامِ الٰہی کے ساتھ تکلّم کرنے میں یہ معنی بہت زیادہ واضح ہیں اس لئے کہ یہ وہی کلام ہے کہ حق سبحانہٗ جس سے کلیت کے ساتھ متکلّم ہے۔ [4]

---

[1] اس حدیث کی شرح مکتوبات امام ربانی قدس سرہٗ دفتر سوم مکتوب ۱۱۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

[2] مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۶۷ [3] ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۵۲۔ [4] ایضاً سوم مکتوب ۱۲۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حفاظ کی فضیلت | حدیث شریف میں آیا ہے کہ حاملینِ قرآن اولیاء اللہ ہیں پس جس نے ان سے دشمنی کی تو بیشک اس نے اللہ سے دشمنی کی اور جس نے اُن سے دوستی کی تو اس نے اللہ سے دوستی کی، فر۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے حاملینِ قرآن کی فضیلت غیر حاملینِ قرآن پر ایسی ہے جیسی کہ خالق کو مخلوق پر فضیلت ہے، فر۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ حاملینِ قرآن کا اکرام کرو، جس نے ان کا اکرام کیا تو اس نے اللہ کا اکرام کیا۔ خبردار حاملینِ قرآن کے حقوق میں کمی مت کرو پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے مقام میں ہیں کہ قریب ہے کہ حاملینِ قرآن انبیاء ہوتے مگر ان کی طرف وحی نہیں کی جاتی، الدیلمی [1]

زکوٰۃ

اور بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چوپایوں کی زکوٰۃ اس کے مصارف میں احسان مندی اور رغبت کے ساتھ دینی چاہئے، صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی اور معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت بڑھاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو اور وہ اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے تو قیامت کے روز (اس سونے چاندی کو گرم کر کے) اس کے تختے بنائے جائیں گے پھر ان تختوں کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پس اُن کے ساتھ اس کے پہلو اور پیٹھ کو داغ دیا جائے گا پھر ٹھنڈا ہوتے پر وہ تختے دوبارہ آگ میں ڈالے جائیں گے اور ان کو نکال کر داغ دیں گے، اور اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے بار بار اس کے لئے یہی عمل کیا جائے گا حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائیگا پس ہر بندہ اپنا راستہ یا جنت کی طرف دیکھ لے گا اور یا دوزخ کی طرف دیکھ لے گا ـــــ (اللہ تعالیٰ نے اپنے نہایت کرم سے (بڑھنے والے مال پر) سال گذرنے اور اپنی ضروریات میں خرچ کرنے کے بعد جو کچھ باقی بچے اس میں سے چالیسواں حصہ (زکوٰۃ دینا) فرض کیا ہے۔ عجیب بے انصافی ہوگی اگر اس کے ادا کرنے میں تساہل کیا جائے اور حیلوں سے اس کو چھوڑ دے، جان و مال سب اس تعالیٰ شانہ کا ہے اگر وہ (اللہ تعالیٰ) تمام مال فقراء کو دینے کا حکم فرماتا اور جان طلب فرماتا تو اس کی بے نیاز بارگاہ کے شیدائی ابرو پر شکن لائے بغیر ہر طرح سے پورے ذوق و شوق کے ساتھ جان و مال قربان کر دیتے اور اپنی سعادت اسی میں جانتے [2]

روزہ

اور ماہِ مبارک رمضان کے روزے ذوق و شوق کے ساتھ رکھنے چاہئیں اور اپنی سعادت اس بھوکا اور پیاسا رہنے میں سمجھنی چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اولادِ آدم کا ہر نیک عمل

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۳۰ - [2] ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۱ -

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(ثواب میں) دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے سوائے روزہ کے کہ بلاشبہ یہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا (یا یہ مطلب ہے کہ میں خود ہی اس کا بدلہ ہوں)۔ (روزہ دار شخص) اپنی خواہش اور اپنا کھانا (پینا) میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اس کے روزہ افطار کے وقت ہے اور دوسری خوشی (آخرت میں) اپنے رب سے ملاقات کے وقت (حاصل ہوگی)۔ اور بیشک روزہ دار کے منھ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ خوشبودار ہے۔ اور روزہ ڈھال ہے پس جب تم میں سے کسی کا روزہ کا دن ہو تو وہ فحش کلامی اور چیخ پکار نہ کرے اور اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو اس کو چاہئے کہ یہ کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔ متفق علیہ[۱]

شبِ قدر کی کیفیت آپ نے لکھا تھا کہ "میں ماہِ رمضان میں معتکف تھا میں نے ستائیسویں شب میں طرح طرح کی چیزیں مشاہدہ کیں، خلاصہ یہ کہ وہ شب روشن، منور اور پُر نور تھی اچانک فقیر (مجھ) پر ایک حالت و کیفیت رونما ہوئی، ایسا معلوم ہوا کہ یہ رات شبِ قدر ہے" ــــ میرے مخدوم! اس فقیر اور دوسرے دوستوں نے بھی اسی (ستائیسویں) شب میں بیحد انوار و برکات مشاہدہ کئے اور شبِ قدر کا گمان کیا، وَالْغَیْبُ عِنْدَ اللہِ [اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے][۲]

حج

اور حج کی شرائط پائی جانے کی صورت میں خانہ کعبہ کا حج کرنا چاہئے اور گھر (کے واسطے) سے صاحبِ خانہ (اللہ تعالیٰ) کا قُرب تلاش کرنا چاہئے اور اُس کا پتہ لگانا چاہئے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حج اور عمرہ پے در پے کرو (یعنی اگر عمرہ کیا ہے تو حج بھی کرو، یا حج کیا ہے تو عمرہ بھی کرو یا قران کرو) پس یہ دونوں تنگدستی اور گناہوں کو اس طرح دُور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہا، سونا اور چاندی کی میل کو دُور کر دیتی ہے اور جنت میں داخل ہونا ہی حج مبرور کا ثواب ہے[۳]

جہاد

جہاد کی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کے لئے تیار فرمایا ہے ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے (اس کو بخاری نے روایت کیا ہے) ــــ (چند سطور کے بعد تحریر فرماتے ہیں) (کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۱ [۲] دفتر سوم مکتوب ۹۳ [۳] دفتر دوم مکتوب ۱۱۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں (متفق علیہ) —— (چند سطور کے بعد) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بہشت میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو دنیا کی طرف واپس آنا پسند کرے اور یہ کہ اس کے لئے زمین (دنیا) میں دلچسپی کی کوئی چیز ہو مگر شہید اس بزرگی (اور ثواب) کی وجہ سے جو وہ (بہشت میں) دیکھتا ہے آرزو کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹ جائے اور دس بار (یعنی بکثرت اللہ تعالیٰ کی راہ میں) قتل کیا جائے۔ (متفق علیہ) —— (پھر چند سطور کے بعد) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے مراتب پر پہنچا دیتا ہے اگرچہ وہ اپنے بستر پر ہی مرے (رواہ مسلم) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص مرا اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ ہی اس کے دل میں جہاد کا خیال تک گذرا وہ ایک قسم کے نفاق پر مرا۔ (رواہ مسلم) —— (نیز چند سطور کے بعد) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ہر میت کا عمل موت پر ختم ہو جاتا ہے (یعنی اس کا عمل اس کی زندگی تک ہے مرنے کے بعد اس عمل میں اضافہ نہیں ہوتا) سوائے اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحدِ اسلام کی چوکیداری کرتے ہوئے مرا پس بیشک اس کے واسطے اس کا عمل قیامت کے روز تک بڑھایا جاتا اور وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے۔[1]

(ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) اگر گوشہ نشین فقراء سالہا سال تک ریاضت کریں اور چلے کھینچیں (تو بھی) اس عمل کی گرد کو نہ پہنچیں جو طاعات و عبادات اس مقام میں ادا ہوتی ہیں گوشہ نشینی کی طاعات سے کئی گنا زیادہ (افضل) ہیں، اس جگہ کا ذکر و تسبیح کچھ اور ہی ثواب رکھتا ہے اور وہاں کی نماز علیحدہ مرتبہ رکھتی ہے اور اس مقام کے صدقات و نفقات کا درجہ بہت بڑا ہے اور اس معرکہ کے (اندر لاحق ہونے والے) امراض کا نتیجہ جدا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے جہاد فی سبیل اللہ کے دوران اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت کی پس بیشک اس کے لئے ہر کلمہ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ہوں گی ان میں سے ہر نیکی دس گنا ہوگی اس کے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس اور زیادہ ہوگا، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میری مسجد میں نماز پڑھنا (کسی دوسری مسجد کی) دس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور سرحد کی حفاظت کی سرزمین میں ایک نماز پڑھنا بیس لاکھ نمازوں کی برابر ہے، اس کو ابوالشیخ و ابنِ حبان نے روایت کیا ہے —— اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سرحد کی حفاظتی قیام گاہ میں ایک نماز پڑھنا پانسو نمازوں کے برابر ہے اور اس (جہاد فی سبیل اللہ) میں ایک دینار و درہم کا خرچ کرنا اس کے علاوہ (کسی اور نیک راہ) میں سات سو دینار خرچ کرنے سے افضل ہے۔[2]

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۲۹۔ [2] ایضاً دفتر اول مکتوب ۶۴۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سمندر میں جہاد کی مزید فضیلت حدیث شریف میں ہے کہ سمندر کے کنارے پر ایک رات اللہ تعالیٰ کی راہ میں نگہبانی کرنا کسی آدمی کے اپنے اہل و عیال میں رہ کر ایسے ایک ہزار سال کے روزے رکھنے اور راتوں کو نماز میں قیام کرنے سے افضل ہے کہ جس کا ایک سال تین سو دن کا اور (ایک) دن ہزار سال کا ہو (رواہ ابن ماجہ) ـــــ اور نیز حدیث شریف میں ہے سمندر میں ایک غزوہ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا) خشکی میں دس غزوات کی مانند ہے اور جس شخص کو سمندر میں (غزوہ کے لئے سفر کرتے وقت) دوران سر لاحق ہوتا ہے وہ (خشکی میں) اللہ تعالیٰ کی راہ میں (قتل ہو کر) اپنے خون میں لت پت ہونے والے کی مانند ہے (اس کو ابن ماجہ نے ام الدرداء سے روایت کیا ہے) [1]

شہداء آپ نے دریافت کیا تھا کہ یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں (رہتی) ہیں، یہ کس معنیٰ میں ہے اور یہ کونسی تبدگی ہے کہ کاملین کی ارواح جانوروں کے پوٹوں میں رہیں ـــــ (جواب) (چند سطور کے بعد) حدیث شریف میں جو لفظ طَیْر ہے وہ طائر کی جمع ہے اور واحد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور خُضْر خ کی پیش اور ض کی جزم سے اَخْضَر کی جمع ہے یعنی اُن (شہداء) کی ارواح جب اپنے بدنوں سے جدا ہو جاتی ہیں تو اُن کے لئے اس ہیئت (سبز پرندوں کی شکل) کے جسم پیدا کر دیئے جاتے ہیں وہ روحیں ان جسموں سے تعلق حاصل کر لیتی ہیں اور یہ جسم ان (سابقہ) بدنوں کے نائب و قائم مقام و بدل ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ [(۳-۱۶۹) بلکہ وہ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ ہیں] میں اسی کی طرف اشارہ ہے پس شہداء کی ارواح ان اجسام کے وسیلے سے لذاتِ حسیہ میں سے اس چیز کے حصول کی طرف پہنچتی ہیں جس کی وہ خواہش کرتی ہیں۔ اور حق جل و علا کا ارشاد يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ الخ [(۳-۱۷۰) اُن کو رزق دیا جاتا ہے وہ اس چیز کے ساتھ خوش و خرم ہیں جو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے دیتا ہے] اس معنی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ان پرندوں یا اُن ارواحِ شہدا کے لئے عرش کے ساتھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں جو کہ پرندوں کے گھونسلوں کی مانند ہیں وہ پرندے سیر کرتے اور چگتے ہیں اور جنت سے اس کے پھل اور اس لذتیں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے اور چکھتے ہیں پھر انہی قندیلوں کی طرف واپس آ جاتے ہیں پھر ان کا پروردگار ان کی طرف ایک خاص عنایت اور مخصوص تجلّی کے ساتھ نظر فرماتا ہے اور فرماتا ہے کیا تم کو کسی چیز کی خواہش ہے؟ تو وہ کہتے ہیں ہم اب کس چیز کی خواہش کریں جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتے اور کھاتے پیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اُن سے تین دفعہ یہی دریافت فرمائے گا۔ جب وہ دیکھیں گے اور جان لیں گے کہ ان کو سوال کرنے سے چھوڑا نہیں جائے گا تو وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری ارواح کو ہمارے (سابقہ) اجسام میں لوٹا دیا جائے (اور ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے) حتیٰ کہ ہم آپ کے

[1] مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۲۹۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

راستہ میں دوسری مرتبہ قتل (شہید) کردیئے جائیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ اُن کو (جنت میں) اور کوئی حاجت نہیں ہے تو ان کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔

(چند سطور کے بعد) دوسری وجہ یہ ہے کہ کہا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے یہ ارواح سبز پرندوں کی صورتوں میں متشکل ہوجائیں جیسا کہ فرشتہ آدمی کی صورت میں متشکل ہوجاتا ہے پس (وہ) اجسام ارواح کے ماسوا نہیں ہیں بلکہ جسم اختیار کی ہوئی ارواح ہیں۔

(پھر چند سطور کے بعد) تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ اجسام انسانی اجسام کی صفت پر ہیں اور اگرچہ پرندوں کی شکل میں ہیں لیکن پرندوں کی صفات پر نہیں ہیں اور قابلِ اعتبار صفات و معانی ہیں نہ کہ صورت وظاہر۔ جعفر طیار رضی اللہ عنہ دو بازو رکھتے ہیں اور اُڑتے ہیں (ان کے متعلق) یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ انسانی بدن سے نکل کر پرندوں کے بدن میں آگئے ہیں اور بعید نہیں ہے کہ ان (ارواح) کا نام پرندے اس لئے ہو کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پرندوں کی ہیئت پر منتقل ہوتی ہوں نہ کہ قدموں پر چل کر جیسا کہ آدمی دنیا میں پھرتا ہے پس ان کے درجہ میں کوئی پستی و کمی لازم نہیں آتی۔ اور تناسخ کا گمان بھی باطل ہے کیونکہ یہ اجسام ارواح کا دائمی ٹھکانا نہیں ہیں کہ جس سے حشر و نشر کی نفی لازم آئے جیسا کہ اہلِ تناسخ اس کے قائل ہیں بلکہ (اُن کے) یہ اجسام حشر کے دن تک کے لئے ہیں۔ (الیٰ آخر المکتوب) [1]

انبیاء علیہم السلام کو تمام افرادِ امت پر کُلّی فضیلت حاصل ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ "یہ بات مسلّم و واضح ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تمام افرادِ امت پر کُلّی فضیلت ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ بعض کمالات بعض افرادِ امت میں (ایسے) ہیں جو کہ انبیاء (علیہم السلام) پر فضیلت رکھتے ہیں جیسا کہ شہداء فی سبیل اللہ غسل کی حاجت نہیں رکھتے اور وہ مَوْتیٰ (مُردہ) کے لفظ سے نہیں پکارے جاتے اور انبیاء (وفات کے بعد) غسل کے محتاج ہیں اور ان کے لئے مَوْتیٰ کا لفظ بولا جاتا ہے —— جواب:- یہ فضیلت جزئی فضیلت کی طرف راجع ہے کہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے ہر ایک جُلاہا اور حجام اپنے ہنر و پیشہ کے اعتبار سے صاحبِ فنون عالم پر فضیلت رکھتا ہے اور کُلّی فضیلت انبیاء اور عالم کے لئے ہے [2]

حیاتِ انبیاء و شہداء

سوال:- انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات قبور کے اندر حیات رکھتے ہیں یا نہیں اور اگر رکھتے ہیں تو کیا ایسی حیات رکھتے ہیں جیسی کہ دنیا میں رکھتے تھے یا کسی اور طرح کی ہے؟ —— جواب:- حیات رکھتے ہیں، الا ان اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الیٰ دار [آگاہ رہو کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۵۔ [2] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۴۴۔ ع [3] ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات الآیہ۔ ع [4] ارشاد باری تعالیٰ ہے انک میت وانھم میتون۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

لیکن ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں] لیکن (وہ حیات) دنیوی حیات کی طرح نہیں ہوتی کیونکہ وہ دنیا سے انتقال کرکے آخرت سے جا ملے ہیں اور قرب کے درجات میں لطف اندوز و خوش ہیں۔ الانبیاء یصلون فی قبورھم [انبیاءؑ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں] آپ نے سنا ہوگا اور (روایات میں) جہاں کہیں ان بزرگوں پر موت کا لفظ استعمال ہوا ہے اُن کے اس دارِ فانی سے انتقال فرمانے کے اعتبار سے ہے اور شہداء اس بارے میں سبقت رکھتے ہیں اور اُن کی حیات (کا ثبوت) زیادہ قوی ہے، انبیاء علیہم الصلوات والبرکات پر (لفظ) اموات کا اطلاق[1] (استعمال وارد ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں شہید ہونے والوں پر (اس لفظ کا استعمال) وارد نہیں ہوا ہے۔[2]

اتباعِ سنّت و ردِّ بدعت

اتباعِ سنت کی افادیت سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو، دونوں جہان کی سعادت کی متاع سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی پر موقوف ہے، اگر دوزخ سے نجات مقصود ہے تو وہ بھی سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے وابستہ ہے اور اگر دار القرار یعنی جنت میں داخل ہونا ہے تو وہ بھی پیشوائے صالحین کے اتباع پر منحصر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کا حاصل ہونا ہے تو وہ بھی رسولِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ مشروط ہے، توبہ و زہد و توکل اور دنیا سے قطع تعلق کرنا آپ کی متابعت کے بغیر مقبول نہیں ہے، اور آپ کے توسل کے بغیر اذکار و افکار اور اشواق و اذواق کی امید نہیں کی جا سکتی، انبیاء علیہم السلام آپ کے سرچشمہ آبِ حیات کے ایک پیالہ سے سیراب و مستفید ہیں اور اولیاء اللہ آپ کے بے پایاں سمندر کے ایک گھونٹ پر قانع اور منتفع ہیں، فرشتے ان کے طفیلی اور آسمان ان کی حویلی ہے وجود کا رشتہ ان کے ساتھ منسلک اور ایجاد کا سلسلہ ان کے ساتھ مربوط اور ربوبیت کا ظہور اُن کے ساتھ وابستہ ہے، جملہ کائنات ان ہی کے پیچھے ہے اور کائنات کا بنانے والا (اللہ) تعالیٰ ان کی رضا کا طالب ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی میں آیا: انا اطلب رضاك یا محمد [اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، میں تیری رضا چاہتا ہوں]

(چند سطور کے بعد) پس سعادتمند جوانوں اور ہوشمند طالبوں پر لازم ہے کہ ظاہر و باطن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں کوشش کریں اور جو چیز اس دولت (اتباعِ رسولؐ) کے منافی ہے اس سے ظاہر اور باطن کی آنکھ بند کر لیں۔ اور یقینی طور پر جان لیں کہ اگر کوئی شخص ہزارہا فضائل و خوارق رکھتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں سستی کرتا ہو تو اس شخص کی صحبت و محبت زہرِ قاتل ہے اور جو شخص کہ

---

[1] یہ جزئی فضیلت کی طرف راجع ہے اور کلی فضیلت انبیاء علیہم السلام کے لئے ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے (مؤلف)

[2] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۳۶۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ان خوارق و فضائل میں سے کچھ بھی نہ رکھتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ثابت قدم ہو اس کی صحبت و محبت نفع دینے والی تریاق ہے ؎

محال است سعدی کہ راہِ صفا توان رفت جز در پئے مصطفٰے

[اے سعدی! حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر پرہیز گاری کے راستہ پر چلنا محال ہے] لہ

انسان کا جمال و کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے۔

شیخ علی بن بکر قدس سرہٗ نے معراج الہدایہ میں فرمایا کہ تو اس بات کو حق جان لے اور سچی سمجھ لے کہ ہر انسان کا حسن و کمال اور زینت و جمال تمام امور میں بلحاظ ظاہر و باطن، اصول و فروع، عقل و فعل، عادت و عبادت، اخلاق و اطوار حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم کے کامل اتباع میں ہے کیونکہ تمام سعادتیں سنت کے اتباع یعنی اخلاص کو ملحوظ رکھتے ہوئے اوامر کے بجالانے اور خوف کو ملحوظ رکھتے ہوئے منہیات کو بُرا جاننے (یعنی ان سے بچنے) میں ہیں بلکہ تمام افعال و اطوار و حرکات و سکنات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم کے نقوشِ قدم پر چلنے میں ہیں یہاں تک کہ نفس کو شریعت کی لگام دی جائے اور قلب میں حقیقت کے حقائق جلوہ نما ہوں، اور یہ بات اس کے بغیر حاصل نہیں ہوتی کہ بُری عادتوں سے سنت کے قانون کے مطابق قلب کی صفائی کی جائے اور ذکر و تلاوت و معرفت اور اچھے اخلاق کے ساتھ اُس (قلب) کو منور کیا جائے اور اس میں اس طرح اعتدال پیدا کیا جائے کہ اعضا کی تمام حرکات اعتدال کے طریقہ پر جاری ہوں یہاں تک کہ اس میں ان (امور) کے ساتھ اعتدال کی ہیئت پیدا ہو جائے اور وہ حقائق کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے اور عنایاتِ الٰہی کی ہوا کے جھونکوں کی صلاحیت پیدا کرلے جو کہ احسن طریق کے سلوک کے لئے مخصوص ہیں"۔ ؎۲

اہلِ سنت و جماعت کی فضیلت

حضرت خواجہ احرار (قدس سرہٗ) سے منقول ہے وہ فرماتے تھے کہ اگر تمام احوال و مواجید (کیفیاتِ وجد) ہم کو دیدیئے جائیں اور ہماری حقیقت کو اہلِ سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ آراستہ نہ کریں تو ہم اس کو خرابی کے سوا اور کچھ نہ جانیں گے اور اگر تمام خرابیاں ہم میں جمع کر دی جائیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ نواز دیا جائے تو ہمیں خوف نہیں ہے ؎۳

کام کا مدار شریعت کے اتباع پر ہے

(یہ فقیر) دوبارہ لکھتا ہے کہ آدابِ نبویؐ میں سستی کرنے والے اور سنن مصطفوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام کے ترک کرنے والے کو ہرگز عارف خیال نہ کریں اور اس کے ترکِ دنیا، قطعِ تعلق اور خوارقِ عادات پر فریفتہ نہ ہوں اور اس کے زہد و توکل اور معارفِ توحیدی کے شیدائی نہ بنیں کیونکہ باطل فرقے مثلاً یہود و نصاریٰ، جوگی اور برہمن ان امور میں حقانی فرقوں کے ساتھ شرکت رکھتے ہیں —

لہ مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۰ - ؎۲ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۱۰ - ؎۳ ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۹ -

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(چند سطور کے بعد) کام کا مدار شریعت کے اتباع پر ہے اور نجات کا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے سے وابستہ ہے، حق و باطل میں صحیح فرق کرنے والی چیز یہی پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا اتباع ہے، زہد و توکل اور دنیا سے قطع تعلق آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کے بغیر مقبول نہیں ہے اور اذکار و افکار و اشواق و اذواق آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسل کے بغیر بے نتیجہ ہیں، خوارقِ عادات کا مدار بھوک رہنے اور ریاضت پر ہے معرفت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے ——

(پھر چند سطور کے بعد) لوگوں نے سلطانِ وقت شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ سے کہا فلاں شخص پانی پر چلتا ہے، آپ نے فرمایا آسان ہے ایک تنکا بھی پانی پر چلتا ہے۔ انھوں نے عرض کیا فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے، فرمایا ایک چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے۔ انھوں نے عرض کیا فلاں شخص ایک لمحہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں چلا جاتا ہے، فرمایا شیطان بھی ایک سانس میں مشرق سے مغرب تک جاتا ہے، اس قسم کی چیزوں کی کوئی زیادہ وقعت نہیں ہے، مردِ (حق) وہ ہے جو مخلوق کے درمیان بیٹھے، لین دین کرے اور شادی کرے اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھے اور ایک لحظہ اپنے خدا عزوجل سے غافل نہ ہو[1]

اہلِ شریعت، اہلِ طریقت اور اہلِ حقیقت کو احکامِ شرعیہ کے بجالانے سے چارہ نہیں ہے

اگر مراد یہ ہے کہ اہلِ طریقت، شریعتِ حقہ کے دائرے سے باہر آچکے اور تکالیفِ شرعیہ سے آزاد ہو چکے ہیں اور بندگی کے حلقہ سے سر باہر نکال چکے ہیں تو یہ ناقابلِ قبول و ناقابلِ سماعت ہے اور اس کا معتقد ملحد و زندیق ہے، آسمانی (خداوندی) احکام تمام لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں بعض اشخاص کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتے اور عوام و خواص احکامِ شرعیہ کے بجالانے میں برابر ہیں، اہلِ شریعت و اہلِ طریقت و اہلِ حقیقت کو فرائض کے بجالانے اور محرمات سے پرہیز کرنے سے چارہ نہیں ہے اور کوئی شخص بھی واجبات کے ترک اور ممنوعات کے ارتکاب میں کسی طرح معذور نہیں ہے[2]

کوئی کمال شریعت کے دائرہ سے باہر نہیں ہے

میرے مخدوم! کمالاتِ ولایت، شریعت کی صورت (ظاہر) کا نتیجہ ہیں اور کمالاتِ نبوت شریعت کی حقیقت (باطن) کا پھل ہیں، پس ولایت و نبوت کے کمالات میں سے کوئی کمال ایسا نہیں ہے جو کہ شریعت کے دائرہ سے باہر ہو اور وہ اس (شریعت) سے بے نیاز ہو[3]

شریعت پر عمل کرنا ہر خاص و عام کے لئے ناگزیر ہے

(بھلا) طریقت کا شریعت سے کیا مقابلہ اور کونسی مساوات ہے، شریعتِ منورہ ایسی وحی قطعی سے ثابت ہوئی ہے کہ جس میں شک و شبہ کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں ہے اور اس کے احکام کے لئے ہرگز نسخ و تبدیلی نہیں ہے قیامت قائم ہونے تک یہ احکام باقی ہیں اور اس شریعت کے

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۱۰ [2] ایضاً دفتر اول مکتوب ۳۹ [3] ایضاً دفتر اول مکتوب ۶۰ ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مقتضی پر عمل کرنا ہر خاص و عام کے لئے ضروری و لازمی ہے طریقت اس کے احکام کو ہرگز رفع (منسوخ) نہیں کر سکتی اور اپنے اہل (اہلِ طریقت) کو تکالیفِ شرعیہ سے آزاد نہیں کر سکتی۔ اہلِ سنت و جماعت کے قطعی (یعنی مسلّمہ) عقیدہ میں سے (یہ عقیدہ بھی ہے) کہ بندہ (ہوش و حواس کی حالت میں) ہرگز ایسے مقام کو نہیں پہنچ سکتا کہ تکالیفِ شرعیہ اس سے ساقط ہو جائیں (اس پر فرض و واجب نہ رہیں) جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ اہلِ سنت کے گروہ سے خارج ہے [۱]

نسبتِ باطن کا قوی ہونا احکامِ شرعیہ کی پابندی کو بڑھاتا ہے عجب معاملہ ہے کہ جسقدر یہ نسبت عارف پر غالب آتی ہے اس کے احکامِ شرعیہ کے ساتھ آراستہ ہونے میں زیادتی کا سبب بن جاتی ہے اس لئے کہ نفس امارہ جو کہ ذاتی طور پر احکامِ شرعیہ کا منکر ہے (اس وقت) مطیع ہو جاتا ہے اور (احکامِ شرعیہ کے ساتھ) آراستگی کا کمال (نفس کے) مطمئنہ ہو جانے سے وابستہ ہے اور شریعت (کے کاموں) میں سستی کرنے والا شخص جو اس نعمت کا دعویٰ کرتا ہے وہ نسبت کی حقیقت سے بے بہرہ ہے، پوست کے ساتھ (رہ کر) مغز سے عاجز رہ گیا ہے کیونکہ اس نسبت کا کمال اطمینان تک پہنچاتا ہے اور اطمینان کی علامت نازل شدہ احکام کا کامل اتباع ہے اور جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں ہے [۲]

شریعت کے تین جزو شریعت کے تین جزو ہیں، علم[۱]، عمل[۲] اور اخلاص[۳]، علم و عمل کے ذمہ دار علمائے ظاہر ہیں اور اخلاص کی حقیقت جو کہ تیسرا جزو ہے معرفت سے مربوط اور صوفیائے کرام سے وابستہ ہے جو کہ علمائے باطن ہیں۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ "اخلاص کی حقیقت الخ" یہ اس لئے کہ اخلاص کی صورت عوام کو بھی حاصل ہے، اخلاص کی صورت یہ ہے کہ عمل میں تصنع و تکلف کا محتاج ہو اور نیت کے حاضر کرنے پر موقوف ہو، اس اخلاص کے لئے دوام نہیں ہے، اس (اخلاص) کا حامل کبھی اخلاص کے ساتھ ہے اور کبھی اخلاص کے بغیر مخلص (بکسرِ لام) ہے، والمخلصون علی خطر عظیم [اور مخلص بہت بڑے خطرہ میں ہیں] آپ نے سنا ہوگا۔ اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ (وہ عمل) کسب و تصنع سے خالی ہوتا اور تکلف سے بے نیاز ہو کر دوام حاصل کر لیتا ہے۔ اس اخلاص کا حامل جو کہ لام کی زبر کے ساتھ مخلَص ہے نیت کے صحیح کرنے کا محتاج نہیں ہے اور اس کی نیت فنا و بقا کے ساتھ درست ہو چکی ہے، اس کا نفس امارہ جو کہ صفاتِ ذمیمہ (بری صفات) کا مقام ہے اپنے مولا پر قربان ہو چکا ہے اور اطمینان کے ساتھ جا ملا ہے [۳]

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۷۳۔ [۲] ایضاً اول مکتوب ۱۵۱ [۳] دوم مکتوب ۲۳۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سنت کو زندہ کرنا بڑا کام ہے | پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی سنت کو زندہ کرتے ہیں مگر ہمت یا ندھیں بدعت کے اندھیروں میں کہ جنھوں نے دنیا کو گھیرا ہوا ہے خاص طور پر ایسے وقت میں سنت کو زندہ کرنا ایک بہت بڑا کام ہے من احیا سنتی بعد ما امیتت فلہ اجر مائۃ شہید [جس نے میری کسی سنت کو جو مردہ ہو چکی ہو زندہ کیا تو اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر ہے] آپ نے سنا ہوگا۔ اور مالداروں کی صحبت کی طرف راغب نہ ہوں اور فقر و نامرادی کو عزیز جانیں اور ورع و تقویٰ (پرہیزگاری) کو جان کے ساتھ طلب کریں اور گناہ کو تھوڑا نہ جانیں۔[1]

بدعتِ طریقت کی مذمت | میرے مخدوم! دین اور طریقہ میں نئے پیدا شدہ امور سے بچنا ضروری ہے، طریقہ میں کوئی ایسی نئی بات لوگ پیدا کریں جو کہ بزرگوں میں نہیں تھی وہ اس بدعت کی مانند ہے جو مکمل دین میں نئی پیدا کی جائے، طریقہ کی برکتیں اس وقت تک جاری رہتی ہیں جب تک لوگوں نے اس طریقہ کو نئے پیدا کئے ہوئے امور سے آلودہ نہ کیا ہو۔[2]

بدعت کی مذمت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی یا دین میں نئی بات نکالنے والے کسی (بدعتی شخص) کو پناہ دی تو اس شخص پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اس شخص سے نہ کوئی صرف قبول کیا جائے گا اور نہ عدل "صرف" سے فریضہ اور "عدل" سے نافلہ مراد ہے۔[3]

ردِ بدعت | حدیث شریف میں ہے جس شخص نے صاحبِ بدعت کو مرعوب کیا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا اور جس شخص نے صاحبِ بدعت کو جھڑکا اللہ تعالیٰ اس کو فزعِ اکبر (قیامت کے دن کی گھبراہٹ) سے امن میں رکھے گا اور جس نے صاحبِ بدعت کی اہانت کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک درجہ بلند فرمائے گا اور جس شخص نے صاحبِ بدعت سے ملاقات کے وقت خندہ پیشانی کے ساتھ تواضع کی تو اس نے شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی۔ (ابنِ عساکر عن ابن عمرؓ)[4]

بدعت سے پرہیز اور معرفت کی ترغیب | بزرگوں کے طریقہ پر استقامت رکھیں اور ان کے مقام کا اچھی طرح خیال رکھیں اور فقراء و طالبین کی خدمت بطریقِ احسن بجا لائیں اور شریعت کے راستہ پر قائم رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے پکڑیں اور بدعت سے بچتے رہیں اور بدعتی کے ساتھ صحبت نہ رکھیں اور اس سے بچتے رہیں اَھْلُ الْبِدْعَۃِ کِلَابُ اَھْلِ النَّارِ [بدعتی لوگ اہلِ دوزخ کے کتے ہیں] آپ نے سنا ہوگا اور بزرگوں کے طریقے میں کوئی نیا امر پیدا نہ کریں کیونکہ طریقہ کی برکات اس وقت تک جاری رہتی ہیں جبتک اس کو امورِ محدثہ (دین میں نئے پیدا کردہ امور) سے ملوث نہیں کیا جاتا اور حق جل وعلا کی طلب سے

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۲۵ [2] ایضاً دفتر اول مکتوب ۱۳۳ [3،4] دفتر اول مکتوب ۲۹۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فارغ نہ بیٹھیں اور اُس تعالیٰ شانہٗ کی معرفت کی طرف راستہ تلاش کریں اور جہاں کہیں سے اس نعمت کے باغ کی خوشبو دماغ میں پہنچے اس کے حصول میں لگ جائیں، اس فانی دنیا میں مطلوب اس نعمت کا حصول ہے اور انسان کی پیدائش سے مقصود معرفت کا حاصل کرنا ہے افسوس ہے کہ جو کچھ اس (انسان) سے طلب کیا گیا ہے وہ اس کو بجا نہیں لاتا اور دوسرے امور میں مشغول ہوتا ہے لـه

سلسلۂ نقشبندیہ کی فضیلت

سب سے بہتر طریقہ نقشبندیہ ہے | جاننا چاہیے کہ راہِ حق جلّ وعلا کا سلوک طے کرنے اور دوسروں کو کرانے کے لئے سب سے بہتر طریق طریقۂ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار اہالیہا ہے کیونکہ اس طریقہ کے اکابر نے سنت پر عمل کرنا اور بدعت سے بچنا اختیار کیا ہے اور (اللہ تعالیٰ سے) ایک ایسا طریقہ طلب کیا ہے جو سب طریقوں سے اقرب ہو اور بلاشبہ (اللہ تعالیٰ کے قرب تک) پہنچانے والا ہو اور اس کی ابتدا میں انتہا درج ہو اور کمال کے درجے پر پہنچنے کے بعد اُن کی آگاہی (حضور و معرفت) دوسروں کی آگاہی سے اوپر ہو ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند	که برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

[حضراتِ نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ یہ قافلہ کو خفیہ راستہ سے حرم میں لے جاتے ہیں]

پس طالبِ حق جل شانہٗ کو اس طریقۂ عالیہ کا اختیار کرنا سب سے زیادہ مناسب و اولیٰ ہے کہ یہ راستہ نزدیک تر اور بلاشبہ پہنچانے والا ہے، اللہ تعالیٰ ہم فقراء کو ان اکابر کی برکات سے بہرہ ور کرے اور ان کے سرچشمۂ فیض سے سیراب فرمائے ۔ ؁ ۲

طریقۂ نقشبندیہ کا شرعی ثبوت | آپ نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ "اس طریقۂ نقشبندیہ میں جو تمام اوقات میں احدیتِ صرفہ کی طرف متوجہ رہنا پھر (ذکرِ) نفی و اثبات و مراقبہ کرنا اگر آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا اور اصحابِ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں ہوتا تو ان کے بعد کے حضرات آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنتوں اور آپ کے بعد خلفائے راشدین مہدیین کی سنتوں پر مشتمل مدونہ کتابوں میں ان امور کو ضرور نقل کرتے کیونکہ یہ حضرات ان (مسنون) امور کی طرف از حد راغب تھے اس لئے یہ امور محض اولیائے عظام کی اختراعات میں سے ہیں، پس اس طریقۂ عالیہ میں ہر قسم کی بدعات سے اجتناب کا دعویٰ کرنا اور یہ کہنا کس طرح صحیح ہے کہ بدعت میں نہ کوئی خوبی ہے اور نہ کوئی نور ہے اور نہ اس میں بیمار کے لئے کوئی شفا ہے اور نہ اس میں کسی بیماری کا علاج ہے" ـــــ پس ہم ...... جواب میں کہتے ہیں کہ بلاشبہ ظاہری کمالات اور باطنی مقامات سب کے سب بارگاہِ نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے مستفاد ہیں پس بدنی (ظاہری) احکام و اعمال

لـه مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۳۴ ؁ ۲ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۱ -

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہم تک علمائے کرام کی روایت سے پہنچے ہیں اور اسرار و باطنی معاملات صوفیائے عظام کی روایت سے پہنچے ہیں ؎

وکلهم من رسول الله ملتمس غرفا من البحر اور رشفا من الديم

[پس سب انبیاء علیہم السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہی) سے سمندر کے کچھ چلّو یا بارش کا کچھ پانی مانگتے ہیں]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے (علم کے) دو ظروف یاد کئے پس البتہ اُن میں سے ایک کو تو میں تم لوگوں میں پھیلاتا ہوں اور دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں تو یہ (میرا) گلا کاٹ دیا جائے۔ اس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ جب (حضرت) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے تو ان کے صاحبزادے عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے ان کی ماتم پرسی کے ایام میں صحابہؓ کی مجلس میں کہا کہ دس میں سے نو حصے علم مر گیا، پھر جب انھوں نے بعض کی طرف سے اس بارے میں توقف دیکھا تو کہا میری مراد علم باللہ (باطنی علم) سے ہے حیض و نفاس کا علم مراد نہیں۔ پس تمام سلسلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف منسوب (اور) آپ ہی تک پہنچتے ہیں، پس مشائخ واہلِ سلاسل نے نسبت باطنی اپنے شیوخ کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے حاصل کی ہے پس ان کی نسبت اُن کی خود ساختہ نہیں ہے البتہ اس نسبت کو فنا و بقا، جذبہ و سلوک اور سیر الی اللہ وغیرہ سے موسوم کرنا صوفیہ کی اختراعات میں سے ہے ـــ نفحات میں ہے کہ سب سے پہلے جس نے فنا و بقا کے الفاظ استعمال کئے ابو سعید الخراز قدس سرہ ہیں، پس اصل نسبت مشکوٰۃ نبوت سے لی گئی ہے اور اس نسبت کے لئے نام کا وضع کرنا بعد کی اختراع ہے اور ذکرِ قلبی بھی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) مروی ہے جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بعثت سے پہلے ذکرِ قلبی میں مشغول رہتے تھے۔ اور ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ احدیتِ صرفہ کی طرف متوجہ رہنا اور نفی و اثبات و مراقبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا اور نہ صحابۂ کرامؓ کے زمانہ میں تھا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سکوت (تفکر) ان امور سے ہرگز خالی نہیں تھا اگرچہ وہ ان ناموں سے موسوم نہیں تھا۔ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام ذکر اور آپ کا سکوت فکر ہے اور توجہ و مراقبہ وغیرہ فکر میں داخل ہے، تفکر (کے معنیٰ) باطل سے حق کی طرف جانا ہے، ایک ساعت (تھوڑی دیر) کا تفکر ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ پس تعجب ہے کہ ان امور کے صدرِ اول میں ہونے کی نفی کس طرح کی گئی ہے اور اس پر کیا دلیل ہے۔ پس اُس (مکتوب الیہ) کا یہ کہنا کہ یہ امور محض اولیاء کے مخترعات میں سے ہیں نا قابلِ تسلیم ہے۔ اور نقل کیا گیا ہے کہ حبسِ دم (سانس روکنا) کے ساتھ نفی و اثبات کا ذکر جو ہمارے طریقہ میں معروف ہے

اس کو حضرت خضر علیہ السلام نے خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہ کو سکھایا تھا اور ظاہر ہے کہ وہ (حضرت خضر علیہ السلام) ایسی بدعت کی چیز نہ سکھاتے جس میں نہ کوئی نور و ضیا ہو اور نہ اس سے بیمار کیلئے کوئی شفا ہو۔ ۱

سلسلۂ نقشبندیہ کا انتساب حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف کس معنی میں ہے

(آپ نے دریافت کیا ہے) "اور سلسلۂ نقشبندیہ کے سوا (تمام) سلسلوں کا انتساب (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ کی طرف اور اس سلسلۂ عالیہ کا انتساب (حضرت) صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کس معنی سے ہے"۔۔۔۔ (اس) سوال کا جواب یہ ہے کہ مشائخ (کرام) کے سلسلے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہیں اور امام (موصوف) کے لئے دو نسبتیں ہیں ایک نسبت آپ کے آبائے کرام کی طرف سے ہے جو (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتی ہے اور ایک نسبت ماں کی جانب سے ان کے اجداد (ننھیال کے واسطہ سے) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ماخوذ ہے اور ظاہری و باطنی دونوں ولادتوں کے اعتبار سے امام موصوف نے کہا ہے کہ مجھ کو ابو بکرؓ کی دوہری اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے، اور (یہ) دونوں نسبتیں امام (موصوف) میں ممتاز ہیں اور امام (موصوف) سے مشائخِ نقشبندیہ تک صدیق اکبرؓ کی نسبت پہنچی ہے اور (دوسرے) تمام سلاسل کے مشائخ کے لئے اُن (امام موصوف) سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اخذ کی ہوئی نسبت پہنچی ہے۔ ۲

نقشبندیہ طریقہ مضبوط حلقہ ہے

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ مضبوط حلقہ ہے جو کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کے دامن کو پکڑنا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی اقتدا کرنا ہے، اس طریقہ میں تھوڑے عمل سے بہت زیادہ کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں اور جو شخص ہمارے اس طریقہ سے روگردانی کرتا ہے اس کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ ۳

نسبتِ نقشبندیہ کا حضور

جان لیں کہ نسبتِ نقشبندیہ اور ان حضرات کا حضور ایک ایسا شہود ہے جو شاہدی و مشہودی کے وصف سے بَری (پاک) ہے اور ایک ایسا حضور ہے جو حاضر اور حاضریت کی نسبت سے برتر ہے کیونکہ حیرت سے تعلق رکھتا ہے اور اس مقام میں حق سبحانہٗ کا شہود خود بخود ہے، اور اس حضور کو حضورِ بے غیبت بھی کہتے ہیں۔ ۴

طریقۂ نقشبندیہ کا مدار سنت پر عمل کرنے اور بدعت سے بچنے پر ہے

اس طریقۂ عالیہ کا مدار سنت کو لازم پکڑنے اور بدعت سے اجتناب کرنے پر ہے، اس طریقہ کے اکابر حتی الامکان عزیمت پر عمل کرنے کو ترک نہیں کرتے اور رخصت پر مائل نہیں ہوتے، کیفیات و معارف کو علومِ دینیہ کا خادم جانتے ہوئے شرع کے نفیس جواہرات کو بچوں کی مانند وجد و حال کے جوز و مویز (اخروٹ و منقیٰ) کے عوض نہیں دیتے اور

۱، ۲ مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۵۹ ۳ دفتر اول مکتوب ۲۹ ۴ دفتر اول مکتوب ۱۱۹۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

صوفیوں کی خرافات پر دھوکا نہیں کھاتے، نص سے فص کی طرف مائل نہیں ہوتے اور فتوحاتِ مدنیہ (قرآن وحدیث) سے فتوحاتِ مکیہ (شیخ ابن عربیؒ کی کتاب) کی طرف التفات نہیں فرماتے، یہی وجہ ہے کہ ان کا وقت دائمی ہے اور ان کا حال استمراری ہے، ماسوی کے نقوش ان کے باطن سے اس طرح مٹ جاتے ہیں کہ اگر وہ ہزار سال تک ماسوا کا خیال دل میں لانے کے لئے تکلف کریں تب بھی میسر نہ ہو، وہ تجلی ذاتی جو کہ دوسروں کے لئے برق کی مانند ہے ان بزرگوں کے لئے دائمی ہے وہ حضور کہ جس کے پیچھے غیبت ہو ان بزرگوں کے نزدیک احاطۂ اعتبار سے ساقط ہے [1]

ذکر

کلمۂ طیبہ کے فضائل | کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ایک ہزار سے پانچ ہزار تک جسقدر ہو سکے تکرار کریں، تمام صوفیہ اس بات پر متفق ہیں کہ باطن کو منور کرتے ہیں یہ کلمہ ذکرِ قلبی کی مانند بہت مفید ہے [2]

(نیز ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا تکرار بہت کریں کہ (یہ) باطن کو منور کرنے میں بڑا اثر رکھتا ہے اور اس نسبت کے حصول اور اس کی کیفیت کو بڑھانے میں پورا دخل رکھتا ہے۔ اس (کلمۂ طیبہ) کا پہلا جزو (یعنی لا الٰہ) حق جل وعلا کے ماسوا کی نفی کرتا ہے اور وجودِ بشریت کے پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے اور اس کا دوسرا جزو (یعنی الا اللہ) معبودِ برحق کا اثبات کرتا ہے جو کہ سیر و سلوک کا حاصل اور فنا و بقا کے حصول کا ذریعہ ہے اس کے برابر کوئی آرزو نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی گوشہ میں تنہا ہو اور وہ اس مبارک کلمہ سے تر زبان رہے اور اس کے اسرار کے سمندروں سے سیراب و شاداب ہوتا رہے، مطلوب کی کھڑکی کھلی ہوئی ہے اور مقصود کی طرف راستہ ظاہر ہو گیا ہے امیدوار رہیں [3]

کلمۂ طیبہ کے ذکر میں مشغول رہنے کی تاکید | میرے مخدوم! ہمارے طریقہ کا مدار صحبت پر ہے بہر حال ملاقات حاصل ہونے تک کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے تکرار میں مشغول رہیں اور اس ذکر کو جس قدر بھی کہہ سکیں دل کی موافقت کے ساتھ کہیں اگر خلوت میں کہا جائے تو بہتر ہے، یہ کلمۂ مبارک باطن کو پاک کرنے میں بہت بڑی تاثیر رکھتا ہے اس کا ایک جزو حق جل وعلا کے ماسوا کی نفی کرتا ہے اور دوسرا جزو معبودِ حقیقی کا اثبات کرتا ہے جو کہ سیر و سلوک کا حاصل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ [سب سے افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے] [4]

کلمۂ طیبہ میں نفی و اثبات کی تشریح | آپ نے لکھا تھا کہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دو جزو پر مشتمل ہے ایک نفی دوسرے اثبات، کیا اس نفی سے ماسوی اللہ کی نفی مراد ہے یا باطل خداؤں کی نفی مراد ہے؟ ——

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۲۱۔ [2] ایضاً سوم مکتوب ۱۷ [3] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۷۶ [4] ایضاً دوم ۱۰۶۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میرے مخدوم! دونوں معنی جائز و درست ہیں، اس راستہ کے سالکین زیادہ تر پہلے معنی کا تکرار کرتے ہیں اور وہ اس کلمۂ طیبہ کے ذریعہ اپنے آپ سے وجود اور اس کے تابع کمالات کی نفی کرتے ہیں اور ہستیٔ موہوم سے خالی ہو کر نیستی و عدمیتِ ذاتی کے ساتھ متصف ہو جاتے ہیں اور فنا کو جو کہ ولایت کا رکنِ اعظم ہے حاصل کر لیتے ہیں [۱]

دوامِ ذکر کی فضیلت

بندہ جب حق تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ بھی اس بندہ کو یاد فرماتا ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ [پس تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا] اس جانب سے دوامِ ذکر کی صورت میں اس جانب سے بھی دوامِ ذکر ہوگا اور اس سے زیادہ اور کونسی سعادت ہوگی کہ مالک و مولائے حقیقی جلت عظمتہ ہمیشہ بندہ کو یاد کرے اور بندہ ہمیشہ اس تعالیٰ شانہٗ کا موردِ فیض رہے [۲]

ذکر کی مداومت پر ترغیب

اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی خوشنودیوں کو حاصل کرنے میں جان لگا کر کوشش کریں اور فرصت کو غنیمت جانیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں، قلبی ذکر پر اسقدر مداومت کریں کہ ذکر و حضورِ دل کا ملکہ اور اس کی لازمی صفت ہو جائے کہ نفی کرنے سے اس کی نفی نہ ہو جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت ہے اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے اور دل کو ماسوا سے کامل بے تعلقی حاصل ہو جائے اور اس تعالیٰ شانہٗ کے ماسوا کو اس حد تک بھلا دیں کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی ماسوا اس کو یاد دلائیں تو یاد نہ آئے اس حالت کو فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور (یہ) منازلِ وصول کی پہلی منزل ہے [۳]

بندی فرائض و سنن کے علاوہ ذکر میں مشغول رہے

بندی اپنے اوقات کو ذکر کے ساتھ اس طرح معمور رکھے کہ فرائض و سننِ مؤکدہ کی ادائیگی کے علاوہ اور کسی چیز میں مشغول نہ ہو نفلی عبادتوں کو بھی موقوف رکھے۔ یہ درست ہے لیکن آپ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، یہ حکم بندیوں کے لئے خاص ہے آپ تو امورِ مذکورہ میں سے وقت جس کا متقاضی ہو اور جو زیادہ جمعیت بخشے اور زیادہ کیف لائے اسی میں مشغول رہیں [۴]

اچھی نیت کے ساتھ انسان کا ہر عمل ذکر میں داخل ہے

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی سعادتمند بندہ تمام عمر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہا پھر اس نے ایک لحظہ بھر کے لئے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی تو جو کچھ اس نے کھویا وہ اس سے زیادہ ہوگا جو اس نے پایا تھا" لیکن کیا کیا جائے (کہ) تمام آرزوئیں میسر نہیں ہیں جسمانی تقاضوں اور مخلوق کے ساتھ میل جول سے چارہ نہیں ہے ہاں اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ ظاہر کی اس غفلت کو جو کہ لازمی ہے اگر اچھی نیت کے ساتھ ملا لیا جائے تو غفلت سے نکل جاتی ہے اور ذکر کے ساتھ مل جاتی ہے مثلاً نیند جو کہ سراسر غفلت ہے اگر عبادت میں سستی دور ہونے کی نیت کے ساتھ مل جائے تو

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۷۔ [۲] سوم مکتوب ۱۲۵ [۳] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۰ [۴] دفتر سوم مکتوب ۱۹۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ذکر ہو جاتی ہے، نوم العلماء عبادۃ [علماء کی نیند عبادت ہے] تو آپ نے سنا ہی ہوگا۔ اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی نیت سے ان کے ساتھ میل جول رکھنا بھی ذکر ہے کیونکہ یہ واجب و مستحب کو ادا کرنا ہے علیٰ ھذا القیاس [اور چیزوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے] ذکر زبانی ذکر میں ہی منحصر نہیں ہے (بلکہ) ہر وہ عمل کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھا گیا ہو ذکر میں داخل ہے، اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (۷۳/۱۹) {بیشک یہ ایک نصیحت ہے پس جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے} ۱؎

طریقۂ ذکر تہلیلِ لسانی | آپ نے دریافت کیا تھا کہ "کلمۂ طیبہ نفی اثبات کے تکرار کے وقت کلمۂ مبارکہ محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی اس کے ساتھ ملائے یا نہ ملائے، اور اگر ملائے تو کتنی مرتبہ کے بعد ملائے"۔۔۔۔ جواب: (کتنی) مرتبہ کا کوئی تعین نہیں ہے ہر دس یا بیس یا ہر پچاس یا سو کے بعد ملائیں اور اس کلمہ کے تکرار سے اپنے مقاصد اور ارادوں کی نفی کریں تاکہ اپنے ارادوں سے پوری طرح خالی ہو جائیں اور واحد حقیقی و مطلب تحقیقی کے سوا کچھ مقصود نہ رکھیں، اپنی مراد تلاش کرنا بندگی کے مقام کے لائق نہیں ہے۔ ۲؎

ذکرِ قلبی میں دل کی حرکت ضروری نہیں | میرے مخدوم! اگر ذکرِ قلبی سے دل کی حرکت و جنبش مراد لی جائے تو اس کی ہمیشگی قطعی ضروری نہیں ہے نہ فنا کی حالت میں اور نہ حالتِ فنا کے بغیر، جو چیز کہ دائمی و لازمی ہے وہ دل کی توجہ اور حضورِ قلبی ہے خواہ حرکت ہو یا نہ ہو۔ آپ نے فنا کی اور کوئی علامت تحریر نہیں کی تاکہ معلوم ہو جاتا کہ کس قسم کی فنا حاصل ہو رہی ہے، فنائے جذبہ یا فنائے سلوک، فنائے جسدی یا فنائے لطائف، فنائے قلب یا فنائے نفس، ہر ایک کے لئے آثار و علامات ہیں، اور فنا میں معتبر وہ ہے جو دوام قبول کرے (ہمیشہ رہے) اور جو دوام نہیں رکھتی وہ معتبر نہیں ہے سوائے فنائے جذبہ کے۔ ۳؎

ذکرِ نفی و اثبات کے فوائد | آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ "ذکرِ نفی اثبات کے فوائد کچھ عرصہ تک اسم ذات کے ساتھ وابستہ ہو گئے تھے اور نفی اثبات سے میری احتیاج زائل ہو گئی تھی اور اب اسم ذات سے بھی احتیاج زائل ہو گئی ہے اور محض توجہ و مراقبہ اس کا قائم مقام ہو گیا ہے"۔۔۔۔ جواب یہ ہے کہ یہ سب طریقے موصل (اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے) ہیں پس جس طریقے سے بھی شرحِ صدر ہو جائے اور ترقی حاصل ہو جائے اسی میں مشغول رہے لیکن نفی و اثبات کی تکرار ترک نہ کرے اس لئے کہ اس کے فائدے بعد میں بھی متوقع ہیں اور وہ پورے نہیں ہوتے ۴؎

ذکر و افاضہ و توجہ کا ثبوت | سوال:۔ اس طرز کا ذکر و افاضہ (فیض پہنچانا) و توجہ جو کہ اس طریقہ میں معہود (مقرر) ہے سب سے پہلے کن مشائخ سے شروع ہوا ہے۔ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کے وقت میں بھی تھا

۱؎ مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول ۱۶۰ ۲؎ ایضاً دفتر اول مکتوب ۱۴۲ ۳؎ ایضاً اول ۳۷ ۴؎ دفتر دوم مکتوب

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یا نہیں، اور اگر نہیں تھا تو پھر یہ طریقہ اُن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کیوں منسوب ہو گیا ــــ

جواب:۔ حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے سرِ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (قدس سرہ) ہیں اور ان بزرگوں کا جذبہ جو کہ صفتِ قیومیت میں فنا ہو جانے کے ذریعہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو اس طریقہ میں جذبۂ قیومیت کہتے ہیں حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) سے حضرت خواجہ کو پہنچا ہے اور ان سے اس جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک طریقہ منقول ہے اور وہ طریقہ وقوفِ عددی ہے پس اصل نسبت حضرت صدیق رضؓ سے ہے اور اس کے وصول کا طریقہ حضرت خواجہ سے ہے اور اس نقل کے مطابق جو کہ ہمارے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند) قدس سرہٗ کے ملفوظات سے بیان ہو چکی ہے ذکر بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہنچا ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضرت خضر (علیہ السلام) کو حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) سے پہنچا ہو اور اُن سے حضرت خواجہ عبدالخالق (غجدوانی قدس سرہ) کو (پہنچا ہو) جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اور دوسرا جذبہ جو کہ معیتِ ذاتیہ کے واسطے سے پیدا ہوتا ہے اور اُس کو اِس طریق میں جذبۂ معیت کہتے ہیں اس کے ظہور کا مبدأ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ ہیں [۱]

ذکرِ حبسِ دم کا بیان | اور ذکرِ نفی اثبات کی تعداد و وقت معین نہیں ہے جس وقت چاہے کرے اور جب تک سانس (روکنا) ساتھ دے کہتا رہے خواہ کسی عدد تک پہنچے لیکن طاق کہے جفت نہ کہے اور اسی وجہ سے اس ذکر کو وقوف عددی کہتے ہیں اور اگر کسی وقت حبسِ دم (سانس روکنا) نہ کر سکے تو حبس دم کے بغیر کہے کیونکہ حبسِ دم لازمی شرط نہیں ہے۔ اس ذکر پر اس قدر مداومت کریں کہ سینہ کی وسعت میں حق سبحانہ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے اور اس تعالیٰ شانہٗ کے مقصود ہونے کے سوا کوئی اور مراد نہ ہو تاکہ بندگی کی حقیقت ظاہر ہو جائے، ودونہ خرط القتاد (اور اس کے علاوہ بیفائدہ کوشش کرنا ہے) [۲]

ذکرِ حبسِ دم بدعت نہیں ہے | سوال:۔ ذکر میں حبسِ دم (سانس روکنا) بدعت ہے یا نہیں اور اگر بدعتِ حسنہ کہیں تو حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ کے مطابق کسی بدعت میں حُسن (خوبی) نہیں ہے پس بدعت ہونے سے یہ عمل کس طرح باہر ہو سکتا ہے ــــ جواب:۔ ذکر فی حد ذاتہ مسنون و حسن ہے اس میں سانس کا روکنا اس وقت بدعت ہو گا جبکہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ عمل صدرِ اول (شروع زمانۂ اسلام) میں نہیں تھا اور یہ (ایسا ثابت ہونا) ناقابلِ تسلیم ہے اور نیز اس طریقۂ حبسِ (دم) کو حضرت خضر (علیہ السلام) نے حضرت خواجہ عبدالخالق رحؒ کو جو کہ حضرات خواجگان کے سردارِ سلسلہ ہیں تعلیم کیا ہے اور ان کے عمل کو بدعت کا حکم نہیں دے سکتے۔ ہمارے حضرت خواجہ (بہاؤالدین نقشبند) قدس سرہٗ کے ملفوظات میں منقول ہے انھوں نے فرمایا کہ سلسلہ چشتیہ و

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۳۶ [۲] ایضاً دفتر دوم مکتوب ۴۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سہروردیہ میں حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے خرقہ کے بارے میں معنعن سند بیان کرتے ہیں اور انھوں نے ذکر کی سند معنعن بیان نہیں کی ہے لیکن سلسلۂ نقشبندیہ وکبرویہ میں حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت صدیق اکبر وحضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما کے واسطے) سے ہمارے اس آج کے دن تک ذکر معنعن پہنچا ہے اور واسطوں میں کوئی فتور واقع نہیں ہوا ہے ــــ اسی اثنا میں حاضرین میں سے کسی شخص نے سوال کیا کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں رابطہ کا طریقہ حضرت صدیق اکبرؓ سے اور ذکر کا طریقہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما سے پہنچا ہے (تو) یہ کس طرح پہنچا ہے؟ آپ نے فرمایا جو ذکر کہ اس سلسلۂ (عالیہ) میں ہے جس کو وقوفِ عددی کہتے ہیں مقررہ طریقے مثلاً حبسِ دم اور محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس کے ساتھ ملانے کا طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے معنعن پہنچا ہے اور طریقِ صحبت بھی ان سے پہنچا ہے کیونکہ وہ (حضرت صدیقؓ) سفر و حضر میں آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہتے تھے اور صحبت کے ذریعہ فیض حاصل کرتے تھے ۱؎

حبسِ دم کے ساتھ ذکرِ نفی واثبات کا طریقہ

آپ نے (ذکر) نفی واثبات کا طریقہ طلب کیا تھا لکھا جاتا ہے اس کے مطابق عمل میں لائیں اور اس کی برکات کے امیدوار رہیں اگرچہ نمایاں ترقی اور کامل تاثیر صحبت و توجہ پر موقوف ہے لیکن مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ [جو چیز کامل طور پر حاصل نہ ہو اس کو بالکل ترک نہیں کرنا چاہئے] نفی واثبات کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگالیں اور ہونٹوں کو بند کرلیں اور سانس کو ناف کے نیچے روک لیں اور لفظ لَا کو خیال کے ساتھ ناف سے کھینچیں اور سر کے اوپر پہنچائیں اور لفظِ اِلٰہَ کو سر سے دائیں کندھے تک لیجائیں اور لفظِ اِلَّا اللہ کو دائیں کندھے سے دل پر لیجائیں اور سانس رُکا رہے اور اس کلمہ کے ساتھ اس کلمہ کے معنی کو بھی خیال میں لائیں اس طرح پر کہ ذات پاک (اللہ تعالیٰ) کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے، لَا کے ساتھ نہیں ہے کا تصور کریں اور اِلٰہَ کے ساتھ کوئی معبود کا خیال کریں اور اِلَّا اللہ کے وقت "مگر اللہ تعالیٰ ہے" سمجھیں، ہر سانس میں طاق عدد کہیں (یعنی) ایک دفعہ یا تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ کہیں اور اسی طرح بتدریج زیادہ کریں جہاں تک کہ سانس برداشت کرسکے اور اسی وجہ سے اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں یعنی (ایک سانس میں) ذکر کی تعداد پر واقف رہے تاکہ ہر سانس میں طاق عدد کہے جفت نہ کہے ۲؎

ایک سانس میں ذکرِ نفی واثبات کی تعداد

آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے ذکر نفی اثبات کو ایک سو ایک تک پہنچایا ہے اگر حکم ہو تو اس پر اضافہ کروں" ـــــ میرے مخدوم آپ نے بہت محنت کی ہے حق تعالیٰ اس پر اثر مرتب فرمائے

۱؎ مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۳۶ ۲؎ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۴۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اگر آپ تکلّف کے بغیر اضافہ کر سکتے ہیں تو اضافہ کریں، بعض دوست اس سے (بھی) زیادہ کہتے ہیں ؎ۤ

ذکر حبسِ دم کا اعلیٰ درجہ | اور یہ جو آپ نے سابقہ مکتوب میں لکھا تھا کہ "(راقم) نفی اثبات کے ذکر میں مشغول ہے پچیس مرتبہ تک تکلف کے ساتھ کہتا ہے اور کبھی کبھی (بے تکلف) بھی کہا جاتا ہے —— میرے مخدوم! جس قدر تکلّف و تشویش کے بغیر کہا جائے کہیں، کمیت (تعداد) سے کیفیت اور حصولِ اثر کی طرف زیادہ مشغول ہوں جو کہ ماسوا کی نفی ہونا ہے کیونکہ نفی کرنے کا نتیجہ نفی ہونا ہے اسقدر ہے کہ ذکر کہنے میں رُکیں نہیں جلدی جلدی کہیں اور تیزی کے ساتھ خیال کریں، خیال ایک لمحہ میں زمین سے آسمانوں تک پہنچ جاتا ہے اس صورت میں سہولت کے ساتھ بہت زیادہ کہا جاتا ہے۔ بعض دوست ایک سانس میں ہزاروں تک پہنچاتے ہیں لیکن مدار کیفیت اور اثر کے حاصل کرنے پر ہے ؎۲

اسباق و مقاماتِ نقشبندیہ مجدّدیہ

طریقۂ توبہ و ذکر | آپ نے طریقہ کی خواہش کی تھی۔ میرے مخدوم! کام کا مدار ہمارے طریقہ میں صحبت پر ہے، پیرِ کامل کی صحبت و توجہ سے طالبِ صادق ترقیات حاصل کرتا ہے اور مدارجِ قرب میں عروج کرتا ہے، یہ معاملہ نامہ و پیام سے درست نہیں ہوتا، بہر حال طریقہ لکھا جاتا ہے عمل میں لائیں خالی رہنے سے بہتر ہے، ؎

گر ندارم از شکر جز نام بہر　　　زیں بسے بہتر کہ اندر کام زہر

[اگر میں شکر سے سوائے نام کے کچھ حصہ نہیں رکھتا تو اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ میرے حلق میں زہر ہو۔]

آپ جان لیں کہ اس راستہ کی پہلی شرط توبہ ہے کہ توبہ کریں اور کہیں، اے اللہ! جو گناہ و قصور مجھ سے سرزد ہوئے ہیں دانستہ طور پر ہوئے ہوں یا نادانستہ طور پر، میں نے ان سب سے توبہ کی اور (آپ کی طرف) رجوع کیا اور تین بار یہ استغفار پڑھیں: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ۔ اس کے بعد زبان کو تالو سے لگالیں اور ہونٹوں کو بند کر لیں اور قلبِ صنوبری کی طرف جو کہ قلب کی حقیقتِ جامعہ کا آشیانہ ہے اور اس کا مقام بائیں پہلو میں بائیں پستان کے نیچے ہے متوجہ ہو جائیں اور دل کی زبان سے لفظِ مبارک اللہ اللہ کی تکرار کریں جس طرح کہ دل میں کوئی بات گزارتے ہیں، اس ذکر میں سانس نہ روکیں اور نہ ذکر میں سانس کا دخل ہونے دیں اور سانس اپنے طور پر آتا رہے اور زبان کو ہرگز حرکت نہ دیں اور اس ذکر پر ہمیشگی کریں، بیٹھنے اُٹھنے، کھانے سونے کی حالت میں (اور) وضو ہو یا نہ ہو ہر وقت ذکر کرتے رہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے "دست بکار دل بیار" (ہاتھ کام میں اور دل یار میں رہے) مولیٰ (جل شانہٗ) کا محلِ نظر دل ہے، دل کو پاک رکھنا چاہیے اور حق سبحانہٗ کے ماسوا کی طرف متوجہ

ؔ۱ مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۳۲۔ ؔ۲ ایضاً دوم مکتوب ۱۳۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہونے سے بے تعلق کر دینا چاہیے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان ست پاکیٔ دل ز ذکرِ رحمان ست

[جبتک تیری زندگی ہے ہروقت ذکر کر نارہ، دل کی پاکیزگی رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے] [1]

ذکر کا طریقہ ہمشیرۂ عفیفہ نے اس ناکارہ سے درخواست کی ہے کہ اس طریقۂ عالیہ کے ذکر اور باطنی شغل کا طریقہ احاطۂ تحریر میں لائے۔ درخواست کو قبول کرتے ہوئے لکھا جاتا ہے، غور سے سنیں کہ باطنی شغل ہمارے طریقے میں چند قسم کا ہے۔

قسم اوّل:۔ ذکرِ اسمِ ذات ہے اور اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ طالب کو چاہیے کہ اپنی زبان کو تالو سے لگالے اور پوری توجہ کے ساتھ قلبِ صنوبری کی طرف متوجہ ہو جائے جو کہ بائیں پہلو میں واقع ہے اور یہ قلبِ صنوبری قلبِ حقیقی کا آشیانہ ہے جو کہ عالمِ امر سے ہے اور اس کو حقیقتِ جامعہ بھی کہتے ہیں اور لفظِ مبارک اللہ کو دل میں خیال کے طور پر گذارے اور دل کی زبان سے اس بزرگ لفظ کو دل کی صورت کا تصور کئے بغیر کہے اور سانس کو نہ روکے اور ذکر کہنے میں زبان کو کسی طرح کا دخل نہ دے سانس حسب معمول آتا رہے اور لفظِ مبارک اللہ سے بے مثل ذات مراد لے اور اس کی کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھے تاکہ ذات کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ آجائے اور تنزیہ سے تشبیہ کی طرف مائل نہ ہو جائے۔

جاننا چاہیے کہ جس طرح قلب بائیں ہاتھ کی جانب سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا لطیفۂ روح دائیں ہاتھ (کی جانب) سے تعلق رکھتا ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور سینہ کا درمیانی حصہ جو کہ سرّ و خفی و اخفیٰ کا مقام ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور نفس و حواسِ باطنہ کی جگہ دماغ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور جب ذکر غالب آجاتا ہے تو تمام بدن کا احاطہ کر لیتا ہے اور بدن کا ہر جزو دل کی طرح ذاکر ہو جاتا ہے اور اس کو سلطان الذکر کہتے ہیں۔ طالب کو چاہیے کہ ذکر پر اسقدر ہمیشگی کرے کہ ذکر و حضور دل کا ملکہ ہو جائے اور اس کی صفتِ لازمہ بن جائے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا، قوتِ باصرہ کی صفت ہے چنانچہ اگر ذکر و حضور کو تکلف کے ساتھ بھی دل سے دور کرے تو دور نہ ہو۔

قسم دوم:۔ ذکر نفی و اثبات یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگائے اور سانس کو ناف کے نیچے روکے اور کلمہ لَآ کو ناف سے کھینچے اور سر کے وسط تک پہنچائے اور اِلٰہَ کو وسطِ سر سے دائیں کندھے پر لائے اور اِلَّا اللّٰہُ کو دائیں کندھے سے دل صنوبری پر جو بائیں پہلو میں واقع ہے لائے، اس مجموعہ کا نقش لائے معکوس کی صورت پر (لا) ہو جاتا ہے اور ان کلمات کو

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۹۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ایک مقام سے دوسرے مقام تک لے جانا خیال کے ساتھ ہونا چاہئے اور اعضا اور سانس کو حرکت نہ دے اور سانس ناف کے نیچے رُکا رہے اور سانس کو جب تک روک سکے اس کلمہ کو کہتا رہے لیکن ہر سانس میں طاق عدد کہے جفت نہ کہے اسی لئے اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں اور جب سانس میں تنگی محسوس ہو اس کو چھوڑ دے اس کے بعد پھر سانس روکے اور سابقہ طریقوں کے مطابق ذکر مذکور کہے پھر اسی طرح کرے پھر اسی طرح کرے (اور) پھر اسی طرح کرے، اور اس کلمہ کے معنی کو اس طرح تصور کرے کہ ذات پاک (اللہ تعالیٰ) کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے۔ اس ذکر کو اوّلاً حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی (قدس سرہٗ) کو جو کہ حضرات خواجگان قدس اسرارہم کے سرِ سلسلہ ہیں تعلیم کیا ہے۔ حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خواجہ سے فرمایا کہ آپ پانی میں غوطہ لگائیں، انھوں نے پانی میں یہ ذکر تعلیم کیا شاید کہ پانی میں غوطہ لگانا اس لئے ہو گا کہ سانس برقرار رہے اور جنبش نہ کرے۔

قسمِ سوم:- وقوفِ قلبی ہے اور یہ اس سے عبارت ہے کہ سالک ذکر کئے بغیر دل کی طرف متوجہ واقف رہے اور اس (دل) پر نگاہ رکھے تاکہ ماسوا کا خیال دل پر گذرنے کا راستہ بند ہو جائے اور پراگندگیٔ خیال اس میں راہ نہ پائے اس کے بعد دل کو مطلوبِ حقیقی کی طرف توجہ پیدا ہو جائیگی کیونکہ دل کے حق میں بیکار رہنا مفقود ہے جب ماسوا کا راستہ اس پر بند ہو جائے تو اس کے لئے بارگاہِ مقدس کی طرف متوجہ ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ دل کو دشمن سے خالی رکھ دوست کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قسم چہارم مراقبہ ہے اور مراقبہ ترقب سے مشتق ہے اور وہ انتظار ہے پس مراقبہ مطلوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی حواس کو جمع کرنا ہے اور مراقبہ کے ایک اور معنی (بھی) ہیں اور وہ ظاہر و باطن پر حق سبحانہٗ کے ہمیشہ مطلع ہونے پر بندہ کی آگاہی و علم ہے یعنی سالک تصور کرے کہ حق تعالیٰ ہمیشہ اس کے ظاہر و باطن پر مطلع ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہٗ) نے فرمایا ہے کہ (سالک) مراقبہ سے وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے اور دلوں کی باتوں پر مطلع ہونا اور باطن کا منور ہونا اور وساوس سے سکون اور دلوں کا دائمی قبول مراقبہ سے حاصل ہوتا ہے۔

قسم پنجم رابطہ ہے (یعنی) دل میں پیر کی صورت کا تصور کرے۔ بزرگوں نے کہا ہے ع

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق [رہبر (پیر) کا سایہ ذکرِ حق سے بہتر ہے]

یعنی پیر کی صورت کو ذہن میں رکھنا مرید کے لئے ذکر سے زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ پیر مرید کیلئے حق سبحانہٗ کی بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے پس مرید پیر کے ساتھ جسقدر زیادہ اسباب رکھتا ہو گا اس کے باطن سے اسی قدر زیادہ فیض اخذ کریگا اور بہت جلد مطلب کو پہنچ جائیگا۔ مرید کو چاہئے کہ اول پیر میں فنا (فنافی الشیخ) ہو جائے اس کے بعد وہ فنافی اللہ کو پہنچ گا۔

(مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۱۳)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

لطیفۂ قلب کی تشریح میرے مخدوم! کبھی (لفظِ) قلب بولتے ہیں اور (اس سے) قلب کی حقیقتِ جامعہ مراد لیتے ہیں جو کہ عالمِ امر سے ہے اور ذکر و تاثر و التذاذ و سکر و فنا و استہلاک جو کہ یکے بعد دیگرے آتے ہیں (یہ سب) اس کا کام ہے اور کبھی (یہ لفظ) بولتے ہیں اور (اس سے) وہ مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) کہ عالمِ خلق سے ہے مراد لیتے ہیں جو بائیں پہلو میں واقع ہے اور قلب کی حقیقتِ جامعہ کو اس مضغہ کے ساتھ خاص تعلق ہے کہ گویا اس کا آشیانہ و مسکن اور ٹھکانا ہے اور ایک قسم کا اتحاد ان کے درمیان موجود ہو گیا ہے کہ امتیاز گویا مفقود ہو گیا ہے اور بعض احکام میں شرکت حاصل ہو گئی ہے اور حقیقتِ جامعہ کے ذکر سے مضغہ میں بھی حرکت پیدا ہو گئی ہے، روح کی طرح جو کہ عالمِ امر سے ہے اور بیچونی سے کچھ حصہ رکھتی ہے (اور وہ) بدن کے ساتھ عشق و محبت ہونے کی وجہ سے بدن میں فانی ہو گئی ہے اور بدن کے احکام کے ساتھ ہم رنگ و ہم صفت ہو گئی ہے اور بدن کے توسط سے سمیع و بصیر و متکلم ہو گئی ہے اور بدن کی لذت کے ساتھ لذت یاب اور اس کے غم کے ساتھ غمزدہ اور اس کی حرکت و سکون کے ساتھ متحرک و ساکن ہو گئی ہے، پس جو ذکرِ قلبی کہ مبتدیوں کو حاصل ہوتا ہے وہ حقیقتِ جامعہ کا ذکر ہے شروع میں اس کے وسیلہ و ہمسائیگی کی وجہ سے مضغہ (جسمانی دل) بھی ذاکر و متحرک ہو جاتا ہے مختصر یہ ہے کہ ایک ذکر ہے جو کہ دونوں سے منسوب ہے اور ان کے اتصال و اتحاد اور عدمِ امتیاز کی وجہ سے ایک کا ذکر دوسرے کی طرف منسوب ہو گیا اور ایک کی حرکت کے ساتھ دوسرا متحرک ہو گیا ہے [1]

مدارجِ نفس آپ جان لیں کہ آدمی دس لطیفوں سے مرکب ہے، پانچ لطیفے عالمِ خلق سے اور پانچ عالمِ امر سے ہیں، ان لطیفوں میں سے ایک نفس ہے اور نفس عالمِ خلق سے شمار کیا گیا ہے اور لطیفۂ روح عالمِ امر سے ہے پس (یہ) دونوں لطیفے مختلف ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تمام لطائف کی طرح جدا معاملہ ہے اور ہر ایک کی ولایت و سیر و سلوک جدا ہے اور جس کسی نے متحد کہا ہے وہ کام کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے اور نفس امارگی کی حالت میں بھی اور اطمینان کی حالت میں بھی لطائف کا سردار ہے اور لفظ اَنَا سے بھی ہر شخص کی مراد وہی ہے اور وہ بالذات آسمانی احکام کا منکر ہے اور انانیت (میں پن) و خودی و رفعت پسندی اور تکبر کرنا اس کی ذات میں مطبوعیت ہیں اور وہ برائی و بدکاری کی طرف بہت ہی زیادہ امر کرنے والا ہے، حدیثِ قدسی میں آیا ہے عاد نفسك فانها انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس سے دشمنی کر بیشک وہ میری دشمنی پر کمربستہ ہے]۔ صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلنا اور اہل اللہ کی خدمت کرنا، اس (نفس) کی اصلاح اور اسے مطیع کرنے کے لئے ہے، جب اللہ جل شانہٗ کے فضل سے نفس اپنی صفاتِ رذیلہ سے خالی ہونے لگتا ہے اور اسلام (فرمانبرداری) قبول کر لیتا ہے تو لوامہ ہو جاتا ہے اس کے بعد ملہمہ پھر بتدریج فنائے کامل و بقائے اکمل کے واسطے سے

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفترِ دوم مکتوب ۷۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مطمئنہ ہوجاتا ہے اس وقت وہ اپنے مولیٰ (اللہ تعالیٰ) سے راضی اور مولا اس سے راضی ہوجاتا ہے اور وہ اپنے جہلِ مرکب سے جوکہ وہ رکھتا تھا نکل کر اللہ جل شانہٗ کی معرفت و قرب تک پہنچ جاتا ہے پس یہ سب نفس کی صفات ہیں جوکہ اس پر بدلتی ہیں۔ اور نفس کا مارنا اور اس کا مرجانا اس کا صفاتِ رذیلہ سے نکل جاتا ہے پس وہی نفس ہے جوکہ بُعد و دُوری کے بعد قرب و معرفت سے مشرف ہوجاتا ہے[1]۔

لطائف کی فنا آپ جان لیں کہ فنائے قلب اس سبحانہٗ و تعالیٰ کے ماسوا کے نسیان اور غیر اللہ کا خیال دل میں نہ آنے سے عبارت ہے یہاں تک کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی غیر اللہ کا خیال دل میں لائے تو وہ دل میں نہ آئے، اُس (قلب) کی بقا اس چیز کے ساتھ ہے کہ جس کے ظہور سے اس (قلب) کی فنا حاصل ہوئی ہے اور وہ چیز دل پر حق سبحانہٗ کی تجلّیٔ فعل کا ظہور ہے، اگر کہا جائے کہ فنا کے بعد اُس تجلی کا ظہور ہوتا ہے یا اس تجلّی کے بعد فنا (حاصل ہوتی) ہے تو ہم کہتے ہیں کہ (یہ دونوں) لازم و ملزوم بھی ہیں، وہی شیخ الاسلام انصاری (قدس سرہٗ)[2] کا قول ہے کہ "جبتک تو (اس کو) نہیں پائے گا رہائی نہیں پائے گا اور جب تک رہائی نہیں پائے گا (اس کو) نہیں پائے گا، میں نہیں جانتا کہ (ان دونوں میں) کون مقدم ہے توڑنا یا جوڑنا"۔

جب تجلّیٔ فعل کے ظہور سے قلب فانی ہوجاتا ہے اور اس فنا میں سالک کے فعل کی نفی ہوجاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو مسلوب الفعل پاتا ہے اس کے بعد حق سبحانہٗ کے فعل کے ساتھ باقی ہوجاتا ہے اور اپنے فعل کو حق سبحانہٗ کا فعل پاتا ہے، اس کے بعد فنائے روح ہے اور فنائے روح اس تعالیٰ شانہٗ کی تجلّیٔ صفات کے ظہور سے حاصل ہوتی ہے اور بقائے روح بھی انہی صفاتِ قدس کے ساتھ ہوتی ہے، اس کے بعد فنائے سِرّ ہے کہ جس کو فنا کرنے والے شیونات و اعتباراتِ صفات ہیں اور اس کی بقا اُن شیونات و اعتبارات میں اس کی فنا کے بعد (حاصل ہوتی) ہے، اس کے بعد فنائے خفی ہے جس کو فنا کرنے والی صفاتِ سلبیہ تنزیہیہ ہیں اور اس کی بقا اُن (صفاتِ سلبیہ) کے ساتھ ہے، اس کے بعد فنائے اخفیٰ ہے اور اس کو فنا کرنے والا وہ مرتبہ ہے جوکہ مرتبۂ تنزیہی و (مرتبۂ) احدیتِ مجردہ کے درمیان برزخ (حدِ فاصل واسطہ) کی مانند ہے اور بقائے اخفیٰ اس مرتبۂ مقدسہ میں فنا کے بعد ہے۔

جب سیر یہاں تک پہنچ جاتی ہے تو ولایتِ عالمِ امر کے درجات اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں کہ یہ لطائفِ خمسہ مرتبۂ ولایت میں ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل مدد فرمائے تو عالمِ خلق کے لطائفِ خمسہ کے کمالات میں سیر شروع ہوجائیگی جوکہ نفسِ انسانی اور عناصرِ اربعہ ہیں اور عالمِ خلق کے یہ لطائفِ خمسہ عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ کی اصل ہیں، لطیفۂ نفس کا معاملہ قلب کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفۂ باد (ہوا) کا معاملہ لطیفۂ روح

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۳۷ [2] یعنی ابو اسمٰعیل، یہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے اور اکابر محدثین میں سے ہوئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تین سو اساتذہ سے حدیث لکھی ہے جو سب سُنّی تھے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کے معاملہ کی اصل ہے اور یہ لطیفۂ آب (پانی) کا معاملہ لطیفۂ سر کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفۂ نار (آگ) کا معاملہ لطیفۂ خفی کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفۂ خاک کا معاملہ لطیفۂ اخفیٰ کے معاملہ کی اصل ہے ؎۱

فنا کا فائدہ جاننا چاہئے کہ فنا کا فائدہ صفاتِ بشریہ کا زائل اور شرکِ خفی کا رفع ہونا ہے اگرچہ سر، خفی اور اخفیٰ شرعی احکام کے ساتھ مکلف نہیں ہوئے ہیں اور ان کے شرک کا اسلام میں کوئی اعتبار نہیں کیا گیا ہے لیکن ولایتِ خاصہ کے مرتبہ میں اس شرکِ خفی کے رفع سے چارہ نہیں ہے اور جسقدر یہ (لطائف) زیادہ لطیف و نورانی ہوں گے ان کا شرک اسی قدر زیادہ خفی ہوگا اور اس شرک کا رفع کرنا اسی قدر زیادہ دقیق ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ بعض اشخاص کو فنائے قلب و روح حاصل ہوجائے اور فنائے سر حاصل نہ ہو اور بعض کو فنائے سر حاصل ہوجائے اور ان دونوں لطیفوں (خفی و اخفیٰ) کی فنا حاصل نہ ہو جو کہ اس کے بعد ہیں اور اس کو انہی (تین لطیفوں) لطیفۂ قلب، روح اور سر پر اکتفا ہو اور وہ شخص اولیاء اللہ میں سے ہو، لیکن جب کل (قیامت کے روز) ان لطائف میں سے ہر ایک لطیفے کے حقائق جلوہ گر ہوں گے تو جو لطائف کہ اس دنیا میں فنا و بقا کی دولت سے مشرف نہیں ہوئے ہوں گے وہ (وہاں پر) اس فنا و بقا کے مناسب ثمرات و نتائج سے کامل فائدہ حاصل نہیں کریں گے۔ وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا [۱۷: ۷۲] (جو شخص اس (دنیا) میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستہ سے بہت بھٹکا ہوا ہوگا) ؎۲

تشریح سہ دائرۂ ولایتِ کبریٰ و یک قوس و مراتبِ پنجگانۂ عالمِ امر حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ بذاتِ خود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ خواہ وہ وجود عیناً (عین ذات کے طور پر) ہو یا زائداً ہو، اور اسی طرح اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کے ساتھ موجود ہیں نہ کہ وجود کے ساتھ کیونکہ اس بارگاہِ قدس میں وجود کے لئے گنجائش نہیں ہے اور اسی طرح وجوب و امکان کو (بھی) اس بلند مرتبہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں (وجوب و امکان) وجود اور ماہیت کے درمیان نسبتیں ہیں پس جبکہ وہاں وجود ہی نہیں ہے تو وجوب و امکان بھی نہیں ہے۔ ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ "جسقدر گہری نظر سے دُور دُور تک پہنچا جاتا ہے محسوس ہوتا ہے کہ اس مرتبۂ عالیہ میں ذات ایسی آٹھ صفات کے ساتھ ہے جو کہ ایک دوسرے سے متمیز ہیں حقیقت میں اس کے علاوہ کوئی اور امر خواہ وجود ہو یا وجوب نہیں پایا جاتا، اس مرتبہ کے اوپر ایک ایسا مرتبہ ہے جہاں یہ صفات حضرتِ ذات تعالیٰ و تقدس میں محض اعتبارات ہیں اور وہ ذات تعالیٰ پر زائد نہیں ہیں، ہاں صرف اسقدر ہے کہ ان اعتبارات کو اس مرتبہ میں ایک دوسرے کے ساتھ تمیز ثابت ہے

؎۱ و ؎۲ مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۴۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور اس مرتبہ کے اوپر ایک ایسا مرتبہ ہے کہ وہاں یہ تمیز بھی موجود نہیں ہے اور محض اعتبارات کے سوا کوئی اور امر مفہوم نہیں ہوتا۔ اور اس مرتبہ کے اوپر وہ مرتبۂ مقدسہ ہے جہاں کوئی اعتبار بھی ملحوظ نہیں ہے اور جہل و حیرت اس مقام کے لئے لازم ہے ـــــ جاننا چاہئے کہ پہلے تینوں مرتبوں میں چونکہ ذات تعالیٰ صفات کے ساتھ ملحوظ ہے (اس لئے) مثالی صورت دائرہ کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور دو قوس ظاہر ہوتی ہیں ان میں سے ایک قوس سے ذات مراد ہے اور دوسری قوس صفات سے عبارت ہے اور آخری مرتبہ میں چونکہ کوئی اعتبار و اضافت ملحوظ نہیں ہے لازماً مثالی صورت میں نصف دائرہ جو کہ ذات کی ایک قوس سے کنایہ ہوگا ظاہر ہوتا ہے اور یہی سِر ہے کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے طریقہ کے بیان والے مکتوب میں لکھا ہے کہ "اس مرتبہ میں ایک قوس کے علاوہ ظاہر نہیں ہوا یہاں کوئی سِر (بھید) ہوگا کہ جس پر اطلاع نہیں دی گئی"۔ جاننا چاہئے کہ ان چاروں قسم کے مراتب میں سے پہلا مرتبہ جو کہ مرتبۂ صفات ہے لطیفۂ روح کے نصیب ہے اور دوسرا مرتبہ جو کہ شیونات کا مقام ہے لطیفۂ سِر کے نصیب ہے اور تیسرا مرتبہ جو کہ تنزیہ و تقدیس کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے لطیفۂ خفی کے نصیب ہے اور چوتھا مرتبہ اخفیٰ کے نصیب ہے اور قلب کا نصیب مرتبۂ افعال سے ہے جو کہ ان (چاروں) مراتب سے نیچے ہے عالمِ امر کے ان چاروں قسم کے مرتبوں سے گذرنے کے بعد معاملہ عالمِ خلق کے ساتھ جا پڑتا ہے [۱]

ولایتِ صغریٰ و کبریٰ و علیا و کمالاتِ نبوت وغیرہ میں ترقی کا ذریعہ

اور تجھے جان لینا چاہئے کہ ولایتِ صغریٰ کے کمالات حاصل کرنے میں عمدہ چیز مراقبہ اور قلبی اذکار یعنی اسمِ ذات و نفی اثبات کا ذکر ہے اور آخری دونوں ولایتوں (ولایتِ کبریٰ و علیا) کے حاصل کرنے میں نفی اثبات کا زبان کے ساتھ ذکر کرنا (تہلیلِ لسانی) ہے اور جو کمالات مرتبۂ نبوت کے ساتھ وابستہ ہیں ان کے حصول میں مدد دینے والی چیز قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور نمازیں پڑھنا بالخصوص فرض نمازیں پڑھنا ہے پھر اس کے بعد وہ مقام آتا ہے جس میں نہ عمل کے لئے کوئی نتیجہ ہے اور نہ ہی اعتقاد کے لئے کوئی اثر ہے، وہاں ترقی محض فضل و احسان کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ مقام اصالت کے طور پر انبیائے مرسلین علیہم السلام والبرکۃ کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کے تابع ہو کر دوسروں کے لئے بھی اس مقام سے حصہ ہے، پھر اس کے اوپر وہ کمال آتا ہے جس میں تفضل سے محبت کی طرف ترقی ہوتی ہے پس اس کمال کے حصول میں ترقی کرنا محبتِ صرفہ (خالص محبت) پر موقوف ہے اور محبت میں بھی مُحِبّیت و محبوبیت دو کمال ہیں پس محبیتِ ذاتیہ کے کمالات کا ظہور اصالت کے طور پر کلیم (حضرت موسیٰ) علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور محبوبیتِ ذاتیہ کے کمالات پہلے تو حبیبِ خدا علیہ وعلیٰ آلہ

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۶۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

افضل الصلوات واکمل التحیات کے ساتھ مخصوص ہیں اور پھر ان دونوں (کلیم وحبیب علیہما الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے دوسروں کے لئے ان دونوں کمالوں کی امید ہے لے

ولایتِ سہ گانہ وکمالاتِ نبوت وغیرہ کے متعلق اذکار واعمال

ولایاتِ سہ گانہ کے کمالات میں ترقی غالب طور پر قرآنِ مجید کے سوا (باقی) اذکار کے ساتھ وابستہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ولایتِ ظلی میں جو کہ ولایتِ صغریٰ ہے مراقبات اور قلبی اذکار بہت زیادہ مناسبت رکھتے ہیں اور دوسری دو ولایتوں (ولایتِ کبریٰ وولایتِ علیا) میں کہ (ان دونوں میں سے) ہر ایک اصل سے تعلق رکھتی ہے اور ظل سے نکل چکی ہے ذکرِ لسانی اور کلمہ طیبہ کا تکرار بہت زیادہ ترقی بخشنے والا ہے اور جب معاملہ کمالاتِ نبوت میں واقع ہوتا ہے تو اس مقام میں قرآن مجید کی تلاوت اور نماز، خاص طور پر فرض نمازیں فائدہ مند و نفع بخش ہیں اور جب معاملہ اس سے بھی اوپر چلا جاتا ہے تو ایک ایسا مقام پیش آتا ہے کہ عمل واعتقاد کا جہاں کوئی اثر نہیں ہے اس مقام میں ترقی محض فضل واحسان سے ہے، یہ مقام انبیائے مرسلین علیہم الصلوات والبرکات کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کے طفیل امتیوں میں سے جسے چاہتے ہیں نواز دیتے ہیں۔ اور جب اس مقام سے بھی ترقی واقع ہوتی ہے تو معاملہ فضل واحسان سے محبت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اس مقام میں کمالات کا حصول و ترقی صرف محبت پر موقوف ہے، اور محبت میں بھی دو کمال ہیں محبیت ومحبوبیت، کمالاتِ محبیت کا ظہور حضرت کلیم (موسیٰ) علیہ السلام کے ساتھ وابستہ ہے اور کمالاتِ محبوبیتِ ذاتیہ اولاً حبیب رب العالمین علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان دونوں اکابر کے طفیل دوسرے بھی ان دونوں (قسم کے) کمال کے امیدوار ہیں ۲ے

ولایت کے پانچ درجے

آپ جان لیں کہ ولایت کے پانچ درجے ہیں جو کہ عالمِ امر کے پانچ لطائف کے طے کرنے اور ان لطائف میں سے ہر ایک کے مناسب کمالات تک وصول اور ہر ایک کی فنا وبقا کے حصول سے وابستہ ہیں اگرچہ نفسِ ولایت ان لطائف میں سے بعض کی فنا کے ساتھ وابستہ ہے لیکن اس کا کمال لطیفۂ اخفیٰ کی فنا پر موقوف ہے، نیز ہو سکتا ہے کہ لطیفۂ قلب وروح کی فنا حاصل ہو جائے اور ولایت (بھی) حاصل ہو جائے اور لطیفۂ سر فنا کی دولت سے بے بہرہ ہو، اور فنائے سر حاصل ہو جائے اور فنائے خفی واخفیٰ حاصل نہ ہو جب کل کو (قیامت میں) حقائقِ اشیاء ظہور کریں گے تو وہ لطیفہ جو اس عالم (دنیا) میں فنا وبقا کو نہیں پہنچا ہے اُن ثمرات ونتائج سے جو کہ فنا وبقا پر مترتب ہوتے ہیں بے بہرہ رہے گا اور اس کچے دانے کی طرح رہ جائیگا جو پختہ دیگ میں رہ گیا ہو ۳ے

لے مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۳۷۔ ۲ے ایضاً دفتر سوم مکتوب ۶۴ ۳ے ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۱۳۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مقامات ولایت کا علم وہبی ہے اور بعض کو حاصل ہوتا ہے

آپ نے لکھا تھا کہ "اس بات کا علم کہ مرید صغریٰ یا کبریٰ یا علیا وغیرہ کونسی ولایت میں ہے الخ" —— میرے مخدوم! ان اشیاء کا علم خود ان اشیاء کی طرح موہبی ہے اگرچہ ان کے مقدمات (واردات) کسبی ہیں، صاحب معاملہ اگر صاحب تفصیل علم ہے تو اپنے وجدان سے ان ولایتوں کو پہچانتا ہے اور ایک ولایت سے دوسری ولایت میں اپنا منتقل ہونا پاتا ہے اور اسی طرح صاحب علم پیر (بھی) مرید کی ولایت کو، اور اس کے ایک ولایت سے دوسری ولایت میں منتقل ہونے کو مشاہدہ کرتا ہے اور اگر مرید صاحب علم نہیں ہے تو اس کو پیر کا علم کافی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ولایت حاصل ہونی چاہئے اگر اس کا علم بھی دیدیں تو ایک نعمت ہے ورنہ (عدم علم) نفس ولایت میں کچھ نقص نہیں رکھتا۔ فمنا من علم ومنا من جھل [پس ہم میں سے وہ لوگ بھی ہیں جن کو علم ہے اور وہ بھی ہیں جن کو علم نہیں ہے] ؂۱

باطنی احوال کا علم ہر سالک کو نہیں ہوتا

ارباب علم و ارباب جہل نفس وصول و قرب میں برابر ہیں، فرق صرف وصول و قرب کے علم کے ہونے یا نہ ہونے کا ہے جو کہ زائد خوبیوں میں سے ہے اگر آپ کو (نسبت کا) علم کم ہے تو کسی دوسرے کے علم کو کافی جانیں اور خواب و خیال کے عدم اور استخارہ میں کسی امر کے ظاہر نہ ہونے سے غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ولایت و قرب اس کے ساتھ وابستہ نہیں ہے اور ان میں سے کسی ایک کے نہ ہونے سے کمال میں نقصان نہیں آتا اور ہمت بلند رکھیں اور مقصد اعلیٰ میں لگ جائیں زائد خوبیاں اگرچہ نہ پائی جائیں ؂۲

سیر و سلوک کے متعلق آیہ کریمہ

اس گروہ والوں کے سیر و سلوک کے بارے میں سب سے کامل عبارت یہ آیہ کریمہ ہے مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (پ۱۴ ع۱۹) [جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے] طالب صادق جبتک منتسبات سے خالی نہ ہو جائے اور وجود اور تمام کمالات کو جو کہ اس تعالیٰ شانہ، کے کمالات کا پَرتو ہیں اصل کے حوالہ نہ کر دے اور اس بارگاہ قدس کے سپرد نہ کر دے انوار لایزال کے ساتھ بقا نہیں پاتا ؂۳

سلوک کی ترقی رک جانے کے اسباب، علاج

آپ نے ایک عزیز کے رُک جانے کے بارے میں لکھا تھا کہ جس کی توجہ کے واسطے سے لوگوں میں عظیم تاثیرات ظاہر ہوتی تھیں۔ میرے مخدوم! رُک جانے کا سبب یا لغزش کا صادر ہونا اور گناہ کا ارتکاب ہے اس کا علاج توبہ و انابت اور پیر کی توجہ ہے، یا (اس کا سبب) طلب و شوق کا جاتا رہنا ہے اس کا علاج بھی پیر کی توجہات ہیں کہ ان کی برکت سے شوق و طلب بھی میسر ہو جاتا ہے اور ترقیات بھی حاصل ہو جاتی ہیں، یا (اس کا سبب) فوق کی طرف استعداد کی مناسبت کا نہ ہونا ہے اس کا علاج بھی پیر کے ساتھ صحبت اور کامل محبت کا ہونا ہے تاکہ فوق سے کچھ حصہ پائے (نیز) پیر کی توجہ و مہربانی کا ہونا ہے تاکہ

؂۱ مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۶۲ ؂۲ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۷۲ ؂۳ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۲۱۵۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس کی برکت سے اپنی استعداد سے اوپر جائے اور محبت کی کشش سے پیر کے پوشیدہ معانی حاصل کرے یہ سیرِ قسری (کشاں کشاں لے جانا) ہے نہ کہ طبعی، یا (اس کا سبب) اعتقاد میں خلل (واقع) ہونا ہے اور اس کا کوئی علاج نہیں ہے وہی عقیدہ کی کمزوری جو کہ ایک طاقتور ناسور ہے اس کی سدِّ راہ ہے جبتک کامل اعتقاد اور فنافی الشیخ حاصل نہ کرے (اس وقت تک) ترقی صورت پذیر نہیں ہوتی اور وہ شخص دائمی رکاوٹ میں گرفتار رہتا ہے۔ فقیر نے اس تحریر کے وقت اس عزیز کی رہائی کے بارے میں توجہ کی اس کی رہائی معلوم ہوئی، امید ہے کہ پھر رکاوٹ میں گرفتار نہیں ہوگا ۔[۱]

لطائفِ عالمِ امر کے مقامات کا تعین کس معنی میں ہے؟

آپ نے پوچھا تھا کہ "حق سبحانہٗ نے روح کے بارے میں فرمایا ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (۸۵/۱۷) [آپ کہدیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے] اور دوسرے لطائف بھی اسی طریق پر ہیں، پس عالمِ امر کے پانچوں لطائف کے مقامات کا تعین جو کہ اس سلسلۂ عالیہ میں ثابت ہے کس معنی میں ہوگا" ــــــ آپ جان لیں کہ عالمِ امر کو لامکانی کہتے ہیں اور وہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتا ہے اور اس (عالمِ امر) کے پانچوں لطائف کے ظہور کا محل عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت کے ساتھ موصوف ہے۔ جاننا چاہئے کہ عالمِ امر کی لامکانیت و بیچونی عالمِ خلق کی نسبت سے ہے جو کہ مکانیت اور چندیں وچونی کے ساتھ داغدار ہے (لیکن) بیچونِ حقیقی جلّت عظمتہٗ کی نسبت سے عین چون ہے اور اس کی لامکانیت عین مکانیت ہے پس عالمِ امر مکانی ولامکانی اور چون و بیچون کے درمیان گویا برزخ ہے اور دونوں طرف کی خصوصیت رکھتا ہے اور (دونوں طرف سے) بہرہ مند ہے، اس رتبہ کے باوجو جو کہ عالمِ ارواح رکھتا ہے حق تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے اس کو عالمِ خلق کے ساتھ ایک عشق دیا ہے اور اسی وجہ سے اس کو بدنِ عنصری کے ساتھ ایک خاص تعلق میسر ہوا ہے اور لامکان ہونے کے باوجود برزخ ہونے کے باعث ایک مکان میں آرام لیا ہے، قلب کو بائیں ہاتھ کی جانب کے ساتھ جو کہ قلب کے گوشت کے ٹکڑے کا مقام ہے تعلق ہے اور روح کو دائیں ہاتھ کی جانب کے ساتھ، اور اسی طرح دوسرے لطائف کے مقامات معین ہیں اور اس تعلق سے اس کی لامکانیت میں کوئی نقص نہیں آتا اور جبکہ حقیقی بیچون و لامکان (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن [اور لیکن میرے مؤمن بندے کا دل میری وسعت رکھتا ہے] تو جس میں جو کہ برزخ ہو کیوں بعید ہو اگرچہ یہ وسعت بیچونی ہو اور متشابہات کی قسم سے ہے کہ اس پر ایمان لانا چاہئے اور اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے، اور عالمِ امر جو کہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتا ہے عالمِ خلق کے ساتھ اس کے اس تعلق کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے اور (یہ) اجسام کے اجسام کے ساتھ تعلق اور وسعت کے ماوراء ہے ۔[۲]

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۲۲۲۔ [۲] ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۳۶۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سلطانِ ذکر بزرگوں میں متوارث ہے اختراع نہیں ہے

آپ نے لکھا تھا کہ "ایک روز حضرت عالی (مجدد الف ثانیؒ) کے حقائق و معارف کا ذکر ہو رہا تھا سلطانِ ذکر کے بارے میں بات چلی تو صدرِ مجلس نے سوال کیا کہ اب تک اس نام کے ساتھ کوئی ذکر سنا نہیں گیا ہے اور کتابوں میں بھی نظر سے نہیں گذرا۔ کیا یہ بات اولیائے سابقین کی ہے یا اُن کی کوئی حالت ہے؟ ــــــ میرے مخدوم! سلطانِ ذکر ہمارے طریقے میں مشہور و معروف اور عام ہے اور ہم اس کو اپنے پیروں سے سنتے آئے ہیں ہماری اختراع نہیں ہے جو کچھ بھی ہے بزرگوں کی طرف سے ہے، (قطب عالم) حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ) جو کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہما کے قریبی زمانے میں ہندوستان کے اکابر مشائخ میں سے گذرے ہیں، آخر عمر میں اُن پر استغراق و بیخودی غالب آگئی تھی چنانچہ اکثر اوقات استغراق میں رہتے تھے، نماز کے اوقات میں ان کو بلند آواز سے بیدار کیا جاتا تھا، لوگوں نے اُن سے اس کا راز دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے دل کو ذکر سے بہت کوٹا ہے اس لئے سلطانِ ذکر ہر وقت غالب رہتا ہے اور مجھ کو اپنے آپ سے بیخود کر دیتا ہے [۱]

عالمِ امر پر عالمِ خلق کی افضلیت

اے سعادت آثار! تفوق افضل ہونے کی دلیل نہیں ہے اور جائز ہے کہ کسی ایک شخص کا مکانِ طبعی کسی دوسرے شخص سے اوپر ہو اور وہ دوسرا شخص اپنے مکانِ طبعی کے نیچے ہونے کے باوجود افضل ہو، جیسا کہ فرشتہ جو کہ مکانِ طبعی کے اعتبار سے انسان سے اوپر ہے، یہ (انسان) زمین پر ہے اور وہ (فرشتہ) آسمان پر، یہ ولایتِ صغریٰ و کبریٰ میں ہے اور وہ ولایتِ علیا میں، اس کے باوجود افضلیت انسان کو ہے۔ پس حضرت مجددؒ کے ہر دو اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ حقیقتِ معاملہ یہ ہے کہ عالمِ امر کو عالمِ خلق پر فوقیت ہے اور وہ بالذات عالمِ قدس کے زیادہ قریب ہے اور عالمِ خلق جب تزکیٰ و مطہر ہو جاتا ہے اور اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو عالمِ امر سے اوپر چلا جاتا ہے اور اس جگہ پہنچ جاتا ہے کہ عالمِ امر کا عروج بھی وہاں نہیں پہنچتا، پس حال اور مکانِ طبعی کے اعتبار سے فوقیت عالمِ امر ہی کے لئے ہے اور عروج و انجام کے اعتبار سے افضلیت عالمِ خلق ہی کے لئے ہے۔ ان دونوں اعتبارات کے لحاظ سے تفوق و افضلیت کا حکم ان ہر دو عالم کے درمیان کسی تضاد اور ٹکراؤ کے بغیر دائر ہوتا ہے (اور ان سے باہر نہیں جاتا) لیکن کلّی فضیلت عالمِ خلق کے لئے ہے کیونکہ فضیلت کا مدار قرب پر ہے اور جو قُرب کہ عالمِ خلق کو کمال (حاصل ہونے) کے بعد ہے وہ عالمِ امر کو نہیں ہے اگرچہ وہ (عالمِ امر) اپنے کمال کو پہنچ جائے۔ [۲]

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۲۳۱۔ [۲] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۲۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

غیر اللہ سے کُلّی قطع تعلق ہونا فنائے قلب ہے | آپ نے قلبی وسوسے کے دور ہونے کی بابت لکھا تھا کہ "اس طرح پر (دور) ہوگیا ہے کہ اگر ہزاروں سال گذر جائیں تو بھی ماسوی اللہ کا خیال دل پر نہ گذرے الخ ــــ
میرے مخدوم! دل سے غیر اللہ کا خیال بالکل دُور ہو جانا فنائے قلب ہے اور ولایت کا پہلا درجہ ہے، بزرگوں نے کہا ہے جبتک نہ بلئے رہائی حاصل نہیں ہوتی، قلب کو جو ماسواے کلّی قطع تعلق حاصل ہوتا ہے اور تعلقات و موانعات سے رہائی حاصل ہوتی ہے وہ یافت (پانا) اور معرفت کے بغیر نہیں ہے لہ

شرح صدر کی علامت | آپ نے لکھا تھا کہ "ایک روز فجر کے حلقہ میں مراقبہ میں دیکھتا ہوں کہ سینہ دروازے کی مانند ہوگیا ہے، عجیب انشراح و نورانیت ظاہر ہوئی، گویا کوئی شخص کہتا ہے کہ شرح صدر یہی ہے اور اس خوشخبری کی بشارت دیکر وہ غائب ہوگیا" ــــ میرے مخدوم! شرح صدر ایک بڑا مقام اور بلند مرتبہ ہے اس کے حصول کی بشارت مبارک ہو لیکن اس معنی (حالت) کی ایک علامت ہے اس علامت کو اپنے اندر اچھی طرح غور کرنا چاہئے، رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے "نور جب سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ (سینہ) کشادہ ہو جاتا ہے، پس آپ سے کہا گیا کہ کیا اس کے لئے کوئی علامت ہے؟ آپ نے فرمایا (اس کی علامت) دارِ غرور (دنیا) سے کنارہ کشی اور دارِ قرار (آخرت) کے لئے تیاری کرنا ہے ٢ھ

مطلوب کی یافت آفاق و انفس سے ماوراء ہے | ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ کے نزدیک مطلوب کی یافت آفاق و انفس سے ماوراء ہے، اس تعالیٰ شانہٗ کے لئے جس طرح آفاق کے آئینوں میں گنجائش نہیں ہے انفس کے آئینے میں بھی گنجائش نہیں ہے۔ ع

در کدام آئینہ در آید او [وہ کونسے آئینے میں سماتا ہے]

اس کو آفاق و انفس کے ماسوا تلاش کرنا اور دخول و خروج کے ماوراء طلب کرنا چاہئے، یہ ماوراء ہونا قربیت کے اعتبار سے ہے جیسا کہ آفاق سے ماوراء ہونا بُعد کی جانب میں ہے جو کہ وہم کی جولانگاہ ہے بلکہ شہودِ انفسی بھی وہم کی جولانگاہ ہے ان دونوں آئینوں میں مشاہدہ ہونے والی چیز وہم و خیال کی تراش سے بری نہیں ہے اس قرب و بعد سے باہر ہو جانا چاہئے اور اقربیت میں آجانا چاہئے اگرچہ عقل اس کے تصور میں حیران ہے اور عقلمند لوگ اس کی صورت گری میں عاجز و پریشان ہیں، یہ معاملہ اور شہود خیال کی تراش خراش سے باہر اور وہم کی جولانگاہ سے بالاتر ہے، وہم و خیال اس جگہ عاجز اور بَر و بال شکستہ ہیں، اپنے سے نزدیک تر کو نہیں پا سکتے اور قریب ہے کہ اس کو محال جانیں اور حالانکہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ [ق ۱۶] (اور ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) نصِّ قرآنی ہے جو معاملہ کہ اصل سے تعلق رکھتا ہے وہ

لہ مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۹۶ ٢ھ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۷۹۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آفاق وانفس سے ماوراء اور اقربیت کے ساتھ وابستہ ہے، دائرہ ظلال انفس تک منتہی ہوتا ہے اور محبوبِ فنا نیستی واستہلاک میں سے جو کچھ کہ ظاہر ہوتا ہے عمدہ ومبارک ہے، بشریت کے پہاڑ سے جسقدر بھی منہدم ہو جائے اور وجودِ بشریت سے (جسقدر بھی) گھٹ جائے بہت بڑی نعمت ہے، حق سبحانہٗ اس پہاڑ کو جڑ سے اکھاڑ دے اور اس وجودِ موہوم کو درمیان سے اٹھا دے [۱]

اصطلاحاتِ تصوف

اصطلاحاتِ تصوف | آپ نے قوم (صوفیہ) کے بعض اصطلاحی کلمات کی شرح طلب کی تھی، آپ جان لیں کہ [۱] جمع اس چیز سے عبارت ہے کہ مخلوق کو حق جلّ وعلا سے جُدا نہ دیکھے اور سُکر کی وجہ سے ایک کے احکام دوسرے پر جاری کرے اور اس کو کفرِ طریقت کہتے ہیں اور اکثر شطحیات وسکریات جو کہ مشائخ سے صادر ہوئی ہیں وہ مقامِ جمع سے پیدا ہوئی ہیں، اس مقام میں (سالک) ذکر کو سکر کے غلبہ کے باعث لقلقہ ووسوسہ جانتا ہے اور نماز کو شرک سمجھتا ہے اور بُعد ودوئی دیکھتا ہے اور کلمۂ اَنَا الحَقّ اور سُبحَانِیْ کا راگ الاپتا ہے — [۲] جمع الجمع کہ جس کو فرق بعد الجمع بھی کہتے ہیں یہ ہے کہ مخلوق کو حق سبحانہٗ سے جُدا دیکھے اور عدمِ فرق کی حالت کے بعد جو کہ مقامِ جمع میں بھی فرق کرنے لگے اور سکر کے بعد صحو حاصل ہو جائے اور کفر کے بعد اسلام رُونما ہو جائے اور ذکر ونماز میں مشغول ہو جائے — [۳] سیرِ آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈھتا ہے اور [۴] سیرِ انفسی اپنے آپ میں آنا اور اپنے دل کے گرد پھرنا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ سیرِ آفاقی بُعد در بعد ہے اور سیرِ انفسی قرب در قرب ہے۔ یافت (پانا) اپنے اندر ہے اپنے سے باہر یافت نہیں ہے ؎

ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست   با تو در زیرِ گلیم ست ہر چہ ہست

[تو اندھے کی طرح ہر طرف ہاتھ نہ لے جا، جو کچھ ہے وہ تیرے ساتھ ہی کمبل کے نیچے ہے]

[۵] سیر الی اللہ اسمائے الٰہی جل وعلا میں سے اس اسم تک ہے جو کہ سالک کا مبدأ تعین ہے اس سیر میں دائرہ امکان کا طے ہوتا ہے یہاں تک کہ (یہ سیر) اس اسم تک پہنچتی ہے جو مراتبِ وجوب سے ہے — [۶] سیر فی اللہ اُس اسم (مبدأ تعینِ سالک) میں اور اس اسم کے اصول کے ظلال میں ہے پس سیر فی اللہ کے معنی اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات میں سیر ہے، یہ ہر دو سیر (سیر الی اللہ وسیر فی اللہ) مراتبِ عروج میں کمال حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں، اور یہاں دو سیریں اور بھی ہیں جو کہ نزول وتکمیل سے تعلق رکھتی ہیں — [۷] سیر عن اللہ باللہ — و — [۸] سیر فی الاشیاء، تیسری سیر اثنائے نزول میں ہے اور چوتھی سیر نزول کا کمال ہے جو کہ دعوت کا مقام ہے — [۹] برزخ اس چیز کو کہتے ہیں جو کہ دو چیزوں کے درمیان

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۴۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

واسطہ ہو کہ دونوں طرف کا رنگ رکھتا ہو۔ حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو جو کہ مقامِ وحدت ہے برزخِ کبریٰ کہتے ہیں کیونکہ یہ اطلاق ذات اور مرتبۂ واحدیت کے تقیدات کے درمیان جو کہ اعیانِ ثابتہ اور ممکنات کے حقائق ہیں واسطہ ہے اور یہ مرتبۂ وحدت اطلاق کا رنگ بھی رکھتا ہے اور تقید کا رنگ بھی وہ ایسا مطلق ہے جو کہ اطلاق کی قید کے ساتھ مقید ہے اور ایسا مطلق ہے کہ جس کی ضد تقید ہے اور مرتبۂ فوق جو کہ مرتبۂ لاتعین ہے اس کا اطلاق ایسا اطلاق ہے جو کہ اطلاق کی قید اور تقید کی ضدیت کے بغیر ہے اور اعیانِ ثابتہ کو وجود و عدم کے درمیان برازخ کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ وجود کا رنگ بھی رکھتے ہیں کیونکہ وہ علمِ الٰہی میں وجود رکھتے ہیں اور عدم کا رنگ بھی رکھتے ہیں کیونکہ وہ خارج میں معدوم ہیں اور بزرگوں نے قبر کو دنیا و آخرت کے درمیان برزخ کہا ہے اور وہ دونوں کے احکام رکھتا ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ [جو شخص مرگیا تو اس کی قیامت قائم ہو گئی] اور وہ (قبر) قیامت کے احکام یعنی عذاب و حساب و ثواب ہونا اور اعمال کا منقطع ہونا رکھتی ہے اور دنیا کے احکام یعنی جمعہ کی راتوں اور جمعہ کے دن اور ماہِ رمضان میں کفار سے عذاب کا منقطع ہونا بھی رکھتی ہے ——— ولایتِ صغریٰ، ولایتِ کبریٰ اور ولایتِ علیا، یہ الفاظ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی خاص اصطلاحات میں سے ہیں کہ یہ قوم (صوفیہ) کے کلام میں موجود نہیں ہیں۔ ولایتِ صغریٰ[۱۰] ولایتِ اولیاء ہے جو کہ اسماء و صفات کے ظلال سے تعلق رکھتی ہے ——— ولایتِ کبریٰ[۱۱] ولایتِ انبیاء علیہم السلام ہے جو کہ اصل سے متعلق ہے ——— اور ولایتِ علیا[۱۲] ولایتِ ملاءِ اعلیٰ ہے جو کہ ان دونوں ولایتوں کے اوپر ہے ——— اور کمالاتِ نبوت وہ کمالات ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت سے تعلق رکھتے ہیں اور تینوں قسم کی ولایات کے کمالات کے اوپر ہیں۔ اور تینوں قسم کی ولایات کے کمالات اور کمالاتِ نبوت کی تفصیل ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی رح) کے مکتوباتِ شریف جلد اول (مکتوب ۲۶۰) کے طریقہ کے بیان والے مکتوب میں (درج ہے) وہاں سے طلب فرمائیں[۱]۔

اصطلاحاتِ نقشبندیہ کی تشریح | (۱) سفر در وطن سیرِ انفسی سے عبارت ہے کہ اس کو جذبہ بھی کہتے ہیں، ان بزرگواروں کے معاملہ کی ابتدا اسی سیر سے ہے اور سیرِ آفاقی کہ سلوک اسی سے عبارت ہے اس سیر کے ضمن میں طے ہو جاتی ہے اور دوسرے سلسلوں میں کام کی ابتدا سیرِ آفاقی سے کرتے ہیں اور (ان کی) انتہا سیرِ انفسی پر ہے اور کام کی ابتدا سیرِ انفسی سے کرنا اس طریقہ کی خصوصیت ہے اور اندراجِ نہایت در بدایت (ابتدا میں انتہا کا درج ہونا) اسی معنی میں ہے کہ سیرِ انفسی جو کہ دوسروں کی نہایت ہے وہ ان اکابر کی ابتدا ہے، سیرِ آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈھنا ہے اور سیرِ انفسی اپنے آپ میں آنا اور اپنے دل کے گرد گھومنا ہے، اس معنی میں (بزرگوں نے) کہا ہے ؎

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۲۰۷

ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست   با تو در زیرِ گلیم است ہر چہ ہست

[تو اندھے کی طرح ہر طرف ہاتھ نہ لیجا، جو کچھ ہے وہ تیرے ساتھ ہی کمبل کے نیچے ہے]

(۲) خلوت در انجمن: یعنی انجمن (مجلس) میں جو کہ تفرقہ (جدائی) کی جگہ ہے، باطن کی راہ مطلوب کے ساتھ خلوت رکھتا ہو اور باہر کا تفرقہ اندرونی حجرہ (باطن) میں راہ نہ پائے ؎

از بروں در میانِ بازارم   وز دروں خلوتے ست با یارم

[میں باہر سے (ظاہری طور پر) بازار میں ہوں اور اندر سے (باطنی طور پر) مجھ کو دوست کے ساتھ خلوت ہے]

ابتدا میں یہ معنی تکلف کے ساتھ ہے اور انتہا میں بلا تکلف ہے اور اس طریقہ میں چونکہ یہ معنی ابتدا میں حاصل ہو جاتا ہے ان بزرگوں نے اس کو حاصل کرنے کے لئے ایک راستہ وضع کیا ہے (اس لئے یہ بات) اس طریقہ کی خصوصیات میں سے ہے اگرچہ دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اسی معنی میں بزرگوں نے کہا ہے ؎

اندروں شو آشنا وز بروں بیگانہ وش   ایں چنیں زیبا صفت کم می بود اندر جہاں

[تو اندر سے آشنا ہو جا اور باہر سے بیگانوں کی طرح رہ، اس قسم کی اچھی صفت والا دنیا میں کم ہی ہوتا ہے]

من لم یملک عینہ فلیس القلب عندہ [جو شخص اپنی آنکھ کا مالک نہیں ہوا تو اس کے پاس دل نہیں ہے]

(۳) نظر بر قدم: اس چیز سے عبارت ہے کہ راستہ چلنے میں نظر قدم پر ڈالی جائے اور طرح طرح کے محسوسات کے ساتھ نظر کو پراگندہ نہ کرے تاکہ جمعیت کے زیادہ قریب ہو جائے کیونکہ ابتدا میں دل نظر کے تابع ہے اور نظر کی پراگندگی دل میں اثر کرتی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام   دل ترا می طلبد دیدہ ترا می جوید

[میں آنکھ اور دل کو کس چیز کے ساتھ مشغول کروں کہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو تلاش کرتی ہے]

(۴) ہوش در دم: اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے سانس کا واقف رہے تاکہ وہ غفلت سے باہر نہ آئے۔ تیسرا کلمہ (نظر بر قدم) اس تفرقہ کو دور کرنے کیلئے ہے جو کہ آفاق سے اٹھتا ہے اور چوتھا کلمہ (ہوش در دم) انفسی تفرقہ کو دور کرنے کیلئے ہے۔

(۵ و ۶) یاد کرد اور یادداشت، سالک جبتک طریقت (تکلف و تصنع میں ہے اور حقیقت و ملکۂ حضور کے ساتھ نہیں ملا ہے (اس وقت تک) یاد کرد کے مقام میں ہے ؎

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار   می دار نہفتہ چشمِ دل جانبِ یار

[ہمیشہ ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر کام میں دل کی آنکھ کو پوشیدہ طور پر یار کی جانب رکھ]

اور جب حضور دائمی ہو جاتا ہے اور "یاد کرد" کے تکلف سے رہائی پا لیتا ہے اور ایسا ملکہ ہو جاتا ہے کہ نفی کرنے سے بھی نفی نہیں ہوتا تو (یہ حالت) "یادداشت" ہوتی ہے ؎

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دارم ہمہ جا باہمہ کس در ہمہ حال در دل زتو آرزو و در دیدہ خیال

[میں ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں دل میں تیری آرزو اور آنکھ میں تیرا خیال رکھتا ہوں]

اور "یادداشت" کے دوسرے معنی بھی ہیں جو کہ نہایت اعلیٰ ہیں اور وہ معنی اس مکتوب کے لائق نہیں ہیں۔

(۷) **وقوفِ قلبی** یہ ہے کہ دل کا نگہبان و واقف رہے اور ایک توجہ و نظر اس پر رکھتا ہے اور ذکر کو ترک کرے تاکہ تفرقہ اس میں راہ نہ پائے اور وہ ماسوا کے نقوش کے ساتھ منقش نہ ہو جائے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ دل بیکار نہیں ہے یا ماسویٰ کے ساتھ ملا ہوا ہے یا مطلوب کے ساتھ اٹکا ہوا ہے، آدمی جب تک بیدار ہے ظاہری حواس جو کہ جاسوس ہیں عالم (دنیا) کی خبریں دل کو پہنچاتے ہیں اور تفرقہ میں رکھتے ہیں اور جب سو جاتا ہے تو باطنی حواس یہ کام کرتے ہیں اور دل کو پریشان رکھتے ہیں اور جب صاحبِ دل شخص اپنے دل کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو گویا اس توجہ سے ایک قلعہ اس کے دل کے گرد پیدا ہو جاتا ہے اور عالم (دنیا) کی خبروں کو دل تک پہنچنے نہیں دیتا، اس وقت میں دل انتہائی مقصد کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے کیونکہ بیکاری اس کے حق میں ناپید ہے جب اس طرف سے روک دیا گیا تو اس طرف توجہ کئے بغیر چارہ نہیں رکھتا، مذکور کے ذکر و توجہ کا محتاج نہیں ہے، دل کو دشمن سے باز رکھ، دوست کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے، آئینہ سے زنگ دور کر، نور کے ظہور کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں نے حضرت عالی (مجدد الف ثانیؒ) سے سنا ہے کہ اگر کسی کو قلبی ذکر اثر نہ کرے اور وہ شخص متاثر نہ ہو تو اس کو ذکر سے روک کر محض وقوفِ قلبی کا امر کیا جائے اور (اس پر) توجہات کرنی چاہئیں تاکہ ذکر اثر کر جائے۔

(۸) **وقوفِ عددی** سے مراد یہ ہے کہ ذکر نفی اثبات کے عدد پر اس طرح پر جو کہ اس طریقہ میں مقرر ہے واقف رہے تاکہ ہر سانس میں طاق عدد کہے جفت نہ کہے۔

(۹) **مراقبہ** ترقب سے مشتق ہے، ترقب انتظار کو کہتے ہیں، پس مطلوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی حواس کو جمع کرنا مراقبہ ہے ؎

ہمہ چشمیم تا برون آئی ہمہ گوشیم تا چہ فرمائی

[ہم سب آنکھ ہیں (یعنی منتظر ہیں) تاکہ تو باہر آجائے اور ہم سب کان ہیں تاکہ (سنیں کہ) تو کیا فرماتا ہے]

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے مراقبہ بلی سے سیکھا ہے، اور مراقبہ کے ایک دوسرے معنی بھی ہیں اور وہ حق سبحانہٗ کی دائمی اطلاع کے ساتھ بندہ کا آگاہ و باخبر ہونا اور اس کو اس تعالیٰ شانہٗ کا حضور ہے خواجۂ بزرگ قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ مراقبہ کا طریق (راستہ) نفی و اثبات کے طریق سے اعلیٰ ہے اور جذبہ کے زیادہ قریب ہے، مراقبہ کے طریق سے وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے اور

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خواطر (دل کی باتوں) پر آگاہی اور موہبت (بخشش) کی نظر سے دیکھنا اور باطن کو منور کرنا مراقبہ کی ہمیشگی سے (حاصل ہوتا) ہے، مراقبہ کے ملکہ (مشق) سے دلوں کی دائمی جمعیت (سکون) اور دلوں کی دائمی قبولیت حاصل (ہوتی) ہے اور اس معنی کو جمع و قبول کہتے ہیں۔

(۱۰) سلطانِ ذکر یہ ہے کہ ذکر تمام بدن کو محیط ہو جاتا ہے اور ہر عضو دل کی طرح ذاکر اور مطلوب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے ؎

ہر دم بہ ہوائے تُست دمساز ہر موئے ز گیسوم بہ پرواز

[میں ہر دم تیری محبت میں سانس لے رہا (جی رہا) ہوں (اور) میرے گیسو کا ہر بال پرواز میں ہے]

(۱۱) رابطہ (سے مراد) دل میں پیر کی صورت کی حفاظت ہے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے رابطہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس جگہ کہ انھوں نے فرمایا ہے ع

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق [رہبر کا سایہ ذکرِ حق سے بہتر ہے]

یعنی یہ طریقہ (رابطہ) ذکر سے زیادہ نفع دینے والا ہے، اس کی تشریح یہ ہے کہ مرید بیچارہ چونکہ عالمِ سفلی (دنیا) کا گرفتار ہے (اس لئے) عالمِ علوی (عالمِ بالا) سے مناسبت نہیں رکھتا تاکہ اس (اللہ تعالیٰ کی) بارگاہ سے بلاواسطہ فیوض و برکات حاصل کرے کوئی ایسا واسطہ بننے والا شخص ہونا چاہیے جو دونوں جانب کا مالک ہو کہ عالمِ علوی سے کچھ حاصل کر کے عالمِ سفلی کی طرف دعوت و ارشاد کے لئے رُخ کئے ہوئے ہو اور پہلی مناسبت کی راہ عالمِ غیب سے فیوض اخذ کر کے دوسری مناسبت کی راہ سے جو کہ وہ عالمِ سفلی کے ساتھ رکھتا ہے اُن فیوض کو صاحبِ استعداد لوگوں تک پہنچائے اور مرید کے حق میں وہ واسطہ پیر ہے کہ جس نے غیب الغیب (ذاتِ حق) کے ساتھ بے کیف اتصال پیدا کر کے عالمِ شہادت (دنیا) کی طرف رجوع کیا ہے پس مرید مناسبت کی جسقدر زیادہ صوری پیر کے ساتھ رکھتا ہو گا اس کے باطن سے اسی قدر زیادہ فیض اخذ کریگا ؎

زاں روئے کہ چشمِ تست احول معبودِ تو پیرِ تست اول

[کیونکہ تیری آنکھ ایک چیز کو دو دیکھنے والی ہے (اس لئے) اول تیرا معبود تیرا پیر ہے]

اور جن چیزوں کے ذریعہ پیر کے ساتھ مناسبت حاصل ہوتی ہے وہ پیر کے ساتھ محبت و خدمت اور ظاہر و باطن میں اُس کے آداب کی رعایت اور عادات و عبادات میں اس کا اتباع اور اپنی مرادوں کو اس کی مرادوں کے تابع کرنا اور اپنے آپ کو اس کے حضور میں کالمیّت بین یدی الغسال [مردہ بدستِ غسال کی مانند] دیکھنا اور پیر میں فانی ہو جانا ہے، اور اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ فنا فی الشیخ فنا فی اللہ کا مقدمہ (تمہید) ہے' اور رابطہ کا طریقہ ان امور میں سب سے عظیم امر ہے اور (یہ) پیر کے ساتھ بہت ہی زیادہ مناسبت

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

پیدا کرتا ہے اور ان مذکورہ امور کو آسان کرنے والا ہے جو کہ مناسبت حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں اور رابطہ کی نسبت غالب آجاتی ہے تو (سالک) اپنے آپ کو عین پیر پاتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے لباس و صفت کے ساتھ موصوف پاتا ہے اور جدھر دیکھتا ہے پیر کی صورت کو دیکھتا ہے ؎

در و دیوار چو آئینہ شد از کثرتِ شوق ہر کجا می نگرم روئے تُرا می بینم

[کثرتِ شوق کی وجہ سے در و دیوار آئینہ کی مانند ہو گئے ہیں جس طرف بھی دیکھتا ہوں تیرا ہی چہرہ نظر آتا ہے]

ماسوی اللہ کی طرف التفات کرنے اور غیر اللہ کے شہود و شعور سے دل کو بیگانہ (خالی) کر دینا توحید[۱۲] ہے ؎

توحید بعرفِ صوفی صاحب سیر تخلیص دل از توجہ اوست بغیر

[صاحب سیر صوفی کی اصطلاح میں دل کو غیر اللہ کی طرف توجہ کرنے سے آزاد کرنا توحید ہے]

(۱۳) عدم (کا مطلب) جذبہ کی جہت میں فنا ہے اور یہ اپنے ساتھ اور اپنے اوصاف کے ساتھ شعور نہ ہونے سے عبارت ہے ——— (۱۴) وجودِ عدم، ایک بقا ہے جو کہ اس فنا پر مرتب ہوتی ہے، یہ فنا و بقا چونکہ اس جذبہ کی جہت میں ہے کہ جس کے ساتھ سلوک شامل نہیں ہوا ہے اس لئے وجودِ بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ نہیں ہے پس اس کے ساتھ ولایت حاصل نہیں ہوتی، اور فنا و بقائے حقیقی ہی ہے کہ جس کے ساتھ ولایت وابستہ ہے اور عودِ مذکور سے محفوظ ہے اور دوام اس کے لئے ضروری ہے ——— (۱۵) فنائے حقیقی، اس (اللہ) تعالیٰ کے ماسوا کا نسیان اور غیر اللہ کے علم کا زوال ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اگر اشیاء کے علمِ حصولی کا زوال ہے تو (یہ) فنائے قلبی ہے اور اگر علمِ حضوری کا زوال ہے کہ جس سے مراد نفسِ حاضر (سالک کی اپنی ذات) ہے تو فنائے نفس ہے ——— (۱۶) اور وجودِ فنا وہ بقا ہے جو کہ اس فنا پر مرتب ہوتی ہے اور (سالک) ولادتِ ثانیہ سے وجودِ موہوب کے ساتھ موجود ہو جاتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے اسی معنی میں فرمایا ہے کہ وجودِ عدم وجودِ بشریت کی طرف عود کرتا ہے لیکن وجودِ فنا وجودِ بشریت کی طرف عود نہیں کرتا ——— (۱۷) بازگشت سے مراد یہ ہے کہ نفی و اثبات کے ذکر کے بعد مقررہ طریقہ پر زبانِ دل سے کہے کہ "اے اللہ! میرا مقصود تو ہی ہے اور میری رضا تجھ ہی سے ہے۔" [۱]

عدم و وجودِ عدم و فنائے حقیقی و وجودِ فنا کی تشریح

عدم[۱] جو اس سلسلۂ عالیہ کے اکابر کی عبارتوں میں آتا رہتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو اسمِ الٰہی جل سلطانہٗ عارف کا مبدأ تعین ہے اس اسمِ الٰہی کی ہستی کا پردوں کے پیچھے سے سالک کی قوتِ مدرکہ پر جذب و محبت کی راہ سے اس طرح وارد ہوتا ہے کہ سالک کی ہستی اس کے پہلو میں چھپ جائے اور سالک اپنے آپ کو اور اپنی صفات کو گم کر دے اور نہ پائے ———

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۶۵۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور وجودِ عدم[۲] سے مراد اس ہستی (اسمِ الٰہی) کے ساتھ متحقق ہونا ہے یعنی (وجودِ عدم سے مراد) وہ وجود اور بقا ہے جو کہ عدم پر مترتب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وجودِ عدم سے مراد حالتِ عدمیہ کے ساتھ متحقق ہونا ہو یعنی سالک میں صفتِ عدم کا پیدا ہونا اور یہ عدم اور وجودِ عدم پہلے معنی کے لحاظ سے جذبہ کی جہت میں فنا و بقا ہے اس ظہور کو دوام نہیں ہے پس جو فنا و بقا اس پر مترتب ہوگی وہ بھی دائمی نہیں ہوگی اور وجودِ بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ نہ ہوگی جبتک وہ ظہور کائن (ہورہا) ہے سالک کی ہستی پوشیدہ ہے اور جب وہ ظہور پوشیدہ ہو جائے گا بشریت کا وجود لوٹ آئیگا ــــــ فنائے[۳] حقیقی سے مراد عارف پر مطلوب کی ہستی کا غالب آنا ہے کہ عارف اپنے اخلاق و اوصاف کو مطلوب کے اخلاق و اوصاف کا پرتو پائے یہانتک کہ اپنے سب اخلاق و اوصاف کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پاک بارگاہ میں پوری طرح حوالہ کردے اور ہر قسم کے انتسابات سے خالی ہو جائے اور کوئی نسبت بھی اس کی طرف راہ نہ پائے ــــــ

وجودِ[۴] فنا اس بقا سے عبارت ہے جو اس فنا پر مترتب ہوتی ہے اور (سالک) ولادتِ ثانیہ کے ساتھ وہبی وجود سے موجود ہو جاتا ہے، اس فنا اور بقا کے لئے دوام لازم ہے اور وجودِ بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ ہے۔ پہلی صورت میں سالک کا پوشیدہ ہو جانا ہے اور دوسری صورت میں سالک کا نفی ہونا ہے اور ان دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے اس لئے کہ چھپی ہوئی چیز کبھی کبھی ظاہر ہو جاتی اور عود کر آتی ہے اور جو چیز زائل ہو گئی وہ عود نہیں کرتی، پہلی قسم کی فنا مقصود نہیں اور ولایت اس سے وابستہ نہیں ہے اور دوسری قسم کی فنا مقصود ہے اور ولایت اس کے ساتھ مشروط ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ طالب پہلی قسم کی فنا کو دوسری قسم کی فنا کے ساتھ خلط ملط کر دیتا ہے اور خود کو وجودِ عدم کے ساتھ حقیقی فانی تصور کرتا اور کامل جانتا ہے اور اِس کو اُس فرق کی طرف ہدایت حاصل نہیں ہوتی، اور یہ مقام بھی منجملہ ان مقامات کے ہے جن میں سالک کا قدم ڈگمگا جاتا ہے، اس حالت میں اللہ تعالیٰ جل سلطانہٗ کی عنایت سے ایسا پیرِ کامل و مکمل ہونا چاہئے جو کہ جذبہ و سلوک دونوں طریقوں سے تربیت پاکر (اس راستہ کی) انتہا تک پہنچا ہوا ہو تاکہ اس بیچارے بے دست و پا کو اس گرداب سے نجات دلائے اور اس کے نقص کی نشاندہی کرے اور فنائے حقیقی کی طرف رہنمائی کرے[۱]

عدم و فنا میں فرق | عدم وہ فنا ہے جو اس جذبہ کی جہت میں ظاہر ہوتی ہے جس کے ساتھ سلوک ملا ہوا نہیں ہے اس وقت میں وہ اپنے آپ کو اور اپنی صفات کو نہیں پاتا اور گم کر دیتا ہے۔ وجودِ عدم سے مراد وہ بقا ہے جو کہ اس فنا و عدم پر جہتِ مذکورہ (جذبۂ بے سلوک کی جہت) میں مرتب ہوتی ہے اور فنا سے

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفترِ اول مکتوب ۱۲۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مراد مطلوب کی ہستی کا عارف پر اس قدر غلبہ ہو جاتا ہے کہ عارف اپنے اوصاف و اخلاق کو مطلوب کے اوصاف و اخلاق کا پَرتو پاتا ہے اس حد تک کہ سب کو اس بارگاہِ قدس کے بالکل حوالہ کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو سب سے خالی پاتا ہے پس پہلی صورت (یعنی عدم) میں اوصاف کا استتار (چُھپ جانا) ہے جو کہ فنا کرنے والا نہیں ہے اور دوسری صورت (فنا) میں (اوصاف کا) ازالہ (زائل کرنا) ہے جو کہ فنا کرنے والا ہے عنایتِ ازلی کے بغیر دشوار ہے کہ سالک اس فرق کی طرف ہدایت پا سکے اور استتار کو ازالہ سے جُدا کرے [۱]

فنائے لطائف وفناء الفنا کی تشریح | فنائے قلب کا کمال تجلیٔ افعال کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کا ان میں فنا ہونا اور ان کے ساتھ بقا حاصل کرنا ہے، اس فنا کے حاصل ہونے کے بعد دل کو ماسوائے حق سبحانہٗ سے نسیان اس قسم کا ہو جاتا ہے کہ اگر وہ برسوں تک ماسوا کو یاد کرے تو وہ ہرگز یاد نہ آئے اور (لطیفہ) روح کا کمال تجلیٔ صفات اور اس میں فنا و بقا کے ساتھ وابستہ ہے اور (لطیفہ) سِر کو شیون کے ساتھ مناسبت ہے جو کہ صفات کے اصول ہیں، اور (لطیفہ) خفی کو مرتبۂ تنزیہات و تقدیسات کے ساتھ مناسبت ہے اور (لطیفہ) اخفیٰ کو اس مرتبہ کے ساتھ مناسبت ہے جو کہ تنزیہات سے اوپر اور مرتبۂ ذات تعالیٰ و تقدس سے بہت نیچے ہے اور ان تین قسم کے لطیفوں (سر و خفی و اخفیٰ) کا کمال ان میں سے ہر ایک کے مناسب کمالاتِ ذاتیہ تک پہنچنے سے وابستہ اور اس معنی کے ساتھ فنا و بقا کا حاصل ہوتا ہے۔

آپ نے فناء الفناء اور وحدت الوجود کے بارے میں پوچھا تھا۔ آپ جان لیں کہ فنا حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی ہستی کے باطن پر اس حد تک غالب آجانے سے عبارت ہے کہ ماسوا سے پوری طرح رہا کر دے اور اس کو بُھلا دے، اگر سالک کو اپنی فنا کا علم ہے تو اس کو فنا کہتے ہیں اور اگر یہ علم بھی زائل ہو جائے اور باقی نہ رہے تو یہ فنائے فنا ہو گی۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ فنائے فنا داخلِ فنا ہے کیونکہ فنا کا علم ماسوا کے علم میں داخل ہے پس اس علم کے باقی رہنے کی صورت میں ماسوا کا نسیان کلی طور پر نہیں ہوتا اور فنا حاصل نہیں ہوتی اور وحدتِ وجود صوفیۂ عالیہ کے طریق پر یہ ہے کہ ممکن کے وجود کو واجب تعالیٰ کے وجود کے ساتھ متحد دیکھے اور فرق مطلق اور مقید ہونے کے ساتھ سمجھے [۲]

تجلیٔ ذات و تجلیٔ صفات کے درمیان فرق | آپ نے تجلیٔ ذات و تجلیٔ صفات کے درمیان فرق دریافت کیا تھا میرے مخدوم! تجلیٔ صفات یہ ہے کہ اپنی صفات کو صفاتِ واجبی (تعالیٰ) کے ظلال و عکوس پائے اور اس تجلی کا کمال یہ ہے کہ یہ ظلال و عکوس اپنے اصول کے ساتھ مل جائیں اور اپنے آپ کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ ہے عدمِ صرف کے ساتھ ملحق پائے اس وقت نفس انانیت (میں پن) و سرکشی و امارگی سے پاک اور فنا سے

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۸۲ [۲] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۷۳۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مشرف ہو جاتا ہے۔ ع

ایں کارِ دولت ست کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

تجلّیٔ ذات کے بارے میں کیا لکھے کہ (یہ) ذوقی و وجدانی ہے صحیح طور پر بیان نہیں کی جاسکتی۔ شیخ علی محی الدین ابنِ عربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ تجلّیٔ ذات متجلی لہٗ کی صورت کے بغیر نہیں ہوتی پس متجلی لہٗ حق کے آئینے میں اپنی صورت کے سوا نہیں دیکھتا اور وہ حق (سبحانہٗ) کو نہیں دیکھتا اور ممکن نہیں ہے کہ وہ اس (حق سبحانہٗ) کو دیکھے ــ اور ہمارے حضرت عالی (مجدّد الفِ ثانی) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ نے لکھا ہے کہ "وہ تجلّی (جس کو شیخ ابنِ عربی قدس سرہٗ نے تجلّیٔ ذات کہا ہے) تجلّیٔ ذات کی دہلیز ہے (تجلّیٔ ذات نہیں ہے) تجلّیٔ ذات اس کے ماوراء ہے کیونکہ یہ تجلّی شیوناتِ ذات میں سے ایک شان ہے اور یہ آئینہ کہ جس میں اس نے اپنی صورت کو دیکھا ہے شیون میں سے ایک شان ہے نہ کہ ذات تعالیٰ"۔ [۱]

محبت ذاتی وصفاتی وافعالی آپ نے محبتِ ذاتی وصفاتی وافعالی ومحبوبیت ومُحبّیت کے بارے میں پوچھا تھا آپ جان لیں کہ (جس طرح) حضرت حق جل وعلا اپنی ذات کو دوست رکھتا ہے اسی طرح اپنی صفات و افعال کو بھی دوست رکھتا ہے اور اپنے اسماء وصفات کے ظلال کو بھی دوست رکھتا ہے اور ان افرادِ محبت میں سے ہر ایک فرد دو اعتبار رکھتا ہے محبوبیت ومحبیت، کمالاتِ محبوبیتِ ذاتیہ کا ظہور حضرت حبیب (محمد مصطفےٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں ہے اور کمالاتِ محبیتِ ذاتیہ کا ظہور حضرتِ کلیم (موسیٰ) علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں ہے اور محبوبیتِ اسماء وصفات کا ظہور ان کی محبیت کی طرح دوسرے انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات والبرکات میں ثابت ہے اور محبوبیت و مُحبیّت ظلالِ اسماء وصفات کا ظہور محبوبین ومحبین اولیاء میں موجود ہے [۲]

عروج ونزول، سیرالی اللہ وفی اللہ اور سیر عن اللہ باللہ وسیر فی الاشیاء باللہ آپ نے عروج ونزول اور سیرالی اللہ وفی اللہ کے معنی دریافت کئے تھے، آپ جان لیں کہ عروج رو بحق ہونے کو اور نزول رو بخلق ہونے کو کہتے ہیں، سیرالی اللہ چونکہ دائرۂ امکان کا طے کرنا ہے، اور سیر فی اللہ اسماء وصفاتِ واجب تعالیٰ وتقدست میں سیر ہے اس لئے یہ دونوں (قسم کی) سیر جانبِ عروج میں ہے اور دوسری دو قسم کی سیر یعنی سیر عن اللہ باللہ وسیر فی الاشیاء باللہ جانبِ نزول میں ہے۔ دیگر فنا وبقا حقیقت میں صفاتِ ذمیمہ کا صفاتِ حمیدہ کے ساتھ بدل جانا ہے ورنہ بندہ کسی جگہ نہیں جاتا اور احکامِ بندگی اس سے ساقط نہیں ہوتے اور بقا کی جانب میں بھی بندہ حق (سبحانہٗ) نہیں بن جاتا۔ حقائق کا بدل جانا محال ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فانی شخص فنا کے

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۳۷ [۲] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۳۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وقت میں اپنے آپ کو محو و لاشئے پاتا ہے اور وہ اپنی ذات وصفات سے کوئی نام ونشان نہیں دیکھتا اس کی کیا وجہ ہے؟ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ اوصافِ ذمیمہ لطیفۂ نفس میں کامل استحکام رکھتے ہیں اور انانیت (میں پن) غرور و سرکشی، نافرمانی اور جہلِ مرکب کہ اس نے عارضی کمالات کو خود اپنے سمجھ کر اپنے آپ کو کامل و خیر یقین کیا ہے (یہ مذکورہ صفات) اس کی ذات کے قائم مقام بن گئے ہیں اس لئے ان صفات کا زوال ذات کا زوال متصور ہونے لگتا ہے اور اس (نفس) کے مطمئنہ ہونے کو حقیقت کا بدل جانا سمجھنے لگتا ہے فَہِمَ مَنْ فَہِمَ (سمجھ گیا جو سمجھ گیا) ۔ ۱؎

حضور وغیبت آپ نے مبتدی و منتہی کے حضور اور ان دونوں کی غیبت اور قبض وبسط کے بارے میں پوچھا تھا، آپ جان لیں کہ مبتدی کا حضور ایک ایسا حضور ہے کہ جس کے پیچھے غیبت ہے اور متوسط کا حضور ایک ایسا حضور ہے کہ جس کے پیچھے غیبت نہیں ہے اور ان دونوں (قسم کے) حضور میں حاضر (صاحبِ حضور) کا وجود درمیان میں ہے اور اس (وجود) کو فنا حاصل نہیں ہوئی ہے۔ منتہی کا حضور ایک ایسا حضور ہے کہ ذات حاضر درمیان میں نہیں ہے، حاضری وحضور کی صفت کے بغیر ایک خود بخود حضور ہے اور شاہدی و مشہودی کے وصف کے بغیر ایک شہود ہے مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا] مبتدی کی غیبت ذاکر کی حقیقتِ جامعہ پر جو کہ حس وشعور کا مقام ہے سلطانِ ذکر کے غلبہ کے ذریعہ حس سے اس کی غیبت ہے، منتہی کی غیبت تجلیاتِ ذاتیہ وصفاتیہ کے غلبہ کے وقت اپنی ذات وصفات سے اس کی غیبت اور اس ہستیٔ موہوم پر ہستیٔ حقیقی کے غلبہ کے وقت اس کا چھپ جانا بلکہ معدوم ہو جانا ہے، اور دوسرے لفظوں میں ہم کہتے ہیں کہ مبتدی کی غیبت اس کے باطن سے ذکر و حضور کا چھپ جانا ہے اور منتہی کی غیبت اس کے ظاہر کا باطن کے معاملہ سے پردہ میں آجانا ہے کیونکہ اس کے باطن کو غیبت نہیں ہے وہ جو کچھ رکھتا ہے دوام کے طور پر رکھتا ہے ۲؎

قبض وبسط قبض وبسط اربابِ قلوب کو ہوتی ہے جو کہ مبتدی ہیں، قلب جب تک مقامِ تلوین میں ہے قبض و بسط کا مورد ہے جب وہ تمکین سے جا ملا قبض وبسط سے رہائی پا گیا۔ منتہی کو یہ قبض وبسط نہیں ہے جو صوفیہ کی اصطلاح میں مستعمل ہے، اس کو تمکین و یک رنگی کے باوجود بعض عوارض کے پیش آنے کے باعث بے مزگی و بے حلاوتی پیش آتی ہے اور کبھی صفائی وقت ظاہر ہوتی ہے اس پر قبض وبسط کا اطلاق مجاز کے طور پر کیا جاتا ہے اگرچہ طلاق بھی مشہور و آشکارا ہے ۳؎

قبض وبسط کی حقیقت اگر کبھی قبض پیش آئے تو اس سے پریشان نہیں ہونا چاہئے کیونکہ سالکوں کو سلوک کے دوران قبض پیش آتا ہے اور ان کی ترقی کا باعث ہوتا ہے، اور قبض وبسط دونوں احوال میں داخل ہیں گویا اس راستہ کے ارکان سے ہیں، قابض و باسط ہر ایک اسماءِ الٰہی سے ہے سالک کبھی ایک اسم کا مورد ہوتا ہے

۱؎ تا ۳؎ مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۳۷ -

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور کبھی دوسرے اسم کا مظہر (ہوتا) ہے، لیکن قبض و بسط کا معاملہ اس وقت تک ہے جبتک کہ سالک احوال کی تلوینات میں ہے اور جب معاملہ تلوین سے تمکین میں آجاتا ہے تو قلب اور تمام لطائفِ عالَمِ امر احوال کی تلوین سے رہائی پا لیتے ہیں اور قبض و بسط کی لوٹ پھیر سے آزاد ہو جاتے ہیں اس وقت نسبتِ باطن زوال و خلل سے محفوظ ہو کر دوامِ وقت اور استمرارِ حال سے متصف ہو جاتی ہے اس وقت اگر قبض ہے تو ظاہر پر ہے اور وہ باطن و لطائف میں سرایت نہیں کرتا سلہ

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین آپ نے علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے بارے میں پوچھا تھا۔ آپ جان لیں کہ علم الیقین اثر سے مؤثر کی طرف استدلال ہے اور عین الیقین کا مؤثر کا اثر کے پردہ کے بغیر شہود ہے اور شہود میں اس حد تک فنا اور معدوم ہوتا ہے کہ شاہدی و مشہودی کی صفت سے خالی ہو اور حق الیقین اس سے متصف ہوتا ہے اور یہ بقا و شعور کا مقام ہے جیسا کہ دھوئیں سے آگ کا پتہ لگانا (علم الیقین) اور آگ کا مشاہدہ کرنا (عین الیقین) اور عین آگ ہو جانا (حق الیقین) ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ علم و عین ایک دوسرے کے حجاب ہیں علم کے وقت عین نہیں ہے اور جب عین آگیا تو علم جاتا رہا اس لئے کہ فانی و مستہلک حیرت و جہل کے ساتھ متصف ہے جو کہ علم و دانش کے منافی ہے اور مرتبۂ حق الیقین میں یہ حجابیت نہیں ہوتی اور شہود و علم آپس میں جمع ہوتے ہیں کیونکہ یہ شعور و بقا کا مقام ہے اور یقین کے یہ تینوں درجے اس وقت تک ہیں جب تک کہ سالک کی سیر اصول میں ہے جو کہ مقامِ ولایت سے تعلق رکھتے ہیں اور جب معاملہ اصول سے اوپر چلا جاتا ہے اور بساطتِ صرف پیش آتی ہے تو یہ درجات کوتاہی کرتے ہیں اور فنا و بقا راستہ میں رہ جاتی ہیں سٹہ

قربِ نوافل و قربِ فرائض کے معنی (آپ) نے دریافت کیا ہے کہ قربِ نوافل و قربِ فرائض کے معنی کیا ہیں اور کفرِ شریعت و کفرِ طریقت کیا ہے اور ہر ایک کی علامات کیا ہیں؟ ۔ آپ جان لیں کہ قُربِ نوافل وہ قرب ہے جو عباداتِ نافلہ پر مرتب ہوتا ہے اور چونکہ نوافل میں عابد کا وجود درمیان میں ہے (اس لئے) جو قُرب کہ اس پر مرتب ہوگا وہ ایسا قرب ہوگا کہ وجودِ سالک درمیان میں رہے گا یہ قرب فنا کرنے والا نہیں ہے اس لئے کہ صاحبِ قرب کا وجود ابھی تک درمیان میں ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ قربِ نوافل وہ ہے کہ بندہ فاعل ہو اور حق جلّ و علا اس کے فعل کا آلہ ہو، حدیثِ قدسی میں آیا ہے: لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّ بَصَرًا وَّ یَدًا وَّ رِجْلًا سٹہ [میرا بندہ نوافل کے ذریعہ ہمیشہ مجھ سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہانتک کہ میں اُس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور

سلہ مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۲۱۔ سٹہ ایضاً سوم مکتوب ۱۳۷۔ سٹہ یہ حدیث صحیح بخاری میں مروی ہے اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے اس کو اختصار کے ساتھ اور بالمعنیٰ نقل کیا ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

پاؤں بن جاتا ہوں] اور اس کی تائید کا مضمون ایک اور روایت میں آیا ہے فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ [پس وہ مجھ ہی سے سنتا ہے اور مجھ ہی سے دیکھتا ہے] اور قربِ فرائض میں چونکہ محض امرِ الٰہی تعالیٰ شانہٗ کی تعمیل ہے وجودِ عارف درمیان میں نہیں ہے، پس جو قرب کہ اس پر مرتب ہوتا ہے وہ ایسا قرب ہوتا ہے کہ عارف کا وجود اس کے درمیان میں نہیں ہوتا، اس لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ قربِ فرائض وہ ہے کہ حق تعالیٰ فاعل ہو اور بندہ اس فعل کا آلہ ہو، جیسا کہ وارد ہوا ہے اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ [حق عمرؓ کی زبان پر بولتا ہے] بولنے والا حق ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کی زبان آلہ سے زیادہ نہیں ہے اور نیز وارد ہوا ہے [اِتَّقُوْا غَضَبَ عُمَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ یَغْضَبُ [عمرؓ کے غصے سے ڈرو اس لئے کہ بیشک (ان کے غصہ کے وقت) اللہ تعالیٰ غصہ کرتا ہے] پس قربِ فرائض سالک کے وجود کو فنا کرنے والا ہے اور قربِ نوافل فنا کرنے والا نہیں ہے اور جمع بین القربین (دونوں قربوں میں جمع) یہ ہے کہ فاعل و آلہ دونوں حق تعالیٰ ہی ہو اور بندہ درمیان میں کچھ نہ ہو اور آیۂ کریمہ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی [(اے) اور (کنکریوں کو) آپ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے (ان کو) پھینکا] میں ان تینوں (قسم کے) قرب کی طرف اشارہ ہے [1]

کفرِ شریعت اور کفرِ طریقت کی تشریح کفرِ شریعت وہ ہے کہ بندہ کسی ایسے امر کا مرتکب ہو جس کا ارتکاب شریعتِ منورہ میں کفر ہو اور وہ شخص شریعت کے حکم سے کافر ہو جائے اور کفرِ طریقت مرتبۂ جمع سے عبارت ہے کہ اس مقام میں اسلام کی خوبی اور کفر کی برائی میں تمیز سالک کی نظر سے اٹھ جاتی ہے اور وہ سب کو صراطِ مستقیم پر سمجھتا ہے۔ (چند سطور کے بعد) اس مقام میں سُکر ہر وقت دامنگیر ہے، محبت کی بیخودی کے باعث سالک اچھے اور برے کے درمیان تمیز نہیں رکھتا اور جب سکر سے صحو میں آتا ہے اور بیخودی سے ہوش اور عدمِ تمیز سے تمیز کی طرف مائل ہوتا ہے تو (اُسوقت) اسلام کو اچھا اور کفر کو برا جانتا ہے اور اسلامِ حقیقی کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے اور کفر سے بیزاری ظاہر کرتا ہے پس کفرِ طریقت اسلامِ حقیقی کا زینہ ہوا [2]

کمون و بروز کی کیفیت آپ نے لکھا تھا کہ "دل میں بلکہ تمام اعضا اور بال بال میں تیری (حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی) صورت محبت کے ساتھ بلاقصد آتی ہے اور بہت زیادہ حلاوت و ذوق بڑھاتی ہے اس کے بعد میری صورت ہو بہو تیری صورت ہو جاتی ہے خاصکر توجہ کرنے کے وقت الخ"۔ میرے مخدوم! اس کیفیت کے ساتھ متصف ہونا کمالِ مناسبت کی خبر دینے والا ہے، شاید کہ ایک حقیقت کا اتحاد اور دوسری حقیقت کے ساتھ لحوق ہونا حاصل ہوا ہے جو کہ صورت کے اتحاد کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔ ع — در عشق چنیں بو العجبیہا باشد — [عشق میں ایسی ہی بو العجبیاں ہوتی ہیں] — بزرگوں نے جو کمون و بروز فرمایا ہے وہ گویا اسی قسم سے ہے [3]

---

[1] و [2] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۳۷ [3] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۹۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کمالاتِ نبوت اور منصبِ نبوت میں بڑا فرق ہے | امت کے بعض خاص افراد کو تبعیت و وراثت کے طور پر کمالاتِ نبوت کے حاصل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خاص فرد نبی ہو جائے یا نبی کے برابر ہو جائے کیونکہ کمالاتِ نبوت کا حاصل ہونا اَور بات ہے اور منصبِ نبوت کا حاصل ہونا اور بات ہے جیسا کہ اس معنی کی تحقیق حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے مکتوباتِ قدسی آیات میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے [1]

قطبِ مدار، قطبِ ارشاد و صاحبِ نسبتِ قیومیت سے الگ ہوتا ہے | آپ نے پوچھا تھا کہ صاحبِ نسبتِ قیومیت کے عہد میں قطبِ مدار اس کے علاوہ ہوتا ہے یا یہ منصب اسی کے سپرد ہوتا ہے"۔ (جواب) آپ جان لیں کہ قطبِ ارشاد اس کے علاوہ نہیں ہوتا، ہاں مختلف علاقوں کے اقطاب جو کہ جزوی اقطاب ہیں اگر اس کے عہد میں ہوں تو گنجائش رکھتا ہے بلکہ واقع ہے اور وہ (صاحبِ نسبتِ قیومیت) بمنزلہ کل ہے اور یہ (اقطابِ علاقہ) اس کے انوار و برکات سے مستفیض و مستفید ہیں لیکن قطبِ مدار اس کے علاوہ ہوتا ہے کیونکہ اس کے لئے گوشہ نشینی و تنہائی ناگزیر ہے، کہتے ہیں کہ آں سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں قطبِ مدار تھا اور وہ صحبت کے شرف سے بھی کبھی کبھی مشرف ہوتا تھا لیکن کوئی شخص اس کو نہیں پہچانتا تھا الا ما شاء اللہ تعالیٰ [2]

شیخ کے لئے ضروری امور

شیخ کیلئے ضروری آداب | آپ نے اپنے مریدوں کے بعض احوال تحریر فرمائے تھے، محمد ہاشم اور فاضل کے احوال سنجیدہ اور عمدہ ہیں، تھوڑے عرصہ میں بہت کم طالبین اس قسم کے احوال کی طرف ہدایت پاتے ہیں اس قسم کے طالبین کو بیکار نہیں چھوڑنا چاہئے اور کام (معمولات) پر پابند کرنا چاہئے اور ان کی تربیت میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھنی چاہئے، نفیس جوہر کمیاب ہوتا ہے اس کی قدر کرنی چاہئے اور جو شخص شغل (ذکر وغیرہ) طلب کرے اس کو شغل میں لگا دیں اور حلقہ کو سرگرم رکھیں اور جس شخص کو ذکر اثر نہ کرے اس کو ذکر کرنے سے روک دیں اور محض وقوفِ قلبی کا امر کریں جب وہ کچھ عرصہ اس طریقہ پر مداومت کریگا امید ہے کہ ذکر سہولت کے ساتھ اثر کرے گا لیکن توجہات سے اس کو محروم نہیں رکھنا چاہئے اور احبابِ طریقہ کو بعض ضروری آداب کی طرف رہنمائی کرتے رہیں، طریقے کے فیوض و برکات کا حاصل ہونا آداب کی رعایت کے بغیر میسّر نہیں ہے، آپ نے سُنا ہو گا کہ کوئی بے ادب خدائے تعالیٰ جلّ وعلا تک نہیں پہنچا ہے، آداب کی رعایت نہ ہونے پر ضرر کا پلّہ غالب ہے (اور) نفع رُک جاتا ہے۔ دیگر چاہئے کہ اوقات کی پابندی میں کوشش کریں اور اہم کاموں میں صرف کریں ایسا نہ ہو کہ فضول کاموں میں صرف ہو جائیں اور لوگوں کے ساتھ زیادہ میل جول

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۹۲۔ [2] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۴۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

رکھنے سے پرہیز کرتے رہیں کیونکہ اس سے باطنی نسبت کی رونق جاتی رہتی ہے، نیک نیتی کے بغیر مخلوق کے ساتھ صحبت رکھنا خالق تعالیٰ سے قطع تعلق کا سبب ہے، کسی بزرگ نے کہا ہے: لا تصحب الاشرار ولا تقطع عن اللہ بصحبۃ الاخیار [یعنی بُروں کے ساتھ صحبت مت رکھ اور نیکوں کے ساتھ ایسی صحبت رکھ کہ تو حق جل وعلا سے منقطع نہ ہو جائے] اور آپ مریدوں اور طالبوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں کہ ان کی نظر میں بارعب اور باوقار معلوم ہوں، اسقدر شوخ و بے باک نہ ہو جائیں کہ جرأت و گستاخی کا سبب بن جائے اور اُن کے معمولات میں خلل آجائے ۔ لہ

توجہ کرنے کا طریقہ | آپ نے لکھا تھا کہ "تونے توجہ کا طریقہ مجھ سے بیان نہیں کیا"۔ میرے مخدوم! توجہ ایک واضح امر ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں جس طرح آپ اپنے دل کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اسی طرح طالب کے دل کی جانب توجہ کرنی چاہیئے، احباب کے حلقہ میں بیٹھیں، خود کو درمیان میں نہ دیکھیں اور بزرگوں کے باطن کی طرف متوجہ رہیں۔ اوقات کو آباد رکھنے اور بشریت کے وجود کی نفی کرنے میں دل و جان سے کوشش کریں ۔ ۲ھ

طریقۂ توجہ کی ایک تشریح | دیگر یہ کہ مرشد (پیر) کا طالب کی طرف توجہ کرنا اسمِ ذات اور نفی و اثبات کے ذکر میں یکساں ہے اس کے باطن پر توجہ کرنی چاہیئے، توجہ کرنے والے کو ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے اور جس کی طرف توجہ کی جائے اس کو جس طریقہ پر امر کیا گیا ہے اس میں مشغول رہنا چاہیئے ۔ ۳ھ

سیر و سلوک سے مقصود پیری مریدی نہیں بلکہ بندگی کا حق ادا کرنا ہے | میرے مخدوم! اگرچہ صحبت بہت بڑی تاثیر رکھتی ہے لیکن غائبانہ محبت بھی باطنی کیفیات کو جذب کرتی ہے اور فیض کے راستے کو کھولتی ہے۔ ع

بوئے جنسیت کند جذبِ صفات [ہم جنس ہونے کی بُو صفات کو جذب کرتی ہے]

معمولاتِ عبادت پر اچھی طرح عمل کرتے رہیں اور مولائے حقیقی جلّ شانہٗ کی طاعت میں خوب ہمت سے کام لیں اور گوشہ نشینی کی طرف راغب رہیں اور ضرورت کے مطابق مخلوق کے ساتھ میل جول رکھیں بلاضرورت ان کے ساتھ صحبت رکھنا زہر قاتل ہے البتہ طالبین کے ساتھ صحبت رکھیں اور افادہ و استفادہ کے مطابق ان کے ساتھ میل جول رکھیں . . . . . اور اپنے احوال کا علم نہ ہونے اور دوستوں کے احوال (معلوم ہونے) سے غمگین نہ ہوں کیونکہ مقصود احوال ہیں، احوال کا علم اگر دیدیا جائے تو نعمت ہے اور اگر نہ دیا جائے تو کوئی غم نہیں ہے جس کسی کا آپ سے حصہ ہے وہ ضرور آپ سے فیضیاب ہو جائے گا۔ سیر و سلوک سے مقصود پیری و مریدی نہیں ہے اس سے مقصود نفس کی روک ٹوک کے بغیر بندگی کے وظائف کا ادا کرنا ہے اور نیز

لہ مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۳ ۲ھ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۲۵۱ ۳ھ ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۳۱۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مقصود فنائیت و محویت ہے اور نفسِ امارہ کی سرکشی اور خودی کا زائل ہونا ہے کہ معرفت اس سے وابستہ ہے جو کوئی اس شخص کی طرف رجوع کرتا اور انابت لاتا ہے وہ اس کو حق سے باز رکھ کر اپنے ساتھ مشغول کرتا ہے اور جو کوئی (اس کی طرف) رجوع نہیں کرتا وہ اس کو حق کے ساتھ رکھتا ہے اس کا ممنون ہونا چاہیئے۔[1]

نفی اثبات کے معنی ہر زبان میں سکھا سکتے ہیں آپ نے لکھا تھا کہ "بعض اہلِ ہند کے لئے نفی و اثبات کے معنی فارسی زبان میں مشق کرنا دشوار ہے ہندی (زبان) میں کہنا جائز ہے یا نہیں"؟ ۔میرے مخدوم! ابھی تک بزرگوں سے معلوم نہیں ہے کہ ہندی میں کسی شخص کو سکھایا ہو، ہم بھی اس قسم کے لوگوں کو جو فارسی میں سکھاتے ہیں تو وہ تھوڑی سی محنت سے یاد کر لیتے ہیں اگر کسی پر بہت زیادہ دشوار ہو تو ہندی میں بتا دیں، اہلِ عرب کو جو ہم بتاتے ہیں تو عربی زبان میں بتاتے ہیں اور لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللہ سے دلالت کرتے ہیں۔[2]

اقسامِ اجازتِ طریقت آپ جان لیں کہ طریقہ سکھانے کی اجازت دو قسم کی ہے ایک یہ کہ کسی کامل شخص کو خلافت دے اور مشیخت (پیر ہونے) کے مقام پر بٹھائے اور یہ وہ نہیں ہے جس کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں (اس لئے) شرائط کی ضرورت نہیں ہے۔ (اجازت کی) دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی کامل بزرگ کسی ناقص شخص کو اجازت دے اور اس مجاز (اجازت یافتہ شخص) اور اس کے مریدوں کے بعض فائدے اس ضمن میں ملحوظ رکھے اس صورت میں تمام شرائط درکار نہیں۔ ہمارے حضرت قطب المحققین (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے رسالہ مبداُ و معاد میں تحریر فرمایا ہے "کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کامل بزرگ کسی ناقص (مرید) کو طریقہ سکھانے کی اجازت دیتا ہے اور اس ناقص کے مریدوں کے اجتماع کے ضمن میں اس ناقص کا کام بھی تکمیل کو پہنچ جاتا ہے الخ" اور نیز اسی جگہ لکھا ہے کہ نقص اگرچہ اجازت کے منافی (خلاف) ہے لیکن (جب) کامل و مکمل بزرگ، ناقص کو اپنا قائم مقام بناتا ہے اور اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ جانتا ہے (تو اس) نقص کا ضرر دوسرے تک تجاوز نہیں کرتا، واللہ اعلم بحقائق الامور کلھا (اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کی حقیقتوں کا زیادہ جاننے والا ہے) اور جو اجازت کہ آپ کو دی گئی ہے ان دونوں قسم کی اجازت سے نیچے درجے کی ہے جو کہ چند اشخاص تک محدود ہے تاکہ آپ شغل و مراقبہ میں اکیلے نہ رہیں اور کچھ لوگ شریک ہو جائیں کیونکہ اس طریقہ عالیہ میں یہ معنی (مل کر ذکر و مراقبہ کرنا) بہت بڑا اثر رکھتا ہے اور ایک دوسرے میں فنا ہونے کی شرط کے ساتھ صحبت مطلق تنہائی سے بہتر ہے کیونکہ صحبت میں ایک کے فیوض دوسرے پر فائض ہوتے ہیں، اس قسم کی اجازت کو جو کہ محض سفارت (پیغام رسانی) ہے آپ مشیخت (پیری) اور بہت بڑا کام تصور کر کے اس سے گریز کر رہے ہیں۔[3]

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۳۶ [2] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۲۸ [3] ایضاً دفتر اول مکتوب ۶۱۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اجازت کی ایک قسم | جس قسم کی اجازت آپ کو دی گئی ہے اس کے موافق عمل کریں، اس قسم کی اجازت اس لئے (دی گئی) ہے تاکہ چند اشخاص ایک جگہ بیٹھ کر ذکر میں مشغول رہیں۔ ہمارے طریقہ میں تنہا بیٹھنے سے یہ روش بہتر ہے تاکہ ایک دوسرے کا فیض آپس میں ایک دوسرے پر منعکس ہو (اس قسم کی اجازت) مجازلہٗ (جس کو اجازت دی گئی ہے) کے کمال پر موقوف نہیں ہے صرف اسقدر ہے کہ وہ سرحلقہ ہو جاتا ہے، اس ضمن میں خود اس کی تربیت بھی ہے اور اس کے مریدوں کی تربیت بھی ہے[1]

اجازت وبیعت کا معاملہ خواب واقعہ سے صورت پذیر نہیں ہوتا بلکہ بیداری سے متعلق ہے | آپ نے لکھا تھا کہ "اگر واقعہ (حال) میں پیر کسی سالک کو تلقین (ذکر سکھانے) کی اجازت دیدے اور گزرے ہوئے بزرگوں کی ارواح بھی (اجازت) ظاہر ہو تو یہ اس سالک کے لئے تلقین کی اجازت ہے یا نہیں؟" — میرے مخدوم! طریقت کی تعلیم و تلقین کی اجازت ایک اہم معاملہ ہے خواب و واقعہ سے صورت پذیر نہیں ہوتا تاوقتیکہ بیداری میں اجازت نہ دیں صورت پذیر نہیں ہوتی، اور اسی طرح احوال و مواجید و قطبیت و فردیت و غوثیت وغیرہ جو کچھ کہ خوابوں اور واقعات (احوال) میں ظاہر ہو، ان کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔ احوال و مواجید میں سے جو چیز بیداری میں رونما ہو یہ شخص اس کا مالک ہے۔ قطب و غوث وہ شخص ہے جو کہ خارج و بیداری میں ان دونوں منصبوں کے ساتھ سرفراز ہو، اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خواب میں بادشاہ دیکھے تو وہ بادشاہ نہیں ہو جاتا تاوقتیکہ خارج میں بادشاہ نہ ہو[2]

مخلوق کا رجوع کمال کی دلیل نہیں | آپ نے لکھا تھا کہ مخلوق کا رجوع کرنا کمال کے ساتھ وابستہ نہیں ہے" ہاں اسی طرح ہے جبکہ مخلوق میں مقبول ہونا خالق تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہونے کی دلیل نہیں ہوتی کیونکہ باطل چیزوں کو بھی مخلوق کی مقبولیت حاصل ہے تو (یہ) کمال کی دلیل کیسے ہو سکتا ہے[3]

مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے | میرے مکرم! مخلوقِ خدا کا رجوع اور ان کی کارگذاری جو کہ عالمِ اسباب میں آپ کے سپرد کی گئی ہے ایک بہت بڑا کام ہے ہمت کو جمع اور نیت کو صحیح کرکے اس بزرگ کام میں لگ جائیں اور اپنے مالک (اللہ تعالیٰ) کے غلاموں اور کنیزوں کے کام بنانے کی نیکی کو اہم کاموں میں سے تصور فرمائیں، رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرے۔ اور یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "فاعلِ حقیقی اور کارسازِ مطلق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے آپ کو مطلق درمیان میں نہ دیکھے الخ" یہ ایک نازک خیال اور تصوف کا خلاصہ اور معرفت کا مغز ہے اس کے مطالعے نے باطنی لذت بخشی اور مطلوب کی بو مشتاقوں کے حلق میں پہنچائی فَلِلّٰہِ دَرُّ قَائِلِہٖ (پس اس کے کہنے والے کو بشارت ہے)[4]

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۱ [2] ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۰۰ [3] ایضاً دفتر اول مکتوب ۱۱۱ [4] دفتر سوم مکتوب ۱۱۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

معرفت

معرفت حاصل کرنے پر ترغیب | یہ اس زخمی دل خستہ وخراب کی جانب سے ہوشیار دوستوں کے لئے ایک یاد دہانی ہے پس اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔ جان لیں کہ انسان کی پیدائش سے مقصود حق تعالیٰ جل وعلا کی معرفت حاصل کرنا ہے اور معرفت میں لوگوں کی استعدادات کے تفاوت کے اعتبار سے لوگوں کے قدم مختلف ہیں (کہ) بعض کو بعض پر فوقیت ہوتی ہے۔ ہر شخص نے معرفت کے بارے میں اپنے عرفان کے بقدر بات کی ہے لیکن جس بات پر اس بلند مرتبہ گروہ کا اجماع ہے اور جو بات قدر مشترک ہے اور قرب کے درجات میں ضروری ہے وہ یہ ہے کہ معروف میں فنا ہوئے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی۔

(چند سطور کے بعد) پس عقلمند دوستوں پر لازم ہے کہ اپنے کام کے نتیجہ اور موجودہ حالت میں اچھی طرح غور فرمائیں جس کسی کو اوپر لکھی ہوئی معرفت حاصل ہے پس اس کے لئے سعادت و بشارت ہے چاہیئے کہ اس (حاصل شدہ معرفت) کو ان امور میں صرف کرے جو حاصل نہیں ہوئے اور ہمت اس بات پر لگائے کہ اصل کو ظل کی طرح چھوڑ دے۔ اور جس شخص کے لئے معرفت کی راہ نہیں کھولی گئی اور اس دولت کی طلب اور گم شدگی کا درد بھی نہیں دیا گیا پس اس کے لئے نہایت ہی افسوس ہے کہ جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ اس نے ادا نہیں کیا اور اس عالم میں اس سے جو چیز طلب کی گئی تھی وہ اس کو بجا نہیں لایا اور دوسرے کاموں میں مشغول ہوگیا اور اس سے جس چیز کی تخریب کا مطالبہ کیا گیا ہے اس نے اس کی تعمیر کی اور عمرِ عزیز کے سرمایہ کو خواہش اور لایعنی امور میں خرچ کر دیا اور اسباب حاصل ہونے کے باوجود اپنی استعداد کی زمین کو بیکار چھوڑ دیا، نہایت شرمندگی ہے کہ اس قلیل فرصت میں مطلوب کو اس کی طرف سے دعوت کے باوجود (اپنی) آغوش میں نہ لاکر اس دعوت گاہ سے سامانِ (سفر) باندھ لینا ہے کل (قیامت کے روز) کس منہ سے اس کی بے نیاز بارگاہ میں آئے گا اور کونسے حیلے کے ساتھ عذر کی زبان کھولے گا، دُوری اور محرومی دوزخ کے عذاب سے بھی بدتر ہے جیسا کہ قرب و وصال کی لذت جناتِ نعیم (بہشت) کی لذتوں سے زیادہ ہے پس اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے احکامِ الٰہی سے تجاوز کیا دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے: مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ (۱۵/۷۲) جو شخص اس (دنیا) میں اندھا رہا پس وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہوگا] [1]

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۰۲۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

معارف خوارق سے افضل ہیں | آپ نے پوچھا تھا کہ "خوارق افضل ہیں یا معارف اور اگر معارف افضل ہیں تو تمام فاسق و فاجر معارف کہتے اور بیان کرتے ہیں اور خوارق اس قسم سے نہیں ہے" ۔ آپ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے معارف خوارقِ عادات اور مخلوقات میں سے غائب چیزوں کے کشف سے افضل ہیں کیونکہ معارف واجب تعالیٰ و تقدس کی ذات و صفات کے اسرار کا کشف ہے اور خوارق مخلوقات کے حالات کا کشف ہے پس جیسا کہ خالق و مخلوق میں فرق ہے معارف و خوارق میں ویسا ہی فرق تصور کرنا چاہئے کیونکہ پہلے (معارف) کا تعلق خالق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ ہے اور دوسرے (خوارق) کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے اور نیز صحیح معارف ایمان کے کمال میں داخل اور اس کی زیادتی کا سبب ہیں اور خوارق ایسے نہیں ہیں اور کوئی انسانی کمال ان سے وابستہ نہیں ہے صرف اتنا ہے کہ بعض کاملین کو حاصل ہوتے ہیں اور نیز اہل اللہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت معارفِ الٰہی جل سلطانہٗ کی وجہ سے اور ذات و صفاتِ تعالیٰ و تقدس کے اسرار منکشف ہونے کے ساتھ ہے نہ کہ کشف و کرامات کے ساتھ۔ اگر خوارقِ عادات معارفِ الٰہی سے افضل ہوتے تو جوگیوں اور برہمنوں کو جو کہ ریاضتوں کے ذریعہ سے خوارق کا اظہار کرتے ہیں (ان) کامل اہل اللہ سے افضل ہونا چاہئے جو کہ معارف میں مضبوط قدم رکھتے ہیں اور خوارق کے اظہار کی طرف التفات نہیں فرماتے اور خالق تعالیٰ و تقدس کی جانب توجہ رکھنے کے باوجود مخلوق کے احوال کے کشف کی طرف توجہ کرنے میں اپنا تنزل سمجھتے ہیں۔ آپ نے عجب عامیانہ سوال کیا ہے، خوارقِ عادات، کمال و قربِ الٰہی کی کچھ بھی دلیل نہیں ہیں کیونکہ اہلِ باطل کو بھی حاصل ہیں، ان کا مدار بھوکا رہنے اور ریاضت پر ہے قرب و معرفت کے ساتھ ان کا کچھ بھی تعلق نہیں ہے اور کشف و کرامات کا طالب ماسوا کا طالب اور اس کا گرفتار اور قرب و معرفت سے بے نصیب ہے [1]

انسان کی عزت ایمان و معرفت سے ہے | ہم لوگوں کی عزت ایمان و معرفت سے ہے نہ کہ مال و جاہ سے، ایمان کی تکمیل میں کوشش کریں اور معرفت کے مراتب حاصل کرنے میں سعیٔ کامل ملحوظ رکھیں، اس اعلیٰ مطلب کے حاصل کرنے میں جسقدر مشقت اٹھائیں مناسب و عمدہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "جس شخص نے اپنے غموں کو ایک غم یعنی آخرت کا غم بنا لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام غموں سے کفایت کریگا اور جس شخص کو دنیوی حالات کے غموں نے پراگندہ کیا اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ ان (غموں) کی کسی بھی وادی میں مرے [2]

معرفت کی حقیقت و صورت | اس دنیائے فانی میں مطلوب حق جل و علا کی معرفت کا حاصل کرنا ہے اور معرفت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت ہے اس کی صورت وہ ہے جو علمائے کرام نے بیان کی ہے

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۵۰ [2] ایضاً دفتر دوم مکتوب ۶۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور مطلق ایمان اس کے ساتھ وابستہ ہے اور معرفت کی حقیقت کہ اہل اللہ جس کے ساتھ ممتاز ہیں معروف میں فنا ہونے سے عبارت ہے اور اس (معرفت کی) صورت کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ یہ اس کے بغیر متصور نہیں ہوتی، اور ایمانِ حقیقی جو کہ زوال سے محفوظ ہے اس معرفت سے وابستہ ہے شاید کہ حدیث شریف میں اس ایمان کی طرف اشارہ ہے کہ وارد ہوا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا لَیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ [اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہیں ہے] اور یہ فنا جس پر کہ معرفت کا مدار ہے ایک وجدانی و ذوقی امر ہے جو کہ کہنے اور لکھنے میں نہیں آتا اور کتابوں کے درس و مطالعہ سے صورت پذیر نہیں ہوتا۔[1]

(نیز ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) میرے شفقت آثار مخدوم! اس فانی دنیا میں مقصدِ اعلیٰ حق جل و علا کی معرفت حاصل کرنا ہے، اور معرفت دو قسم کی ہے: قسمِ اول وہ معرفت ہے جس کو علمائے عظام نے بیان فرمایا ہے اور قسم دوم وہ (معرفت) ہے کہ جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں، پہلی قسم نظر و استدلال کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسری قسم کشف و شہود سے مربوط ہے، پہلی قسم دائرۂ علم میں داخل ہے جو کہ تصور و تعقل (تفکر) کی قسم سے ہے اور دوسری قسم دائرۂ حال میں داخل اور تحقق (متصف ہونے) کی جنس سے ہے، پہلی قسم عارف کے وجود کو فنا کرنے والی نہیں ہے اور دوسری قسم سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے کیونکہ معرفت اس طریقہ میں معروف (اللہ تعالیٰ) میں فنا ہونے سے عبارت ہے ؎

قُرب نے بالا و پستی رفتن است قربِ حق از قیدِ ہستی رَستن است

[اوپر اور نیچے جانے کا نام قرب نہیں ہے، حق تعالیٰ کا قرب ہستی (وجود) کی قید سے رہائی پانا ہے]

پہلی قسم علمِ حصولی کی قسم سے ہے اور ادراکِ مرکب ہے اور دوسری قسم علمِ حضوری کی قسم سے ہے اور ادراکِ بسیط ہے کیونکہ اس مقام میں حاضر حق سبحانہٗ ہے بجائے نفسِ سالک کے کہ وہ فنا حاصل کر چکا ہے، قسمِ اول نفس کی مخالفت و انکار کے باوجود معرفت کا حصول ہے کیونکہ نفس اس مقام میں اپنی صفاتِ رذیلہ پر قائم ہے، امارگی اور سرکشی سے جو کہ اس کی ذات میں ہے نہیں نکلا ہے اور ظلم و سرکشی سے جو کہ اس کی فطرت میں ہے باز نہیں آیا ہے اس مقام میں اگر ایمان ہے تو (وہ) ایمان کی صورت ہے اور اگر اعمالِ صالحہ ہیں تو اعمال کی صورت ہیں کیونکہ نفس ابھی تک اپنے کفر پر ہے اور اپنے آقا کی مخالفت پر قائم ہے، حدیثِ قدسی میں ہے، عاد نفسك فانها انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس کی مخالفت کر کیونکہ بلاشبہ وہ میری مخالفت پر کمربستہ ہے] اس لئے اس ایمان کو مجازی ایمان کہتے ہیں، یہ ایمان زوال و خلل سے محفوظ نہیں ہے المجاز ینفی [مجاز کی نفی ہو جاتی ہے]۔ اور معرفت کی دوسری قسم چونکہ سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے اور نفس کے مطیع ہو جانے کا

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۳۲۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ثمرہ دینے والی ہے اس لئے اس مقام کا ایمان زوال سے محفوظ اور خلل سے مامون ہے، ایمان کی حقیقت اس جگہ میں ہے اور اعمالِ صالحہ کی حقیقت اس مقام میں ثابت ہے، حقیقت کی نفی نہیں ہوتی اور بقا اس کے لئے لازم ہے گویا حدیث شریف میں اللھم انی اسئلک ایمانا لیس بعدہ کفر [اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو] اور آیہ کریمہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ الآیہ [پ۵] اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ] میں اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے ـــ امام احمد حنبل (رضی اللہ عنہ) اس معرفت کے طالب رہے ہیں کہ اسقدر علم واجتہاد کے باوجود بشر حافی (رضی اللہ عنہ) کے ہمرکاب جاتے تھے، لوگوں نے آپ سے سبب پوچھا، آپ نے فرمایا (کہ) وہ خدا (تعالیٰ) کو مجھ سے بہتر پہچانتے ہیں ـــ شاید کہ امام اعظم کوفی قدس سرہٗ نے عمر کے آخری دو سال میں جو اجتہاد واستنباط ترک کر کے خلوت اختیار کی جیسا کہ انہوں نے خواب میں (کسی سے) فرمایا لولا السنتان لھلک النعمان [اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا] وہ (آخری دو سال میں) اسی معرفت کی تحصیل وتکمیل اور اسی ایمان کے مکمل کرنے میں (مصروف) رہے جو کہ اس معرفت کا ثمرہ ہے ورنہ وہ اعمال میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے، کونسا عمل ہے جو اجتہاد واستنباط کے درجہ کو پہنچتا ہے اور کونسی عبادت ہے جو تدریس وتعلیم کے مرتبہ تک جاتی ہے ـــــــــ

اور جاننا چاہیے کہ کامل طور پر اعمال کی قبولیت کمالِ ایمان کے مطابق ہے اور اعمال کی نورانیت کمالِ اخلاص سے ہے ایمان جسقدر زیادہ کامل اور اخلاص جتنا زیادہ مکمل ہوگا اعمال کا نور وقبول وکمال کچھ اور ہی ہوگا، اور اس ایمان کا کمال اور اخلاص کی تکمیل معرفت کے ساتھ وابستہ ہے اور چونکہ یہ معرفت اور ایمانِ حقیقی فنا اور موت قبل الموت سے وابستہ ہے اس لئے جس شخص کا قدم فنا میں جتنا زیادہ راسخ ہوگا وہ ایمان میں اسی قدر زیادہ کامل ہوگا اسی لئے (حضرت) صدیقِ اکبر (رضی اللہ عنہ) کا ایمان امت کے ایمان پر فوقیت لے گیا۔ لو وزن ایمان ابی بکر مع امتی لرجح ایمان ابی بکر [اگر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ایمان کو میری امت کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا ایمان بڑھ جائے گا (الحدیث) کیونکہ وہ فنائیت میں فردِ کامل تھے۔ من اراد ان ینظر الی میت یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی ابن ابی قحافہ (الحدیث) [جو شخص زمین پر چلتی پھرتی لاش کو دیکھنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لے]۔ (یہ حدیث) اس معنی کی تائید کرتی ہے کیونکہ تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) میں حصولِ فنا کے باوجود (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی حصولِ فنا میں تخصیص بھی ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اس معنی (فنائیت) کے کمال پر دلیل ہے۔

اس تحریر سے مقصود اور طول کلامی سے مطلوب یہ ہے کہ عقلمندوں اور ذہین لوگوں پر ضروری و

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

لازمی ہے کہ اپنے انجام کار (مستقبل) اور زمانۂ حال کے بارے میں اچھی طرح غور کریں، جس کسی کو مذکورہ معرفت حاصل ہے تو اس کے لئے خوشی و خوشخبری ہے اور جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ بجالایا اور اس نے آیۂ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ ای لیعرفون [(۵۱/۵۶) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے یعنی تاکہ میری معرفت حاصل کریں] کے مطابق اپنی زندگی بسر کی کیونکہ عبادت کا کمال معرفت سے وابستہ ہے اور جس شخص کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے اس کو چاہئے کہ اس کی طلب میں جان کے ساتھ کوشش کرے اور جس جگہ سے مطلوب کی بو پائے اس کا پیچھا کرے۔ افسوس ہے کہ اس دنیائے فانی میں جس چیز کا اس شخص سے مطالبہ کیا گیا ہے اس کو بجا نہ لائے اور دوسرے امور میں مشغول ہو جائے اور جس چیز کی تخریب کے لئے (اس کو) امر کیا گیا ہے اس کی تعمیر کرے، کل (قیامت کے روز) کس منھ اور کون سے حیلہ سے عذر کی زبان کھولے گا سلہ

مشاہدۂ ارواح

مشاہدۂ ارواح کی کیفیت

آپ نے ارواح کے مشاہدہ کے بارے میں دریافت کیا تھا کہ "صورت کے بغیر ہے یا صورتوں کے ساتھ"؟ — آپ جان لیں کہ ارواح کا مشاہدہ کبھی مثالی صورتوں کے لباس میں ہوتا ہے کیونکہ عالمِ مثال میں ہر چیز کی ایک صورت کائن (موجود) ہے حتی کہ معانی کی بھی وہاں صورتیں ہیں کہ جن کے ساتھ وہ منکشف ہوتے ہیں۔ یہ دید (مشاہدہ) وہم و خیال سے باہر ہے کیونکہ عالمِ مثال عالمِ شہادت کی طرح موجودات میں سے ہے، یا ارواح اجسام کے ساتھ متجسم ہو کر صورتوں کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں اور اس میں محذور (جس سے بچا جائے) نہیں ہے اور کبھی ان (ارواح) کا مشاہدہ صورتوں کے بغیر ہوتا ہے اور وہ روحانی ملاقات کی قسم سے ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے خود لکھا ہے اور یہ معنی اور نیز سابقہ معانی فقراء کی جماعت میں کثیر الوقوع ہیں اور کلام کرنا، دیکھنا اور آوازوں کا سننا جیسا کہ روایتوں سے مفہوم ہوتا ہے ثابت ہے اور روحانی ملاقات کی قسم سے ہے، یا سابقہ دونوں طریقوں کی قسم سے ہے، اور واقعات میں آلات کی ضرورت نہ ہونے کو ماننے کی صورت میں بعض کے لئے صورتوں کا واسطہ بننا سمجھنے اور سمجھانے کے لئے ہوتا ہے کیونکہ معانی اور باطنی احوال بھی مثالی صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں تاکہ قریب الفہم ہو جائیں سلہ

(ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) آپ نے لکھا تھا کہ "میں ایک روز اس بات کی فکر میں تھا کہ روح کس طرح کی ہو گی، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بندہ کے نزدیک بیٹھا ہے اس کے ہاتھ میں

سلہ مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۶۱۔ سلہ ایضاً دفتر اول مکتوب ۱۸۲۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سرخ رنگ کی چمکتی ہوئی کوئی چیز ہے جو بعینہ لعل بدخشاں ہے کہ جس کو بادشاہ اپنے سر پر رکھتے ہیں، وہ شخص مجھ سے کہتا ہے کہ روح یہ ہے، فقیر کے منہ کے قریب لایا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ابر کی طرح پھیل کر وجود کے اندر آجاتی ہے اور کھینچے جاتے وقت پھر اسی طرح سمٹ جاتی ہے"۔ میرے مخدوم! آپ کا یہ خواب درست ہے، بزرگوں نے روح کے نور کو سرخ قرار دیا ہے اس کی سرخی اسی لحاظ سے ہے اور اس کی چمک اس کی نورانیت کی وجہ سے ہے، روح بے چونی (بے کیفی) سے کچھ حصہ رکھتی ہے اس کا پھیلنا اور سمٹنا اس کے تمثل کی رو سے ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ روح نہ بدن میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے اور نہ متصل ہے نہ منفصل، اس کو بدن کے ساتھ تدبیر و تصرف کا تعلق ہے، روح کی حقیقت کو جاننے والا علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہے وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا [(۱۵:۱۷) اور تم کو اس کا محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہے] ؎۱

ارواح کا مشاہدہ مراقبہ میں بہتر ہے یا صریحًا

آپ نے پوچھا تھا کہ "ارواح کا شہود (نزول و مشاہدہ) اور ان سے سوال و جواب کرنا مراقبہ میں بہتر ہے یا صریحًا دیکھنا بہتر ہے"۔ میرے مخدوم! صریحًا دیکھنا بہتر ہے اس کے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن مراقبہ کے بغیر اور آنکھ بند کئے بغیر بھی جو شخص دیکھے گا وہ باطن کی آنکھ سے دیکھے گا نہ کہ سر کی آنکھ سے اگرچہ معتد بہ (معتبر) کمال اس مشہود کے ساتھ وابستہ نہیں ہے ؎۲

مشاہدۂ ارواح کمال میں داخل نہیں

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر کسی طالب کو یہ دید پیش آجائے کہ وہ ظاہری آنکھ سے پاک روحوں کو مشاہدہ کرنے لگے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟" میرے مخدوم! مشاہدۂ ارواح خواہ چشمِ ظاہر سے ہو یا چشمِ باطن سے، کسی کمال میں داخل نہیں ہے اور منازلِ قرب میں سے کوئی منزل اس سے وابستہ نہیں ہے، کمال یہ ہے کہ باطن ماسوا کی دید و دانش سے آزاد ہو جائے اور غیر کا کوئی نام و نشان دیدۂ باطن میں باقی نہ رہے۔ ع

تو مباش اصلا کمال این ست وبس [تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹا دے) کمال یہی ہے اور بس]

اس قسم کی چیزیں جو سالکوں کو اثنائے راہ میں پیش آیا کرتی ہیں جیسا کہ علمِ بلاغت میں محسّناتِ بدیعی ہوتے ہیں کہ وہ کلام میں حُسن پیدا کرتے ہیں اور وہ بلاغت میں کوئی دخل نہیں رکھتے بلکہ یہ ارواح کا مشاہدہ محسّنات سے بھی کم درجہ رکھتا ہے اس لئے کہ بسا اوقات اس قسم کے مشاہدات مقصد سے باز رکھتے ہیں اور (سالک کو) کمال کے وہم میں مبتلا کر دیتے ہیں، اگر یہ امور (مشاہداتِ ارواح) اس نقصان سے خالی ہوں تو بھی ان کا فائدہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ سالک کی طلب میں معاونت کرتے ہیں اور اس کے کام میں مددگار ہو جاتے ہیں ؎۳

؎۱ مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۳۴ ؎۲ ایضاً دفتر اول مکتوب ۵۰ ؎۳ ایضاً دفتر سوم مکتوب ۳۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حال اور علم میں امتیاز اور حال کی فضیلت (آپ نے دریافت کیا تھا کہ) حال اور علم کے درمیان کیا فرق ہے اور ان دونوں میں کونسا بہتر ہے؟"۔ جواب: حال علم سے اشرف ہے، علم حال کی تمہید ہے، علم خواص و عوام کے لئے ہے اور حال اہلِ وجد و کمال کی خصوصیت ہے اگر علم کے مقتضا پر عمل نہ ہو تو وہ عالم پر حجت ہے اور اگر علم حال کے ساتھ تبدیل ہو جائے تو حجت ہونے سے نکل جاتا ہے یعنی حجت نہیں ہوتا [1]

جو کشف شرع شریف کے موافق ہو اعتماد کے قابل ہے آپ نے لکھا تھا کہ "اعلام والہام کے حکم کے مطابق اُس تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ قدس میں متوجہ ہو کر بعض عوارض کے منکشف ہونے کی طلب کرتا ہوں تو اعلام والہام کے طور پر ظاہر کر دیا جاتا ہے"۔ اس نعمت کا شکر بجالائیں، اللہ تعالیٰ خطا و غلطی سے محفوظ رکھے اس لئے کہ کشف میں اس (خطا و غلطی) کا احتمال واقع ہونا ثابت ہے، اگر امورِ کونیہ (حوادثِ یومیہ دنیویہ) کے کشف میں خطا ہو جائے تو معمولی بات ہے اور اسرارِ الٰہیہ اور ان کے مناسب امور یعنی اعتقادات و عبادات کے کشف میں کسوٹی شریعتِ حقہ ہے جو کشف کہ شرعی قوانین کے موافق ہو اور ان سے متصادم نہ ہو وہ اعتماد کے قابل ہے اور جو ایسا نہیں ہے (بلکہ متصادم ہے) وہ قابلِ اعتماد نہیں ہے [2]

کشف و خوارق حقیقی کرامت نہیں ہیں کشف و خوارقِ عادات میں سے جس چیز کو تو نے کرامت خیال کیا ہے وہ کرامت نہیں ہے، کرامتِ حقیقی اس پر موقوف ہے کہ تو حق پرست بنے اور شرک کے دقائق سے باہر ہو جائے اور معرفت کی طرف راستہ پالے اور فنا و نیستی حاصل کرے کہ انسان کا کمال اس میں منحصر ہے اور جب تو یہ چاہے کہ کرامت و خرقِ عادت کا اظہار کرے اور مخلوق کو اپنا معتقد بنائے اور اس کے ذریعہ لوگوں سے ممتاز ہو جائے تو لازماً تکبر و ریا و عجب و ہستی ظاہر ہوگا اور قرب سے بُعد کے سوا (اور کچھ) اضافہ نہ ہوگا اور معرفت سے بے نصیبی حاصل ہوگی [3]

خواب و حال کی حقیقت جاننا چاہئے کہ ایک جماعت خواب و واقعہ میں اپنے آپ کو بادشاہ یا قطبِ وقت دیکھتی ہے اور بیداری میں ان میں سے کسی کیلئے یہ (بات) ثابت نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہت یا قطبیت کی صفت ان میں موجود ہے لیکن ضعیف ہے اس قابل نہیں ہے کہ عالمِ شہادت میں ظہور پائے، اس کے بعد یہ دو حال سے خالی نہیں ہے، اگر اس صفت نے قوت حاصل کر لی اور اس قابل ہو گیا کہ عالمِ شہادت میں ظاہر ہو جائے تو وہ شخص اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی قدرت سے عالمِ شہادت میں بھی بادشاہ ہو جاتا ہے اور قطب بھی بن جاتا ہے اور اگر اس قدر قوت پیدا نہ کی تو اسی مثالی ظہور کے ساتھ جو کہ بہت ہی ضعیف ظہور ہے کفایت کرتا ہے اور بقدرِ قوت ظہور پاتا ہے، وہ واقعات بھی اسی قسم کے ہیں جو کہ اس راستہ کے طالبان دیکھتے ہیں اور خود کو بلند مقامات میں پاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ اربابِ ولایت کے مناصب پر فائز ہو گئے ہیں [4]

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفترِ سوم مکتوب ۲۱۷ [2] ایضاً دفترِ سوم ۹۹ [3] ایضاً سوم ۲ [4] دفترِ اول ۲۴۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کشف و خواب اعتبار کے لائق نہیں | میرے مخدوم! چونکہ کشوف و منامات اور صحیح و صادق بشارات اور ان کے برعکس (یعنی غیر صحیح و صادق بشارات) میں فرق کرنا دشوار ہے (اس لئے) ان پر اعتماد نہیں رکھنا چاہئے اور ان کا چنداں اعتبار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ معتد بہ کمال ان کے ساتھ وابستہ نہیں ہے جو کچھ اعتماد کے لائق اور بلاشبہ نجات دلانے والا ہے وہ کتاب و سنت ہے، چاہئے کہ ہمت اس پر لگادیں کہ کتاب و سنت کے مقتضا پر عمل میسر آجائے۔ اور ذکر بھی شرعی احکامات میں سے ہے اس پر ہمیشگی کو ترک نہ کریں اور اوقات کو اس میں مشغول رکھیں اور جس کو اہل اللہ نے کمال قرار دیا ہے وہ صانع (اللہ) جل و علا کی معرفت ہے اور معرفت سے مراد معروف میں فنا ہو جانا ہے ؎

تو مباش اصلا کمال این ست و بس رو در و گم شو وصال این ست و بس

(تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹا دے) کمال یہی ہے اور بس، جا اس میں گم (فنا) ہوجا وصال یہی ہے اور بس) ؎[1]

شوق و محبت پر ترغیب

عشق میں قدرے جنون درکار ہے | میرے مخدوم! عذر آمیز تمہیدات اسی وقت تک ہیں جب تک کہ شوق کی آگ اور طلب کا جنون دل میں پیدا نہیں ہوا ہے اور جب یہ آگ بھڑک اٹھتی ہے اور طلب کا جنون شعلہ زن ہوتا ہے سب تمہیدات پیچھے رہ جاتی ہیں اور عذر کی زبان بند ہو جاتی ہے اور جذبِ الٰہی جل شانہٗ اس کو بالوں سے کھینچ کر معشوق کی طرف لیجاتا ہے اور محبوب کے کوچے میں پہنچا دیتا ہے بیشک عشق کے راستے میں قدرے جنون بھی درکار ہے اور قیدِ عقل سے تھوڑی سی رہائی بھی ضروری ہے ؎

دل اندر زلفِ لیلیٰ بند و کار از عقلِ مجنوں کن کہ عاشق را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی

[دل کو لیلیٰ کی زلف میں قید کردے اور مجنوں کی عقل سے کام کر، کیونکہ عقلمندی کی باتیں کرنا عاشق کے لئے نقصان دہ ہے] ؎[2]

(ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-) گرامی نامہ نے پہنچ کر مسرور کیا اور آپ نے ولولۂ شوق، وفورِ محبت اور بے قراری و بے چینی کا جو کہ حد سے زیادہ ہے اظہار کیا تھا واضح ہوا بیشک ع

درعشق چنیں بوالعجبیہا باشد [عشق میں ایسی ہی بوالعجبیاں ہوتی ہیں]

اس قسم کا شوق و محبت طالبین کی آرزو اور سالکین کی تمنا ہے جو مقصد کے چہرے سے پردہ ہٹاتا ہے اور برسوں کے معاملہ کو ساعتوں میں طے کرا دیتا ہے گرفتارانِ قیدِ عقل اس محبت کی قدر نہیں جانتے اور اس جنون کو عیب و علت سمجھتے ہیں اگر ان پر اس معما کا ایک بال برابر بھی پردہ کھل جائے تو وہ بھی اس جنون کے دیوانے ہو جائیں اور صد آرزو کے ساتھ قیدِ عقل سے کنارہ کش ہو جائیں ؎

---

[1] مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۷۷ - [2] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۹۲ -

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

عقل گرداند کہ دل در بندِ زلفش چوں خوش است   عاقلاں دیوانہ گردند از پئے زنجیر پا

[اگر عقل جانتی کہ دل اس کی زلف کی قید میں کتنا خوش ہے تو عقلمند لوگ پاؤں کی زنجیر کے لئے دیوانے ہو جاتے]

یہ جنون سعادت کا سرمایہ ہے اور قرب و معرفت کا ثمرہ دینے والا ہے حدیث شریف میں ہے:

لَن یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّہٗ مَجْنُوْنٌ [تم میں کوئی شخص (کامل) مومن ہرگز نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اسے دیوانہ کہا جائے] [۱]

محبت کی فضیلت | محبت کا تعلق ہی ہے جو کہ محبت کرنے والے کو ہمیشہ محبوب کے ساتھ رکھتا، اس کی صفاتِ کاملہ کے ساتھ متصف کرتا اور طالب کو مطلوب کے رنگ میں رنگ دیتا ہے اور عشق کا جوش ہی ہے جو کہ سالک کو بشریت کے وجود سے ہلکا کر دیتا، انانیت (میں پن) اور سرکشی کے تنگ کوچہ سے رہائی دیتا اور اس کو اپنے آپ سے بیخود کر دیتا ہے اور از خود رفتہ کو اس مقدس بارگاہ میں جگہ دیتا اور قرب کی منزلوں تک پہنچاتا ہے، بیشک پہلے (ازل) سے یہی ہوتا آیا ہے۔ محبت ہی ہے جو کہ وجود کا سبب بنی ہے اور جس نے سلسلۂ ایجاد کو حرکت دی ہے، محبت ہی ظہور و اظہار کا باعث بنی ہے اور پوشیدہ خزانے کو ظہور کے میدان میں لائی ہے۔ اول جس چیز نے تعین کو قبول کیا وہ محبت ہی ہے جو کہ سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت ہے، اس محبت ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رب العالمین (اللہ تعالیٰ) کے حبیب بنے ہیں اور تمام کائنات حب کے تقاضے اور محبت کے جوش سے وجود و ظہور میں آئی ہے ؎

گر عشق نبودے و غمِ عشق نبودے   چندیں سخنِ نغز کہ گفتے کہ شنیدے

[اگر عشق نہ ہوتا اور عشق کا غم نہ ہوتا تو اسقدر نادر باتیں کون کہتا اور کون سنتا] [۲]

کمالِ محبت | میرے مخدوم! کمالِ محبت کا مقتضا محب و محبوب کے درمیان سے دوئی کا دور ہو جانا اور بشریت و امکان اور ان دونوں کے احکام سے پوری طرح آزاد ہو جانا ہے کیونکہ جسقدر امکان و بشریت ممکن میں باقی ہے اسی قدر وہ مطلوب کے لئے حجاب ہے اور دوئی سے خالی اور دور ہونا ممکن نہیں ہے [۳]

صبر

بیٹے کی رحلت پر رضا و صبر کی تلقین | فرزند جگر گوشہ کے رحلت کر جانے سے رضا و صبر اختیار کریں بلکہ محبوبِ حقیقی کا فعل ہونے کی وجہ سے اس سے لذت حاصل کریں اور فعل کو فاعل تک پہنچنے کا زینہ بنائیں، پیشانی پر شکن لانے اور بے صبری کرنے کی کیا گنجائش ہے جس طرح بیٹے کے وجود سے فائدہ حاصل کرتے تھے اور اس کو حق جل و علا کی نعمت کا ظہور تصور کرتے تھے اس کے جاتے رہنے سے بھی خوش وقت رہنا چاہئے اور اپنے حق میں صفاتِ جلالی کی تربیت جانیں اور اپنی سعادت اس درد و الم میں سمجھیں جو مالکِ حقیقی جل سلطانہٗ کی رضامندی کا

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۳ [۲] ۱۷۳ ایضاً دفتر اول مکتوب ۲۱ [۳] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۱۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دریچہ ہے، اس جہان کی مصیبتیں اگرچہ بظاہر زخم کو چھیل دینے والی ہیں لیکن باطن پر نظر کرتے ہوئے مرہم د راحت ہیں اور قرب و ترقیات کا سبب ہیں [1]

حکام کے ظلم و تشدد پر صبر | آپ نے لکھا تھا کہ "حکام وغیرہ کی جانب سے (جو) ظلم و تشدد پہنچتا ہے سب کو حق کی طرف سے جانتا ہے بلکہ اس تعالیٰ شانہٗ کا فعل یقین کرتا ہے اس کے باوجود طبیعت اس سے رنجیدہ ہوتی ہے اور غم لاحق ہوجاتا ہے حیرت رونما ہوتی ہے شاید یہ دید وہمی ہے کیونکہ اگر کچھ حقیقت رکھتی ہوتی تو غم و غصہ کا باعث کیوں ہوتی"۔ میرے مخدوم! یہ دید حقیقی ہے وہمی نہیں ہے لیکن بشریت کے لوازم بندہ سے منقطع نہیں ہوجاتے، والقلب یحزن والعین تدمع وانا بفراقك یا ابراهیم لمحزونون [دل غمگین ہوتا ہے اور آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور اے ابراہیم! بیشک ہم تیری جدائی میں غمگین ہیں] (بہ حدیث) آپ نے سُنی ہوگی، آخرت کا اجر اور باطن کی نورانیت اسی غم و اندوہ کے ساتھ وابستہ ہے، یہ دید اور حق جلّ و علا کے فعل سے فرحت و مسرت ہونا باطن کا کام ہے اور غم و اندوہ ظاہر سے وابستہ ہے جو باطن سے منزلوں دُور ہے لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ [(۲/۱۴۸) ہر شخص کے لئے ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے پس نیک کاموں کی طرف سبقت کرو]۔

تنگیٔ معاش پر صبر و رضا کی تلقین | میرے مخدوم! رزق کا تنگ اور کشادہ کرنا سب اس تعالیٰ شانہٗ کا ہی فعل ہے کسی کو اس میں دخل نہیں ہے، اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ [(۳۹/۵۲) اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے] مقبول بندہ وہ ہے جو اُس (اللہ) تعالیٰ شانہٗ کے فعل، ارادہ اور تقدیر سے راضی ہو اور ماتھے پر بل نہ لائے اور کشادہ پیشانی و خوش و خرم رہے، یہ فقر و فاقہ اور معیشت کی تنگی اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عنایت کرتا ہے کہ پیدائش سے مقصود یہی حضرات ہیں انسان کی سعادت ہے کہ وہ کسی امر میں ان برگزیدہ بندوں کے ساتھ شریک ہوجائے، اگر بندہ اس نعمت کی قدر جانے اور صبر و رضا کا راستہ اختیار کرے تو امید ہے کہ کل قیامت کے روز بھی ان بزرگوں کے انوار و برکات میں شریک ہوگا اور ان کے پس خوردہ میں سے حاصل کریگا، دل تنگ اور اپنی زندگی سے بیزار نہ ہوں، جو زندگی کہ غفلت میں گذرے وہ (البتہ) بیزاری کے قابل ہے، دنیا میں عیش و تنعم کے لئے نہیں لایا گیا عیش کا مقام آگے ہے اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَةِ [اے اللہ! بیشک عیش (درحقیقت) آخرت کا عیش ہے] دنیا میں طاعت و عبادت کے لئے لائے ہیں اور مطلوب حق جلّ و علا کی معرفت ہے، اگر ان مطلوبہ امور میں خلل و نقصان آجائے تو افسوس کا مقام ہے، دنیا و مافیہا اس قابل نہیں کہ اس کے نہ ہونے پر اس فانی دنیا سے تنگ آجائیں اس لئے کہ اس (دنیا) کی تنگی آخرت کی کشادگی کا سبب ہے۔ [3]

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۴۶ [2] ایضاً دفتر دوم مکتوب ۸۰ [3] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۲۰۸۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شُکر

شکر کی تاکید پس جس کو نعمت عطا ہوئی ہے اُس کو چاہئے کہ ظاہر و باطن سے اس عزّوجل کے شکر میں مشغول رہے اور صورت و معنی میں حضوری کے ساتھ رہے اور اس کے غیر کے ساتھ اس کی اجازت کے بغیر مشغول نہ ہو، اس لئے فرمایا ہے وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ (پ ۸ ع ۱۴) (اور تم ظاہری و باطنی گناہ کو چھوڑ دو) تاکہ ظاہری گناہ کے ترک سے ظاہری نعمتوں کا شکر ادا ہو اور باطنی گناہ کے ترک سے کہ منجملہ ان کے ماسوا کے ساتھ وابستگی و التفات ہے باطنی نعمتوں کا شکر حاصل ہوتا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ شکر سے مراد بندہ کا ان تمام چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام فرمائی ہیں یعنی اپنے اعضا اور ظاہری و باطنی قوتوں کو ان مقاصد میں استعمال کرتا ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان (اعضا و قویٰ) کو پیدا کیا اور اس (بندے) کو عطا فرمایا ہے، اس کے باوجود اللہ جل و علا کی تدبیر سے بے خوف نہ رہے اور ڈرتا اور کانپتا رہے۔ (دفتر سوم مکتوب ۹۵)

توکّل

توکل کی حقیقت میرے مخدوم! اسباب کا استعمال توکل کے منافی نہیں ہے کیونکہ اگر تاثیر حق سبحانہ کی طرف سے جانے اور اسی پر بھروسہ کرے اور یقینی سبب کو درمیان میں لائے تو عین توکل ہوگا، ہاں اگر موہومہ بعیدہ (غیر یقینی) اسباب کے ارتکاب کو توکل سے بعید کہیں تو گنجائش ہے لیکن یقینی اسباب سے چارہ نہیں ہے، آگ کو روشن کرے اور جلانے کی تاثیر حق تعالیٰ سے جانے اور کھانا کھائے اور شکم سیری اس سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے سمجھے، اگر کوئی شخص ضرورت کے وقت میں اس قسم کے اسباب کو ترک کرے اور اس وجہ سے (اس کو) تکلیف پہنچے تو گنہگار ہوگا۔ اور اسباب تین قسم کے ہیں: اسبابِ موہومہ (غیر یقینی) ان کا ترک کرنا لازم ہے، اور اسبابِ متیقنہ جن کو اختیار کرنا واجب ہے اور اسبابِ مشکوکہ و مظنونہ جو کہ جائز الطرفین ہیں (جن کا اختیار کرنا یا نہ کرنا دونوں جائز ہیں) حق سبحانہ نے مشورہ کرنے کا امر فرمایا ہے جو کہ اسباب میں سے ہے اس کے بعد توکل کا امر فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (۳/۱۵۹) (اور آپ ان سے کام میں مشورہ کر لیا کیجئے پھر جب آپ اپنی رائے پختہ کر لیں تو اللہ پر توکل کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) (البتہ) آخرت کے اعمال میں توکل کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ وہاں (اعمالِ آخرت میں) ہم سعی و کوشش کے ساتھ مامور ہیں اور اُس مقام (معاملاتِ آخرت) میں خوف و خشیت اور امید محبوب و پسندیدہ چیز ہے (یہ آیت) يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (۳۲/۱۶) (وہ اپنے رب کو (عذاب کے) خوف اور (بخشش) کی طمع رکھتے ہوئے پکارتے ہیں) اس معنی میں کامل تر ہے، اعتماد فضل و کرم پر رکھا جائے اور ظاہری اعمال یعنی اوامر کو بجالانے اور ممنوعات سے بچنے کو ہاتھ سے نہ دے (ترک نہ کرے) بندگی کا طریقہ اور توکل کی حقیقت یہی ہے اور راہِ (حق) اسی میں منحصر ہے۔ (دفتر اول مکتوب ۱۸۲)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

رابطۂ شیخ

کامیابی کا مدار رابطۂ شیخ پر ہے | آپ نے اپنے اور اپنے مریدوں کے لئے توجہات کی درخواست کی تھی کبھی کبھی توجہ کی جاتی ہے، انشاء اللہ مزید بھی توجہ کی جائیگی، لیکن یہ جان لیں کہ کامیابی کا مدار باطنی رابطہ پر ہے جو مرید کی اپنے پیر سے محبت، عقیدت اس کا گرویدہ ہونے اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے سے عبارت ہے، یہ رابطہ جس قدر قوی ہوگا اس (پیر) کے باطن سے فیوض و برکات اسی قدر زیادہ اخذ کرے گا، کامل و مکمل قطب کے باطن سے فیوض و برکات اخذ کرنے کے لیے محض محبت اور باطنی رابطہ کا ہونا کافی ہے اگرچہ توجہ نہ بھی ہو اور محبت و رابطۂ باطنی کے بغیر محض توجہ بہت کم اثر کرتی ہے، توجہ کی تاثیر کے لئے توجہ حاصل کرنے والے میں صلاحیتِ قبول ضروری ہے، ہاں جو توجہ کہ رابطۂ مذکورہ کے ساتھ جمع ہو جائے وہ نورٌ علیٰ نور ہوگی (غرضکہ) کامیابی کا مدار رابطہ کی قوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع پر ہے اگر ان دو باتوں میں رسوخ (پختگی) رکھتا ہے تو کچھ غم نہیں ہے انجام کار اس کو رائیگاں نہ جانے دیا جائیگا اور اکابر کے کمالات سے محروم نہ کیا جائیگا اور اگر ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل آگیا تو خطرہ ہی خطرہ ہے اگرچہ بہت زیادہ ریاضت کرے [1]

رابطہ و تصورِ شیخ کی تشریح و فضیلت | اس طریقہ کے بزرگوں نے کہا ہے "سایۂ رہبر بہ ست از ذکرِ حق" [رہبر کا سایہ حق تعالیٰ کے ذکر سے بہتر ہے] اور ان بزرگوں نے سایۂ رہبر کا اشارہ طریقۂ رابطہ کی طرف کیا ہے کہ جس سے مراد شیخ کی صورت کی اس طریقے پر حفاظت ہے جو کہ اس طریقہ میں مقرر ہے یعنی رابطہ کا طریقہ مبتدی طالب کیلئے ذکرِ (حق) سے زیادہ فائدہ مند ہے، اگرچہ ذکر فی نفسہٖ بزرگی اور فضیلت رکھتا ہے اس کی تشریح یہ ہے کہ مرید بیچارہ چونکہ عالمِ سفلی (دنیا و مافیہا) میں گرفتار ہے (اس لئے) وہ عالمِ علوی (عالمِ بالا) سے مناسبت نہیں رکھتا کہ وہ اس بارگاہ سے بلا وسیلہ فیوض و برکات حاصل کر سکے (اس لئے) اس کے لئے دونوں طرف سے حصہ رکھنے والا ایک واسطہ چاہئے جو عالمِ علوی سے کچھ حظ حاصل کرنے کے مخلوق کی دعوت و ارشاد کے لئے عالمِ سفلی کی طرف متوجہ ہوا ہو اور پہلی (عالمِ بالا کے ساتھ) مناسبت کی وجہ سے عالمِ غیب سے فیوض اخذ کر کے دوسری مناسبت کے ذریعہ سے جو کہ وہ عالمِ سفلی کے ساتھ رکھتا ہے اُن فیوض کو ان کی استعداد والوں کو پہنچائے، پس طالبِ رشید شیخ کے ساتھ مناسبت کی جسقدر وجوہ زیادہ رکھتا ہوگا اس کے باطن سے اسی قدر فیوض اخذ کریگا ؎

زاں روئے کہ چشمِ تست احول معبودِ تو پیرِ تست اول

[چونکہ تیری آنکھ بھینگی (ایک چیز کو دو دکھاتی) ہے (اس لئے) اول تیرا معبود تیرا پیر ہے]

اور جن چیزوں سے کہ شیخ کے ساتھ مناسبت پیدا ہوتی ہے وہ ظاہر اور باطن میں اس کی محبت و خدمت اور

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۳۳ -

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس کے آداب کی رعایت ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ "کوئی بے ادب حق تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا" اور عبادات و عادات میں اس کا اتباع ہے اور اپنی مرادوں کو اس کی مرادوں کے تابع کر دینا ہے اور تمام امور میں اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دینا جیسا کہ مُردہ غسل دینے والوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور رابطہ کا طریقہ ان (مذکورہ بالا) امور میں سب سے بڑا امر ہے اور شیخ کے ساتھ بہت ہی زیادہ مناسبت پیدا کرتا ہے اور ان مذکورہ بالا امور کو جن کے ذریعہ مناسبت حاصل ہوتی ہے آسان کرنے والا ہے اور جب رابطہ کی نسبت غالب آجاتی ہے تو وہ (سالک) اپنے آپ کو عین شیخ دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے لباس اور وصف سے موصوف پاتا ہے اور جہاں کہیں دیکھتا ہے شیخ کی صورت دیکھتا ہے ؎

ازیں بتاں ہمہ در چشمِ من تو می آئی ۔۔۔ بہر کہ می نگرم صورتِ تو می بینم

[ان سب بتوں (حسینوں) میں سے تو ہی میری نگاہ میں آتا ہے جس کسی کو بھی دیکھتا ہوں تیری ہی صورت دیکھتا ہوں] [۱]

رابطۂ شیخ اور صحبتِ شیخ کی اہمیت

آپ نے پوچھا تھا کہ "جب کسی شخص کو مرشد کی صورت اسقدر غالب آجائے کہ جب بھی وہ توجہ کرے اس کو حاضر پائے، اس شخص کو مرشد کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے یا نہیں"۔ میرے مخدوم! جب مرید کو پیر کی صورت ہر وقت مستحضر رہے تو اس کو نسبتِ رابطہ کہتے ہیں اور ہمارے بزرگوں نے اسی نسبت کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا ہے ع

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق ۔۔۔ [رہبر کا سایہ حق تعالیٰ کے ذکر سے بہتر ہے]

یعنی یہ نسبت جو کہ پیر کی صورت کو مستحضر رکھتا ہے مرید کو ذکر سے زیادہ نفع دینے والی ہے اور اس معنی کا غلبہ و دوام مرید کے لئے بہت بڑی نعمت ہے گویا وہ ہر وقت حضور میں ہے اور پیر سے بسہولت فیض اخذ کرتا ہے اور نیز اس کا حاصل ہونا پیر کے ساتھ مناسبتِ کاملہ کی خبر دیتا ہے اس کے باوجود پیر کی خدمت میں حاضر ہونا ایک اور ہی اثر رکھتا ہے اور دوسرے فائدے بخشتا ہے۔ صاحبِ رابطہ مرید کو جو کہ کمال کی حد کو نہیں پہنچا ہے پیر کی خدمت میں حاضر ہونا لازم اور ضروری ہے اور اس کو صحبت سے چارہ و مفر نہیں ہے اس کا صورت (تصور) اور رابطہ پر اکتفا کرنا غلطی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب صحبت اور حاضری کی بدولت اصحاب ہوئے ہیں اور بلند درجات پر پہنچے ہیں۔ اویس قرنیؓ نے اگرچہ معنوی مناسبت کی راہ سے آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطن سے فیوض حاصل کئے ہیں لیکن چونکہ وہ صحبت کے شرف سے مشرف نہیں ہوئے صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کے درجے سے نیچے رہے اور تابعین کے گروہ میں داخل ہوئے۔ پیر کی صورت حقیقت میں عین پیر نہیں ہے اور پیر سے بے نیاز نہیں کرتی، پیر میں وہ چیزیں

۱؎ مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۸۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہیں جو کہ اس کی صورت میں نہیں ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

گر مصور صورتِ آں دلستاں خواہد کشید حیرتے دارم کہ نازش راچساں خواہد کشید

[اگر مصور اس دلربا (محبوب) کی تصویر کھینچے گا تو میں حیرت میں ہوں کہ اس کے ناز کو وہ کس طرح (تصویر میں) کھینچ سکے گا۔] ؎[1]

فنافی الشیخ کے بغیر فنافی اللہ حاصل ہونا مشکل ہے | آپ نے پوچھا تھا کہ فنافی الشیخ کے بغیر فنافی اللہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جان لیں کہ شیخ فیوض کا واسطہ ہے جب تک واسطہ درست نہ ہوگا مطلب تک کس طرح راستہ پائے گا پس فنافی الشیخ کے بغیر فنافی اللہ حاصل ہونا مشکل ہے اور مرید کو چاہئے کہ اپنے ارادے کو اپنے شیخ کے ارادے کے تابع کردے اور اپنے آپ کو پوری طرح اس کے سپرد کردے اور اس کی صحبت میں کالمیت بین یدی الغسال ہوجائے۔ [ایسا ہوجائے جیسا کہ میت نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے] اور یہ معنی تمام طریقوں میں درکار ہے، خاص طور پر ہمارے طریقہ میں کیونکہ اس طریقۂ عالیہ میں افادہ و استفادہ انعکاسی ہے اور صحبت پر موقوف ہے پس شیخ مقتدا کے ساتھ مناسبت کے اسباب جسقدر زیادہ رکھتا ہوگا صحبت کی تاثیر اسی قدر زیادہ ہوگی اور فیض اخذ کرنے کا راستہ اسی قدر کشادہ ہوگا، ہاں اگر کوئی شخص اویسی ہو، ظاہری پیر کا محتاج نہ ہو اور صرف عنایتِ (الٰہی) اس کے حال کی کفایت کرنے والی ہو تو ہو سکتا ہے کہ فنافی الشیخ کے بغیر اس کو فنافی اللہ حاصل ہو جائے ؎[2]

شیخ کی اجازت کے بغیر اوراد میں مشغول ہو یا نہ ہو | سوال: عوام میں مقرر ہے کہ فرائض و سنن کے ماسوا (کسی عمل میں) کسی بزرگ کی اجازت کے بغیر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہئے حقیقت میں اسی طرح ہے یا نہیں؟ — جواب: جو نیک اعمال آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معمول رہے ہیں اور وہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خصوصیت نہیں رکھتے ان کو آخرت کے ثواب کی نیت سے بجالانے میں اجازت کی ضرورت نہیں ہے، پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل ہی اجازت ہے اور امت کے لئے سند ہے۔ ہاں بعض اعمال و اذکار و ادعیہ و رقیات (منتر و تعویذات) حاجات براری اور حل مشکلات کے لئے ہیں کہ ان کی تاثیر استاد و مرشد کی اجازت پر موقوف ہے ؎[3]

اپنے احوال شیخ پر ظاہر کرنے چاہئیں | آپ نے لکھا تھا کہ "یہ فقیر ہمیشہ چاہتا ہے کہ اپنی حقیقتِ حال لکھے لیکن اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو اور اپنے احوال کو اس قابل نہیں جانتا کہ عرض کرے بیکار و حیران رہ جاتا ہے" میرے مخدوم! احوال لکھتے رہیں اور ان کو جلدی تلمبند کریں اور اس معاملہ میں کسرِ نفسی کو کام میں نہ لائیں کیونکہ یہ (احوال کا لکھنا) غائبانہ توجہ کا باعث ہوتا ہے اور گفتگو کا راستہ کھولتا ہے ؎[4]

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۵۰ [2] ایضاً [3] ایضاً دفتر دوم مکتوب ۳۶ [4] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۱۲۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سالکین کے لئے ہدایات و نصائح

سالک کیلئے وعظ و نصیحت پس میں تجھ کو رفیقِ اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) اور ہدایت کی پیروی کی طرف دعوت دیتا ہوں بیشک تجھے تیرے رب کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے اور تو جان لے کہ بلاشبہ اس شخص پر عذاب ہوگا جس نے جھوٹ بولا اور حق (تعالیٰ) سے روگردانی کی تو تجھ کو نفس و شیطان اور خواہشات کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے پس میں نے تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا دیا جس میں وہی شخص داخل ہوگا جو بڑا بدبخت ہے، تجھ کو لازم ہے کہ پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کرے اور مسکینوں اور قرابت داروں پر (اپنا مال) خرچ کرے اور عنقریب اس متقی شخص کو اس (آگ) سے بچا لیا جائے گا جو کہ اپنا مال خرچ کرتا ہے تاکہ تزکیہ و پاکیزگی حاصل ہو، اور دنیا کی زینت کی طرف آنکھیں دراز نہ کر اور اس شخص کی طرف مائل بھی نہ ہو جو ظالم اور گمراہ ہے اور قبروں میں جانے اور بوسیدہ ہونے اور جنت اور اس کی نعمتوں، اور دوزخ اور اس کے عذاب کو مت بھول، اور رات کے وقت جبکہ وہ چھا جائے اور دن میں جبکہ وہ روشن ہو جائے غور و فکر کر، اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل میں جلدی کر، اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے ان سے باز رہ، اور اس دن کی شفاعتِ کبریٰ کے لئے کوشش کر جبکہ کسی مرد و عورت کو مال و اولاد کچھ نفع نہ دیں گے۔ بیشک یہ باتیں اس شخص کیلئے نصیحت ہیں جو ڈرتا ہے، اور ایسے قلب سے جو ہدایت سے پھرا ہوا اور خواہشات میں پھنسا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف شکایت ہے، کیا وہ نہیں جانتا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور بیشک وہ نہایت پوشیدہ اور چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔ پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے پستی سے بلندی کی طرف متوجہ ہو کر ترقی کی اور راتوں کی تاریکیوں میں اپنے گناہوں پر رویا اور جان لیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پہنچنا ہے اور بلاشبہ وہ عرش پر تجلی افروز ہے۔ اور مخلوق میں اس کی قدرت کی تاثیر کو دیکھ لیا اور یقین کر لیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی مالدار کرتا اور مفلس بناتا ہے اور ہنساتا اور رلاتا ہے اور وہی مارتا اور زندہ کرتا ہے اسوقت وہ اپنے نفس سے فنا ہو گیا اور اپنے رب سے بقا حاصل کر لی پس وہ نہایت قوت والا ہو گیا کہ جس کی نگاہ کبھی نہ بہکی اور نہ اُس نے حد سے تجاوز کیا اور جس کو بہت بڑی مصیبت (قیامت) بھی غمگین نہیں کرے گی اور جس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جس روز کہ انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا اور بیشک اس روز اللہ تعالیٰ اس کو قرب و درجات عنایت فرمائیگا جبکہ دیکھنے والوں کے لئے دوزخ ظاہر کی جائیگی پس اس بارے میں پرہیزگار لوگ رغبت کرتے ہیں اور اچھے لوگ محنت صرف کرتے ہیں [1]

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۹۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) عمرِ عزیز گزری جارہی ہے اور مقررہ ساعت قریب آرہی ہے اس طرح زندگی بسر کریں کہ وقتِ عزیز باطن کی اصلاح میں گذرے اور دل کی تعمیر میں صرف ہو جو کہ مولیٰ تعالیٰ کی نظرِ عنایت کا مقام ہے، قبر و قیامت کیلئے تیاری میں کوشش کریں، اندھیری راتوں کو اذکار کی پابندی کے ساتھ منور کریں، صبح کے رونے اور استغفار کرنے کو غنیمت جانیں، دن رات میں ایک دو وقت تنہائی کے لئے مقرر کرنے چاہئیں کہ کوئی شخص اس وقت میں دخل انداز نہ ہو اور کلمۂ لا الٰہ الا اللہ سے اپنے مقاصد اور ارادوں کی نفی کریں تاکہ دل کی وسعت میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے [۱]

پند و نصائح | محبت آثار برادرم شیخ چہید دعا و سلام پڑھیں اور احوال کے لکھنے سے فارغ نہ رہیں، طاعات و عبادات کے ادا کرنے میں مردوں کی طرح رہیں اور کمرِ ہمت کو مولیٰ تعالیٰ جل وعلا کی بارگاہ میں چست باندھیں، آج کا دن کام کرنے کا دن ہے، اجر (مزدوری ملنے) کا دن کل (قیامت) کا دن ہے، کام کے وقت میں اجر (مزدوری) کی انتظار میں بیٹھنا حقیقت میں اپنے آپ کو اجر سے باز رکھنا ہے اور خدمات (طاعات) کی ادائیگی میں لذتوں کے پابند نہ رہیں، اگر لذت دیں تو نعمت ہے اور اگر نہ دیں تو طاعت (بندگی) کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے بندگی سے مقصود محنت و مشقت ہے جو کہ نفس سے دشمنی اور خواہش کی مخالفت ہے نہ کہ عیش و راحت کہ جس کو ہوا و نفس چاہتا ہے، وہ لذت و راحت اور چیز ہے جو اس طرف سے عطا ہوتی ہے اور نفس و خواہش کو اس میں ہرگز کوئی دخل نہیں ہوتا کیونکہ نفس اس لذت میں نالہ و فریاد کرتے میں ہوتا ہے لیکن چونکہ وہ لذت عطائی (بخشش کی ہوئی) ہے (اس لئے) طاعات کو اس کے نہ ہونے سے چھوڑا نہیں جاسکتا، طاعات کے حاصل کرنے میں جان کے ساتھ کوشش کریں، نجات کی امید (اللہ تعالیٰ کی) رحمت سے چاہیں اور طاعات کو بھی اس کی رحمت کا اثر جانیں اور اس کی توفیق کی طرف لوٹنے والی سمجھیں اور اپنی قوت و طاقت کو ہرگز اس میں دخل نہ دیں تاکہ عُجب (خود پسندی) سے نکل جائیں اور اگر کبھی قوت و طاقت کو اپنی طرف عائد دیکھیں تو اس سے نادم ہوں اور استغفار کریں (تاکہ) طاعات ناچیز (ضائع) نہ ہو جائیں اور گناہ میں تبدیل نہ ہو جائیں لیکن اس بہانہ سے اعمال و طاعات سے رک نہ جائیں، طاعت (عبادت) بھی کریں اور اس طاعت (کی خامیوں) پر استغفار بھی کریں اور اس (طاعت) کو اس پاک بارگاہ کے لائق نہ جانیں اور امیدوار رہیں کہ یہ ندامت و استغفار آہستہ آہستہ اس طاقت و قوت کے دیکھنے (اپنی طرف منسوب کرنے) کا علاج کردے اور اعمال کو قبولیت کے قابل بنادے [۲]

چشم دارم کہ دہی اشکِ مرا حسنِ قبول   اے کہ در ساختۂ قطرۂ بارانی را [۲]

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۸۴ [۲] ایضاً دفتر اول مکتوب ۹۲۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دیگر دُور افتادہ دوستوں کی خیریت کی امید اور دعا کی جاتی ہے، چاہئے کہ حالات لکھتے رہیں اور اوقات کو (معمولات سے) آباد رکھیں اور اہم کاموں میں صرف کریں اور خلوت و جلوت میں خوف و تقویٰ کے ساتھ رہیں اور جوانی کی قوت کو طاعات میں صرف کریں اور شب بیداریوں کو غنیمت جانیں اور اندھیری راتوں کو اذکار و افکار، گریہ و زاری، گناہوں کو یاد کرنے اور قبر و قیامت کی فکر کے ساتھ منور رکھیں اور جہاں تک ہو سکے سنت پر عمل کرنے کو ہاتھ سے نہ جانے دیں، بدعت اور بدعتی سے بچتے رہیں کوشش کرتے رہیں کہ ماسوی اللہ کی مزاحمت کے بغیر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ دائمی حضور حاصل کر لیں اور ہمت اس بات پر صرف کریں کہ نفسِ حاضر (اس کی اپنی ذات) بھی درمیان سے اُٹھ جائے تاکہ اس کا حضور اس کے ساتھ حاصل ہو جائے اور اُس کے اوصاف و اخلاق اِس کے اوصاف و اخلاق کی بجائے متمکن ہو جائیں (یعنی متخلق باخلاق اللہ ہو جائے) اور نفسِ امارہ کی انانیت زائل ہونے لگے ۔[1]

(نیز فرماتے ہیں) اوقات کو (معمولات سے) آباد رکھیں اور خلوت و تنہائی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں اور لوگوں کے ساتھ خصوصاً غیر آدمیوں کے ساتھ جو کہ سلسلہ میں داخل نہیں ہیں بہت کم میل جول رکھیں ضرورت کے مطابق ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھیں لیکن طالبوں کے حالات میں اچھی طرح مشغول رہیں اور ان کے حالات کی تفتیش اور احوال پرسی جیسی کہ ہونی چاہیے کرتے رہیں، اور اہلِ خانہ کے شرعی حقوق بھی بجا لائیں اور ان کے ساتھ زیادہ میل جول نہ رکھیں کیونکہ عورتوں کی مصاحبت دنیا کے حقیر و قلیل مال کی طرف رغبت دلاتی ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ سے غافل کرتی اور دور پھینکتی ہے ۔[2]

مطلب یہ ہے کہ اس (اللہ) تعالیٰ شانہٗ کے فعل پر راضی اور خوش رہیں اور راہِ شریعت کو مضبوط پکڑیں اور پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہوں اور اپنے والد (قدس سرہٗ) کے سنجیدہ عادات و اطوار کو ترک نہ کریں اور پانچوں نمازوں کے لئے اول وقت میں حاضر ہوا کریں اور (اپنی) والدہ (ماجدہ) اور تمام اہلِ حقوق کی رضاجوئی میں کوشش کریں اور جوانی کے زمانہ کو غنیمت جانیں اور حق تعالیٰ جل و علا کی مرضیات کو حاصل کرنے میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھیں جوانی کی قوتوں کو اپنے مالکِ (حقیقی) کی خدمات (طاعات) میں صرف کریں، کمزوری اور بڑھاپے کے دنوں میں کیا کام ہو سکے گا ایسا نہ ہو کہ ان دنوں کو سستی میں گذار دیں اور لہو و لعب میں صرف کر دیں اور عیش و عشرت میں پڑ جائیں کیونکہ عیش کا وقت آگے (آخرت میں) آنے والا ہے۔ اللھم ان العیش عیش الاٰخرۃ [اے اللہ! بیشک آخرت کا عیش ہی (اصل میں) عیش ہے] یہ وقت کام کرنے کا وقت ہے نیک کاموں کے کرنے میں اچھی طرح کمر ہمت باندھیں اور مولیٰ تعالیٰ اور اس کی رضا کے سوا

---

[1] مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۹۸ [2] ایضاً دفتر اول مکتوب ۱۷۱۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور کوئی غرض نہ رکھیں، فقر و مسکینی کو جان و دل سے عزیز رکھیں اور نامرادوں اور درد مندوں کی صحبت اختیار کریں اور نیک لوگوں اور درویشوں کو دل و جان کے ساتھ عزیز رکھیں اور ان کے ساتھ ہم نشینی اختیار کریں وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۱۸-۲۸) [اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ پابند رکھئے جو صبح و شام اپنے رب کو محض اس کی رضا جوئی کے لئے یاد کرتے ہیں اور دنیوی زندگی کی زیب و زینت کی خاطر آپ کی آنکھیں (توجہات) ان سے ہٹنے نہ پائیں] اور اہلِ دنیا اور اس کی جھوٹی آرائش پر گوشۂ چشم سے بھی نہ دیکھیں اور اس کو حقیر و ناچیز جانیں اور زہرِ قاتل تصور کریں اور طالبانِ حق کی خدمت حتی الامکان خود اپنے ذمہ لیں اور جہانتک ہو سکے دوسروں پر نہ چھوڑیں [1]

آپ نے نصیحتیں طلب کی تھیں۔ میرے مخدوم! سنت کی اتباع میں جان (و دل) کے ساتھ کوشش کریں جزوی و کلی (امور) اور عادات و عبادات میں سرورِ دین و دنیا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کو بہت بڑی سعادت جانیں اور برکات کا پھل اور بلند درجات کا نتیجہ دینے والا تصور کریں محبوب کی مشابہت کرنے والے محبوب اور اس کی پیروی کرنے والے بہت پسندیدہ (ہوتے) ہیں، آیتِ کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (۳-۳۱) [آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا] اس معنی کی شاہد ہے، اوقات کو (ذکر سے) آباد رکھیں اور خلوت کی طرف راغب رہیں اور نماز کو طولِ قیام کے ساتھ ادا کریں اور اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ منور رکھیں، کلمۂ طیبہ کی تکرار اسقدر کریں کہ تمام خواہشات سے خالی ہو جائیں اور حق جلّ وعلا کے ارادہ کے ساتھ قائم ہو جائیں اور وجود اور وجود کے تابع کمالات کی اپنے آپ سے نفی کریں یہانتک کہ سب کی نفی ہو جائے اور ذاتی عدمیت رونما ہو جائے اور (نفسِ) امارہ کی انانیت (سرکشی) جڑ سے اکھڑ جائے اور تمام کمالات اصل کی طرف لوٹ جائیں یہانتک کہ ذکر و حضور بھی نہ رہے [2]

میرے مخدوم و مکرم! ہم اور آپ سے اس دنیائے فانی میں جو کچھ مطالبہ کیا گیا ہے وہ بندگی کے وظائف ادا کرنا اور عبادات و طاعات کا حاصل کرنا اور سرِ تسلیم خم کر دینا ہے اور اہل اللہ کے نزدیک مسلّم ہے کہ عابد کا وجود جس عبادت کے درمیان ہے وہ ناقص ہے اور قبولِ خاص کے لائق نہیں ہے، قبولیت کے لائق وہ عبادت ہے کہ عابد کا وجود جس کے درمیان میں نہ ہو، اور یہ معنی معرفت کے مترادف ہیں کیونکہ معرفت فنا فی المعروف سے عبارت ہے پس عبادت کی حقیقت معرفت کے پائے جانے کے بغیر صورت پذیر نہیں ہے اور کمالِ طاعت فنا کے حاصل ہوئے بغیر ثابت نہیں ہے پس عقلمندوں اور داناؤں کے لئے ناگزیر ہے کہ معرفت حاصل کرنے میں

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۲۳۴۔ [2] ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دل وجان سے کوشش کریں اور جس جگہ سے بھی اس نعمت کی بُو اُن کے دماغ میں پہنچے اس کی طرف رجوع کریں ؎

از تست حجابِ تو یقیں است شرطِ ہمہ رہ رواں ہمیں است

{یہ یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے سب راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے}

افسوس ہے کہ جس چیز کا اس شخص سے اس قلیل فرصت میں مطالبہ کیا گیا ہے وہ بجا نہیں لاتا اور دوسرے امور میں مشغول ہوتا ہے اور اس چیز کی تعمیر کرتا ہے جس کی تخریب (بربادی) مطلوب ہے، کل (قیامت) کے روز کس منہ سے اس کی بے نیاز بارگاہ میں حاضر ہوگا اور کس حیلہ کے ساتھ عذر کی زبان کھولے گا، دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے [۱]

مختصر یہ ہے کہ دنیا سے رُوگرداں اور آخرت کی طرف متوجہ رہیں اور خط وکتابت کا سلسلہ جاری رکھیں کیونکہ یہ غائبانہ توجہ کا ذریعہ ہے اور طریقہ کے دوستوں کو عزیز رکھیں اور ایک دوسرے میں فانی رہیں۔ آپ نے رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ [وہ آپس میں بہت مہربان ہیں] پڑھا ہوگا۔ اور اپنے طریقہ کو لازم پکڑیں اور طریقہ میں کوئی نیا امر پیدا نہ کریں، طریقہ کے فیوض وبرکات اسوقت تک جاری رہتے ہیں جبتک کہ طریقہ میں کوئی نیا امر پیدا نہ ہوا ہو، ورنہ فیوض کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور طریقہ سکھانے کی اجازت بھی طریقہ میں نئی بات پیدا نہ کرنے اور اتباعِ سنت اور مشائخ (سلسلہ کے پیروں) کی محبت پر استحکام کے ساتھ مشروط ہے، یہ محبت جسقدر زیادہ ہوگی شیخ کے باطن سے فیض کا اخذ اسی قدر زیادہ ہوگا۔ چونکہ جہر (بلند آواز سے ذکر کرنا) ہمارے طریقہ میں نہیں ہے (اس لئے) دوستوں کو جہر کی طرف رہنمائی نہیں کرنی چاہئے اور (ذکرِ) جہر کا حلقہ منعقد نہیں کرنا چاہئے [۲]

جوانی اور فراغت کی قدر پر ترغیب اے سعادت آثار! اس جوانی اور فراغت کے زمانہ کو غنیمت جانیں اور اس (جوانی) کی قوت کو مولیٰ (اللہ تعالیٰ) کی طاعات میں صرف کریں، کام کا وقت یہی عمر ہے، بڑھاپے اور اعضا کی سُستی کے وقت زندگی وفراغت کی تقدیر پر معلوم ہے کہ کیا کچھ ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: سات قسم کے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے سایہ میں رکھے گا جبکہ اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا:- [۱] امام عادل، اور [۲] وہ جوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پروان چڑھا، اور [۳] وہ شخص جس کا دل مسجد کے ساتھ لگا رہا اور [۴] وہ دو آدمی جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کی اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی پر جُدا ہوئے، اور [۵] وہ آدمی جس کو منصب وحُسن وجمال والی عورت نے (گناہ کی) دعوت دی تو اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۰۰ - [۲] ایضاً دفتر دوم مکتوب ۵۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ڈرتا ہوں، اور وہ آدمی جس نے کوئی صدقہ دیا پس اس کو چھپایا حتیٰ کہ جو کچھ اس کے داہنے ہاتھ نے خرچ کیا اس کا بایاں ہاتھ (بھی) اس کو نہیں جانتا، اور وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اس کو امام بخاریؒ و مسلمؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ کوشش کریں کہ اخیر کے چھ اعمال پر قائم رہیں اور امام کی نیابت کے ساتھ عدالت پر مستقیم رہیں۔ [1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ دور چلے پھر فرمایا، اے معاذ! میں تجھ کو اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرنے (ڈرنے) سچ بولنے، عہد کو پورا کرنے، امانت ادا کرنے، خیانت نہ کرنے، یتیم پر رحم کرنے، ہمسایہ کی خبر گیری کرنے، غصہ کو ضبط کرنے، نرمی سے بات کرنے، سلام کی کثرت، امام کو لازم پکڑنے، قرآن مجید میں غور و فکر کرنے، آخرت کی محبت، حساب آخرت سے ڈرنے، آرزو میں کمی کرنے اور حُسنِ عمل کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات سے منع کرتا ہوں کہ تو کسی مسلمان کو برا بھلا کہے، یا کسی جھوٹے کی تصدیق کرے، یا کسی سچے کی تکذیب کرے، یا امام عادل کی نافرمانی کرے اور یہ کہ زمین میں فساد پھیلائے۔ اے معاذ! ہر شجر و حجر کے قریب اللہ تعالیٰ کا ذکر کر، ہر گناہ کے لئے توبہ کر، پوشیدہ گناہ کے لئے پوشیدہ طور پر اور علانیہ گناہ کے لئے علانیہ طور پر (توبہ کر) (بیہقی کتاب الزہد) [2]

اخلاق و آداب | طریقہ کے مخالف (لوگوں) کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہئے اور ہر نیک و بد کے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے باطن خواہ اس سے خوش ہو یا ناخوش، اور جو شخص عذر کے ساتھ پیش آئے اس کا عذر قبول کرے اور اچھا اخلاق رکھے، کسی پر اعتراض کرنے سے پرہیز کرے اور نرم و مناسب بات کہے اور خدائے عزوجل کے (حق کے) علاوہ کسی شخص کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے۔ . . . (چند سطور کے بعد) اہل و عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے اور میل جول بقدرِ ضرورت رکھنا چاہئے تاکہ ان کا حق ادا ہوجائے اور ان کے ساتھ بہت زیادہ اُنس پیدا نہیں کرنا چاہئے تاکہ بارگاہِ قدس سے روگردانی کا باعث نہ ہوجائے۔ اور باطنی احوال کو نااہل سے بیان نہیں کرنا چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو مالداروں کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہئے اور تمام حالات میں سنت کو اختیار کرنا چاہئے اور حتی الامکان بدعت سے بچنا چاہئے اور بسط (احوال و واردات کی کثرت) کے زمانہ میں حدودِ شرعیہ کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا چاہئے اور حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے اور قبض (احوال و واردات کی بندش) کے وقت پُر امید رہنا چاہئے رنجیدہ و مایوس نہیں ہونا چاہئے، فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا [پس بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے] سختی اور نرمی میں ارادہ کرے کہ یکساں رہے اور وجود و عدم (کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کی حالت) میں ایک ہی

---

[1] مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۰۰۔ [2] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۶۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

روش پر رہے بلکہ عدم میں راحت پائے اور وجود میں مضطرب رہے۔۔۔۔۔ اور مصائب میں نہ گھبرائے اور لوگوں کے عیبوں پر نظر نہ کرے اور اپنے عیبوں کو ہمیشہ نگاہ میں رکھے اور اپنے آپ کو کسی مسلمان پر فضیلت نہ دے اور سب کو اپنے سے افضل جانے۔۔۔۔۔۔ اور اسلاف کی سیرتوں کو ہروقت ملحوظ رکھے اور غربا، فقرا و مساکین کی صحبت کی طرف راغب رہے اور کسی شخص کی غیبت نہ کرنے بلکہ غیبت کرنے والے کو حتی الامکان منع کرے اور نیکی کا امر کرنے اور برائی سے روکنے کو اپنا شیوہ بنالے اور مال خرچ کرنے پر حریص رہے اور نیکیوں کے ادا کرنے سے مسرور ہوا کرے اور برائیوں کے ارتکاب سے دُور رہے۔[1]

شرائط و آداب سلسلۂ عالیہ | اے سعادت آثار! جب آپ کو ان اکابر کے طریقہ کا شوق حاصل ہوا ہے تو چاہیئے کہ اس سلسلۂ عالیہ کے شرائط و آداب میں حتی الامکان کوشش کریں اور سنت کا اتباع اور بدعت سے کنارہ کشی لازم پکڑیں کہ اس راستہ کا انحصار اسی پر ہے اور اقوال و افعال و اخلاص میں دیندار علما کے فتوی کے مطابق زندگی بسر کریں اور صالحین کے عادات و اطوار کو اپنا شعار بنائیں اور فقراء کو دوست رکھیں اور سونے، کھانے اور بات کرنے میں اعتدال کی حد کو مدنظر رکھیں اور جہاں تک ہو سکے صبح بہت سویرے (تہجد کے وقت) اٹھنے کو ترک نہ کریں اور اس وقت کی نماز، استغفار اور گریہ و زاری کو غنیمت جانیں اور نیک لوگوں کی صحبت کی رغبت رکھیں، دین المرء دین خلیلہ [آدمی کا دین وہی ہوتا ہے جو اس کے دوست کا ہوتا ہے] (کا مقولہ) آپ نے سنا ہوگا۔ اور جاننا چاہیئے کہ آخرت کے طالب کو دنیا ترک کیے بغیر چارہ نہیں ہے اگر حقیقی ترک میسر نہ ہو تو حکمی ترک ضروری ہے تاکہ نجات کی امید پیدا ہو، اور حکمی ترک سے مراد یہ ہے کہ بڑھنے والے اموال اور چرنے والے جانوروں اور تجارت کے مال میں سے زکوٰۃ جس کی مقدار شرع (حدیث و فقہ) کی کتابوں میں مفصل مذکور ہے اللہ تعالیٰ کا احسان مانتے ہوئے اس کے مصارف میں دیں۔ اور صلۂ رحم، پڑوسی اور سوال کرنے والے اور قرض مانگنے والے کے حق کی رعایت کریں، اور مال کو بیجا خرچ نہ کریں اور اس میں فضول خرچی نہ کریں اور اس (مال) کو لہو ولعب، زینتِ خلق اور تفاخر و تکاثر کا ذریعہ نہ بنائیں، جب اس پر عمل کیا جائیگا تو مال نقصان و ضرر سے محفوظ رہے گا اور دنیا آخرت کے ساتھ جمع ہو جائے گی بلکہ وہ دنیا نہیں رہے گی۔

اور نیز جاننا چاہیئے کہ نماز دین کا ستون ہے اگر اس کو قائم کرلیا تو دین کو قائم کرلیا اور اگر اس کو گرایا تو دین کو گرادیا پس چاہیئے کہ نماز کو اس کے مستحب اوقات میں اس کے شرائط و آداب کے ساتھ جو کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں باجماعت ادا کریں اور کوشش کریں کہ تکبیر اولیٰ مل جائے اور پہلی صف میں جگہ پائیں۔ اور ان امور (آداب) میں سے کسی ایک امر کے ترک پر غم و افسوس کیا کریں، کامل نمازی اس (نماز) کے ادا

[1] مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۱۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کرتے وقت گویا دنیا سے جو کہ قرب کی دولت سے بہت کم حصہ رکھتی ہے اور جو کچھ حصہ رکھتی ہے وہ بھی قربِ ظلّی ہے نکل جاتا ہے اور آخرت کے ساتھ جو کہ قربِ اصلی کی جگہ ہے مل جاتا ہے اور جو دولت اس عالم کے ساتھ وابستہ ہے اس سے مناسبت حاصل کر لیتا ہے اور حیرت و فراق کی وادی کے پیاسے اس عالم میں نماز کے صاف و شیریں چشمہ سے مانوس اور سیراب ہیں اور بارگاہِ جلال و کبریائی کے شیدائی آج اس کی محفلِ عروسی کے سراپردوں میں وصال کی خوشبو سے مدہوش ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اور اس کے رب کے درمیان سے حجابات اُٹھا دیئے جاتے ہیں اور حور عین اس کا استقبال کرتی رہتی ہے جبتک کہ رینٹھ نہ پھینکے۔ اور اس طریقہ کے کسی کامل و مکمل شیخ کی صحبت میں پہنچنے تک (اپنے) اوقات کو تلاوتِ (قرآن مجید) اور طاعات کے معمولات و اوراد میں جو احادیث کی معتبر کتابوں سے ثابت ہیں بسر کریں [1]

خوفِ الٰہی سے رونا بڑی نعمت ہے یہ رونا اور یہ خوف جو آپ کو نصیب ہے بڑی خوشگوار نعمتوں میں سے ہے میمون و مبارک، ترقی بخش اور باطن کو منور کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ جل سلطانہٗ کا شکر بجالائیں اور اس (خوف) کے غلبہ سے دل تنگ نہ ہوں۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو خوف کسی آدمی میں جمع نہیں ہوتے، ایک خوف دنیا میں اور ایک خوف آخرت میں، یعنی اگر آخرت کا خوف دنیا میں نصیب ہو جائے تو آخرت سے بے خوف کر دیتا ہے۔ یہ دیوانگیاں، یہ شورشیں، یہ چیخ پکار، یہ نعرے، یہ رونا اور یہ ذوق و شوق جو کہ اس وقت آپ کو نصیب ہے اور بلا طلب آپ سے ظاہر ہو رہا ہے لوگ تمنا کرتے ہیں کہ اس قسم کے وقت کا ایک لمحہ ہی حاصل ہو جائے اور جذب کی قوت سے شوق و جنون غالب آجائے اور ایک ساعت ظاہر و باطن کو ماسوی اللہ سے بیگانہ و بے تعلق کر دے ہم جیسے سنگدل اور خشک چشم لوگ اس حقیقت سے منزلوں دور ہیں [2]

محبت و اتباعِ سنت پر ترغیب اپنی سعادت اس میں سمجھنی چاہیئے کہ ہر کام میں سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت پیدا کی جائے خواہ وہ کام عادات سے متعلق ہو یا عبادات سے یا معاملات سے تعلق رکھتا ہو۔ عالمِ مجاز میں بھی جب کوئی شخص کسی کے محبوب سے مشابہت پیدا کر لیتا ہے تو وہ محبت کرنے والے کی نگاہ میں بہت زیادہ محبوب اور پیارا لگتا اور پسندیدہ و خوبصورت معلوم ہوتا ہے اور اسی طرح محبوب کے دوست بھی محب کے نزدیک محبوب و عزیز ہوتے ہیں اور جن سے محبوب کو بغض و عناد ہوتا ہے محب بھی ان سے بغض و عناد رکھتا ہے، پس ظاہری و باطنی کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے وابستہ ہیں اور آپ ہی کی محبت کی میزان پر وزن کئے جاتے ہیں۔ پس سب سے افضل طاعت (اللہ تعالیٰ اور اس کے

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۴ [2] ایضاً دفتر اول مکتوب ۱۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

رسولؐ کے) دوستوں سے محبت کرنا اور (ان کے) دشمنوں سے دشمنی کرنا ہے، کیونکہ یہ معنی فرطِ محبت ہی سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے کہ دوست کو دوست رکھنے والوں کی دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کرنے میں یہ شخص بے اختیار ہے اور اس بارے میں جنون (دیوانگی) رکھتا ہے، لن یؤمن احدکم حتی یقال انہ مجنون [تم میں سے کوئی شخص ہرگز (کامل) ایماندار نہیں ہوگا جبتک کہ لوگ اسے مجنون نہ کہنے لگیں) اور جو شخص ایسا نہ ہو جائے محبت سے بے بہرہ ہے ۱؎

باطنی نسبت کی حفاظت کرنا اہم کام ہے

باطنی نسبت کی حفاظت کرنا نہایت اہم کام ہے اور ماسوی اللہ کی طرف التفات کرنے سے اپنے سِرّ (باطن) کی نگہداشت اشرف مقاصد میں سے ہے، درس سے فراغت کے بعد دن رات میں ایک دو وقت خلوت (تنہائی) کے لئے مقرر کرنے چاہئیں تاکہ اغیار کی مزاحمت کے بغیر اذکار و افکار کے وظائف میں مشغول رہیں اور اس نمود بے بود سے اپنے وجود اور اس کے متعلقات کی نفی کریں۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ وجودِ بشریت کی نفی کرنے میں ایک ساعت کوشش کرنا ظاہری عبادت گذاروں کی کئی سال عبادت سے بہتر ہے ۲؎

دنیا طلبی کے لئے اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا محرومی ہے

میرے مخدوم! جو شخص اہل اللہ کے ساتھ صرف دنیا کے لئے صحبت رکھتا ہے اور اس کو آخرت ملحوظ نہیں ہوتی وہ اُن (اہل اللہ) کی برکتوں سے مطلقاً محروم ہے اور دنیا و آخرت کا خسارہ ہی اس کی زندگی کا نصیب ہے، یہ بعینہٖ ایسا ہے جیسے کوئی آخرت کے عمل کے عوض دنیا طلب کرے پس وہ محروم اور خسارے میں ہے جیسا کہ قرآن مجید اور احادیثِ نبوی سے ثابت ہو چکا ہے ۳؎

آدمی دو چیزوں کو ناپسند کرتا ہے جبکہ وہ دونوں اس کیلئے بہتر ہیں

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے دو چیزیں ہیں جن کو ابنِ آدم (انسان) ناپسند کرتا ہے: وہ موت[1] کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت اس کے لئے آزمائش سے بہتر ہے اور وہ مال[2] کی کمی کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مال کی قلت حساب کی سہولت کا سبب ہے، دنیا کی مصیبتیں مراتبِ آخرت کا وسیلہ ہیں اور اس (دنیا) کی نعمتیں اُس (آخرت) کے نقصان کا سبب ہیں ۴؎

سونے چاندی کیلئے ہلاکت ہے

اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سونے اور چاندی کے لئے ہلاکت ہے، آپ سے دریافت کیا گیا تو پھر ہم کیا چیز ذخیرہ کریں؟ آپ نے فرمایا ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل اور ایسی بیوی جو آخرت کے لئے تیری مددگار ہو ۵؎

قیامت کیلئے تیاری

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (۵۹/۱۸) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اُس نے کل (قیامت) کیلئے آگے کیا بھیجا ہے) پس ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنے انجام کار اور نقدِ روزگار میں غور کرے اور خوب اچھی طرح دیکھے کہ روزِ موعود

۱؎ مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۲۲۔ ۲؎ ایضاً ۵۸ ۳؎ ایضاً ۳۱ ۴؎ ایضاً ۴۲ ۵؎ ایضاً ۴۲۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(قیامت کے دن) کے لئے کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے اس نے کیا (سامان) تیار کیا ہے (اور یہ بھی دیکھے) اس کی نیکیوں میں سے کونسی قبولیت کے قابل اور کونسی ردو ملامت کے لائق ہیں، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آدمی کو عبث وبیکار نہیں پیدا کیا ہے اور اس کو اس کی مرضی پر نہیں چھوڑ دیا ہے کہ جو سمجھ کرے اور جس طرح چاہے زندگی گذارے، اور اس کی پیدائش کا مقصد وظائفِ بندگی کی ادائیگی اور فنا ونیستی کا حاصل کرنا ہے جو کہ معرفت کا حاصل ہے، جس عبادت کے درمیان میں عابد کا وجود ہے وہ عبادت بارگاہِ قدس کے لائق نہیں ہے وہاں (اس بارگاہ میں) بالکل خالص دین چاہتے ہیں اور شرکت پر راضی نہیں ہیں اور نفس کی دشمنی ومخالفت طلب کرتے ہیں اور ہم بوالہوس خواہشاتِ نفس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور لذاتِ عاجلہ (دنیاوی مزوں) کی تکمیل میں کوشاں ہیں، افسوس پھر افسوس [1]

ایک اہم نصیحت میرے مخدوم! آپ نے اپنے خط میں فقیر کے نام کو حق جل وعلا کے نام کے اوپر لکھا ہے، یہ بات اچھی واقع نہیں ہوئی، آپ توبہ کریں آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہئے، بظاہر آپ سے سہواً واقع ہوا ہوگا، بہرحال توبہ تو بہا ثابت ضروری ہے [2]

مرید کے لئے ہدایت بزرگوں نے کہا ہے کہ ایک پیر کا مرید اگر اپنی ہدایت کو دوسری جگہ زیادہ سمجھے تو جائز ہے کہ پہلے پیر کا انکار کئے بغیر دوسری جگہ مرید ہو جائے کیونکہ مقصود حق جل وعلا ہے، درحقیقت پیر وہی ہے کہ جس کی صحبت میں ہدایت نظر آئے [3]

صوفیہ کا مسلک ترکِ تعرض نہیں اگر مخلوق سے ترکِ تعرض کرنا اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو پسند ہوتا تو اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو کیوں مبعوث فرماتا اور شریعتیں کیوں جاری کرتا اور دینِ اسلام کی طرف کیوں بلاتا اور اسلام کے علاوہ دوسرے ادیان کو باطل کیوں قرار دیتا اور سابقہ امتوں میں جس نے ان بزرگواروں (انبیائے کرام) کی دعوت کو قبول نہیں کیا ان کو طرح طرح کے عذاب میں گرفتار کر کے ان کو ہلاک وختم کیوں کرتا (بلکہ) چاہئے تھا کہ مخلوق کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا اور کچھ تعرض نہ کرتا اور منکروں کو کسی چیز پر عذاب نہ دیتا اور ہلاک نہ کرتا اور نیز اس صورت میں جہاد کو کس لئے فرض کرتا جو کہ مسلمانوں اور کفار دونوں کے ایذا وقتل پر مشتمل ہے اور جہاد ومجاہدین اور شہدائے فی سبیل اللہ کے جو فضائل ودرجات نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہیں ۔۔۔۔ اور نیز نفسِ انسانی جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی مخلوقات میں سے ہے اس کے ساتھ لڑائی اور دشمنی کا حکم کیوں دیا اور اس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہادِ اکبر کیوں فرمایا اور اپنے قُرب کو اس کے ساتھ جہاد کرنے سے مشروط کیوں کیا، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تو اپنے نفس سے دشمنی کر کیونکہ بلا شبہ یہ میری دشمنی ومخالفت کے ساتھ کمربستہ ہے. چاہئے تھا کہ اس کو بھی اس کی

---

[1] مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۱۵۔ [2] ایضاً مکتوب ۲۳۴ [3] ایضاً مکتوب ۱۱۴۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حالت پر چھوڑ دیا جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے، وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ [اور اللہ تعالیٰ غالب اور انتقام لینے والا ہے] [۱]

ایک حال اور اس کی تعبیر | اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "آپ دانتوں میں خلال کرتے ہیں اور وہاں سے گوشت مٹھی مٹھی بھر نکلتا ہے آپ اس کو پرندوں اور کتوں کے سامنے ڈالتے ہیں اور شکر ادا کرتے ہیں الخ" بہت خوب ہے کہ پاک و صاف ہو رہے ہیں اور اخلاقِ سیئہ باہر نکل رہے ہیں اور یہ جو سر کے اوپر سفید روشن نور ظاہر ہوتا ہے شاید کہ آپ کے (لطیفۂ) سِرّ کا نور ہے کہ سینہ سے سر پر آگیا ہے اور ساکنانِ سر کی تربیت کرتا ہے [۲]

وساوس کا حل | ایک راستہ چلنے والے (سالک) نے ایک راستہ جاننے والے (مرشد) سے دریافت کیا کہ میں وساوس کے ہجوم سے پریشان ہوں، انھوں نے کہا کہ آیۂ کریمہ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ [یاد رکھو کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے] کے بموجب جبکہ معلوم ہے کہ محبوب احاطہ کئے ہوئے اور شامل ہے تو وسوسہ کو وصل کے اسباب میں سے شمار کرنا چاہئے نہ کہ جدائی کے اسباب میں سے، اور ہمیشہ مشاہدہ کے دروازے کھلے رکھنے چاہئیں اور غفلت کے سوراخ بند کر دینے چاہئیں [۳]

گوشہ نشینی کے فوائد | آپ نے پوچھا تھا کہ "اگر کسی شخص پر وقت ایسا غالب آگیا ہے کہ مجلس اور تنہائی اس کیلئے یکساں ہو گئی ہے تو اس کو خلوت اختیار کرنا اور گوشہ نشین ہونا ضروری ہے یا نہیں" میرے مخدوم! وقت و حال حاصل کرنے کے لئے گوشہ نشین ہونا ضروری نہیں ہے لیکن خلوت (تنہائی) میں بہت سے فائدے ہیں مثلاً طاعات و اذکار کی پابندی سے ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کرنا اور فضول کاموں کو کم کرنا وغیرہ جیسا کہ مخلوق کے ساتھ میل جول رکھنے میں مخلوق کی گزند کے ذریعے ظاہری غفلت فضول کلام کا ارتکاب اور نامحرموں پر نظر پڑنا وغیرہ بہت سے نقصانات ہیں، پس ان فوائد کو حاصل کرنے اور نقصانات کو دور کرنے کے لحاظ سے مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کرنا مستحسن اور ضروری ہے بشرطیکہ مخلوق کے حقوق تلف نہ ہوں اور ادا ہو جائیں اَلْعُزْلَةُ مُنْيَةُ الصِّدِّيقِيْنَ [گوشہ نشینی صدیقین کی آرزو ہے] آپ نے سنا ہوگا [۴]

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حکمت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے گوشہ نشینی میں ہیں اور ان میں سے ایک خاموشی میں ہے [۵]

بندگی کی حقیقت کب حاصل ہوتی ہے | بندگی کی حقیقت اور طاعات کی حلاوت اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ توجہ کا قبلہ بارگاہِ صمدیت کے سوا اور کوئی نہ ہو اور تمام امور میں مرجعِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہ رہے اور خواہشاتِ نفسانی کی تدبیر سے گذر کر تمام امور اُس لم یزل ولا یزال کی پاک بارگاہ (اللہ تعالیٰ) کے سپرد کر دے اور اعتماد کی

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۹ [۲] ایضاً دفتر سوم مکتوب ۶۷ [۳] ایضاً مکتوب ۳۷ [۴] ایضاً دفتر اول مکتوب ۵۰ [۵] ایضاً دفتر دوم مکتوب ۱۱۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

پُشت، فانی اور ہلاک ہونے والے کاموں پر نہ رکھے کیونکہ اس کا نتیجہ مطلبِ اعلیٰ سے دوری و محرومی کے سوا اور کچھ نہیں ہے [۱]

غلبۂ حال میں بھی خلافِ شرع کلمہ نہیں کہنا چاہئے | آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے عشا کے حلقہ میں اپنے آپ کو بارگاہ رسالت پناہ میں محو پایا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا مظہر دیکھا چنانچہ میں کلمۂ طیبہ کے ذکر کے وقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ کہتا تھا" (جواب) شاید کہ بے اختیار آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا ہوگا، اختیار سے اس قسم کا کلمہ نہیں کہا جا سکتا اگرچہ مغلوب الحال ہو [۲]

تنگیٔ روزگار کی شکایت نہیں کرنی چاہئے | بعض دوست روزگار کی تنگی اور قرضداریوں کے بارے میں شکایت کا اظہار کیا کرتے ہیں، شکایت کا کوئی موقع نہیں ہے جو رزق مقدّر ہے اس میں کسی کمی و زیادتی کا احتمال نہیں ہر رزق کا تنگ و کشادہ کرنا اس تعالیٰ شانہٗ کا خاص فعل ہے کسی شخص کو اس میں دخل نہیں ہے، اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ [اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے] اللہ تعالیٰ کی خوشنودی (حاصل کرنے) کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کے رُخ کو تمام سمتوں سے ہٹا کر اس (تعالیٰ شانہٗ) کے ذکر و عبادت میں یک سُو و یک رُو ہو جائے اور پوری طرح آخرت کی تعمیر میں کوشش کرے اور اس کا مطمحِ ہمت مولائے حقیقی جل سلطانہٗ کی خوشنودیوں کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا [اور اپنے پروردگار کا ذکر کر اور تمام سمتوں سے ہٹ کر اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جا] اور معاشی امور کو اس (اللہ تعالیٰ) کے حوالہ کر دے اور کشود کار کو اسی کی طرف سے جانے اور اس سے طلب کرے، رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا [وہ مشرق و مغرب کا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تو اس کو اپنا کارساز بنا لے] [۳]

مخلوق کی خدمت کی ترغیب | اللہ تعالیٰ جل سلطانہٗ کا شکر بجا لا کر مخلوقِ خدا کی حاجت روائی میں اچھی طرح کمر ہمت باندھیں اور اپنے مالک (اللہ تعالیٰ) کے بندوں اور بندیوں کی خدمت گاری کو دنیا و آخرت کے درجات حاصل کرنے کا وسیلہ تصور فرمائیں اور مخلوق کے ساتھ نیک سلوک و احسان کرنے اور ان کے ساتھ کشادہ روئی و خوش خُلقی سے پیش آنے اور ان کے معاملات میں نرمی و سہولت اختیار کرنے کو مولائے حقیقی جل سلطانہٗ کی رضامندی کا دریچہ (کھڑکی) جانیں اور نجات کا سبب اور ترقیٔ درجات کا ذریعہ سمجھیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب وہ شخص ہے جو اُس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے [۴]

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۹۰ [۲] ایضاً سوم مکتوب ۱۸۹ [۳] ایضاً سوم مکتوب ۱۳۲ [۴] ایضاً دفتر اول مکتوب ۱۴۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دنیا سے بے نیازی کی ترغیب صاحبِ استعداد جوانوں پر افسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی اعلیٰ فطرتوں (صلاحیتوں) کو اس کمینی (دنیا) میں مصروف کردیا ہے اور بظاہر اس غدّار قحبہ (دلاّلہ) کے ساتھ شغف رکھتے ہیں اور نفیس جواہر (موتیوں) کے بدلے چند ٹھیکریوں کے ساتھ رُک کر رہ گئے ہیں، جمال مطلق چمک رہا ہے اور آمد و رفت کا راستہ کُھلا ہوا ہے اور ہم پست فطرت لوگ اس جمال سے پردے اور جدائی میں ہیں[1]

دنیا کی بیوفائی کا بیان مع نصائح افسوس کہ عمر اختتام کو پہنچ رہی ہے اور کوئی عمل نہیں ہوسکا، حجت درست ہوگئی ہے اور دنیا کی بیوفائی بدیہی اوّلی ہوگئی ہے اور فتنے اور مصیبتیں پے در پے آرہے ہیں، احباب و لختِ ہائے جگر کوچ کررہے ہیں اور کوئی بیداری و ہوشیاری نہیں ہے اور نہ ہی توبہ و انابت ہے (بلکہ) غفلت میں اضافہ اور گناہوں میں زیادتی ہے، اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ [کیا وہ غور نہیں کرتے کہ وہ ہر سال ایک مرتبہ یا دو مرتبہ آزمائش میں پڑتے ہیں پھر بھی تائب نہیں ہوتے اور نصیحت حاصل نہیں کرتے] یہ کونسا ایمان ہے اور کیسی مسلمانی ہے کہ نہ کتاب و سنت سے نصیحت قبول کی جاتی ہے اور نہ واضح نشانیوں کے مشاہدے سے عبرت حاصل کی جاتی ہے۔ سوچنا چاہئے کہ وہ دوست و ہمنشین جو گذشتہ اور گذشتہ سے پیوستہ سال اکٹھے ہمسر و ہم بستر اور مونس و ہمدم تھے کہاں چلے گئے؟ ع

کجا رفتند آں یاراں کہ بودند آشنا جانی [وہ دوست کہاں گئے جو کہ مونس و محبوب تھے]

اُن کا کوئی نشان ظاہر نہیں ہوتا اور کوئی شخص اُن کا کوئی پتہ نہیں دیتا ؎

چناں خرمنِ عمرِ شاں شد بباد کہ ہرگز کسے زاں نشانے نداد

[ان کی عمر کا خرمن اس طرح برباد ہوگیا کہ کوئی شخص ان کا کچھ بھی پتہ و نشان نہیں دیتا]

اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ [اے اللہ! ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر اور ان کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال] پس ہم پر اور ہمارے پسماندگان پر لازم ہے کہ عمرِ دو روزہ کو غفلت میں نہ گذاریں اور خوابِ خرگوش میں نہ لگائیں اور اس سرائے فانی (دنیا) سے دل نہ لگائیں اور اس قحبۂ بے وفا کے فریفتہ نہ ہوں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی خوشنودیوں سے کُلّی موافقت کریں اور نفس و شیطان کے مکر اور ہوا و ہوس کے گرداب سے دُوری اختیار کریں اور قبر و قیامت کو پیشِ نظر رکھ کر اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کریں۔ وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْرِ [اور اپنے آپ کو اہلِ قبور میں سے شمار کر] اور وجود و حیاتِ موہوم سے آزاد ہو کر اس موت میں مشغول ہوں جو موت سے پہلے ہے اور اپنی ذاتی عدمیت و اصلی نیستی کے ساتھ موافقت کریں، وہ معدوم جو اپنے اوپر کسی موجود کے احکام جاری کرے اور وجود کے عنوان سے ظاہر ہو اور وہ نیست جو کہ ہست کی تہمت کے ساتھ ہو وہ مخلوق کیلئے

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۱۶۴۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

قابلِ مضحکہ ہے ..... ہستی اور اس کے توابع صاحبِ ہستی و موجودِ حقیقی کے لائق و مناسب ہیں اور یہ ہر شئے کو اس کے مقام میں رکھنا ہے۔ ممکن کا کمال اپنے سے کمال کی نفی کرنے میں اور اس کی بھلائی (اپنے سے) بھلائی کے سلب میں ہے [1]

دنیا زہرِ قاتل و متاعِ باطل ہے | میرے مخدوم! دنیا بظاہر شیریں ہے، ظاہر کے اعتبار سے تروتازگی رکھتی ہے حقیقت میں ایک زہرِ قاتل اور ایک متاعِ باطل اور ایک بے فائدہ تعلق ہے، اس کا قتل کیا ہوا ذلیل اور اس پر فریفتہ دیوانہ ہے، یہ ایک سونے میں لپٹی ہوئی نجاست اور ایک شکر آلود زہر ہے۔ عقلمند وہ ہے جو اس قسم کی کھوٹی پونجی پر فریفتہ نہ ہو اور اس قسم کے بیکار ساز و سامان کے ساتھ گرفتار نہ ہو اور اس قلیل فرصت میں مولائے حقیقی جلّ شانہٗ کی رضامندی حاصل کرے اور آخرت کا زادِ راہ تیار کرے، اس عالمِ فانی میں مقصود بندگی کے وظائف (اعمال) کا بجا لانا اور معرفتِ الٰہی کا حاصل کرنا ہے افسوس ہے کہ جو کچھ اس دنیا میں اس شخص سے طلب کیا گیا ہے بجا نہ لائے اور دوسرے امور میں مشغول ہو جائے [2]

رضا اور خوشی کا مقام آخرت ہے اور دنیا کی حیثیت کھیتی سے زیادہ نہیں | مختصر یہ کہ رضا اور خوشی کا مقام آخرت ہے اور درد و محرومی کا مقام دنیا ہے، اس مقام (دنیا) کا بہترین سامان درد و اندوہ ہے اور اس دستر خوان کی سب سے اچھی نعمت سوز و گداز ہے، یہاں کا آرام بے آرامی میں اور (یہاں کا) ساز، سوز میں ہے، یہاں وصل طلب کرنا کوزہ میں دریا کو تلاش کرنا اور آفتاب کو پانی کے طشت میں دیکھنا ہے۔ اُس دنیا (آخرت) کے لئے اِس دنیا کی حیثیت کھیتی سے زیادہ نہیں ہے کھیتی جسقدر زیادہ کی جائیگی پھلوں کی توقع اسی قدر بے اندازہ ہوگی۔ یہ دنیا دارِ عمل ہے دارِ اجر آگے ہے، عمل کے وقت میں اجر طلب کرنا لاحاصل ہے مگر یہ کہ اللہ سبحانہٗ کسی شخص کی دنیا کو بھی آخرت کے حکم میں کر دے تو جائز ہے کہ اس پر اس اجر کا ترشح ہو جائے جو اس کے لئے اس دنیا میں تیار کیا گیا ہے اور اس کے آخرت کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں فرمایا ہے: وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ (پ۲۰) اور ہم نے اس کا اجر اسے دنیا میں دیدیا تھا اور بیشک وہ آخرت میں نیکوکاروں میں سے ہے [3]

سالک کن اوراد کو جاری رکھے | سوال: بعض اوراد اور قرآن مجید کی سورتیں کہ اس طریقۂ عالیہ میں داخل ہونے سے پہلے جن کے پڑھنے کا معمول تھا اب اُن اوراد کو عمل میں لائے یا نہ لائے، اور نمازِ تہجد و نمازِ ضحیٰ (اشراق و چاشت) وغیرہ پڑھے یا نہ پڑھے اور فجر کے اوقات میں کتبِ فقہ و کلام کے مطالعہ اور قرآن مجید کی بعض سورتوں کے حفظ میں مشغول ہو یا نہ ہو؟ جواب: اس طریقہ کے بزرگ، مبتدی طالب کو اجازت

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم ۱۵۶ [2] ایضاً دوم ۳۵ [3] ایضاً دفتر سوم ۲۵۵۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نہیں دیتے کہ وہ ماخوذ ذکر کے علاوہ غیر از فرض وسنتِ مؤکدہ کسی اور امر میں مشغول ہو۔ اور یہ فقیر مبتدیوں کے لئے قدرے توسع (گنجائش) کر دیتا ہے۔ اور آپ کو جو کہ ابتدائی معاملہ سے کئی منزل ترقی کر چکے ہیں بطریقِ اولیٰ اجازت ہے کہ بعض مسنون اوراد پڑھتے رہیں اور نمازِ تہجد و ضحیٰ (اشراق وچاشت) واوابین وغیرہ سننِ زوائد میں سے بھی ادا کیا کریں (نمازِ تہجد و قیام لیل (کے متعلق) کہہ سکتے ہیں کہ صوفیۂ عالیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ کی ضروریات میں سے ہے اور تعلیم و تعلم (پڑھنا اور پڑھانا) ہمارے طریقہ کے خلاف نہیں ہے بلکہ نیتِ صالح کے ساتھ باطنی نسبت کا مددگار ہے، دینی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہیں اور ان کے سیکھنے اور سکھانے میں راغب رہیں اس عظیم کام کے لئے ایک وقت مقرر کر لیں اور باقی اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ آباد رکھیں اور اگر قرآن پاک کی بعض سورتیں یاد کر لیں تو گنجائش ہے ؂۱

ذکرِ جہر وغیرہ کی مجالس میں نقشبندی سالک کو کیا کرنا چاہئے

آپ نے پوچھا تھا کہ "جس مجلس میں کہ سلسلۂ کبرویہ وغیرہ کے لوگ اورادِ فتحیہ پڑھتے ہیں اس میں بیٹھنا چاہئے یا اس مجلس کو ترک کر دینا چاہئے"۔۔۔ میرے مخدوم! ان کے ذکرِ جہر کرنے کی صورت میں چونکہ ذکر فی نفسہ اچھا اور نتیجہ بخش ہے اگر آپ بیٹھیں اور اپنے طریقہ میں مشغول رہیں تو گنجائش رکھتا ہے اور مستحسن ہے اگر اس نظریہ سے کہ ذکر میں جہر کرنا بدعت ہے خود کو علیحدہ رکھیں تو یہ بھی آپ کے لئے مناسب ہے اور آپ مختار ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ اس قسم کی جگہوں میں حکمت کی رعایت کریں اور وقت و حال کا لحاظ رکھیں اور دل کے فتوے پر عمل کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نیکی وہ ہے کہ جس کی طرف نفس کو تسکین ہو جائے اور قلب اس کی طرف مطمئن ہو جائے، اور گناہ وہ ہے جس کی طرف نفس کو تسکین نہ ہو اور قلب اس کی طرف مطمئن نہ ہو اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتویٰ دیدیں ؂۲

قصور کی دید کے مطابق اعمال کی قیمت بڑھتی ہے

آپ نے لکھا ہے کہ "اگر طاعت و عبادت کی جاتی ہے تو اس سے استغفار کر کے نظر اس کے فضل و کرم پر رکھتا ہوں"۔۔۔ اس کے مطالعہ نے مسرور کیا جسقدر قصور کی دید اعمال کے اندر پیدا ہو گی اعمال کی قیمت کو اسی قدر بڑھائے گی اور قابلِ قبول بنائے گی۔ بزرگوں نے کہا ہے اِعْمَلْ وَاسْتَغْفِرْ (عمل کر اور استغفار کر) عمل سے رُکے نہ رہیں اور اس سے استغفار (بھی) کریں اور نظر محض فضل پر رکھیں، بندگی کا طریقہ یہی ہے ؂۳

جن مقامات میں معاملہ فضل و کرم یا محض محبت سے پڑتا ہے تو ان میں بھی اعمالِ صالحہ ترقی بخش ہیں۔۔۔

سوال یہ ہے کہ "جب عارف کا معاملہ فضل و کرم یا محض محبت سے پڑتا ہے تو اس مقام میں عارف کے لئے ظاہری اعمال یعنی ذکرِ لسانی و تلاوت وغیرہ زیادہ فائدہ مند یا ترقی بخش ہیں یا نہیں؟"۔۔۔ جواب فائدہ مند ہیں اور آخرت کے درجات

؂۱ مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم ۳۶ ؂۲ ایضاً دفتر دوم ۱۳۱ ؂۳ ایضاً دفتر سوم ۱۸۶۔

بلند کرنے اور گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں اور بشری کدورتوں اور جسمانی ظلمتوں کا ازالہ کرتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ "بیشک میرے قلب پر کچھ غبار آجاتا ہے اور بیشک میں اللہ تعالیٰ سے دن اور رات میں ستر مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں" لیکن جس مقام میں کہ وہ پہنچا ہے ترقی ان اعمال کے ساتھ وابستہ نہیں ہے درجات کے فرق کے مطابق محض فضل یا صرف محبت کے ساتھ وابستہ ہے لے

کامیابی کا مدار فضل پر ہے لیکن عمل کے بغیر چارہ نہیں

آپ نے لکھا تھا "اعمال سے ناامیدی متصور ہوتی ہے، ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعمال جو کہ یہ قصور وار رکھتا ہے اس بارگاہ میں کچھ نہیں ہیں اور محض ناچیز ہیں (یہ عاجز) حیران ہے کہ کس طرح عمل کرے کہ اس بارگاہ کے لائق ہو"۔ میرے مخدوم! آپ نے جو کچھ لکھا ہے سچ اور درست ہے کامیابی کا مدار فضل پر ہے لیکن عمل کے بغیر چارہ نہیں ہے اور عمل میں پوری طرح کوشش کرنی چاہئے اور فضل و رحمت پر اعتماد رکھنا چاہئے اور اس عمل کو (اللہ تعالیٰ کی) بارگاہ کے لائق نہیں جاننا چاہئے۔ بزرگوں نے کہا ہے اِعْمَلْ وَاسْتَغْفِرْ (عمل کر اور استغفار کر)۔ لوگوں نے حضرت رابعہ (بصریہ رحمہا اللہ) سے پوچھا تو جو امید رکھتی ہے تو کس چیز سے امید رکھتی ہے؟ انھوں نے کہا میں اپنے ہر عمل سے ناامیدی کے ساتھ امید رکھتی ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل سے نجات نہیں پائے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اور کیا آپ بھی نہیں؟ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اور میں بھی نہیں لیکن یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ میری اس سے پردہ پوشی فرما دی ہے ۲ے

کام کا مدار صحبت و توجہ پر ہے

الغرض کام کا مدار صحبت و توجہ پر ہے جو کہ محبت و سپردگی کے ساتھ جمع ہوتی ہے ایک جانب سے محبت و سپردگی اور دوسری جانب سے توجہ (ہونی چاہئے) ہو سکتا ہے کہ رہبر کی توجہ کے بغیر تنہا محبت نفع دینے والی ہو لیکن محبت کے بغیر محض توجہ بہت کم نفع دیتی ہے۔ محبت ہی ہے جو کہ پیر کی مخفی کیفیات کو جذب کرتی ہے اور اس کے مخصوص کمالات کو اپنے اندر کھینچتی ہے اور فنا فی الشیخ بلکہ فنا فی اللہ پیدا کرتی ہے اور جب طرفین سے مذکورہ صفات ظاہر ہو جائیں تو امید ہے کہ ترقی کا راستہ کھل جائے اور جلدی سے منزلِ مقصود تک پہنچ جائے اور راستہ میں نہ رہے ۳ے

ناجنس اور خلافِ شریعت لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہئے

اے بھائی! ناجنس اور طریقہ کے مخالف کی صحبت سے پرہیز کر اور بدعتی کی مجالس سے گریز کر۔ یحییٰ معاذ رازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ تین قسم کے لوگوں یعنی غافل علماء اور غیر محتاط قاریوں اور جاہل بناوٹی صوفیوں کی صحبت سے اجتناب کر۔ اور جس شخص نے اپنے آپ کو بزرگی کی گدی پر بٹھایا ہے اور اس کا عمل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت کے موافق نہیں ہے اور وہ

لے مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم ۱۱۶ ۲ے ایضاً دفتر سوم ۴۴ ۳ے ایضاً دفتر سوم ۱۳۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شریعتِ منورہ کے زیور سے آراستہ نہیں ہے قطعی طور پر اس سے دور رہ بلکہ جس شہر میں وہ ہو اس میں مت رہ۔ ایسا نہ ہو کہ دنوں کے گذرنے کے ساتھ دل کو اس سے کچھ رغبت پیدا ہو جائے اور مقصدِ اعظم میں خلل ڈال دے کیونکہ وہ اقتدا کے لائق نہیں ہے وہ ایک چھپا ہوا چور اور شیطان کا ایک جال ہے اگرچہ تو اس سے مختلف قسم کے خوارقِ عادات دیکھے اور تو اس کو ظاہر میں دنیا سے بے تعلق پائے، جسقدر تو شیر سے بھاگتا ہے اس کی صحبت سے اُس سے بھی زیادہ بھاگ[1]

ہر فیض کو اپنے پیر کی طرف سے جاننا چاہئے یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر کسی دوسری جگہ سے کوئی نسبت حاصل ہو تو اس کو بھی اپنے پیر ہی کی طرف منسوب کرنا چاہئے اور اپنی توجہ کے قبلہ کو منتشر نہیں کرنا چاہئے[2]

(ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) جو شخص ایک جگہ (تعلق رکھتا) ہے وہ ہر جگہ (سے فیض حاصل کر لیتا ہے اور جو شخص ہر جگہ (تعلق رکھتا) ہے وہ کسی جگہ (سے بھی فیضیاب) نہیں ہے۔ جاننا چاہئے کہ اس راہ کے اس طالب پر جو کسی شیخ کا مرید ہو چکا ہے ظاہر ہو جائے کہ اس کو کوئی نسبت یا نور کسی دوسرے بزرگ سے پہنچا ہے تو اس کو چاہئے کہ اس نسبت کو اپنے پیر سے جانے کہ جس نے اس بزرگ کی شکل میں ظاہر ہو کر فائدہ پہنچایا ہے اور اعتقاد کرے کہ اس کا پیر جامع ہے اس کے لطائف میں سے کسی لطیفہ نے جو کہ اس بزرگ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اپنے آپ کو اس بزرگ کی صورت میں ظاہر کیا ہے، یہ (دوسرے بزرگ سے فیض سمجھنا) طالبین کی غلطیوں میں سے ہے، آپ خود تو محفوظ ہیں لیکن دوستوں کو اس باریکی سے آگاہ کر دیں شیطان طاقتور دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ اس ذریعہ سے طالبین کی توجہ کے قبلہ کو منتشر کر دے اور مطلوب تک پہنچنے سے روک دے بلکہ راستہ ہی سے گمراہ کر دے[3]

بد عقیدہ پیروں کی صحبت سے بچنا ضروری ہے میرے مخدوم! اس قسم کے (گمراہ) لوگ جو اس نوع کے اعتقادات رکھتے ہوں (جن کا ذکر آپ نے کیا ہے) اور اپنے آپ کو مسندِ مشیخت پر فائز کئے ہوئے ہوں دین کے چور ہیں اُن کی صحبت سے دور رہنا چاہئے اور یہ لوگ دین سے بیگانہ اور حلقۂ اسلام سے باہر ہیں خود بھی گمراہی کی گہرائی میں غرق ہیں اور دوسروں کو بھی سیدھے راستہ سے ہٹاتے ہیں ضَلُّوا فَاَضَلُّوا (وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا) ان سے دور رہیں اور ان کی صحبت کو زہرِ قاتل سمجھیں جو کہ ابدی موت تک پہنچاتی ہے جتنا شیر سے بھاگتے ہیں اس سے زیادہ ان کی صحبت و دوستی سے بھاگیں۔ آپ کے بھائیوں پر تعجب ہے کہ اس قسم کے لوگوں کے معتقد ہو گئے ہیں اور اپنے دین و ایمان کو برباد کر رہے ہیں اور زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے وہ (اُن سے) تربیت پا رہے ہیں جس شخص کے دین و ایمان میں کلام ہو وہ دوسرے کی تربیت کیا کرے گا[4]

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم ۱۱۰ [2] ایضاً دفتر اول ۲۲ [3] ایضاً دفتر اول ۱۵۴ [4] ایضاً دفتر سوم ۱۶۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مسائل شرعیہ

یہ تین دعائیں ماثور نہیں ہیں | آپ جو اوراد کہ ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت پڑھتے ہیں ان میں سے اکثر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے الفاظ ہیں، اگرچہ بعض دعاؤں میں تعینِ عدد و تعینِ وقت میں تفاوت ثابت ہو، آپ پڑھتے رہیں البتہ تین دعائیں ماثور نہیں ہیں (ان میں سے) ایک الٰہی بحرمۃ الحسن الخ، دوم شیخ عبدالقادر الخ سوم نادِ علیاً الخ پہلی دو دعاؤں کی گنجائش ہے کہ پڑھیں میں منع نہیں کرتا، تیسری دعا اہلِ سنت کے شعار سے نہیں ہے (اس کا پڑھنا اس بات پر) موقوف رہے گا کہ آپ اہلِ سنت کے ثقہ عالموں سے اس دعا کے استعمال میں کوئی معتمد نقل دیکھیں تو آپ مختار ہیں [1]

دعا کرنے کا حکم | آپ نے پوچھا تھا کہ حدیث اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْھِمَمِ [بیشک اللہ تعالیٰ بلند ہمتیوں کو پسند فرماتا ہے] اس بات کی مقتضی ہے کہ امورِ عالیہ کو طلب کیا جائے اور مقامِ رضا و عبودیت تقاضا کرتا ہے کہ انسان کچھ بھی طلب نہ کرے کیونکہ یہ (طلب کرنا) عبدیت و رضا کے منافی ہے" میرے مخدوم! یہ سوال مطلق دعا کے بارے میں ہوا، اس لئے کہ دعا اور طلب کرنا رضا و تسلیم کے منافی ایک امر ہے۔ جواب: کوئی منافات نہیں ہے، یہ بات جائز ہے کہ (ایک شخص) موجود پر راضی ہو اور زیادہ کا طالب (بھی) ہو، زیادہ کا طلب کرنا موجود پر راضی نہ ہونا نہیں ہے۔ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا [آپ کہیں کہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ فرما] اور وَھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ [اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا فرما کہ جو میرے بعد کسی اور کو میسر نہ ہو] (ان دعاؤں میں طلبِ زیادتی ہے اور یہ رضا کے منافی نہیں ہے) حق تعالیٰ جلّ وعلا کے دوست اس کی (بھیجی ہوئی) بلا پر راضی ہیں اس کے باوجود بلا کے دفعیہ کی دعا بھی کرتے ہیں: اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ [(اے میرے رب!) مجھ کو تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب رحم والوں سے زیادہ رحم والے ہیں] (اس دعا میں بھی دفع بلا کی درخواست ہے) اگر قضا پر راضی ہونا دعا کے منافی ہوتا تو دعا کا امر کیوں ہوتا (جیسا کہ قرآن مجید میں ہے) وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ [اور تمہارے رب نے کہا کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا] پس معلوم ہوا کہ رضا اور دعا کے درمیان منافات ثابت نہیں ہے [2]

فاتحہ بعد فرض نماز کا حکم | آپ نے لکھا تھا کہ "اس علاقہ کے لوگ پنجوقتہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور اس عمل کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور اس کے ترک کرنے والے سے اعتراض کے ساتھ پیش آتے ہیں"۔ میرے مخدوم! اس طرح سے فاتحہ پڑھنا ہمارے بزرگوں کا عمل نہیں ہے (اس لئے کہ) پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعمال میں (یہ چیز) نظر نہیں آتی ہے۔ خزانۃ الروایات میں خلاصہ سے منقول ہے: قرأۃ الفاتحۃ

---

[1] مکتوبات معصومیہ دفتر سوم ۱۶۶ [2] ایضاً دفتر سوم ۲۰۶۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

لاجل المہمات بعد الفرائض بدعۃ [مہمات کے لئے فرائض کے بعد فاتحہ پڑھنا بدعت ہے] ؎۱

مصافحہ بعد نمازِ جمعہ کا حکم | آپ نے نمازِ جمعہ کے بعد مصافحہ کرنے کے متعلق جو وہاں مروج ہے دریافت کیا تھا۔ میرے مخدوم! مصافحہ فی نفسہا مسنون اور اچھا عمل ہے اور اس کا وقت متعین کرنا بدعت ہے، پس یہ عمل (نمازِ جمعہ کے بعد مصافحہ کرنا) وجہ حسن بھی رکھتا ہے اور وجہ قبح بھی (ایک لحاظ سے اچھا ہے اور ایک لحاظ سے بُرا ہے) اگر اس کا معاملہ زیادہ سے زیادہ مباح ہونے تک ہی پہنچ جائے جیسا کہ بعض نے کہا ہے تو بھی غنیمت ہے۔ خزانۃ الروایات میں ہے کہ شیخ محی الدین نووی رحمہ اللہ نے الاذکار میں کہا ہے کہ "ہر ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مستحب ہے لیکن یہ جو لوگوں نے صبح اور عصر کی نماز کے بعد اس کی عادت کر لی ہے تو اس کی کوئی اصل نہیں ہے ولیکن اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اصل مصافحہ تو سنت ہے اور لوگوں کا بعض مواقع میں اس کی پابندی کرنا اور ان میں سے بعض مواقع میں حد سے تجاوز کرنے والا ہونا، یہ بعض حالات اس کو اس مصافحہ سے خارج نہیں کرتے جو شرع میں وارد ہوا ہے ؎۲

وتر کے بعد سجدہ کرنے کا حکم | آپ نے دوسرا سوال وتر کے بعد سجدہ کرنے کے بارے میں کیا تھا فقیر نے اس کا جواب روایت کے ساتھ اس سے پہلے بھیجا ہے تعجب ہے کہ نہیں پہنچا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا عمل اور ہمارے حضرت عالی (حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ) کا عمل نہیں ہے اور علماء نے اس کو منع کیا ہے (اس لئے) کرنا نہیں چاہئے۔ (کتاب) سنن الہدیٰ میں ہے کہ نمازِ وتر کے بعد دو سجدے کرنا اور ان کے درمیان جلسہ (بیٹھنے) کے ذریعہ فصل کرنا اور اس جلسہ میں آیۃ الکرسی پڑھنا کہ ان دونوں سجدوں پر بلادِ ہند میں عمل کیا جاتا ہے اخبار و آثار (احادیث و روایاتِ صحابہؓ) میں ان دونوں سجدوں کی کوئی اصل نہیں ہے اور فقہ مختار میں بھی ان دونوں کے لئے کوئی روایت نہیں ہے اور اہلِ عرب کا بھی ان دونوں سجدوں پر کوئی عمل نہیں ہے بلکہ شافعیہ ان دونوں کی حرمت کے قائل اور اکثر احناف ان دونوں سجدوں کو بالکل جانتے ہی نہیں ہیں اور میں نے ان دونوں سجدوں کے بارے میں فقہائے مدینہ سے دریافت کیا تو انھوں نے ان دونوں میں کراہت کا ہونا نقل کیا ہے ؎۳

توبہ کا طریقہ | آپ نے اس فقیر سے توبہ اور دل کی طرف توجہ کے طریقہ کی درخواست کی تھی۔ میرے مخدوم! آپ گذشتہ لغزشوں اور کوتاہیوں سے نادم ہوں توبۂ نصوح کریں اور تین دفعہ کلمۂ استغفار پڑھیں اس کے بعد قلبِ صنوبری کی طرف جو کہ قلب کی حقیقتِ جامعہ کا مقام ہے اور بائیں پہلو میں واقع ہے متوجہ ہو کر لفظِ مبارک اللہ کو اس میں گذاریں اور دل کی زبان سے اس کو کہیں اور اس پر ہمیشگی کریں جسقدر بھی یہ ذکر دل کا ملکہ (صفتِ راسخہ) ہوگا اسی قدر حضور مع اللہ اس کی صفتِ لازمہ ہو جائے گی ؎۴

؎۱ و ؎۲ مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول ۱۹۷ ؎۳ ایضاً دفتر اول ۱۴۲ ؎۴ ایضاً دفتر سوم ۱۷۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ثواب بخشنے کا طریقہ | سوال: اگر ختم کا ثواب کسی شخص کی روح کو بخشنا چاہیں تو پہلے سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی روحِ مطہر کو پیش کرنا چاہئے اس کے بعد میت کی روح کو بخشیں اور اگر اس طرح نہ کریں تو جس شخص کی نیت سے پڑھا ہے اس کو ثواب نہیں پہنچتا، اور نیز چاہئے کہ تمام اہلِ ایمان کی ارواح کو نہ بخشیں ورنہ جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب کو تقسیم کریں گے۔ کیا فی الواقع اسی طرح ہے یا نہیں؟ اور اگر فی الواقع اسی طرح ہے تو حضرات خواجگان کے ختم میں اس طرح کیوں نہیں کرتے؟ —— جواب: صدقہ کے ثواب کو اول پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی روحِ مبارک کو پیش کرنا اور میت کو آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیلی بنانا مستحسن اُمور میں سے ہے اور قبولیت کی امید بہت زیادہ ہو جاتی ہے اور قبولیت کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے، ایسا کرنا صدقہ کے ارکان و واجبات میں سے نہیں ہے کہ اس کے بغیر صدقہ ہرگز قبول ہی نہ ہو، اور اگر آپ اس بارے میں کوئی قابلِ اعتماد نقل رکھتے ہیں تو اس کو ظاہر کرنا چاہئے اور عمل (نیکی) کا ثواب تمام مومنین و مومنات کی ارواح کو پیش کرنا بھی مستحسن ہے کہ ہر ایک کو پورا ثواب پہنچتا ہے اور جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب سے کچھ کم نہیں ہوتا [1]

خاتمہ کا علم مبہم و ظنی چیز ہے | سوال: عقیدہ یہ ہے کہ خاتمہ مبہم ہے اگر کوئی شخص اپنے پیر و مرشد کے حق میں کہ جس سے اس نے استفادہ کیا ہے خلوصِ اعتقاد کی وجہ سے حُسنِ خاتمہ کا حکم کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟ —— جواب: قطعی حکم نہیں لگانا چاہئے کیونکہ (ایسا حکم) وحی سے وابستہ ہے، اگر اکابرِ دین کی سلامتیٔ خاتمہ کا ظنِ غالب اور علمِ اطمینان رکھے تو گنجائش ہے اور اسی طرح الہام سے خاتمہ کے اچھا یا بُرا ہونے کا قطعی حکم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ الہام ظنی دلیل ہے لیکن ایک ظن سے دوسرے ظن تک آسمان و زمین کا فرق ہے [2]

(ایک دوسرے مکتوب میں مزید فرماتے ہیں) الہام ظنی چیز ہے قطعی حکم کا موجب نہیں ہے پس خاتمہ کا مبہم ہونا باقی ہے اور خوف و امید اپنی جگہ پر ہے۔ جاننا چاہئے کہ نفسِ مطمئنہ نصِ قطعی کے مطابق راضی و مرضی ہے اور جنت کی بشارت دیا گیا ہے لیکن کسی شخص کے بارے میں اطمینان حاصل ہونے کا علم آثار و علامات سے ہے یا الہام سے جو کہ ظنی امور ہیں نہ کہ قطعی، قطعی امر ہونا وحی اور انبیاء علیہم السلام کے خبر دینے پر موقوف ہے اور اسی طرح یہ جو اس طائفہ کے نزدیک مسلّم ہے کہ الفانی لا یرد [فانی واپس نہیں لوٹتا] خاتمہ کے مبہم ہونے کو دُور نہیں کرتا کیونکہ یہ مقدمہ ظنی ہے یقین حاصل ہونے کا موجب نہیں ہے اور یہ جو پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ نے فرمایا کہ "میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے باوجود یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا" خاتمہ کے مبہم ہونے کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ آنحضرت

---

[1] و [2] مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۳۶

(صلی اللہ علیہ وسلم) کا اطمینانِ نفس وحُسنِ خاتمہ قطعی ہے اور اس میں شک کرنا کفر ہے بلکہ اس معنی میں ہے کہ جو کچھ دنیا و آخرت میں میرے اور دوسروں کے ساتھ کریں گے اس کی تفصیل میں نہیں جانتا کیونکہ غیب کا علم حق سبحانہٗ کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (پس کسی شخص کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانہ غیب میں موجود ہے، یہاں کے لئے ان کے اعمال کا صلہ ہے] [1]

نمازِ وسطیٰ وساعتِ جمعہ واسمِ اعظم کے مبہم ہونے میں حکمت
آپ نے لکھا تھا کہ "صلوٰۃِ وسطیٰ وساعتِ جمعہ واسمِ اعظم کے تعین میں اخبار و آثار (احادیث و روایات) میں بہت تضاد ہے اور جو کچھ تیرے کشف میں آیا ہو اور جو اس سے مفہوم ہوتا ہو تو تعین کرتا کہ خدشہ دل سے دور ہو جائے اور لوگوں کو بہت سے فوائد حاصل ہوں"۔
اے عزیز! جس چیز کو کہ حق تعالیٰ نے مبہم چھوڑا ہو اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے امت پر اس تمام شفقت اور اس کی خیر خواہی کے باوجود بیان نہ فرمایا ہو، ہمیں اور تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ اس بارے میں لب کشائی کریں اور اپنے خواب و خیال سے اس معما کو حل کریں! ابھموا ما ابھمہ اللہ [جس کو اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا تم بھی اس کو مبہم رکھو] آپ نے سنا ہوگا۔ بظاہر اس ابہام میں بندوں کی مصلحتیں اور ان کے فائدے منظور ہوں گے مثلاً یہ کہ لوگ اسماءِ (الٰہی) کی تعظیم کریں، یہ ابہام شبِ قدر اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے روزِ پیدائش و وفات کے ابہام کی طرح ہے اور ہر کسی سے برکات حاصل کریں اور جمعہ کے پورے دن کو جمعیت و حضور، تضرع و دعا کے ساتھ معمور رکھیں اور تمام نمازوں کی پوری حفاظت کریں، بظاہر دل میں اس تردد کا قرار پکڑنا اس کے رفع سے بہتر ہے [2]

زندگی میں قبر تیار کرانا
سوال: اپنی زندگی میں قبر تیار کرالینا مسنون طریقہ ہے یا نہیں؟ — جواب: یہ عمل حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات وخلفائے راشدین اور تمام اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں ہوا ہے ہاں بعض سلف مثلاً (حضرت) عمر بن عبدالعزیزؒ وغیرہ سے منقول ہوا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی میں قبر تیار کرائی ہے اور علماء کا بھی اس بارے میں اختلاف ہے بعض کراہت کے قائل ہیں اور بعض بلا کراہت جواز کے اور بعض مستحب ہونے کے قائل ہیں [3]

تیجہ، دسواں کرنے اور پھول دینے کا شرعی حکم
سوال کا حاصل یہ ہے کہ میت کی روح کو (ثواب) پہنچانے کے لئے تیسرے یا دسویں روز کھانا کھلانا اور تیسرے روز پھول دینا کہاں سے ثابت ہے — (جواب) میرے مخدوم! کسی رسم اور ریا (دکھاوا) کے بغیر اللہ تعالیٰ کے لئے کھانا کھلانا اور اس کا ثواب میت کو بخشنا بہت اچھی

---
[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۲۶ [2] ایضاً دفتر دوم ۱۱۹ [3] ایضاً دفتر دوم ۵۱۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بات اور بڑی عبادت ہے لیکن وقت معین کرنے کی کوئی قابلِ اعتماد اصل ظاہر نہیں ہوتی اور تیسرے روز مردوں کو بھول دینا بدعت ہے البتہ عورتوں میں سوگ کو دور کرنے کے لئے تیسرے روز کوئی خوشبو لانا روایتوں میں آیا ہے کیونکہ میت کی منکوحہ کے علاوہ باقی رشتہ داروں میں سے کسی کو تین دن سے زیادہ سوگ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے پس تیسرے روز خوشبو لائیں تاکہ میت کی منکوحہ کے علاوہ باقی عورتیں سوگ ختم کریں [1]

دعوت کی شرائط | آپ نے لکھا تھا کہ "دوستوں اور رشتہ داروں نے اپنے گھروں پر (لے جانے) کی تکلیف کی (جس کی وجہ سے) وہ حلاوت ولذت باقی نہیں رہی"۔ میرے مخدوم! دعوت کو قبول کرنا خود سنت ہے، سنت کو بجا لانے سے حلاوت میں فتور کس طرح واقع ہو سکتا ہے لیکن اس (دعوت کو قبول کرنے) کے لئے شرائط ہیں جو کہ شرع کی کتابوں میں مذکور ہیں مثلاً یہ کہ کھانا ریا و سمعہ (دکھانے اور سنانے) کے لئے نہ ہو، حلال طریقے سے کمایا گیا ہو، اس مجلس میں لہو لعب نہ ہوں، عام دعوت نہ ہو، اور اسی قسم کی اور بھی شرائط ہیں، اگر دعوت میں یہ تمام شرائط پائی جائیں اور سنت قائم کرنے کی نیت سے (دعوت) قبول کر لی جائے اور کھانا کھانا اور خصوصیت منظور نہ ہو تو امید ہے کہ ایسی دعوت کا کھانا کھانے سے باطن کی نسبت میں کوئی فتور واقع نہیں ہوگا۔ روایت میں آیا ہے کہ ولیمہ کی دعوت میں سنت قائم کرنے کی نیت سے حاضر ہونا چاہئے کھانا کھانے کی نیت سے حاضر نہ ہو [2]

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات و موت کی تحقیق | (آپ کی طرف سے) حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کچھ پوچھا گیا تھا۔ آپ نے لکھا تھا کہ علمِ کلام (عقائد) کی کتابوں میں ان کی زندگی کو اعتقادی امور میں شمار کیا گیا ہے۔ میرے مخدوم! اس میں علماء کا اختلاف ہے تو پھر کونسی کتاب میں اس کو اعتقادی امور سے کہا ہے، شاذ روایتیں اس بارے میں بہت ہیں جو سب (کی سب) اعتماد کے قابل نہیں ہیں، اور بعض مشائخ سے اُن حضرت (خضر علیہ السلام) کی ملاقات اور ان سے صحبت رکھنے اور گفتگو کرنے کے متعلق جو کچھ منقول ہے یہ صحیح مان لینے کی صورت میں (یہ چیزیں) حیات کو ثابت کرنے والی نہیں ہیں کیونکہ اگر ان کی روح کو اجسام کے کاموں کی قدرت دیدی گئی ہو اور جو امور کہ اجسام سے وقوع میں آتے ہیں ان کی روح متجسد ہو کر وقوع میں لائے تو مذکورہ امور ناممکن نہیں ہوں گے، اور اگر کوئی ایسی روایت وارد ہوئی ہو جو کہ ان کی حیات پر صریحاً دلالت کرتی ہو، یا ہم مان لیں کہ سابقہ روایتیں (ان کی) حیات کو ثابت کرنے والی ہیں تب بھی کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت زندہ رہے ہوں اور اب گذر چکے ہوں [3]

احکامِ تقیہ | بیشک تقیہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ کوئی شخص قومِ کفار میں (رہتا) ہو اور ان سے اپنی جان و مال کا خوف رکھتا ہو تو وہ زبان سے ان کی خوشامد کرے اور یہ اس لئے کرے تاکہ زبان سے دشمنی ظاہر نہ ہو بلکہ اس کے لئے

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول ۱۱ [2] ایضاً دفتر اول ۲۲ [3] ایضاً اول ۱۸۲۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یہ بھی جائز ہے کہ وہ ایسے کلام کا اظہار کرے جس سے محبت و دوستی کا وہم ظاہر ہوتا ہو اور لیکن اس شرط کے ساتھ کہ دل میں اس کے خلاف رکھے اور جو کچھ کہے کنایہ میں کہے کیونکہ بلاشبہ تقیہ کا اثر ظاہر میں ہوتا ہے دلوں کے احوال میں نہیں ہوتا۔[1]

ولی سے گناہِ کبیرہ کا صدور آپ نے پوچھا تھا کہ "اگر ولی سے گناہِ کبیرہ صادر ہو جائے تو وہ ولایت سے گر جاتا ہے یا نہیں؟ میرے مخدوم! مشائخ کے نزدیک مسلّم ہے کہ اَلْفَانِی لَا یُرَدُّ [فانی کو رد نہیں کیا جاتا] جو شخص کہ فنائے کامل سے مشرف ہو چکا ہے امید ہے کہ وہ گناہ کے باعث رد نہیں ہو گا لیکن ہم امیدوار ہیں کہ ولی گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہو گا کیونکہ اولیاء اللہ غالب طور پر محفوظ ہیں۔[2]

خواب و حال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی وضاحت میرے مخدوم! سرورِ کائنات و فخرِ موجودات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کو خواب و حال میں دیکھنا اس امر کے ساتھ مشروط نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی شکل میں دیکھا جائے جس شکل میں کہ (آپ) مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں (بلکہ) جس شکل میں بھی دیکھا جائے امید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کے تمثّل سے محفوظ ہوں گے لیکن جاننا چاہئے کہ احوال اور خواب بشارات ہیں اور استعداد کی خبر دینے والے ہیں حصول پر دلالت نہیں کرتے، دل و جان سے کوشش کرنی چاہئے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش تک آپہنچے۔[3]

پیر کی وراثتِ معنوی آپ نے اُن پیرزادوں کے بارے میں پوچھا ہے جو وراثت کے طور پر باپ کی جگہ سجادہ نشین ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو مرید کرتے ہیں "میرے مخدوم! ایسے باپ کی جانشینی کے لئے جو کہ مقتدا (پیر) ہو معنوی وراثت ہونی چاہئے جو کہ معنوی ولادت سے وابستہ ہے جس سے مراد باپ کے کمالات کے ساتھ متحقق ہونا ہے۔ ظاہری ولادت کا نتیجہ ظاہری وراثت ہے جو کہ باپ کے مال و متاع کا حاصل کرنا ہے نہ کہ معنوی وراثت کا حاصل کرنا جو کہ ارشاد و تکمیل ہے، پس محض ولادتِ صوری کی وجہ سے ولادتِ معنوی میں دخل دینا خطرناک ہے رسمی پیری و مریدی سے کوئی کام نہیں بنتا۔[4]

نابالغ پیرزادہ کی سجادہ نشینی آپ نے لڑکے (نابالغ) کے بارے میں جو سوال کیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی کامل اپنی فراستِ باطنی سے یہ معلوم کر لے کہ اس کے بچے سے بالغ ہونے کے بعد اس معاملہ کا انتظام ہو جائے گا اور وہ معنوی وراثت حاصل کر لے گا اور لوگوں کو اس سے بیعت کرا دے اور اس بچے کو اپنا جانشین بنا دے تو گنجائش ہے۔[5]

---

[1] مکتوبات معصومیہ دفتر سوم ۵۵ [2] ایضاً سوم ۱۶۴ [3] ایضاً سوم ۲۱۹ [4] ایضاً اول ۱۱ [5] ایضاً [illegible]

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کیا شیخ (پیر) کی نا اہل اولاد شیخ بن سکتی ہے؟ | آپ نے دریافت کیا ہے کہ "جو لوگ اپنے باپ دادا جو کہ مرشد (پیر) تھے ان کے مقلد و مرید ہیں بغیر اس کے کہ ان کے طریقہ پر چلیں ان کی جانشینی کی پگڑیاں باندھتے ہیں کیا ان کے لئے اپنے بزرگ باپ دادا کی طرح اپنی خلوت میں مصافحہ کے ساتھ لوگوں کو مرید بنانا اور توبہ کی تلقین کرنا جائز ہے"۔ پس ہم کہتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں مرید کرنا سیکھنے سکھانے اور تکمیل کے ساتھ ہے پس جو شخص کہ (خود) کامل نہیں ہے وہ دوسروں کی تکمیل کیسے کریگا جبکہ تکمیل کمال کی فرع ہے اور اس کو تقلیداً مرید بنانا کس طرح جائز ہوگا ۔[1]

کیا مرید کرنا بدعت ہے | آپ نے لکھا تھا "بعض منکرین کہتے ہیں کہ اس مخصوص طریقہ کے ساتھ مرید کرنا بدعت ہے الخ" میرے مخدوم! حق جل وعلا کی طلب کرنا اور راستہ جاننے اور بتانے والا پیر پکڑنا اور اس سے عقیدت رکھنا شرعی احکام میں سے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ [اور اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف وسیلہ تلاش کرو] اور باطنی افادہ و استفادہ کا طریقہ جس کا نتیجہ پیری و مریدی ہے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک جاری ہے کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جس کو مشائخ نے اختراع کیا ہو، ان کا سلسلہ آنسرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوۃ والسلام تک پہنچتا ہے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ (حضرت) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے پہنچتا ہے اور (باقی) تمام سلسلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے پہنچتے ہیں تو یہ بدعت کس طرح ہوں گے بیشک پیری و مریدی کا لفظ نیا ہے اور الفاظ کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اگر یہ لفظ درمیان میں نہ ہو تب بھی معنوی رابطہ اور باطنی فیض کا جاری ہونا اپنی جگہ پر ہے۔

اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ اس طریقے سے مرید بنانا بدعت ہے معلوم نہیں کہ آپ نے کونسا طریقہ مراد لیا ہے؟ ہمارے طریقہ میں ذکر کا سکھانا اور سیکھنا ہے اور ذکر شرعی احکام میں سے ہے اور ذکرِ خفی ذکرِ جہر سے افضل ہے حدیث شریف میں ہے کہ جس ذکر کو حفظہ (حفاظت کرنے والے فرشتے) نہیں سنتے اس ذکر سے ستّر درجہ افضل ہے جس کو حفظہ سنتے ہیں اور معلوم ہے کہ وہ ذکر باطن یعنی قلب اور تمام لطائف کا ذکر ہے، مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بعثت سے پہلے قلبی ذکر میں مشغول رہتے تھے، یہ (بدعت کہنا) ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ صحیح بخاری پڑھنا اور ہدایہ کا درس دینا بدعت ہے ۔[2]

عام عذاب کی وجہ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک جب لوگ کسی منکر (برائی) کو دیکھیں اور اس کو دور نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب ان سب پر عام کردے (اس کو ابن ماجہ و ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے جب لوگ کسی کو ظلم کرتے دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب عام کردے ۔[3]

---

[1] مکتوبات معصومیہ دفتر دوم ۷۷ [2] ایضاً دفتر دوم ۱۰۶ [3] ایضاً دفتر اول ۲۹۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کافر و مشرک سے دوستی کے احکام آپ جان لیں کہ مؤمن کا کافر سے دوستی کرنا تین قسم کا احتمال رکھتا ہے، ان میں سے ایک قسم[1] یہ ہے کہ اس کے کفر سے راضی ہو جائے اور اس وجہ سے اس کے ساتھ دوستی رکھے اور اس سے (مؤمن کو) منع کیا گیا ہے، اس لئے کہ جس شخص نے ایسا کیا تو وہ اس دین میں اس کو درست ماننے والا ہو گا اور کفر کو درست ماننا کفر ہے اور کفر سے راضی ہونا کفر ہے پس محال ہے کہ اس صفت کے باوجود وہ شخص مؤمن باقی رہے، اور دوسری[2] قسم یہ ہے کہ دنیا میں باعتبارِ ظاہر (ان کے ساتھ) اچھی معاشرت رکھنا اور اس سے اُس (مؤمن) کو منع نہیں کیا گیا، اور تیسری[3] قسم پہلی دونوں قسموں کے درمیانی قسم کی مانند ہے وہ یہ کہ اس اعتقاد کے باوجود کہ کفار کا دین باطل ہے ان کے ساتھ دوستی کرنا ان کی قرابت کے باعث یا محبت کے سبب سے ان کی طرف میلان و معاونت اور مدد و نصرت کے معنی میں ہو تو اس سے کفر لازم نہیں آتا مگر بلاشبہ اس (مؤمن) کو اس سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس معنی سے ان کے ساتھ دوستی اس (مؤمن) کو اس کے طریقے کو اچھا سمجھنے اور اس کے دین کو پسند کرنے کی طرف لے جائیگی اور یہ بات اس کو اسلام سے خارج کر دے گی پس اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس (مؤمن) کو اس بارے میں تنبیہ فرمائی ہے۔

(اسی مکتوب کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں) حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے عمر بن الخطابؓ سے کہا کہ میرا ایک کاتب نصرانی ہے تو انھوں نے فرمایا تجھے کیا ہو گیا اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے کیا تو نے کسی مسلمان کو (کاتب) نہیں بنایا، کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سنا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ [اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ] میں نے کہا اُس کا دین اس کے لئے ہے اور اس کی کتابت میرے لئے ہے، تو انھوں (حضرت عمرؓ) نے کہا جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اہانت کی ہے تو میں اُن کا اکرام نہیں کروں گا اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ذلت دی ہے تو میں ان کو عزت نہیں دوں گا اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دُور کر دیا ہے تو میں ان کو قریب نہیں کروں گا۔ میں نے کہا کہ دانائی کا کام اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا تو انھوں (حضرت عمرؓ) نے کہا کہ اگر نصرانی مر جائے تو اس کے بعد تو کیا کرے گا پس جو عمل تو اس کے مرنے کے بعد کریگا وہی عمل اب بھی کر اور اس سے اس کے غیر کے ساتھ مستغنی ہو جا" ۔[1]

نیک عمل وسیلہ ہیں مقصد نہیں آپ نے کتابوں کے مطالعہ اور علوم کے درس میں مشغول ہونے کی بابت لکھا تھا نیک و مبارک کام ہے اللّٰھم زد [اے اللہ اور زیادہ فرما] لیکن اس قسم کے اعمال کو وسیلہ سے زیادہ نہ جانیں اور مقصدِ اعلیٰ کو اس کے ماوراء تصور کریں ۔[2]

---

[1] مکتوبات معصومیہ دفتر سوم ۵۵ [2] ایضاً دفتر دوم ۲۳ ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نیک بادشاہ جسم کے اندر روح کی مانند ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے بادشاہوں کو دنیا میں جسم کے اندر روح کی مانند بنایا ہے کہ روح کی درستی جسم کی درستی ہے اور روح کا فساد (خرابی) جسم کا فساد ہے، اسی طرح سلاطین کی اصلاح تمام عالم (دنیا) کی اصلاح ہے (بھلا) کونسا عمل ہے جو اس کی گرد کو پہنچے ۱؎

مقبول بندہ کی علامت مقبول بندہ وہ ہے جو دائمی ذکر کے ساتھ متصف ہو اور ایک لمحہ بھی غفلت اور خواہشِ نفسانی میں مشغول نہ ہو اور ذکر کو اپنی اغراض سے آلودہ نہ کرے اور اخلاص والا ہو بلکہ اپنے احوال و مواجید کا بھی ذکر میں لحاظ وخیال نہ کرے ۲؎

ہر خطۂ زمین کی برکات جدا ہیں ہر زمین کے فیوض مختلف اور ہر شہر کی خاصیت الگ اور ہر بستی کے ساتھ معاملہ جدا ہے بصیرت والے لوگ ہر قطعۂ زمین سے مخصوص فیض حاصل کرتے ہیں اور ہر زمین سے کوئی کمال اخذ کرتے ہیں ۳؎

مساجد کی فضیلت حدیث شریف میں ہے کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک نماز کے برابر ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کی برابر ہے اور مسجدِ اقصیٰ میں نماز پڑھنا پانچ ہزار نمازوں کے برابر ہے اور میری اس مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے ان پانچوں نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے پر محافظت کی وہ پل صراط پر سے چمکنے والی بجلی کی مانند گذرنے والوں میں سب سے پہلا شخص ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کا حشر سابقین کے پہلے گروہ میں فرمائے گا اور ہر روز و شب میں ان نمازوں پر محافظت کرنے والوں کے لئے ایسے ہزار شہید کی مانند اجر ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کئے گئے ہوں ۴؎

ذکر کی برکت سے زمین کا بافیض ہونا آپ نے لکھا تھا کہ "جہان آباد" میں جس جگہ میں نے قیام کیا وہ اسقدر بے فیض تھی کہ کیا لکھے، جب میں نے وہاں چند روز نشست وبرخاست کی تو اس کے بعد وہ جگہ اسقدر انوار سے بھری ہوئی ظاہر ہوتی ہے کہ جانبِ فوق میں وہ عرش سے اوپر گذر گئی اور جانبِ تحت میں تحت الثریٰ سے بھی تجاوز کر گئی گویا اس جگہ نے اس فقیر کے عروج و نزول کے ساتھ فنا و بقا حاصل کرلی ہے، یہ انکشاف ظاہری محسوسات کی مانند ہے کہ (اس میں) شک کی گنجائش نہیں ہے" — بیشک ایسا ہی ہوا ہوگا وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَأْسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ [بزرگوں کے پیالے سے زمین کے لئے بھی حصہ ہے] مکان کو صاحبِ مکان کے ساتھ ایک خاص اتصال اور ہمسائیگی کا حق ہوتا ہے اور وہ (مکان) صاحبِ خانہ کے انوار و برکات کا امیدوار ہوتا ہے، یہیں سے بیت اللہ شریف کی بزرگی و عظمت کو قیاس کرنا اور اس کے انوار و برکات کو سمجھنا چاہئے ۵؎

۱؎ مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول ۴۷، ۲؎ ایضاً دفتر اول ۵۷، ۳؎ ایضاً دفتر اول ۲۵ ۴؎ ایضاً دفتر دوم ۶۷ ۵؎ ایضاً دفتر سوم ۱۹۴

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

چغلخوری کی مذمت | جو شخص چغلخوری کرے اس کی بات ماننے کے قابل نہیں ہے اور (اس کا) رد کرنا لازم ہے اور کنز الخفی میں ہے کہ خالد بن سنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا چغلی کا قبول کرنا چغلی سے بھی بدتر ہے کیونکہ چغلی کرنا دلالت (رہنمائی) ہے اور (اس کو) قبول کرنا اجازت (صحیح قرار دینا) ہے اور جس نے کسی چیز پر دلالت کی وہ اس شخص کی مانند نہیں ہے جس نے اس کو قبول کیا اور صحیح قرار دیا۔ پس چغلخور کو چغلخوری پر ذلیل کرو اگرچہ وہ سچا ہو، اس برائی کی وجہ سے کہ اس نے پردہ دری کی اور حرمت کو ضائع کیا اور اگر وہ جھوٹا ہو تو اس کو سزا دو کیونکہ اس نے جھوٹی بات اور بہتان کے ساتھ رحمٰن (خدا) سے جنگ کی اور شیطان کی تابعداری کی ہے پس جب تیرے پاس کوئی شخص آئے اور تجھ کو خبر دے کہ فلاں شخص نے تیرے بارے میں ایسا ایسا کہا ہے یا (یہ کہے کہ) تیرے ساتھ ایسا کیا ہے تو بیشک تجھ پر چھ چیزیں واجب ہیں ان میں سے ایک[۱] یہ کہ اس کی تصدیق نہ کر کیونکہ اہلِ اسلام کے نزدیک چغلخور کی شہادت قابلِ قبول نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَھَالَۃٍ الآیۃ [اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کسی قوم کو ضرر پہنچا دو]۔ اور دوسرے[۲] یہ کہ اس کو چغلخوری سے منع کر، کیونکہ یہ برائی ہے اور برائی سے روکنا واجب ہے اور اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الآیۃ [تم ایک اچھی امت ہو جو کہ لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے] اور تیسرے[۳] یہ کہ اس سے خالص اللہ کے لئے بُغض رکھ کیونکہ وہ گناہ کرنے والا فاسق ہے اور گناہ کرنے والے کے ساتھ بغض رکھنا واجب ہے اور چوتھے[۴] یہ کہ اپنے غیر موجود بھائی کے ساتھ بُرا گمان نہ رکھ کیونکہ مسلمان کے ساتھ بدگمان رکھنا حرام ہے اور حرام سے بچنا واجب ہے۔ پانچویں[۵] یہ کہ جس چیز کی تجھ کو چغلخور خبر دے اس کا تجسس ترک کر دے کیونکہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اس عزّ وجلّ نے فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا [اور تجسس مت کرو] اور چھٹے[۶] یہ کہ اس چغلخور کی جس بات کو تو پسند نہیں کرتا تو بھی اس کو مت کر، (یعنی اس کی چغلی کو دوسری جگہ بیان نہ کر) پس جو چیز چغلخور تیرے پاس لائے تو کسی کو اس کی خبر نہ دے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس زمانے میں گناہ سے بچا رہے اور اس کے دوست باقی رہیں تو اس کو چاہئے کہ اپنے نفس کو قاضی (فیصلہ کرنے والا) بنائے اور وہ قاضیوں کی طرح فیصلہ کرے گواہوں اور ان کی جرح و تعدیل کے بغیر کسی کے بارے میں کسی کا قول قبول نہ کرے اور کسی شخص پر کسی شخص کی تصدیق نہ کرے پس بیشک ہم نے بعض لوگوں کے کہنے پر بعض سے محبت کی اور بعض سے بغض رکھا، پھر ہم اپنے کئے پر نادم ہوئے[۱]

---

[۱] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۲۳۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سوال کرنے کی حرمت و اباحت | (آپ) نے پوچھا تھا کہ "یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص ایک رات کی خوراک نہ رکھتا ہو اس کو سوال کرنا حلال ہے، آیا یہ حکم رخصت کے طور پر ہے اور عزیمت اس کے ما سوا ہے یا ایسا نہیں ہے؟" —
میرے مخدوم! یہ حکم رخصت کے طور پر ہے اور عزیمت سوال (مانگنے) کے ترک میں ہے۔ حتی الامکان سوال کی طرف اقدام نہ کریں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ شدید ضرورت کے وقت سوال کرنا مباح (جائز) ہے مُردار اور خنزیر کا گوشت کھانے کی طرح کہ اضطرار کی حالت میں مباح ہے۔ احیاء العلوم میں ہے کہ "البتہ جس سوال کی طرف کوئی شخص مضطر (مجبور) ہوتا ہے تو وہ بھوکے شخص کا اپنی جان پر موت یا مرض لاحق ہونے کے وقت سوال کرنا ہے، برہنہ اور کھلے ہوئے بدن والے کے لئے جبکہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے وہ بدن کو ڈھانپ سکے، سوال کرنا اس وقت مباح ہے جبکہ باقی شرطیں (بھی) پائی جائیں یعنی مسئول (جس چیز کا سوال کیا جائے) میں اُس کے مباح ہونے کی شرط اور مسئول منہ (جس سے سوال کیا جائے) میں اس کے دل سے راضی ہونے کی شرط اور سائل میں اس کے کسب سے عاجز ہونے کی شرط پائی جائے، پس بیشک کسب پر قدرت رکھنے والا شخص جبکہ نکمّا و کاہل ہے تو اس کے لئے سوال کرنا جائز نہیں لیکن جبکہ اس کے اوقات علم کی طلب میں مصروف ہوں (تو سوال جائز ہے) اور ہر وہ شخص جو کہ خطاط ہے تو وہ کتابت کے ذریعے کسب پر قادر ہے"۔ شرح مشکوٰۃ میں ہے "اور البتہ نفلی صدقہ کا سوال کرنا تو جو شخص اپاہج یا کسی اور علّت (بیماری وغیرہ) والا ہے اس کو ایک دن کی خوراک کا سوال کرنا جائز ہے اور وہ ذخیرہ نہ کرے اور اگر وہ (کسب پر) قادر ہے اور اس نے علم میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس (کسب) کو ترک کر دیا تو اس کو زکوٰۃ (لینا) یعنی مالِ زکوٰۃ و نفلی صدقہ کا سوال کرنا جائز ہے، اور اگر کسی نے نفلی نماز و نفلی روزہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس (کسب) کو ترک کیا تو اس کے لئے زکوٰۃ (مانگنا) جائز نہیں ہے اور اس کے لئے نفلی صدقہ (مانگنا) مکروہ ہے، پس ایک شخص یا ایک جماعت کسی مکان (خانقاہ وغیرہ) میں بیٹھ گئی اور عبادت اور نفوس کی ریاضت اور قلوب کے تصفیہ کے ساتھ مشغول ہوئی تو ایک شخص کے لئے مستحب ہے کہ اُن سب کے لئے نفلی صدقہ اور روٹی کے ٹکڑے اور لباس کا سوال کرے"۔

سوال (مانگنا) تین چیزوں کو شامل ہے کہ ان میں سے ہر ایک چیز بُری ہے: اوّل حق تعالیٰ سے شکایت کا اظہار ہے اور اس سبحانہٗ سے اس کی نعمت کی کمی کا بیان کرنا ہے اور یہ حرام ہے سوائے ضرورت کے وقت کے جیسا کہ مردار کا کھانا (ضرورت کے وقت جائز ہے)۔ دوم غیر اللہ کے لئے اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے اور مومن کو زیب نہیں دیتا کہ اپنے آپ کو اپنے مولا کے سوا کسی اور کے سامنے بلا ضرورت ذلیل کرے۔ سوم جس سے سوال کیا جائے غالب طور پر اس کو ایذا دینا ہے اور بلا ضرورت ایذا دینا حرام ہے اس لئے اہلِ تقویٰ نے سوال کو مطلقاً ترک کیا ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) خلاصہ یہ ہے کہ بلا ضرورت سوال کرنا حرام و مذموم ہے، ضرورت، حاجت اور فاقہ کے وقت مباح ہے لیکن مرتبہ و درجہ کی کمی کا باعث ہے، یہ جو کچھ بیان ہوا اس وقت ہے جبکہ معاملہ موت تک نہ پہنچا ہو اور جب معاملہ موت تک پہنچ جائے تو اب سوال کرنا حلال بلکہ عزیمت (اور) بلکہ واجب ہو جائے گا ——— (پھر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) اور حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے بلایا اور آپ نے مجھ پر یہ شرط عائد کی کہ تو لوگوں سے کچھ نہ مانگے، میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تیرا کوڑا (بھی) تیرے (ہاتھ) سے گر پڑے تو وہ بھی کسی سے نہ مانگ حتی کہ تو اس کی طرف اُترا اور خود اس کو اٹھا، اس کو احمد نے روایت کیا۔ [1]

فلک اور زمانہ کی شکایت نہیں کرنی چاہیے آپ نے چند شعر جو آسمان و زمانہ کی شکایت میں لکھے ہیں اور یہ مصرع انہی اشعار میں سے ہے؛ "فلک با منِ خستہ بیداد کرد" [آسمان نے مجھ زخمی کے ساتھ ظلم کیا]۔

یہ بات بہت ہی نامناسب ہے بیچارہ آسمان اور بے بنیاد زمانہ بھلا کیا حیثیت رکھتے ہیں کہ حوادث ان کی طرف منسوب ہوں جو کچھ بھی ہے حق جل وعلا کی تقدیر سے ہے، زمانہ اور آسمان کو اس (اللہ) سبحانہٗ کے فعل میں کسی قسم کا دخل نہیں ہے جو وہ (تعالیٰ شانہٗ) کرتا ہے وہ سب عدل ہے کوئی ظلم وہاں گنجائش نہیں رکھتا، اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ [بیشک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کی برابر بھی ظلم نہیں کرتا] [2]

(نیز ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں) (آپ کے) مکتوب شریف میں درج تھا "از رفتارِ فلکِ اَژگونِ ناہنجار" [بدذات اوندھے آسمان کی رفتار سے] اے شفقت آثار! خالقِ خیر و شر بلا واسطہ حق تعالیٰ ہے اور تمام حوادث اس سبحانہٗ کی قضا و قدر سے ہیں، آسمان اور غیرِ آسمان کو یہاں دخل نہیں ہے، حکماء کا مذہب ہے کہ روزمرہ کے حوادث کو عقلِ فعّال کی طرف کہ جس کو وہ عقلِ فلکِ نہم کہتے ہیں منسوب کرتے ہیں اور اہلِ اسلام عقلِ فعّال کے قائل نہیں ہیں اور ایسا کہنے والوں کو گمراہ کہتے ہیں۔ آسمان جو کہ اپنے کام میں حیران و سرگردان ہے اس کی کیا حیثیت ہے کہ حوادث اس کی طرف اور اس کی عقل اور اس کی حرکات کی طرف منسوب ہوں [3]

نیتِ صالحہ کے ساتھ روزی کمانا ذکر میں داخل ہے آپ نے لکھا تھا کہ اہل و عیال (کے نفقہ) کی بے اطمینانی کے باعث قرآن مجید کی کتابت میں مشغول رہتا ہوں اور خواہش یہ ہے کہ تمام تعلقات کو ترک کر دوں اور ان چند سانسوں کو ذکر میں صرف کروں، (آپ کے) حکم کا منتظر ہوں" میرے مخدوم! اہل و عیال کا نفقہ واجبات میں سے ہے اس کا فکر بھی ناگزیر ہے، حلال روزی بھی کمائیں اور باقی اوقات میں ذکر و فکر میں مشغول رہیں بلکہ یہ روزی کمانا بھی اس نیتِ صالحہ کے ساتھ ذکر میں داخل ہو جاتا ہے [4]

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم ۷، [2] ایضاً دفتر سوم ۱۷۸، [3] ایضاً دفتر سوم ۸۷، [4] ایضاً دفتر سوم ۸۸۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ
کے
خلفائے عظام

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کی طرح حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کے خلفا بھی بیشمار تھے بقول صاحب روضۃ القیومیہ فرزندوں اور خلفار کے علاوہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے دستِ مبارک پر تقریباً نو لاکھ آدمیوں نے بیعت کی اور سات ہزار آدمیوں کو آپ نے خلافت عطا فرمائی (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۳۳) لیکن روضۃ القیومیہ میں چند مشہور خلفار کا مختصر تذکرہ ہے ہم نے ممکن درجہ کوشش کر کے دیگر کتب سے بعض مزید خلفا کے حالات جمع کئے ہیں جو حروف تہجی کے اعتبار سے بھی پیش کئے جانے ہیں امید ہے کہ ناظرین پسند فرمائیں گے۔ (مرتب)

۱ شیخ آدم نتھی رح آپ کا اسمِ گرامی آدم، لقب مخدوم ہے، والد ماجد کا نام عبدالاحد تھا اور آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے علم و فضل اور کمال کا یہ عالم تھا کہ ٹھٹھہ سے ملتان تک پورے سندھ میں آپ کے ہم پایہ کوئی عالم نہ تھا۔ چونکہ عالمگیر بادشاہ کے متعلق علمار و فضلا کی قدر دانی کا بہت شہرہ تھا اس بنا پر آپ علما، کی ایک جماعت کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہوگئے، جب سرہند شریف سے گذر ہوا تو اتفاقاً آپ کی ملاقات حضرت عروۃ الوثقیٰ رح سے ہوگئی حضرت آپ کی علوِ استعداد ملاحظہ فرما کر تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آئے اور فرمایا اگر پسند کریں اور میرے بچوں کی تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیں تو میں آپ کے وابستگان کے جملہ اخراجات کی کفالت کے لئے تیار ہوں۔ آپ نے حضرت کی اس تجویز کو منظور کیا اور مخدوم زادوں کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہو گئے۔

ایک روز حضرت عروۃ الوثقیٰ رح نے مشفقانہ انداز میں آپ سے آیۂ مبارکہ والطور وکتاب مسطور فی رق منشور والبیت المعمور کی تفسیر دریافت کی، آپ نے بہت وضاحت کے ساتھ آیۂ مبارکہ کی شرح بیان فرمائی، عین اس وقت جبکہ آپ شرح فرما رہے تھے حضرت نے آپ پر عرفان و عقیدت کی توجہ ڈالی مخدوم آدم اس توجہ سے اسقدر متاثر ہوئے کہ فوراً بیعت ہو گئے اور تقریباً سات سال تک

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کی خدمت وصحبت سے مستفیض ہوتے رہے، آخر حضرت نے خلافت سے سرفراز فرماکر آپ کو ٹھٹہ واپس جانے کی اجازت دی۔ آپ نے عرض کیا کہ تعمیلِ ارشاد تو میرا فریضہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ سندھ میں اسقدر مشائخ ہیں کہ اُن کے ہوتے ہوئے میری طرف کون رجوع کریگا۔ حضرت نے فرمایا اگر سارا سندھ بھی مشائخ سے بھرا ہوا ہو تو مضائقہ نہیں۔ چنانچہ جب آپ سندھ میں تشریف لائے تو طالبانِ حق دُور دُور سے فیض حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور بڑے بڑے علماء و مشائخ نے آپ کی خدمت میں حاضری کو اپنی سعادت سمجھا اور بکثرت لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے سندھ میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج واشاعت کی ورنہ یہاں سلسلہ قادریہ سہروردیہ رائج تھا (آپ کا مزار قبرستان مکلی (ٹھٹھہ) میں زیارت گاہ خاص وعام ہے، مزار پر کتبہ ضرور ہے لیکن تاریخ ولادت ووفات درج نہیں)۔ آپ کے دو صاحبزادے مخدوم فیض اللہ و مخدوم اشرف تھے، ان دونوں نے بھی حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کی خدمت فیض حاصل کیا لیکن مخدوم آدم کی وفات کے پانچ سال بعد فوت ہوگئے [۱]

آپ کے خلفا میں شیخ ابوالقاسم نتوی، شیخ ابراہیم روہڑی، سید فتح محمد اور شیخ انس مشہور ہیں، لیکن شیخ ابوالقاسم کو جو شہرت حاصل ہوئی وہ دوسروں کو نصیب نہ ہوسکی۔ مخدوم ابوالقاسم نے ابتداءً مخدوم آدم ہی سے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی بعد ازاں سرہند پہنچکر حضرت خواجہ سیف الدین سے تکمیل سلوک کے بعد خلافت پائی، جب آپ سرہند شریف سے تشریف لائے تو آپ نے اس سلسلہ کو سندھ میں عام کرنے کیلئے سخت جدوجہد کی، چنانچہ آپ روزانہ مزدوروں، معماروں اور لکڑی بیچنے والوں وغیرہ کو طلب فرماتے اور دن بھر طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کے مطابق ذکر واشغال میں مشغول رکھتے اور شام کو روزینہ اجرت کے مطابق رقم عنایت فرماکر رخصت کردیتے، پھر آہستہ آہستہ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگ داخلِ سلسلہ ہونے لگے اور آپ کو قبولیتِ عامہ حاصل ہوگئی۔ آپ نے ۷ شعبان ۱۱۳۸ھ میں وفات پائی، مخدوم آدم کے قریب ہی ٹھٹھہ میں آپ کا مزار ہے، آپ کے خلفا میں مخدوم معین الدین نتوی وغیرہ ہیں۔ [۲]

حافظ ابواسحٰق: ممکن ہے کہ آپ ہی کے متعلق صاحبِ روضۃ القیومیہ نے لکھا ہو کہ "خواجہ اسحاق ترکستانی حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے بڑے خلفا میں سے تھے حضرت نے آپ کو خلافت عطا فرماکر ترکستان بھیجدیا وہاں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی حتیٰ کہ وہاں کا بادشاہ بھی آپ کا مرید ہوگیا، ایک مرتبہ آپ بادشاہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ شاہی خادم تازہ انگور لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے عرض کیا کہ حضرت! یہ انگور تو زمرد کے مشابہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ یہ زمرد

---

[۱] تذکرہ صوفیائے سندھ ص ۴۵ تا ۵۰ [۲] ایضاً ص ۵۱ تا ۶۲۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بن جائیں؟ بادشاہ نے کہا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے، چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی دعا کی برکت سے ان انگوروں کو زمرد کر دیا [۱]

مخدوم زادہ شیخ ابوالقاسم

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے پوتے اور حضرت شیخ صبغۃ اللہؒ کے فرزند اکبر ہیں۔ باطنی سلوک کی تکمیل حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے کی، حضرت آپ پر بہت مہربان تھے، ظاہری علوم اپنے والد بزرگوار اور چچا صاحبان سے حاصل کئے۔ آپ اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ مقبول و محبوب تھے۔ آپ حضرت خواجہ نقشبندؒ کے داماد اور حضرت خواجہ عبید اللہؒ کے متبنیٰ اور حضرت خواجہ محمد اشرفؒ کے خصوصی شاگرد تھے، حضرت خواجہ سیف الدینؒ کی خانقاہ کے میر سامان بھی رہے، حضرت خواجہ محمد صدیق خلف الرشید حضرت عروۃ الوثقیٰ کے ہمعمر تھے، سنہ ۱۰۸۱ھ میں وفات پائی، آپ لاولد گئے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے گنبد میں چبوترے کے باہر جنوب کی طرف دفن کئے گئے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے گنبد میں جو قبر سب سے پہلی بنی وہ آپ ہی کی ہے [۲]

شیخ الصالح ابوالمظفر الحنفی النقشبندی برہانپوری

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے بڑے خلفاء اور دکن کے رؤسا میں سے تھے بعد میں اس علاقہ کے ایک عظیم المرتبت شیخ ہوئے، آپ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ بکثرت اولیائے امت مکہ معظمہ میں جمع ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کا انتظار کر رہے ہیں اسی اثناء میں ایک بزرگ تشریف لائے اور تمام حاضرین مؤدب کھڑے ہو گئے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ بزرگ حضرت خواجہ محمد معصومؒ ہیں۔ اس خواب کی بنا پر آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں سنہ ۱۰۳۶ھ میں حاضر ہوئے اور ایک عرصہ حضرت کی خدمت میں رہ کر بکثرت فوائد و برکات حاصل کئے اور تکمیل سلوک کے بعد حضرت خواجہ عبید اللہ مروج الشریعہ کی سفارش پر خلافت سے سرفراز ہو کر برہانپور روانہ ہو گئے، وہاں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ شیخ عنایت اللہ بالاپوری اور دیگر ہزارہا اشخاص نے آپ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ حاصل کیا [۳]

صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں کہ ابوالمظفر برہانپوری نے طریقت میں حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ سے بیعت کی اور طویل مدت تک حضرت کی خدمت میں رہے یہاں تک کہ خلافت پائی۔ حضرت نے آپ کو برہانپور بھیجدیا وہاں سکونت پذیر ہو گئے اور بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ سے شیخ عنایت اللہ بالاپوری اور دوسرے لوگوں نے بھی طریقہ اخذ کیا۔ سنہ ۱۰۸۰ھ میں برہانپور میں وفات پائی [۴]

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ مرزا امان اللہ برہانپوری کو تحریر فرماتے ہیں کہ "جو کچھ آپ نے مولانا ابوالمظفر

---

[۱] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۴۲ [۲] ایضاً ص ۱۷۷ [۳] ایضاً ص ۲۲ [۴] نزہۃ الخواطر جلد ۶ ص ۱۷ و ۱۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نبیرۂ شیخ علم اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً کے بارے میں دیکھا ہے کہ "گویا حضرت ایشاں (مجدد الف ثانیؒ) ان کی طرف متوجہ ہوئے اور جو لباس وہ پہنے ہوئے تھے (اس سے) عریاں ہو گئے اور ان کو دوسرا لباس پہنایا گیا اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ ان کے ورق کو پلٹ دیا گیا ہے، اور دوسرے واقعہ میں حضرت نے فرمایا کہ ہم نے ان کو اپنے ساتھ لے لیا ہے اس کے بعد سے ان کا معاملہ دوسرا ہو گیا ہے" بہت مبارک ہے امید ہے کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانیؒ) کی خاص نسبت سے وافر حصہ حاصل کریں گے۔" [1]

خواجہ احمد بخاری

خواجہ احمد بخاری بن خواجہ خاوند محمود عطاری نقشبندی بخاری اکابر عصر میں سے ہیں، بادشاہِ توران عبد العزیز کی ایلچی گیری میں ہندوستان آئے اور شعبان ۱۰۷۲ھ لاہور میں انتقال کیا حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے بڑے خلفا میں سے ہیں [2] صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ آپ سے بہت ارشاد ہوا اور آپ کے مریدین میں صاحب کشف و کرامات ہوئے [3]

خواجہ ارغوان خطائی

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے بڑے خلفا میں سے ہیں۔ حضرت نے آپ کو خلافت عطا فرما کر ملکِ خطا (چین) میں بھیجا وہاں آپ کی کوششوں سے دینِ اسلام کو بہت فروغ ہوا، وہاں کے بہت سے سردار اور سرکش آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر معتقد و مرید ہو گئے آپ کے حلقہ میں صبح و شام ہزارہا آدمی شریک ہوتے تھے [4]

میرزا امان اللہ برہانپوری

آپ بھی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلفا میں سے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ ایک مکتوب میں آپ کو تحریر فرماتے ہیں: "اور وہ واقعہ کہ جس میں پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام حضرات نے آپ کو کعبۂ معظمہ کے اوپر لے لیا اور کعبۂ معظمہ کی دیوار کو پورا کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا (یہ کام) تجھ سے متعلق ہے اور تکمیل کے بعد ان حضرات نے فرمایا کہ جامہ (غلافِ کعبہ) بھی تو ہی پہنا، آپ نے ان حضرات کی امداد سے کعبۂ معظمہ کو جامۂ مبارکہ (غلاف) پہنایا، اس کے بعد سب حضرات نے مبارکباد دے کر مصافحہ کیا۔" بہت اعلیٰ ہے، اس سے کعبۂ معظمہ کے ساتھ کامل مناسبت معلوم ہوتی ہے حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس کی حقیقت سے کچھ حصہ عطا فرمائے"۔ (چند سطور کے بعد آپ ایک اور واقعہ تحریر فرماتے ہیں) میں دیکھتا ہوں کہ فقیر کا حلیہ بعینہٖ حضرت عالی (مجددالفِ ثانی) قدس سرہٗ کا حلیہ ہے اور یہ حالت واضح طور پر نظر آئی، حیرت بہت بڑھ گئی کہ یہ کون دیکھتا ہے اور کس چیز کا مشاہدہ کرتا ہے، حضرت فرماتے ہیں حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں جیسا کہ نظر آرہا ہے"۔ (حضرت عروۃ الوثقیٰؒ جواب میں تحریر فرماتے ہیں) میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے واقعہ میں دیکھا ہے اگر خارج میں ایسا ہو تو یہ قطب الاقطاب کا مقام ہے اور تمام عالم کا اس طرح پر توجہ کرنا اس سے تعلق رکھتا ہے، اس کا لب لباب یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ

---

[1] مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۲۴ [2] تلخیص و ترجمہ ص ۲۵۵ [3] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۳۴۳ [4] ایضاً ص ۳۴۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مرید صادق فنافی الشیخ ہونے کی وجہ سے شیخ کی مخصوص حالت کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور شیخ کے ساتھ اتحاد پیدا کر لینے کے وقت اپنے آئینے میں شیخ کے کمالات کو مطالعہ کرتا ہے۔" [1]

شیخ انور تورسرائی لاہوری آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور اشارہ کی بنا پر ۱۰۶۴ھ میں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور سلوک کی تکمیل کے بعد حضرت نے آپ کو خلافت عطا فرما کر سرہند شریف سے ۳۶ میل مغرب کی جانب "نور محل" بھیجدیا وہاں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی [2] حضرت نے آپ کے متعلق عمدہ بشارات فرمائیں، اور آپ نے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے باطنی احوال کے بارے میں چند رسائل تصنیف کئے جن میں سے ایک رسالہ "کنز الہدایت" مشہور ہے [3]

شیخ بایزید شیخ بایزید بن حضرت شیخ بدیع الدین بن رفیع الدین انصاری سہارنپوری مشائخ نقشبندیہ میں سے تھے اور شیخ بایزید کے والد شیخ بدیع الدین حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مشہور خلیفہ تھے، شیخ بایزید کی ولادت سہارنپور میں ہوئی اور وہیں پرورش پائی۔ آپ اپنے والد بزرگوار سے تحصیل علم کر کے سرہند شریف پہنچے وہاں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ سے بیعت کی اور ایک عرصہ طریقۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اذکار و اشغال کی پابندی کر کے روحانی فوائد حاصل کئے حتیٰ کہ علم و معرفت میں حظ وافر حاصل ہو گیا اور حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور آپ سہارنپور آ کر مسندِ ارشاد پر متمکن ہو گئے، بہت سے مشاہیر نے آپ سے سلوک طے کیا، قانع اور متوکل بزرگ تھے، درس و افادہ میں مشغول رہتے تھے، سہارنپور ہی میں پیر کے دن ۱۱۰۰ھ میں انتقال فرمایا اور وہیں آپ کا مزار پُر انوار ہے [4]

شیخ بدر الدین سلطانپوری آپ اپنے وقت کے جید علماء میں سے تھے، خواب میں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی زیارت ہوئی اور اسی وقت سے حضرت کی ملاقات کا اشتیاق پیدا ہو گیا آخر حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے، ذکر و شغل کے علاوہ باقی اوقات میں حضرت کے صاحبزادوں کی تعلیم میں کوشاں رہے چنانچہ صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ حضرت کے تمام صاحبزادوں کے استاد ہیں۔ ایک عرصہ بعد حضرت نے آپ کو خلافت دیکر سرہند شریف سے ۱۵ میل جانب مغرب شہر سلطانپور بھیجدیا، وہاں آپ کا بہت فیض جاری ہوا۔ (آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی معیت میں حج بیت اللہ و زیارت روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مشرف ہوئے چنانچہ سفرنامہ حرمین مسمی بہ یواقیت الحرمین میں آپ کا تذکرہ ہے)۔ آپ کے صاحبزادے اخوند نجم الدین بھی اپنے والد کی معیت میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تکمیلِ سلوک کے بعد خلافت پائی اور بہت لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا [5]

---

[1] مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۲۴ [2] روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۰۵ [3] ایضاً ص ۲۳۹ [4] نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۸۸ [5] روضہ ص ۲۳۵ و ۲۳۹، ۲۴۰

صوفی پائندہ محمد

صاحب روضۃ القیومیہ نے دو حضرات کا تذکرہ کیا ہے ایک صوفی پائندہ طلا جن کے متعلق لکھتے ہیں کہ "آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے بڑے خلیفہ ہیں، مدت تک حضرت کی خدمت میں رہ کر سلوک باطنی کی تکمیل کر کے خلافت پائی، اپنے مشائخ کے طریقہ پر خوب کاربند تھے آپ سے بکثرت خوارق ظہور میں آئے، ان میں ایک یہ تھا کہ زرد کاغذ منھ میں ڈال کر روپیہ بنا کر مستحقوں کو دیتے تھے اسی لئے آپ کو پائندہ طلا کہا جاتا ہے۔ دوسرے صوفی پائندہ پلاس پوش تھے۔ آپ بھی حضرت کے خلفا میں سے تھے، ورع، تقویٰ، زہد، توکل میں بے نظیر تھے، پلاس کے پتوں کو جوڑ کر پہنتے (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۳۹)

بہرحال صوفی پائندہ محمد کا ایک مختصر مطبوعہ رسالہ "مجمع البحرین" ہمارے پیش نظر ہے جس میں درج ہے کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کی تکمیل کے بعد جب آپ کو خلیفہ مجاز بنایا گیا تو آپ نے مذکورہ بالا دونوں سلسلوں کے شجرے نئے انداز سے صنعتِ توشیح میں اس طرح مرتب کئے کہ اگر ہر سطر کے تمام پہلے حروف جمع کر لئے جائیں تو حضرات نقشبندیہ کے اسماء گرامی بن جائیں گے اسی طرح اگر ہر سطر کے تمام آخری حروف جمع کئے جائیں تو ان سے حضراتِ قادریہ کے نامہائے نامی مرتب ہو جائیں گے۔

حافظ پیر محمد

آپ نہایت متقی و پرہیزگار تھے، علم ظاہری میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا، آپ کے تمام مرید عالم فاضل تھے، آپ زہد و توکل، قناعت اور استغنا میں بے نظیر تھے (روضہ رکن دوم ص ۲۴۸)

اور نزہۃ الخواطر میں ہے "الشیخ العالم الفقیہ پیر محمد جینیدی علمائے صالحین میں سے تھے۔ آپ نے حضرت شیخ احمد دیوبندی (خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی رح) سے تعلیم طریقت حاصل کی اور عرصہ دراز تک ان کی خدمت میں رہے یہاں تک کہ آپ نے اپنے پیر بزرگوار سے علم و معرفت میں کمال حاصل کیا پھر جینید میں قیام پذیر ہو گئے جو ضلع حصار کا ایک قصبہ ہے، عالمگیر بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے آپ کو خطوط لکھا کرتا تھا اور آپ پر بہت مہربان تھا، علامہ سہارنپوری نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی درس و تدریس میں گذاری اور لوگوں کو بہت فائدہ پہنچایا (نزہۃ ج ۵ ص ۹۷)

حبیب اللہ حصاری ثم البخاری

صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے گئے "اتفاق سے وہاں نیند آگئی تو خواب میں دیکھتے ہیں کہ شمال کی جانب سے بکثرت لوگ آرہے ہیں اور ہر ایک کے ہاتھ میں نور کی ایک مشعل ہے درمیان میں تخت پر ایک بزرگ تشریف فرما ہیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ محمد معصوم ہیں، اس خواب کے دیکھتے ہی آپ سرہند شریف پہنچے اور حضرت سے بیعت ہو کر خلافت سے مشرف ہوئے بعد ازاں بخارا تشریف لے گئے۔ آپ خراساں اور ماوراء النہر کے سب سے بڑے شیخ تھے تقریباً چار سو مریدوں کو خلافت سے سرفراز کیا۔ بعض نے خلفا کی تعداد چار ہزار لکھی ہے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ نعمان مسند نشین ہوئے۔ (روضہ ج ۲ ص ۳۰ و ۲۳۶ و نزہۃ الخواطر ج ۵)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شیخ زین العابدین یمنی

آپ یمن کے جید عالم تھے، درس و تدریس چھوڑ کر حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک باطنی کی تکمیل کے بعد خلافت و اجازت سے سرفراز ہو کر مدینہ منورہ چلے گئے وہاں بکثرت لوگوں نے فیض حاصل کیا۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۴۴)

مُلّا سجاول

اخون عبد الحق سجاول، آپ بھی حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں، ظاہری و باطنی دونوں علوم کے ماہر تھے، شرح وقایہ بزبانِ فارسی آپ نے اپنے پیر و مرشد کے نام معنون کی ہے۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۴۶)

میر شرف الدین حسین

میر شرف الدین حسین بن میر عماد الدین محمد الحسینی الہروی اندجانی لاہوری حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مخصوص خلفا میں سے تھے، سلوک باطنی کی تکمیل کے بعد خلافت سے مشرف ہوئے (روضہ ص ۲۴۲) آپ نے مخدوم زادۂ عالی مرتبت حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ کی فرمائش پر مکتوباتِ معصومیہ کے دفتر دوم کو مرتب کیا اور اس کا تاریخی نام "وسیلۃ السعادت" ۱۰۷۲ھ رکھا۔ افسوس کہ آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔

خواجہ عبد الرحمٰن

آپ فرا آسمان ترکستانی علاقے کے رہنے والے تھے اور حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے مخصوص خلفا میں سے ہیں۔ آپ نے سلوک طے کرنے میں بڑی مشقت اٹھائی، بعد تکمیل حضرت نے آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرما کر اُن کے وطن ترکستان بھیج دیا وہاں ہزارہا ترک آپ کے مرید ہوئے اور بکثرت خرقِ عادات کرامات آپ سے ظہور میں آئیں۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۴۱)

ملا عبد الرزاق

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے صاحبِ جذبۂ قوی خلیفہ تھے (روضہ ص ۲۴۵) ممکن ہے کہ آپ شیخ عبد الرزاق لاہوری ہوں جن کا تذکرہ نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۲۱۹ پر اس طرح درج ہے:

الشیخ العالم الصالح عبد الرزاق بن عبد الوہاب بن عبد القادر بن محمد بن زین العابدین بن عبد القادر بن محمد شریف الحسنی الاچی لاہوری۔ آپ فضل و صلاح میں مشہور حضرات میں سے ہیں، اپنے والد بزرگوار سے طریقہ اخذ کیا اور حرمین شریفین گئے اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے وہاں کے شیوخ سے بھی استفا کیا پھر ہندوستان آ کر لاہور میں قیام کیا۔ ۲۲ ذیقعدہ سنہ ۱۰۶۸ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

خواجہ عبد الصمد کابلی

آپ کابل سے دو کوس کے فاصلے پر "دہیہ یعقوبی" ایک گاؤں کے خواجہ زادوں میں سے تھے، جب حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی کابل میں شہرت ہوئی تو بے اختیار حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہو کر عرصہ تک فیض صحبت حاصل کرتے رہے۔ حضرت نے ازراہِ عنایت آپ کو

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خلافت عطا فرما کر وطن بھیجدیا، وہاں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی بلکہ ایک زمانہ میں کابل کی حکمرانی بھی آپ کی اولاد کو حاصل تھی (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۴ و ۲۳۸)

شیخ عبدالکریم کابلی آپ بھی حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفا میں سے تھے چنانچہ حضرت ایک مکتوب میں آپ کو تحریر فرماتے ہیں "آپ کے احوال واطوار کے استقامت کی جو خبریں سننے میں آتی ہیں مسرت کا سبب ہوتی ہیں (چند سطروں کے بعد) اور گوشہ نشینی وتنہائی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں اور جن لوگوں کو آپ نے تعلیم طریقت دی ہے ان کے احوال میں مشغول رہیں اور آپ کو جتنی تعداد کیلئے طریقہ سکھانے کی اجازت دی گئی تھی اگر وہ تعداد پوری ہو چکی ہو تو مزید اتنی ہی تعداد لوگوں کو طریقہ کی تعلیم دے سکتے ہیں۔ (مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۱۴)

شیخ عبداللطیف آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بھتیجے شیخ عبدالقادر کے فرزند، حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے ہمشیرزادے حضرت خدیجہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے سلوک کی تکمیل حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں کی، بعد ازاں حضرت خواجہ سیف الدینؒ کی خدمت سے بھی فیض حاصل کیا، شریعت اور طریقت کے بڑے پابند تھے علم ظاہری بھی بدرجہ کمال حاصل تھا۔ (روضۃ القیومیہ رکن اول ص ۳۱۷)

شیخ عبداللہ قہوچی آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خصوصی مرید وخلیفہ تھے، حضرت کے لئے قہوہ پکانے کی خدمت آپ کے سپرد تھی اسی لئے قہوچی لقب پڑ گیا، سلوک کی تکمیل کے بعد حضرت نے آپ کو خلافت عطا فرما کر مکہ معظمہ بھیجدیا وہاں بہت لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ (روضہ ص ۲۴۲)

ملا عطاء اللہ سورتی آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے قدیم احباب میں سے ہیں، سلوک کی تکمیل کے بعد حضرت سے خلافت پائی حضرت نے آپ کو بندر سورت بھیجدیا، وہاں آپ کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی، نہایت مستقیم الاحوال بزرگ تھے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے روضہ مبارک کے لئے آپ نے ایک قرآن شریف اپنے ہاتھ سے لکھا تھا جو طول وعرض کے اعتبار سے بہت بڑا تھا۔ (روضہ ص ۲۴۱)

شیخ عمر الحضرمی آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے بڑے خلفا اور یمن کے جید علما میں سے تھے، درس وتدریس چھوڑ کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک کی تکمیل کر کے خلافت پائی، حضرت کی متابعت میں حنفی مذہب اختیار کیا، یمن میں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی (روضہ ص ۲۴۳) آپ کے متعلق نزہۃ الخواطر جلد ۵ ص ۲۸۹ میں ہے: شیخ عمر الحضرمی: السید الشریف عمر بن علی بن عبداللہ بن علی بن عمر بن سالم بن محمد باعلوی الشافعی الحضرمی مشہور زہاد میں سے ہیں، صبر وتسلیم اور رضا میں ممتاز تھے، ظفار (موجودہ حکومت مسقط وعمان) میں ۱۰۱۳ھ میں ولادت ہوئی، چونکہ باپ کے بہت لاڈلے تھے اس لئے آپ کے والد بزرگوار نے آپ کی تربیت کا بہت خیال رکھا، بعد ازاں اپنے چچازاد بھائی سید عقیل بن عمران باعمر علوی کی صحبت اختیار کی اور ان کی تعلیم وتربیت سے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مستفیض ہوئے اور انھوں نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ صاحبِ کرامات بزرگوں میں سے تھے، سنہ ۱۰۶۲ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور سید ابی بکر بن حسین فقیہ بیجاپوری سے خرقۂ خلافت حاصل ہوا اور بیجاپور ہی میں قیام پذیر ہوگئے۔ آپ کے خادم محمد بن قشقاش کا بیان ہے کہ میں نے آپ کی بہت سی کرامات دیکھی ہیں اور آپ مجھے ان کرامات کے مخفی رکھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے' ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب آپ زیادہ علیل ہوگئے تو وفات کی شب کو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر تو کوئی عجیب چیز دیکھے تو گھبرانا نہیں، چنانچہ رات کے آخری حصہ میں میں نے ایک نور دیکھا جس سے ہر چیز منور ہوگئی جس کی وجہ سے میرے دل میں ہیبت اور کپکپی پیدا ہوگئی پھر میں آپ کے قریب گیا تو آپ کو مُردہ پایا۔ آپ کی وفات سنہ ۔۔۔ میں ہوئی۔ (نزھۃ الخواطر ج ۵ ص ۳۸۹)

حاجی محمد افغان

آپ بھی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلفا میں سے ہیں کیونکہ حضرت اپنے ایک مکتوب میں آپ کو تحریر فرماتے ہیں "آپ نے اپنے اور اپنے مریدوں کے لئے توجہات کی درخواست کی تھی کبھی کبھی توجہ کی جاتی ہے انشاء اللہ مزید توجہ کی جائے گی۔" (مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول مکتوب ۳۳)

خواجہ محمد حنیف کابلیؒ

مخدوم زادوں کے بعد آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے سب سے بڑے اور پہلے خلیفہ ہیں۔ آپ کابل کے اکابرین میں سے تھے، حضرات خواجہ میر محمد نعمانؒ سے آپ کے بہت تعلقات تھے میر صاحب موصوف نے سنہ ۱۰۳۷ھ میں آپ کو حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں سرہند شریف لیجاکر مرید کرایا۔ آپ کی اعلیٰ صلاحیت کی وجہ سے حضرت آپ پر بہت مہربان تھے، تکمیل سلوک کے بعد حضرت نے آپ کو خلافت عطا فرماکر کابل بھیج دیا وہاں بے شمار لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے (روضہ ص ۲۱۴) خواجہ صاحب تصرفاتِ عظیمہ اور خوارقِ کریمہ رکھتے تھے چنانچہ حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہؒ کا کابل کے دورانِ قیام میں جب دوسرا نکاح ہوا تو اتفاقاً نکاح کی شب کو دردِ شقیقہ کی تکلیف ہوگئی اور آپ صاحبِ فراموش ہوگئے۔ خواجہ محمد حنیفؒ حضرت حجۃ اللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ لوگ منتظر بیٹھے ہیں نکاح کے لئے تشریف لے چلیں۔ حضرت نے اپنی حالت بیان کی۔ خواجہ صاحب نے تصرف کرکے اُس درد کو اپنے اوپر لے لیا اور حضرت نے شفا پائی اور نکاح کے لئے تشریف لے گئے (روضہ ص ۲۳۴) خواجہ محمد حنیفؒ نے اپنے پیر و مرشد کی حیات ہی میں مسند نشینی کے پینتالیسویں سال (یعنی سنہ ۱۰۷۸ھ) میں وفات پائی (روضہ ص ۲۱۴) لیکن صفحہ ۲۳۴ پر سنہ وفات سنہ ۱۰۷۵ھ درج ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کو آپ کی وفات کا بہت صدمہ ہوا اور اپنے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہؒ کو تعزیت کے لئے کابل بھیجا وہاں کے تمام وضیع و شریف صاحبزادے موصوف سے مرید ہوئے (روضہ ص ۲۱۴) آپ کا مزار کابل کے قریب ماما خاتو گاؤں میں ہے (روضہ ص ۲۳۴)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شیخ محمد خلیل اللہ رح آپ حضرت خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ کے چھٹے فرزند ہیں۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے مرید ہوئے اور تعلیم طریقت حضرت ہی کی خدمت میں حاصل کیا، لیکن تکمیل نہ ہوسکی تھی کہ حضرت کا وصال ہوگیا بعد میں حضرت حجۃ اللہ کی خدمت میں تکمیل کی۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح اور حضرت حجۃ اللہ رح نے آپ کے حق میں بہت خوشخبریاں دی تھیں، آپ علم و حلم اور ورع و تقویٰ سے بدرجۂ کمال آراستہ تھے، شریعت و طریقت کے بڑے پابند تھے ۱۱۳۱ھ میں اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی قبر کے محاذی مغرب کی طرف مدفون ہوئے یعنی حضرت مجدد الف ثانی رح اور آپ کی قبر کے درمیان صرف ایک دیوار ہے (روضۃ القیومیہ رکن اول ص ۳۰۴ و ۳۰۵)

میر محمد زاہد میر محمد زاہد بن قاضی اسلم ہراتی حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے مخصوص احباب میں سے تھے علم ظاہر و باطن میں کمال حاصل تھا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کی خدمت میں سلوک باطنی کامل طور پر حاصل کرکے خلافت پائی، آپ اپنے وقت کے جید عالم تھے علمِ منطق سے متعلق رسالہ میر زاہد آپ ہی کی تصنیف ہے علاوہ ازیں آپ کی اور بھی تصانیف ہیں (روضہ ص ۲۴۰/۲) آپ نے شرح مواقف اور دوسری درسی کتابوں پر بھی حواشی لکھے (مآثر الامراء ج ۳ ص ۸۲) شاہجہاں بادشاہ نے رمضان المبارک ۱۰۶۴ھ میں آپ کو کابل میں واقعہ نویسی کے عہدہ پر مقرر کیا اور عالمگیر نے آپ کو اپنے جلوس ہشتم میں لشکر کا محتسب مقرر کیا بعد ازاں کابل کی صدارت تفویض کی ۱۱۰۱ھ/۱۶۸۹ء میں آپ نے کابل میں وفات پائی۔ (مآثر الکرام ص ۲۰۸ و ۲۰۹)

محمد شاکر آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے خلفا میں سے ہیں، صاحبِ فنا و بقا تھے (روضہ ص ۲۴۵/۲) ممکن ہے کہ آپ ہی محمد شاکر پسر مولانا بدر الدین سرہندی صاحبِ حضرات القدس ہوں جنہوں نے حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے سفرنامۂ حج "یواقیت الحرمین" نامی رسالہ کا "حسنات الحرمین" کے نام سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ راقم الحروف نے اس کا اردو ترجمہ پیشِ نظر تالیف میں شامل کردیا ہے (مؤلف)

خواجہ محمد شریف بخاری آپ بخارا کے مشہور عالم تھے علمِ معقول و منقول میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے خلفا سے باطنی سلوک حاصل کرکے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے آپ کو ولایتِ ثلاثہ، کمالاتِ نبوت اور حقائقِ ثلاثہ کی خوشخبری دیکر خلافت عنایت فرمائی (روضہ ص ۲۵۱/۲ و ص ۲۴۳/۲)

شیخ محمد شریف کابلی آپ خواجہ محمد صدیق پشاوری کے مریدِ خاص تھے خواجہ صاحب نے تکمیلِ سلوک کے بعد آپ کو خلافت عطا فرما کر کابل بھیجدیا وہاں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور بکثرت مخلوق آپ کے حلقہ میں شامل ہوگئی، سوءِ اتفاق کہ آپ شیطانی وساوس کی بنا پر خود پسندی اور تکبر کا شکار ہوگئے حتیٰ کہ اپنے پیر خواجہ محمد صدیق سے بھی خود کو بڑا بزرگ سمجھنے لگے اور خواجہ صاحب سے راہ و رسم ترک کردی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خواجہ صاحب کو آپ کی ان حرکات سے بہت رنج پہنچا حتیٰ کہ ناراض ہو کر نسبت سلب کرلی (روضہ ص ۳۰ و ۳۱ / ۲)
خواجہ صاحب نے تفصیلی عریضہ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کی خدمت میں بھی ارسال کر دیا۔ حضرت اُس عریضہ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: "آپ نے صوفی محمد شریف کی بے ادبیوں کے بارے میں دوبارہ لکھا ہے، میرے مخدوم! اس نے جو بے ادبی کی ہے صرف آپ ہی کے ساتھ نہیں کی بلکہ اس سلسلہ کے بزرگوں کے ساتھ بھی کی ہے، جب آپ جو کہ اس کے پیر ہیں اس سے آزردہ رہیں گے تو ہمارے لئے اس کے ساتھ کیا آشنائی رہے گی۔ انتقامی قوت اس فقیر میں بہت کم ہے دو کلمے غیرت کے تقاضے سے اس کو لکھے گئے ہیں اگر اس نے اثر قبول کیا تو اچھا ہے ورنہ وہ جانے اور اس کا کام (مکتوباتِ معصومیہ مکتوب ۱۱۱ دفتر اول)
اور ایک مکتوب بطور تنبیہ شیخ محمد شریف کو بھی تحریر فرمایا۔ "حمد و صلوٰۃ کے بعد بیان کیا جاتا ہے" اس اثنا میں سنا گیا کہ تم نے مولانا محمد صدیق کو جو کہ تمہارے پیر ہیں رنج پہنچایا ہے اور گستاخیاں و بے ادبیاں کی ہیں اور سابقہ سلوک میں بہت تبدیلیاں آگئی ہیں اور مولانا تم سے بہت زیادہ رنجیدہ ہیں اس حد تک کہ معاملہ تبری (بیزاری) اور اجازت کے سلب تک پہنچ گیا ہے، ان تواضعات اور فنائیتوں اور خدا طلبیوں سے جو کہ تم سے ظاہر ہوتی تھیں یہ امور بہت ہی خلافِ توقع اور نہایت ہی تعجب خیز ہیں، جب تم اپنے پیر سے قطع تعلق کرتے ہو تو پھر کس کے ساتھ تعلق جوڑتے ہو شاید اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے بھی قطع تعلق چاہتے ہو۔ مریدوں کی وجہ سے پیر سے قطع تعلق نہیں کرنا چاہئے اور مخلوق کی رضامندی کیلئے خالق تعالیٰ شانہٗ سے قطع تعلق نہیں کیا جا سکتا کتنی تکلیف دہ بات ہے کہ دنیا سے حقوق اُٹھ گئے، تمہارے جیسے لوگوں سے بھی اس قسم کی نازیبا حرکات ظاہر ہوتی ہیں پس دوستوں اور اہلِ ارادت سے اعتماد اُٹھ گیا جو شخص تربیت حاصل کرلے گا اور کچھ قبولیت بہم پہنچالے گا یا وہ کسی وقت بھی کچھ صفائی (اپنے اندر) دیکھے گا وہ پیر سے روگردانی اور ترکِ آشنائی اختیار کرے گا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (مکتوباتِ معصومیہ مکتوب ۱۱۳ دفتر اول)
اس مکتوب کے پہنچنے پر شیخ محمد شریف بہت گھبرائے اور پشیمان ہو کر اپنے پیر کی خدمت میں ندامت و شرمندگی کے عریضے لکھے نیز حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کی خدمت میں بھی ندامت و پشیمانی کا ایک عریضہ ارسال کیا۔ حضرت کو آپ کے حال پر رحم آیا اور مولانا محمد صدیق کو ایک سفارشی مکتوب تحریر فرمایا۔ آخر محمد شریف کابلی پشاور پہنچے اور اپنے چہرے پر سیاہی لگا کر پگڑی گلے میں ڈال کر مولانا محمد صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی مانگی، مولانا کو بھی آپ کے حال پر رحم آگیا اور معاف کر دیا۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۳۰ و ۳۱)

حافظ محمد صادق کابلی

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے بڑے خلفا میں سے ہیں۔ جب عالمگیر بادشاہ نے حضرت سے درخواست کی کہ آپ اپنے کسی خلیفہ کو میرے پاس بھیج دیں تاکہ میں اس کی صحبت سے مستفیض ہو سکوں تو حضرت نے آپ کو بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ بادشاہ نے آپ کی صحبت سے بہت استفادہ کیا اور لشکر کے اکثر لوگ آپ کے مرید ہو گئے۔ (روضہ ص ۲۴ / ۲)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مولانا محمد صدیق پشاوری

(آپ وہی مولانا محمد صدیق ہیں جن کے خلیفہ شیخ شریف کابلی سے ناراضگی کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے) آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے بڑے خلفاء اور توران کے خواجہ زادوں میں سے تھے۔ مرید ہونے کے حالات اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بلخ سے سمرقند جا رہا تھا راستہ میں کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی جو ہندوستان جا رہے تھے معلوم ہوا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں جا رہے ہیں، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس زمانے میں بھی ایسا شیخ موجود ہے جس کی خدمت میں اس کثرت سے لوگ حاضر ہو رہے ہیں، اس واقعہ سے میرے دل میں بھی حضرت کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہو گیا اور میں نے استخارہ کیا تو خواب میں دیکھا کہ فرشتے آسمان سے اُتر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہم حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی زیارت کیلئے جا رہے ہیں لہٰذا خواب سے بیدار ہونے کے بعد میں ایک جماعت کے ہمراہ ہو لیا جو حضرت کی خدمت میں جا رہی تھی اور سرہند پہنچکر حضرت سے بیعت ہو گیا۔ صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ مولانا محمد صدیق کو بعد تکمیل سلوک خلافت سے مشرف فرما کر پشاور بھیجدیا وہاں آپ کو قبولیتِ عامہ حاصل ہوئی، بہت لوگ آپ کی وجہ سے راہ یاب ہوئے اور خلافت پائی۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۳۴)

حاجی محمد عاشورؒ

حاجی محمد عاشور بن حاجی میرزا محمد البخاری الحسینی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے بڑے خلفا میں اور مخصوص احباب میں سے ہیں۔ حضرت آپ پر غایت درجہ مہربان تھے، سلوکِ طریقت کی تکمیل کے بعد حضرت نے آپ کو خلافت عطا فرمائی، آپ بہت مستقیم الاحوال تھے۔ (روضہ ق۲ ص۳۴۳) مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ کے ارشاد پر آپ نے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے مکتوبات کا تیسرا دفتر مرتب کیا جس کی ابتدائی تاریخ "مکاتبات قطب زماں" اور تاریخِ تکمیل "مکاتبات قطبِ زماں" ہے۔ باقی حالات معلوم نہ ہو سکے۔

حاجی محمد فضل اللہؒ

آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی دختر حضرت خدیجہؒ کے نورِ چشم اور حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی دخترِ نیک اختر سے منسوب تھے۔ آپ نے سلوک طریقت حضرت عروۃ الوثقیٰ سے حاصل کیا اور حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ کی صحبت سے کمال کو پہنچے، آپ کو ظاہری علوم میں بھی کمال حاصل تھا سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے پابند اور بدعت سے سخت متنفر تھے۔ (روضہ رکن اول ص ۳۱۸)

حافظ محمد محسنؒ

آپ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کی اولاد میں سے (نواسے) تھے، جامع علوم عقلیہ نقلیہ اور اپنے زمانے کے علما میں ممتاز تھے، شہر دہلی کے دانشمندوں میں سے کوئی بھی ان کے سامنے بول نہیں سکتا تھا، بعد ازاں ہدایتِ ربانی کی کشش سے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوکِ طریقت میں مشغول ہو گئے، آخر طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تکمیل کے بعد خلافت پائی، ورع و تقویٰ اور زہد و ریاضت میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ سے حضرت نور محمد بدایونی اور دیگر حضرات نے طریقہ اخذ کیا۔ سنہ ۱۱۲۷ھ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میں وفات پائی۔ آپ کا مزار دہلی میں مقبرہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے غرب میں ایک چبوترہ پر ہے (خزینۃ الاصفیا ص۶۲۶)

ملا محسن کابلیؒ

آپ بھی حضرت کے خلفا میں سے ہیں آپ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان المبارک میں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ معتکف تھے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ آرام فرما رہے ہیں اور چہرۂ مبارک پر چادر لی ہوئی ہے میں آہستہ سے بیٹھ گیا اور دل میں کہا کہ خوابِ غفلت معلوم ہوتا ہے حالانکہ اولیائے کرام کو نیند نہیں آنی چاہیے۔ اس خطرہ کے آتے ہی آپ نے سر اٹھایا اور یہ شعر پڑھا ؎

سحر کرشمۂ وصلش بخواب میدیدم — زہے مراتب خوابے کہ بہ ز بیداری ست

[میں اس کے وصل کے کرشمہ کا جادو خواب میں دیکھتا ہوں، ایسے خواب کے مراتب بیداری سے بدرجہا بہتر ہیں]

اس جواب نے مجھے چونکا دیا اور بہ ہزار عذر اپنے قصور کی معافی کا خواستگار ہوا (خزینۃ الاصفیا ص۶۰۲ و حضرات القدس ۲ ص۲۶۱)

شیخ محمد یوسف

آپ ملتان کے مشہور گردیزی خاندان کے پیرزادہ اور حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے مخصوص خلفا میں سے تھے، حضرت آپ پر بہت مہربان تھے اور بعد تکمیل سلوک خلافت عطا فرما کر آپ کو ملتان بھیج دیا جہاں آپ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی وہاں کے گرد و نواح میں آپ کے ذریعہ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا بہت رواج ہوا۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص۲۴۰)

شیخ مراد شامی

آپ ہندوستان کے مشائخ اور حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے بڑے خلفا میں سے تھے، علمی قابلیت بھی زیادہ نہ تھی لیکن جذبۂ عشقِ الٰہی کی وجہ سے حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ حضرت نے بھی آپ پر بہت شفقت و مہربانی فرمائی اور خصوصی توجہ کے ساتھ بہت تھوڑے عرصہ میں خلافت عطا فرما کر ملک شام روانہ کر دیا۔ آپ نے عرض کیا کہ میں ایک کمزور آدمی ہوں نیز علمی سرمایہ بھی نہیں اس لئے وہاں مجھ سے اس طریقۂ عالیہ کی کیا تبلیغ ہو گی حضرتؒ نے فرمایا کہ میں نے خواجگانِ عالیہ کی رائے سے تمہارا انتخاب کیا ہے اس لئے کسی قسم کا فکر نہ کرو ان شاء اللہ کامیابی ہو گی، بعد ازاں فرمایا کہ پہلے ماوراء النہر جا کر شیخ حبیب اللہ سے ملاقات کرو پھر ایران کے راستہ ملکِ شام پہنچ کر بیت المقدس میں مقیم ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور چند دن شیخ حبیب اللہ کی خدمت میں قیام کر کے ایران ہوتے ہوئے شام پہنچ گئے، وہاں کے علماء و مشائخ نے جو حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے مرید تھے آپ کا استقبال کیا اور بڑی عزت کے ساتھ بیت المقدس میں قیام کا انتظام کیا۔ وہاں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور بڑے بڑے علماء و مشائخ آپ کے حلقہ میں شامل ہونے لگے اور بکثرت لوگ آپ کے مرید ہو گئے۔ جب سلطانِ روم کو معلوم ہوا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے اپنا ایک خلیفہ بیت المقدس بھیجا ہے تو اس نے آپ کے ذاتی خرچ کے لئے ایک لاکھ دینار اور خانقاہ کے اخراجات کیلئے تین لاکھ دینار سالانہ مقرر کر دیئے۔ علاوہ ازیں بھی فتوحات ہونے لگیں۔ نقل ہے کہ جب آپ پہلی مرتبہ حج کے لئے تشریف لے گئے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تو آپ معذوری کے سبب تخت پر بیٹھ کر حرم شریف میں حاضر ہوئے اور اسی پر طواف و ارکانِ حج ادا کئے اور یہ شرف اس سے قبل کسی ولی یا بادشاہ کو حاصل نہیں ہوا تھا اور جب حضرت عروۃ الوثقیٰ حج کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے اخراجات میں بڑا حصہ شیخ مراد ہی کا تھا، نیز حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانیؒ دو مرتبہ حج کیلئے تشریف لے گئے تو ہر دو مرتبہ شیخ مراد شام سے حاضر خدمت ہو کر تمام اخراجات برداشت کرتے اور ہر طرح کی خدمت بجالاتے۔ شیخ مراد ملک شام، روم، عرب اور یمن کے تمام مشائخ سے زیادہ بزرگ تھے، بہت لوگ آپ کی صحبت بابرکت سے فیض حاصل کر کے کمال کو پہنچے اور خلافت پائی۔ شیخ مراد کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ محمد سجادہ نشین اور خانقاہ کے متولی ہوئے، دوسرے صاحبزادے شیخ مصطفٰے تھے۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۴۷ تا ۲۴۶ و ۲۳۶ و ۲۳۷)

میرک معین الدین

میرک معین الدین بن میرک حسین بن میر کمال بن میر حسن خوافی ہراتی۔ میر حسن قصبہ خواف مضافاتِ ہرات کے رہنے والے تھے۔ میر کمال اپنے لڑکے میرک حسین کے ہمراہ اکبری دور میں ہندوستان آئے، میرک حسین نے جہانگیر کے دربار میں بڑی عزت پائی اور اپنے لڑکے میرک معین الدین کی تعلیم و تربیت کا بہت خیال رکھا، چنانچہ میرک معین الدین بعد تحصیلِ علوم شاہی نوکری پر فائز ہو گئے۔ ۱۰۵۰ھ میں بعہدِ شاہجہاں بخشی گری اور واقعہ نویسی صوبۂ اجمیر کا کام آپ کے سپرد ہوا۔ شیخ معروف بھکری نے اپنی تالیف "ذخیرۃ الخوانین" میں (جو ۱۰۶۰ھ کی تصنیف ہے) لکھا ہے کہ "میرک معین الدین پسر میرک حسین خوافی کے باپ دادا کی بزرگی آفتاب سے زیادہ روشن ہے" میرک معین الدین اس عالم شباب میں فہم و فراست اور حسنِ خط کے اندر بہرۂ کامل رکھتے ہیں، صاحب مآثر الامراء نے آپ کی شان میں لکھا ہے "خان آمرزش نشان، میرک معین الدین احمد امانت خاں خوافی، راستی منش دیدہ ور، حقیقت بیں، فقیر مشرب، غنی مزاج، فرشتہ خو، پسندیدہ عادت، صاحب مروت، عالی فطرت، صاحبِ دیانت و امانت وغیرہ تھا" میرک معین الدین ۱۰۶۳ھ میں شاہجہاں کی طرف سے خدمت دیوانی و بخشی گری اور واقعہ نویسی صوبہ ملتان سے ممتاز ہوئے پنجاب کی پبلک آپ کے صلاح و تقوی کو دیکھ کر مریدوں کی طرح پیش آتی تھی، اس علاقہ میں آپ میرک جیو کے نام سے مشہور تھے ملتان سے دو کوس کے فاصلہ پر ایک باغ اور ایک حویلی بنائی جو کوٹلہ میرک جیو کے نام سے مشہور ہے۔ عہد عالمگیری میں آپ کابل کا دیوان اور امانت خاں کے خطاب سے نوازا گیا، بعد ازاں دیوانی صوبہ لاہور پھر دکن کی دیوانی وغیرہ پر مامور رہے، آپ کا انتقال ۱۰۹۵ھ میں ہوا اور شہر اورنگ آباد کے جنوب میں نزد درگاہ شاہ نور حمامی دفن کئے گئے۔ کتاب شرعۃ الاسلام کا ترجمہ آپ کی مؤلفات میں سے ہے۔ آپ کے سات لڑکے اور آٹھ لڑکیاں تھیں ایک لڑکے کا نام کاظم خاں تھا صاحب مآثر الامراء صمصام الدولہ شاہنواز (متوفی ۱۱۷۱ھ) کے دادا تھے (مآثر الامراء جلد اول ص ۲۵۴ تا ۲۶۳ و ج ۳ ص ۱۴۰) صاحب روضۃ القیومیہ نے آپ کو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بڑے خلفا میں شمار کیا ہے (ص ۲۴۲/۲)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نواب مکرم خاںؒ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بڑے خلفا میں سے تھے آپ کا ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن طریقت سے پیراستہ تھا، آپ مقبولان بارگاہِ ربانی اور عاشقانِ یزدانی میں سے تھے۔ ابتدائً عالمگیر بادشاہ کے امرا میں شامل تھے اور بڑی جاہ و حشمت کے مالک تھے بعد ازاں جذبۂ عنایتِ الٰہی نے آپ کو کھینچ لیا اور آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے اور حضرت کی توجہ کی برکت سے اعلیٰ درجات پر فائز ہوئے۔ ایک روز غلبۂ سلوک کی حالت میں عالمگیر نے آپ سے دریافت کیا کہ نواب صاحب آپ کی عمر کتنی ہے؟ آپ نے جواب دیا چار سال۔ بادشاہ اس جواب پر مسکرائے۔ آپ نے عرض کیا کہ تعجب کی کوئی بات نہیں میں نے جتنی عمر (یعنی چار سال) اپنے مرشد کی خدمت میں بسر کی ہے بس وہی میری عمر ہے باقی تو وبالِ آخرت ہے۔ نواب مکرم خاں کے ہاں دستر خوان پر بہت تکلفات ہوتے تھے جو کہ اسراف کی حد تک پہنچ گئے تھے لیکن حضرت میرزا مظہر جانِ جاناںؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص نواب صاحب کے دستر خوان سے کھانا کھاتا ہے اس کا نور اس قدر بڑھ جاتا ہے گویا کہ اس نے دوگانہ نفل ادا کیا ہے، آپ کی وفات ۱۱۴۸ھ ایک سو بیس سال سے زائد عمر میں ہوئی۔ (خزینۃ الاصفیا ص ۶۲۷)

سید اخون موسیٰؒ آپ ننگرہار نواحِ کابل کے رہنے والے تھے ایک عرصہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں فیضِ صحبت حاصل کر کے خلافت پائی حضرت نے آپ کو اپنے وطن میں بغرض تبلیغ بھیجدیا وہاں آپ کو قبولیتِ عامہ نصیب ہوئی بکثرت مخلوق آپ سے مرید ہوئی اور بہت لوگوں نے خلافت پائی۔ (روضہ ص ۲/۲۳۸)

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کے مذکورہ بالا خلفا کے علاوہ بھی چند خلفا کے نام روضۃ القیومیہ میں ملتے ہیں وہ یہ ہیں:۔

حاجی ابو تراب۔ میر ابو الفتح اکبر آبادی۔ شیخ ابو القاسم بلخی۔ حاجی اللہ بخش۔ حاجی باقی۔ شیخ بدیع الدین۔ شیخ بہاؤ الدین۔ خواجہ بقا۔ صوفی تمر بیگ۔ شیخ حسین منصور، مولانا جلال الدین۔ شیخ جلیل۔ دوست بیگ۔ شاہ محمد ہٹنی۔ شہریار بیگ بلخی۔ اخون صالح کابلی، حافظ صبور۔ حاجی عارف۔ عبد الحق۔ عبد الرحمٰن بخاری۔ عبد الرحمٰن گجراتی۔ صوفی عبد الرحمٰن ترمذی۔ خواجہ عبد الآخر۔ حافظ عبد اللہ۔ قاضی عبد اللہ محدث۔ عبد النبی، شیخ عبد المومن۔ شیخ عبد الواحد۔ میر عمر۔ اخون فصیح الدین۔ شیخ فقیر بنگالی۔ اخون قاسم خراسانی۔ خواجہ کلاں۔ محمد امین بدخشی۔ محمد باقر کشمیری۔ محمد برک۔ میر محمد زماں۔ محمد سالم کابلی۔ محمد سعید۔ محمد صدیق۔ محمد علی ملتانی صوفی محمود کشمیری۔ صوفی محمد یحییٰ۔ شیخ مصطفےٰ اندرابی۔ حاجی مصطفےٰ جلال آبادی۔ صوفی مرزائی وغیرہ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کے

مکتوب الیہم

جس طرح حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوب الیہم اسوقت کی بڑی بڑی شخصیتیں تھیں اسی طرح حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کے مکتوب الیہم بھی کچھ کم درجے کے نہیں ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے متعلق بھی جسقدر معلومات فراہم ہوسکیں ان کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے لیکن پوری کوشش کے باوجود اکثر حضرات کا پتہ نہ چل سکا۔ بہرحال حروفِ تہجی کے اعتبار سے مکتوب الیہم کے اسماءِ گرامی مع مکتوبات کی فہرست اور ساتھ ہی ان کا تعارف بھی پیش کیا جارہا ہے۔ (مرتب)

الف

(۱) **آدم** تتوی (فضیلت مآب شیخ) دفتر دوم ۵۹-۶۳-۷۶-۷۷ (آپ کے حالات خلفا کے باب میں ملاحظہ ہوں)

(۲) **ابراہیم** (خواجہ) دفتر اول ۱۷۳۔

(۳) **ابواسحٰق** (حافظ) دفتر سوم ۲۲-۱۱۹-۱۹۷- (ملاحظہ ہو باب خلفائے عظام)

(۴) **ابوالخیر** شاہ آبادی (سید) دوم ۱۴۹- سوم ۷۳- ۲۰۱-

(۵) **ابوالفضل** کشمیری (مولانا) دفتر دوم ۲۳۔

(۶) **ابوالفیض** کابلی (مُلا) دفتر دوم ۳۸- آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلفا میں سے ہیں کابل میں بکثرت آپکے مرید تھے (روضہ ۵

(۷) **ابوالقاسم** (مخدوم زادہ) دفتر دوم ۱۰۲-۱۲۱-۱۲۳- ۱۲۹- (آپکے حالات خلفا کے باب میں ملاحظہ ہوں)

(۸) **ابوالقاسم** (حاجی) بن محمد مراد لاہوری- دفتر دوم ۶۱- آپ کے والد مولانا محمد مراد لاہوری کے حالات تو نزہۃ الخواطر جلد ۶ میں موجود ہیں لیکن آپ کے حالات نہ مل سکے۔

(۹) **ابومحمد** لاہوری (مُلا) دفتر سوم ۴۰۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۱۰) **ابوالمظفر برہانپوری** (شیخ) دفتر دوم ۳۹-۷۱- دفتر سوم ۵۴-۹۰-۱۲۵-۲۳۹- (آپ کے حالات خلفا کے باب میں ملاحظہ ہوں)

(۱۱) **ابوالمعالی** (میرزا) دفتر سوم ۱۷-۵۶- مرزا خاں- دفتر دوم ۱-۱۰۱-۱۰۴- میرزا والی مشہور کے صاحبزادے ہیں، شہزادہ دانیال کی صاحبزادی بلاقی بیگم آپ کے گھر میں تھی، میرزا ابوالمعالی باپ کے مرنے کے بعد ایک ہزار ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوئے پھر علاقۂ بہار کی صوبہ داری پر متعین ہوئے بعد ازاں عالمگیر نے اپنے دور میں آپ کو ہاتھی، مختلف عطیے، مرزا خاں کا خطاب اور تیس ہزار روپے مرحمت فرمائے اور وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوئے، اس کے بعد آپ کو دربھنگہ (صوبہ بہار) کی فوجداری ملی- چھٹے سال جلوس عالمگیری میں گورکھپور کے فوجدار اللہ وردی خان کے ساتھ مورنگ کے زمیندار کی تنبیہ کیلئے روانہ ہوئے اور اسی زمانے میں یعنی ۱۰۷۴ھ ۶۴-۱۶۶۳ء میں وہ اجلِ طبعی سے فوت ہوگئے- (مآثر الامراء جلد ۳ ص ۴۶۴)

(۱۲) **ابوالمکارم** (شیخ)- دفتر سوم ۱۵۳- صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں "الشیخ الفاضل ابوالمکارم بن قاضی القضاۃ عبدالوہاب الحنفی الگجراتی مشہور علما میں سے تھے جن کو ہندوؤں نے ۱۰۷۹ھ میں عالمگیر کے زمانہ میں شہید کر دیا تھا- (نزہۃ الخواطر جلد ۵ ص ۳۴)

(۱۳) **احمد بخاری** (خواجہ) دفتر دوم ۳۲- ۱۳۰- دفتر سوم ۶۸-۱۰۹-۱۲۴-۱۳۲ (ملاحظہ ہو باب خلفائے عظام)

(۱۴) **اسد اللہ افغان** (شیخ) دفتر اول ۵۰-

(۱۵) **اسد اللہ بیگ** - دفتر اول ۲۰۴-

(۱۶) **اسرائیل** (سیادت مآب محمد اسرائیل) دفتر دوم ۹۱- سید اسرائیل، دفتر سوم ۱۰۷- ۱۱۶-۲۰۳-

(۱۷) **اسمٰعیل خاں بیگ** (میرزا) دفتر اول ۲۰۹-

اسلام خاں (ملاحظہ ہو میر ضیاء الدین حسین)

(۱۸) **اللہ داد** (مولانا) دفتر اول ۵۸- (آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفا میں سے ہیں (روضہ رکن دوم ص ۲۴۳)

(۱۹) **الیاس** (شیخ) دفتر اول ۱۶۵-

(۲۰) **امام الدین پنجابی** (شیخ) دفتر سوم ۹۲-

(۲۱) **امان اللہ** (شیخ) پسر شیخ حمید بنگالی- دفتر سوم ۳۴-۸۱ (شیخ حمید بنگالی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلفا میں سے ہیں اُن کا تذکرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلفا میں ملاحظہ ہو-)

(۲۲) **امان اللہ برہانپوری** (میرزا) دفتر اول ۲۴-۷۶-۱۸۶-۲۰۵-۲۲۷- (ملاحظہ ہو باب خلفائے عظام)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۲۳) **امان اللہ** قاضی زادہ برہانپوری (خواجہ)۔ دفتر دوم ۹۴۔ دفتر سوم ۹۳۔ ۱۲۶۔ ۱۸۵۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلیفہ شیخ ابو المظفر کے خلفا میں سے ہیں جیسا کہ دفتر سوم کے مکتوب ۵۴ سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۲۴) **امان بیگ** بدخشی۔ دفتر سوم ۱۶۷۔ ۲۳۷۔

(۲۵) **امیر خاں** (سیادت پناہ) دفتر دوم ۱۰۰۔

(۲۶) **امین قدیم**۔ دفتر دوم ۱۰۵۔

(۲۷) **انور نور سرائی** (شیخ) دفتر سوم ۱۳۱۔ ۱۵۵۔ ۲۰۴۔ (حالات خلفا کے باب میں ملاحظہ ہوں)

ب

(۲۸) **باقی بخاری** (میر) دفتر دوم ۴۴۔

(۲۹) **بایزید** (شیخ) ولد شیخ بدیع الدین سہارنپوری۔ دفتر دوم ۴۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۸۰۔ ۸۵۔ ۱۳۹۔ دفتر سوم ۱۰۸۔ ۱۵۲۔ (آپ کے حالات خلفا کے باب میں ملاحظہ ہوں)

(۳۰) **بختاور خاں**۔ دفتر سوم ۲۴۴۔ شیخ فاضل بختیاور خاں مشہور بہ بختاور خاں۔ عالمگیر بادشاہ کے بہت محبوب و باوثوق اور دربار کے بڑے ذی اثر اور ذی علم امیر تھے، ایک ہزاری ذات اور دو سو پچاس سوار کے منصب پر سرفراز تھے، تیس سال تک شاہی خدمات انجام دیں، تہذیبِ اخلاق اور مخلوق کی خیر خواہی میں عدیم المثال تھے، آپ کو تاریخ اور سیرت پر بڑا عبور تھا اور دینداری میں بھی بہرۂ وافر حاصل تھا، اہلِ فضیلت سے بہت محبت رکھتے تھے، آپ صاحب تصانیفِ کثیرہ ہیں۔ مآثرِ عالمگیری کا مؤلف آپ کا منشی اور دیوان تھا۔ آپ کی وفات ۱۵ ربیع الاول ۱۰۹۶ھ کو دکن میں ہوئی، عالمگیر کو آپ کی وفات کا بہت صدمہ ہوا اور عالمگیر نے خود آپ کے جنازہ کی امامت فرمائی، جنازہ کو کاندھا دیا اور اس کی مشایعت کی پھر آپ کی نعش کو دہلی بھجوا دیا۔ (نزہۃ الخواطر جلد ۵ ص ۸۹ و بزم تیموریہ ص ۲۸۵)

(۳۱) **بدر بیگ** سمرقندی۔ دفتر دوم ۹۳۔ دفتر سوم ۹۶۔

(۳۲) **بدر الدین** سلطانپوری (شیخ) دفتر اول ۳۵۔ دوم ۷۸۔ ۱۱۴۔ سوم ۶۵ (خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۳۳) **برخوردار** کابلی (مولانا) دفتر دوم ۱۰۶۔

پ

(۳۴) **پیر بزرگوار** والد ماجد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی دفتر اول ۱ تا ۷

(۳۵) **پادشاہ** بلخی (خواجہ) دفتر سوم ۸۳۔

(۳۶) **پاینده محمد** کابلی (صوفی) دفتر سوم ۱۸۔ ۱۹۔ ۱۷۸۔ ۲۰۲۔ ۲۱۲۔ (آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۳۷) **حافظ پیر محمد**، دفتر دوم ۹۰۔ (ملاحظہ ہو خلفا کا باب)

ت

(۳۸) **تربیت خاں**۔ دفتر اول ۱۶۴۔ ایک تربیت خاں فوجدار جون پور تھا جس کے متعلق مآثرِ عالمگیری میں لکھا ہے کہ ۲۷ شعبان ۱۰۹۵ھ میں وفات پائی ــــ دوسرا تربیت خاں فخر الدین احمد برلاس تھا جو جہانگیر کے زمانہ میں توران سے ہندوستان آیا اور شاہی عہدے پر سرفراز ہوا۔ جب شہریار کی جانشینی کا مسئلہ پیدا ہوا تو اس نے آصف الدولہ کے ساتھ رہ کر قابلِ قدر کام انجام دیا جس کی وجہ سے شاہجہاں کی عنایتوں کا مستحق ٹھہرا اور شاہجہاں نے اس کو تربیت خاں کا خطاب دیا، پھر توران کی سفارت پر بھیجا گیا واپسی پر کشمیر کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ بقول تاریخ محمدی ۵۳-۱۰۵۲ھ میں انتقال ہوا۔ اس کے مرنے کے بعد بادشاہ اس کی رائے کی بہت تعریف کرتا تھا اور اس کے لڑکوں پر بھی بادشاہ کی نظرِ عنایت رہی۔ (تلخیص و ترجمہ ص ۷۰، و مآثر الامرا ج ۱ ص ۴۸۱)

(۳۹) **تیمور بیگ کلابی**۔ دفتر سوم ۸۲-۱۸۶۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کے خلفا میں سے ہیں۔

ج

(۴۰) **جان محمد بیگ کولابی** (خان محمد بیگ کولابی) دفتر دوم ۳۳، ۱۰۷۔ سوم ۴۶-۷۸-۱۱۴-۱۳۸-۱۴۸-

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفا میں سے ہیں۔

(۴۱) **جعفر خاں** (خواجہ) جملۃ الملکی۔ دفتر سوم ۹۴-۹۸-۱۱۱-۱۲۳-

جعفر خاں عمدۃ الملک بن صادق خاں میر بخشی بن طاہر بن محمد شریف الہروی، یمین الدولہ آصف خاں کا بھانجا اور داماد تھا۔ فرزانہ بیگم مشہور بہ "بی بی جیو" اس کی بیوی تھی، بادشاہ اس کے حال پر بہت مہربان تھا جب اس کے باپ کا انتقال ہوا تو شاہجہاں بادشاہ نے غایتِ کرم سے محمد اورنگ زیب بہادر کو تعزیت کیلئے بھیجا کہ جعفر خاں اور اس کے بھائیوں کو بادشاہ کے حضور میں لائے۔ جب یہ بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا تو اس کو ترقی دیکر چار ہزار ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا۔ بعد ازاں پنجاب کا صوبہ دار، میر بخشی، شاہجہاں آباد کا صوبہ دار، ٹھٹھ کا ناظم اور آخر میں وزارت کل کا عہدہ اور قلمدان مرصع مرحمت ہوا۔

عہدِ عالمگیری میں مالوہ کی صوبہ داری پھر ۱۰۷۴ھ میں وزارتِ عظمیٰ کا عہدہ اس کے سپرد ہوا، اور ۱۰۸۱ھ/۱۶۷۰ء کو شاہجہاں آباد میں فوت ہوا، عالمگیر ایک مرتبہ عیادت کیلئے اور دوسری مرتبہ تعزیت کیلئے گئے، بادشاہ نے شہزادہ محمد اعظم اور محمد اکبر کو حکم دیا کہ وہ اس کے بیٹوں نامدار خاں اور کامگار خاں کے گھر جاکر رسم تعزیت بجالائیں اور مرحوم کی اہلیہ فرزانہ بیگم کی تسلی اور دلجوئی کریں جعفر خاں آخر دور کے امرا میں نیک نفسی اور خیر اندیشی کیلئے بہت مشہور تھا اسکی خوش وضعی اور عالی دماغی کی ہر خاص و عام تعریف کرتا تھا۔ (نزھۃ الخواطر ج ۵ ص ۱۰۶ و مآثر الامراء ج ۱ ص ۵۳۸)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۴۲) جمال الدین (مُلّا) اول ۱۷۷-۱۸۱-

(۴۳) جنید جھتی (شیخ) دفتر دوم ۱۳۷-الشیخ الکبیر جنید الروحانی سندیلوی-آپ سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں میں سے ہیں جنھوں نے شیخ نظام الدین نارنولی سے طریقہ اخذ کیا اور عربی و فارسی زبان میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں، بہت پرہیزگار، قناعت پسند، عبادت گذار اور مستقیم الحال تھے، پہلے موہان میں قیام تھا پھر سندیلہ میں سکونت اختیار کی، بحر ذخار میں آپ کی وفات ۱۰۵۰ھ میں ہونا لکھا ہے اور سنبھلی نے اسرار یہ میں آپ کی وفات ۱۰۴۸ھ میں ہونا درج کیا ہے۔ (نزھۃ الخواطر جلد ۵ ص ۱۱۸)

ح

(۴۴) حامد (مُلّا) دفتر دوم ۲۶-آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفا میں سے ہیں حضرت نے آپ کے حق میں فرمایا تھا کہ اس کا نور ساتویں آسمان سے بھی اوپر پہنچا ہے (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۴۳) ملا حامد جونپوری نے اکثر کتابیں محمد زاہد سے پڑھیں اور کچھ علوم دانشمند خاں کی خدمت میں حاصل کئے، شاہجہاں کے زمانہ میں ان لوگوں میں تھے جن کا روزینہ مقرر تھا، عالمگیر کے زمانہ میں فتوی کے مولفین میں داخل ہو گئے اور شہزادہ محمد اکبر کی تعلیم پر بھی مقرر ہوئے (تذکرہ علمائے ہند ص ۵۶)

(۴۵) حبیب اللہ حصاری ثم البخاری (حاجی) دفتر دوم ۱۳۴-سوم ۵۷-۱۶۰-۲۳۰- (خلفاء کا باب ملاحظہ ہو)

(۴۶) حسن (شیخ) دفتر اول ۱۵۹-

(۴۷) حسن علی پشاوری (ملا) دفتر اول ۳۹-۶۱-۶۵-۷۳-۹۸-۱۲۵-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۹-۱۷۸-۲۱۴-دفتر دوم ۱-۲-دفتر سوم ۱۱۵-آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے صاحب استقامت خلیفہ ہیں (روضہ ص ۲۴۳)

(۴۸) حسین (حاجی) دفتر اول ۲۶-۱۵۳-۱۷۵-۱۹۹-

(۴۹) حسین الخلوتی الرومی المدنی (شیخ) دفتر دوم ۴۰-

(۵۰) حسین منصور جالندری (شیخ) دفتر دوم ۹۲-۱۰۹-۱۲۰-سوم ۳۰-۳۵-۹۹-۱۳۰-۱۶۴-۲۰۰-

(۵۱) حمید احمدی (شیخ) دفتر اول ۹۲-

(۵۲) حیدر لاہوری (قاضی) دفتر سوم ۳۲-قاضی حیدر المخاطب بہ قاضی خاں۔ کشمیر کے علمائے متبحر اور فقہائے نامدار میں سے تھے۔ مولانا عبد الرشید زرگر کی شاگردی اختیار کی۔ جملہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہو کر تلاش معاش میں وطن کو خیر باد کہہ کر عالمگیر کے لشکر میں آئے، بادشاہ کی شفقت سے شہزادوں کی تعلیم پر مامور ہوئے، بعد ازاں دہلی کے قاضی مقرر ہو گئے، اپنے کمال عدل و انصاف کی وجہ سے قاضی القضاۃ کے لقب سے ملقب ہوئے۔ مرض اسہال میں مبتلا ہو کر ۱۱۲۱ھ/۱۷۰۹ء میں بمقام دکن انتقال ہوا اور نعش کو کشمیر لیجا کر دفن کیا گیا۔ (تذکرہ علماء ہند ص ۱۷۳-وحدائق الحنفیہ ص ۴۴۳)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خ

(۵۳) **خالد سلطان پوری** (شیخ) دفتر سوم ۲۰۸۔
خلیل اللہ (ملاحظہ ہو محمد خلیل اللہ)

د

(۵۴) **درویش محمد برکی جالندہری** (شیخ) دفتر سوم ۵۵
(۵۵) **دوست محمد بیگ**۔ دفتر سوم ۱۹۰۔ ۲۲۸۔
(۵۶) **دینار** (خواجہ) دفتر اول ۱۰۔ ۹۰۔

ر

(۵۷) **رشید** (آغا) دفتر اول ۱۶۸۔ ۱۸۷۔ ۱۹۸۔
(۵۸) **رعایت خاں**۔ دفتر سوم ۸۷۔ آپ شاہجہانی اور عالمگیری دور کے امرا میں سے تھے اور سیوستان (سندھ) میں فوجداری کے عہدہ پر فائز تھے ۱۰۷۳ھ میں وفات پائی (تلخیص ذترجمہ ص ۸ و ۲۳۲)
(۵۹) **رفعت بیگ**۔ دفتر اول ۳۸۔ ۴۰۔ ۸۱۔ سوم ۵۲۔ ۷۶۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفا میں سے ہیں۔ (روضہ ص ۲۴۳/۲)

ز

(۶۰) **زاہد برق انداز** (صوفی) دفتر سوم ۶۱۔
(۶۱) **زین العابدین مکی** (سید) دفتر دوم ۴۱۔ (آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)

س

(۶۲) **سجاول** (ملا) دفتر اول ۱۹۷۔ (خلفاء کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔
(۶۳) **سر انداز خاں**۔ دفتر سوم ۱۷۵۔
(۶۴) **سعد اللہ کابلی** (صوفی) دفتر دوم ۱۳۵۔ سوم ۲۶۔ ۳۹۔ ۴۲۔ ۵۹۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے صاحبِ تصرف و کرامات خلیفہ ہیں۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۴۴)
(۶۵) **سلطانِ وقت مدظلہ**۔ دفتر اول ۶۴۔ دفتر دوم ۵۔ دفتر سوم ۶۔ ۱۲۲۔ ۲۲۱۔ ۲۲۷۔
حضرت محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ مغل فرمانرواؤں میں ایک عظیم فرمانروا اور شاہجہاں بادشاہ کے تیسرے فرزند تھے، ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۸ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۶۱۹ء دوحد کے مقام پر جو احمد آباد اور مالوہ کی سرحد پر واقع ہے آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تاریخ ولادت "آفتاب عالمتاب" سے نکالی گئی ہے۔ دارا شکوہ اور شجاع دونوں عمر کے اعتبار سے آپ سے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بڑے تھے لیکن قابلیت اور کیرکٹر کی پختگی میں آپ اُن سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے، شہزادگی کے زمانے میں آپ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے اور شجاعت و بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ دنیا آج بھی اُن پر عش عش کرتی ہے، آپ نے مولانا سید محمد قنوجی اور علامہ سعد اللہ خاں اور دیگر فضلائے عصر سے عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی، تفسیر و حدیث پر کافی عبور تھا تر کی بھی جانتے تھے، پھر ۳۹ سال گیارہ ماہ بیس یوم کی عمر میں یکم ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۶۵۸ء کو تختِ سلطنت پر متمکن ہوئے تو بادشاہ رعیت نواز نے کبھی کوئی ایسا حکم صادر نہیں فرمایا جو رفاہِ عامہ کے منافی اور مخلوق کی پریشانی کا باعث ہوا ہو، ہاں آپ نے تخت نشین ہوتے ہی بھنگ وغیرہ کاشت کرنے کی ممانعت کردی شراب نوشی ممنوع قرار دیدی، جوا بند کردیا، بازاری عورتوں کو حکم دیا کہ یا تو وہ شادی کرلیں یا ملک سے نکل جائیں، بچوں کو غلام یا خواجہ سرا بنا کر بیچنے کے خلاف احکام جاری کئے، ستی ہونے کی ممانعت کردی، گانے والوں اور گانے والیوں کو دربار سے ہٹادیا اور تقریباً اَسّی ٹیکس معاف کردیئے، نیز تمام ممالک محروسہ میں سلطنت کی وسعت کے باوصف احکام شرعی جاری و نافذ کئے۔ غرضیکہ آپ کے عہد معدلت میں دینِ متین کا آوازہ جسقدر بلند ہوا اور ہندوستان میں شریعتِ اسلامی کا جس طرح لحاظ رکھا گیا اس کی نظیر مشکل ہی سے ملے گی۔

شہنشاہ عالمگیر نے سلوک و طریقت کی تعلیم بھی حاصل کی، اس سلسلہ میں آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تعلیمات سے بہت متاثر تھے اسی لئے اُن کے فرزندارجمند حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی بیعت اور اُن کے پوتے حضرت خواجہ سیف الدین کی صحبت آپ کے حق میں دو آتشہ بن گئی، نیز حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ اور خواجہ محمد زبیرؒ سے بھی مستفیض ہوئے۔ آپ عالم دین اور حافظِ قرآن تو پہلے ہی سے تھے پھر محی دین اور پابندِ شرع متین بننے میں کیا دیر لگ سکتی تھی۔ آپ نے کتاب و سنت کے احکام کی احیاء و ترویج کے لئے فتاویٰ عالمگیریؒ کی تدوین کرائی جس کو آپ کے حربی فتوحات کی طرح ایک عظیم الشان کارنامہ کہا جاسکتا ہے، درحقیقت شہنشاہ عالمگیر ہمدردِ خلائق، خدا پرست اور انسان نواز مؤمن کامل تھے، آپ کے اخلاقِ عالیہ کی ہمہ گیری اور عالمگیری منصف مزاج مورخین کے نزدیک مسلّم و محقق ہے، آپ بظاہر ایک تخت نشین تاجدار تھے لیکن مزاج درویشانہ رکھتے تھے، آپ نظر آتے تھے شاہی محل میں لیکن آپ کی روح پرواز کرتی تھی حقیقت و معرفت کی فضاؤں میں۔ آپ حنفی المذہب سُنّی تھے اور اسلامی فرائض کی پابندی اور ان کے اجراء میں بے حد کوشاں رہتے تھے، ہمیشہ باوضو رہتے اور کلمۂ طیبہ اور دیگر وظائف ہر وقت زبان پر جاری رہتے تھے، نماز اول وقت مسجد میں باجماعت ادا فرماتے اور تمام سنن و نوافل کو بے حد خلوص و حضورِ قلب سے ادا فرماتے تھے، ایام بیض اور ہفتہ میں دوشنبہ و پنجشنبہ اور جمعہ کے روزوں کے پابند تھے تمام مبارک راتوں کو عبادت میں گذارتے، رمضان کا مقدس مہینہ ادائے صوم و پابندئ سنن و تراویح وغیرہ عبادات میں بسر کرتے تھے اور رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں اعتکاف فرماتے۔ بادشاہ دین پناہ کی مجلس

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میں کبھی غیبت و کذب کا چرچا نہیں ہوا اور حاضرینِ دربار کو حکم تھا کہ اگر کسی شخص کا عیب بیان کرنا ناگزیر ہو جائے تو اس کو ایسے انداز سے بیان کریں کہ عیب جوئی میں داخل نہ ہونے پائے۔ اپنے عہد میں ہر سال اور کبھی دوسرے اور تیسرے سال حرمین شریفین کے زائرین و مجاورین کے لئے کثیر رقم ارسال فرماتے، آپ نے قرآن مجید کے دو نسخے خود کتابت فرما کر نہایت قیمتی جلدیں بندھوا کر حرمین شریفین کو بھجوائیں۔ فنِ خوشنویسی کے علاوہ آپ کو فنِ انشا اور نثر نگاری میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا چنانچہ رقعاتِ عالمگیری جو آپ کے خطوط کا مجموعہ ہے فارسی طرزِ انشا کا بہترین نمونہ سمجھا جاتا ہے، کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے چنانچہ ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

غمِ عالم فراواں است و من یک غنچہ دل دارم چساں در شیشہ ساعت کنم ریگِ بیاباں را

[اس جہان کا غم بہت زیادہ ہے اور میرے پاس ایک غنچہ جیسا دل ہے۔ گھڑی کے شیشہ میں اس جہان کی ریت کے غم کو کیسے گزاروں]

آپ کے عہد میں اسقدر کثرت سے مساجد تعمیر کرائی گئیں کہ ان کے اعداد و شمار کے قبول کرنے سے عقل حیران رہ جاتی ہے، ملک کے ہر شہر اور ہر قصبے میں مدرسین کے وظائف مقرر کئے گئے، غربا و مساکین کی راحت رسانی کیلئے دار الحکومت و دیگر شہروں میں خیرات خانے قائم کئے، کثیر تعداد میں شفاخانے بنوائے، مسافروں کیلئے سرائیں تعمیر کرائیں، ایک سڑک اورنگ آباد سے اکبر آباد تک، دوسری لاہور سے کابل تک، تیسری لاہور سے کشمیر تک بنوائی، وظائف میں آپ مسلم و غیر مسلم کا فرق نہیں کرتے تھے چنانچہ شہنشاہ عالمگیر کے وہ فرامین آج تک بنارس اور دیگر شہروں میں موجود ہیں جن سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔ تیموری بادشاہوں میں حفظِ قرآن کی سعادت بھی صرف شہنشاہ عالمگیر ہی کو حاصل ہوئی، اور سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ نے کلام پاک کو اپنی عمر کے تینتالیسویں[۴۳] سال میں صرف ایک سال کے اندر حفظ کر لیا۔ حفظ شروع کرنے کا سنہ ۱۰۷۱ھ آیت "سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى" سے اور حفظ ختم کرنے کا سنہ ۱۰۷۲ھ "لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ" کے اعداد سے برآمد ہوتا ہے۔ آپ نے بروز جمعہ ۲۸ ذیقعدہ سنہ ۱۱۱۸ھ مطابق ۱۰ فروری سنہ ۱۷۰۷ء کو فجر کی نماز کے بعد ایک پہر دن گذرتے پر وفات پائی اور حسب وصیت حضرت شیخ زین العابدین کے مقبرے میں اسی قبر کے اندر جس کو آپ نے اپنی زندگی میں تیار کرایا تھا پیوندِ خاک کیا گیا۔ اب وہ جگہ خلد آباد کے نام سے موسوم ہے جو اورنگ آباد سے آٹھ کوس اور دولت آباد سے تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آیہ کریمہ "روح و ریحان وجنت نعیم" ارتحال کی تاریخ ہے شہنشاہ عالمگیر نے اکیانوے سال تیرہ یوم کی عمر میں وفات پائی اور پچاس سال دو ماہ ستائیس دن حکمرانی کی۔ آپ کی اولادِ ذکور ہیں: [۱] محمد سلطان، [۲] محمد معظم شاہ عالم بہادر شاہ (۱۰۵۰ تا ۱۱۲۳ھ) [۳] محمد اعظم، [۴] محمد اکبر، [۵] محمد کام بخش، اور اولادِ دختری [۱] زیب النسا، [۲] زینت النسا، [۳] بدر النسا، [۴] زبدۃ النسا، [۵] مہر النسا۔ [۱]

(مزید حالات پیش نظر کتاب کے مختلف اوراق میں ملاحظہ ہوں)

---

[۱] ماخوذ از مآثرِ عالمگیری، منتخب اللباب، بزم تیموریہ، خزینۃ الاصفیا اور تلخیص و ترجمہ وغیرہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۶۶) **سلیم لچی** (حاجی) - دفتر دوم ۵۵ - ۶۰ - ۱۳۸ -

(۶۷) **سید علی بارہہ** - دوم ۸۸ - ۹۵ - ۱۴۴ - سوم ۷۱ - ۱۱۳ - (مولانا نسیم احمد صاحب فاروقی سید علی بارہہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں " تاریخ محمدی میں ۱۱۱۹ھ کے تحت ایک شخصیت کا ذکر ان الفاظ میں ہے " سید نورالدین علی خاں بن سید عبداللہ خاں بارہہ از امرائے عالمگیر شاہی درہمراہی شاہ عالم در جنگ محمد اعظم کشتہ شد (در ۱۱۱۹ھ) غالباً مکتوب الیہ یہی ہیں، مآثر الامراء ج ۳ ص ۱۷۶ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی میں ان کو حسن علی خاں اور حسین علی خاں کا بھائی بتایا ہے (تلخیص و ترجمہ مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم ص ۵۳)

ش

(۶۸) **شاہ جیو** (حضرت) دفتر دوم ۱۱۸ -

(۶۹) **شاہ خواجہ** ترمذی - دفتر اول ۴۵ - ۱۲۶ -

(۷۰) **شرف الدین حسین** لاہوری (میر) دفتر دوم ۶۴ - ۶۵ - ۸۷ - سوم ۱۰۵ - ۱۷۴ (ملاحظہ ہو باب خلفاء)

(۷۱) **شرف الدین** سلطانپوری (شیخ) دفتر سوم ۱۳۳ - ۲۲۲

(۷۲) **شمس الدین** علی خلخالی (میر) دفتر اول ۲۳۲ - (آپ کے نام حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بھی کئی مکتوب ہیں لیکن آپ کے حالات معلوم نہیں ہوسکے۔)

(۷۳) **شمس الدین** خویشگی - دفتر اول ۳۶ - آپ نظر بہادر کے بڑے صاحبزادے ہیں، شاہجہاں بادشاہ کے بیسویں سال جلوس میں باپ کی زندگی ہی میں وادی کانگڑہ کی فوجداری پر مامور ہوئے۔ بعد ازاں اورنگ زیب کے ہمراہ قندھار کی مہم پر گئے، پھر حکم ملا کہ دکن میں محمد اورنگ زیب بہادر کے پاس جاؤ۔ جب اورنگ زیب بہادر نے ہندوستان کا قصد کیا تو آپ کو اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا آپ نے دکن کے مددگاروں میں شریک ہوکر قلعہ چاکنہ کی فتح میں امیر الامراء شائستہ خاں کے ہمراہ بہت نمایاں کوشش کی، حملہ کے دن خود آگے بڑھ کر قلعہ کو فتح کیا (مآثر الامراء ج ۲ ص ۶۷۳)

(۷۴) **شمشیر خاں**، دفتر دوم ۱۱ - سوم ۱۹۳ - شمشیر خاں کے متعلق مولانا نسیم احمد صاحب فاروقی تحریر فرماتے ہیں کہ " اس نام و لقب کی تین شخصیتیں ہیں جو حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے زمانے میں پائی جاتی ہیں (۱) شمشیر خاں بن علی خاں ترین، ان کے متعلق تاریخ محمدی قلمی (رضا لائبریری رام پور) میں ہے " از کبار علمائے شاہجہانی و عالمگیری در قلعہ داری کابل فوت شدہ و بپدرش ۱۰۳۵ھ گذشت " ان کا انتقال ۱۰۸۳ھ میں ہوا - (۲) میر محمد یعقوب مخاطب بہ شمشیر خاں بن شیخ میر بن میر محمد جان خوافی یہ بھی امرائے عالمگیری میں سے تھے جنگ افغانان کابل میں مقتول ہوئے (تاریخ محمدی) (۳) شمشیر خاں ابن شیر خاں یہ امرائے شاہجہانی میں سے تھے ۱۰۵۲ھ یا ۱۰۵۳ھ میں فوت ہوئے (تاریخ محمدی) یہ مکتوب الیہ غالباً میر محمد یعقوب یہ شمشیر خاں ہیں ان کے نام دفتر سوم میں ایک مکتوب ۱۹۳ ہے (تلخیص و ترجمہ مکتوبات معصومیہ ص ۱۹ و ۲۰)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۷۵) **شہداد** (مُلّا) دفتر اول ۱۱۷۔

ض

(۷۶) **ضیاء الدین حسین** (میر) دفتر اول ۱۵-۱۶۹ - ملقب بہ اسلام خاں، دفتر سوم ۱۴-۱۵۔

نواب میر ضیاء الدین حسین بن محمد حافظ بدخشی ثم دہلوی، عالمگیر بادشاہ کے قدیمی والاشاہی (محافظ دستے کے سپاہی) تھے، شہزادگی کے زمانے میں شہزادہ اورنگ زیب کی سرکار کے دیوان رہے، جب اورنگ زیب دکن سے داراشکوہ کے ساتھ برسرِپیکار ہونے کیلئے روانہ ہوئے اور برہان پور پہنچے تو اورنگ زیب نے آپ کو "ہمت خاں" کا خطاب دیا اور جب جسونت سنگھ پر فتح پائی تو "اسلام خاں" کا خطاب عطا کیا۔ اسلام خاں نے عالمگیر کی طرف سے داراشکوہ اور شجاع کے ساتھ جنگ و پیکار میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، بعد ازاں کشمیر کے صوبہ دار مقرر ہوئے اور پانچ ہزار ذات اور تین ہزار سوار کا منصب عطا ہو کر اکبر آباد کی صوبہ داری ملی، اس عہدہ کو ملے ہوئے ابھی ایک ماہ نہ گذرا ہو گا کہ ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۳ء کے شروع میں وفات پائی ــــ اسلام خاں کو خواجہ میر محمد نعمانؒ سے بہت عقیدت تھی اس لئے آپ کو ان کے مقبرے میں دفن کیا گیا، اسی تعلق کی بناپر اسلام خاں نے اپنی ایک لڑکی کی شادی خواجہ میر نعمانؒ کے صاحبزادے میر ابراہیم کے ساتھ کی، نیز آپ نے اپنی حیات میں خواجہ میر نعمانؒ کے مزار کے قریب ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی، اسی طرح آپ نے کشمیر کی عیدگاہ کو نہایت وسیع اور شاندار مسجد بنوائی۔ غرض اسلام خاں نہایت دیندار اور صاحبِ کمال تھے اور بہت اچھے اشعار کہتے تھے، ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

وسعتے پیدا کن اے صحرا کہ امشب در غمش ❊ لشکرِ آہِ من از دل خیمہ بیروں می زند

[اے صحرا وسعت پیدا کر کہ آج رات اس کے غم میں میری آہ کا لشکر دل سے باہر خیمہ لگا رہا ہے]

(نزہۃ الخواطر جلد ۵ ص ۱۸۲ - و مآثر الامراء جلد ۱ ص ۲۱۷)

(۷۷) **ضیائی مودودی** (خواجہ)۔ دفتر سوم ۶۷۔

ط

(۷۸) **طاہر بدخشی** جونپوری (شیخ) دفتر اول ۹۱۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خلفا میں سے ہیں تُرک خاندان سے تھے، نہایت سادہ لوح، نیک طینت، دراز قامت اور قوی ہیکل انسان تھے، ابتداء میں فوج کے افسر رہے، بعدہٗ دنیا سے دل برداشتہ ہو کر شیخ کی تلاش میں نکلے اور شیخ عبد الجلیل بیانگی کی خدمت میں پہنچے اور شیخ کے اشارہ پر ہندوستان کے لئے روانہ ہو گئے، حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی شہرت سنکر دہلی پہنچے لیکن حضرت خواجہ کا وصال ہو چکا تھا وہاں خواجہ میر محمد نعمان علیہ الرحمہ سے ملاقات ہوئی، میر صاحب موصوف نے آپ کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت بابرکت میں بھیجدیا، آپ ایک عرصہ تک حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کی خدمت میں رہے، حضرتؒ جب اپنے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مکاشفات ومعارف بیان فرماتے تو آپ سننے وقت آرے اور بلے کہتے رہتے۔ حضرت والا خوش طبعی کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ اسرار و معارف مولانا طاہر پر وارد ہو رہے ہیں اور میں ان کا ترجمان ہوں۔" نیز آپ کے خصائص میں سے ہے کہ ایک مدت تک آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری کا شرف حاصل رہا۔ حضرت نے تکمیلِ سلوک کے بعد خلافت واجازت سے سرفراز فرما کر جونپور بھیجدیا۔ آپ نے کافی طویل عمر پائی اور ۷ رجب ۱۰۴۷ھ کو جونپور میں وفات پائی (مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو کتاب "حضرت مجدد الف ثانیؒ")

(۷۹) **طاہر بیگ** (مرزا) دفتر اول ۷۵۔

ع

(۸۰) **عادل بیگ** پسر کامل بیگ درآبادی۔ دفتر سوم ۱۳۵۔

(۸۱) **عارف** کشمیری (قاضی)۔ دفتر سوم ۵۔

(۸۲) **عارف** لاہوری (مولانا) دفتر دوم ۸۴۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلفا میں سے ہیں عمدہ کمالات رکھتے تھے (روضہ ۲۴۴/۲)

(۸۳) **عبداللہ** ولد قاضی محمد زاہد کابلی (میرک) دفتر اول ۲۱۰-۲۳۹۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفاء میں سے ہیں حضرت نے آپ کو حقیقتِ کعبہ کی خوشخبری دی۔ (روضہ ۲۴۵/۲)

(۸۴) **عبدالاحد وحدت** (مخدوم زادہ شیخ) دفتر دوم ۱۱۹۔ سوم ۲-۱۴۰-۱۶۸-۲۰۵-۲۴۸۔

حقائق ومعارف آگاہ مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ عبدالاحد بن حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہم، آپ ایک جید عالم اور محدث تھے۔ حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ کے پانچویں صاحبزادے ہیں ۱۰۵۰ھ کو سرہند شریف میں ولادت ہوئی وہیں پرورش پائی اور اپنے والد ماجد سے حدیث شریف پڑھی اور سلوک تکمیل کیا پھر اُن کی وفات کے بعد اپنے چچا حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی صحبت میں نسبتِ خاص حاصل کی، آپ بہت بڑے عالم، عارف، شاعر اور صاحب تصانیف تھے، آپ کی تصانیف میں شواہد التجرید، توبہ نامہ، چہار چمن اور مکتوبات ہیں جو تمام کے تمام حقائق ومعارف کا خزانہ ہیں۔ آپ کی وفات بروز جمعہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۱۲۶ھ کو دہلی میں ہوئی اور آپ کی نعش کو سرہند لیجا کر دفن کیا گیا (نزہۃ الخواطر ۱۳۵/۶)

آپ کے مکتوبات "گلشنِ وحدت" کے نام سے ۱۳۸۶ھ میں ادارہ مجددیہ کراچی سے شائع ہو چکے ہیں، اس کے مقدمہ میں محترم جناب ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں "حضرت خواجہ عبدالاحد وحدتؒ المعروف "شاہ گل" کے یہ مکتوبات موسوم بہ "گلشنِ وحدت" آپ کے خلیفہ شیخ محمد مراد کشمیریؒ نے جمع کئے تھے (چند سطروں کے بعد) ۱۰۹۰ھ میں آپ نے حج کیا تھا، شہزادی زیب النساء بنت اورنگ زیب کے نام ۴۴ و ۴۷ نمبر کے دو مکتوب ہیں۔ شاہ فرخ سیر کے نام ۱۰۶ نمبر کا مکتوب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ باقاعدہ نقشبندیہ مجددیہ سلوک طے کر رہا تھا۔

(۸۵) **عبدالجلیل** دہلوی (حافظ) دفتر سوم ۱۴۱-۱۹۱۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۸۶) عبد الحکیم لاہوری۔ دفتر دوم ۱۱۰۔ الشیخ الصالح عبد الحکیم بن بایزید بن نظام الدین بن محمد بن مبارک الحسنی قادری لاہوری، آپ فضل وصلاح میں مشہور تھے اور آپ کا نسب حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ؒ سے ملتا ہے، ۱۰۳۱ھ میں آپ کی ولادت لاہور میں ہوئی وہیں پرورش پائی اور شیخ عبد اللہ سے طریقۂ قادریہ اخذ کیا، عالم، فقیہ، صالح اور پرہیزگار تھے، مزاج میں تواضع اور بردباری تھی ۱۱۰۸ھ میں لاہور میں وفات پائی (نزھۃ الخواطر ج ۶ ص ۱۴۰)

(۸۷) عبد الحمید برہانپوری (شیخ) دفتر اول ۷۷۔

(۸۸) عبد الحی پٹنی (شیخ) دفتر اول ۹۴۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بڑے خلفا میں سے ہیں آپ ہی نے حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے مکتوبات شریف کا دفتر دوم مرتب کیا ہے تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانی ؒ

(۸۹) عبد الخالق بنگالی (شیخ) دفتر سوم ۱۹۹۔ آپ کا نام بھی خلفا کی فہرست میں درج ہے (روضۃ ص ۲۴۶/۲) نیز دفتر سوم مکتوب ۱۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۱۱ سے بھی آپ کو خلافت ملنا ظاہر ہوتا ہے۔

(۹۰) عبد الرحمٰن بلخی (سلطان) دفتر سوم ۴۱ - ۱۳۹ - ۱۴۵۔ آپ نذر محمد سلطان بلخ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شہزادہ مراد بخش نے کثیر فوج کے ساتھ بلخ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور نذر محمد کے لڑکوں بہرام و عبد الرحمٰن اور پوتے رستم ولد خسرو کو گرفتار کر لیا۔ جب یہ لوگ شاہجہاں کے حضور میں پیش کئے گئے تو ہر ایک کو خلعت ومنصب سے نوازا گیا، ماثر الامرا ج ۲ ص ۸۰۳ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبد الرحمٰن وغیرہ بلخ گئے اور پھر واپس آگئے بعد کے حالات درج نہیں لیکن صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ عبد الرحمٰن واپس نہیں گئے اور حضرت عروۃ الوثقیٰ ؒ کی خدمت میں رہنے کو سلطنت پر ترجیح اور انتقال کے بعد حضرت کے روضہ کے قریب ہی دفن کئے گئے۔ (روضہ ص ۴۸/۲)

(۹۱) عبد الرحمٰن نقشبندی (خواجہ)۔ دفتر دوم ۱۶۔ الشیخ الصالح الفقیہ عبد الرحمٰن نقشبندی سنبھلی، مشائخ کبار میں سے ہیں، شیخ تاج الدین سے طریقہ اخذ کیا اور اُن کے ساتھ مدت دراز تک رہے اور انہی کے ساتھ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استفاضہ کیا اور علم ومعرفت میں بہت اونچے درجے پر پہنچے اور قصبہ سنبھل (ضلع مراد آباد) میں مسند ارشاد پر بیٹھے، آپ سے کثیر مخلوق نے فائدہ اٹھایا تقویٰ اور عزیمت میں ثابت قدم تھے، بروز جمعرات ۷ رشوال ۱۰۶۷ھ کو سنبھل میں وفات پائی (نزھۃ ج ۵ ص ۲۱۵)

(۹۲) عبد الرحمٰن برادر شیخ عرب بخاری (شیخ) دفتر سوم ۴۸۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ ؒ کے خلفا میں سے ہیں بخارا میں بہت لوگ آپ کے معتقد ومرید ہوئے۔

(۹۳) عبد الرحمٰن (میر) دفتر دوم ۷۰۔

(۹۴) عبد الرزاق (ملا) دفتر دوم ۳۶-۳۷۔ آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۹۵) عبد الرشید (حافظ) دفتر اول ۱۹۔ مولانا عبد الرشید جونپوری بن شیخ مصطفیٰ بن عبد الحمید،

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شیخ فضل اللہ جونپوری کے شاگرد اور اپنے والد کے مرید تھے، شاہجہاں بادشاہ آپ کے اوصاف سنکر ملاقات کا مشتاق ہوا، وکیل کی معرفت ایک فرمان بلانے کیلئے بھیجا لیکن آپ نے قبول نہ کیا۔ آپ کی چند تصانیف بھی ہیں انتقال کا واقعہ عجیب ہے کہ فجر کی سنتیں ادا کرنے کے بعد فرض کی نیت باندھی تو تکبیر تحریمہ کہنے کے ساتھ روح پرواز کر گئی، تاریخ وفات ۳ سنہ ۱۰۸۳ھ ۳-۱۶۷۲ء ہے۔ (تذکرہ علمائے ہند ص ۲۹۷)

(۹۶) **عبدالسلام** کابلی (خواجہ) دفتر سوم ۱۷۷۔

(۹۷) **عبدالصمد** کابلی (خواجہ) دفتر اول ۴۳-۸۳-۱۸۸- سوم ۳۱-۱۵۶-۲۱۴ (ملاحظہ ہو باب خلفاء)

عبدالعلیم جلال آبادی (شیخ) (ملاحظہ ہو محمد علیم جلال آبادی)

(۹۸) **عبدالغفار** بلخی (حقائق و معارف آگاہ خواجہ) دفتر دوم ۵۶۔

(۹۹) **عبدالغفور** (حافظ) دفتر اول ۱۲۸۔

(۱۰۰) **عبدالغفور** سمرقندی (مولانا) دفتر اول ۱۵۷۔ آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اجل خلفا میں سے ہیں (زبدۃ المقامات ۳۸۹)

(۱۰۱) **عبدالفتاح** پسر میر محمد نعمانؒ (میر) دفتر سوم ۲۵

(۱۰۲) **عبدالکریم** (حافظ) دفتر اول ۳۴-۱۶۶-۱۶۷۔

(۱۰۳) **عبدالکریم** کابلی (شیخ) دفتر دوم ۱۴۔ ملا عبدالکریم پشاوری بن ملا درویزہ، اخوند کریم کے نام سے مشہور تھے علوم ظاہر و باطن اپنے والد ماجد سے حاصل کئے "محقق افغانستان" ہوئے، صوفی مشرب تھے، سید میر علی غواص سے خرقۂ خلافت پایا، شریعت و طریقت کے جامع تھے، کتاب مخزن الاسلام آپ کی تصنیف ہے ۱۰۷۲ھ ۶۲-۱۶۶۱ء میں وفات پائی اور علاقہ یوسف زئی میں دفن ہوئے۔ (تذکرہ علمائے ہند ص ۳۲۰) آپ کا نام بھی خلفاء کی فہرست میں درج ہے (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۴۶)

(۱۰۴) **عبداللطیف** ہمشیرہ زادہ (شیخ) دفتر سوم ۵۳۔

(۱۰۵) **عبداللطیف** لشکر خانی (شیخ) دفتر اول ۹-۱۱۵-۱۶۰-۲۰۷۔ آپ نے حضرت خواجہ میر محمد نعمانؒ سے سلوک طریقت حاصل کیا، نہایت متقی پرہیزگار اور متشرع بزرگ تھے لیکن کسی کو مرید نہ کرتے تھے۔ (روضہ ص ۲۴۹/۲)

(۱۰۶) **عبداللہ** اسلام خانی (خواجہ) دفتر سوم ۸۔

(۱۰۷) **عبداللہ** بخشی کابلی (میر) دفتر سوم ۳۷۔

(۱۰۸) **عبداللہ** پشاوری (میر) دفتر سوم ۱۷۶۔ (ملاحظہ ہو عبداللہ بھوجی باب خلفاء)

(۱۰۹) **عبداللہ** مندکی (حافظ) دفتر سوم ۱۷۱۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلفا میں سے ہیں حضرت نے آپ کو خلافت دیکر مغرب کی طرف بھیجدیا وہاں بہت لوگ آپ سے مستفیض ہوئے (روضہ ص ۲۴۴/۲)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۱۱۰) عبداللہ کولابی (خواجہ عبیداللہ کولابی) دفتر دوم ۱۳۱ - سوم ۳۳ - ۴۴ - آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلفاء میں سے ہیں، کولاب میں آپ کو قبولیتِ عامہ نصیب ہوئی - (روضہ ص ۲۴۵/۲)

(۱۱۱) عبدالہادی بدایونی (شیخ) دفتر اول ۲۳۳ - آپ بدایوں کے فاروقی النسب مشہور مشائخ میں سے تھے آپ بھی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے ان مریدوں میں سے ہیں جن کی تربیت حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ سے متعلق تھی، آپ ایک عرصہ تک حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں رہے اور برکات و ثمرات سے بہرہ ور ہو کر خلافت پائی، ۹ شعبان ۱۰۴۱ھ میں انتقال ہوا - (مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "حضرت مجدد الف ثانیؒ")

(۱۱۲) عبیداللہ بیگ (میرزا) دفتر اول ۲۵ - ۲۹ - ۵۷ - ۱۰۴ - ۱۱۶ - ۱۲۳ - ۱۳۷ - ۱۴۱ - ۱۵۴ - ۱۸۲ - ۲۲۴ - آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلفاء میں سے معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ مکتوب ۱۸۲ سے ظاہر ہے -

(۱۱۳) عثمان کولابی (میر) دفتر سوم ۱۶۳ - ۲۳۶ - آپ بھی حضرت کے خلفاء میں سے ہیں (روضہ ص ۲۳۶/۲)

(۱۱۴) عرب بخاری (شیخ) دفتر اول ۱۵۵ - دوم ۲۹ - ۶۶ - آپ شیخ نور اخون درویزہ خلیفہ شیخ آدم بنوریؒ کے مخصوص مرید تھے، بہت مستقیم الاحوال تھے صبح و شام حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات کے درس میں مشغول رہتے تھے (روضۃ القیومیہ رکن اول ص ۳۵۳) - تاریخ محمدی (قلمی رضا لائبریری رام پور) میں ۱۰۹۶ھ کے تحت ایک شخصیت عرب شیخ نام کی ملتی ہے جس کے متعلق یہ الفاظ ہیں: "عرب شیخ مخاطب بہ مغل خاں ابن طاہر خاں از امرائے عالمگیر شاہی ۲۲ رمضان ۱۰۹۶ھ در صوبہ داری مالوہ فوت شد" (تلخیص و ترجمہ ص ۳۸) مآثر الامراء جلد دوم ص ۵۱۶ پر ہے کہ "مغل خاں عرب شیخ پسر طاہر خاں ملجی کو اپنے باپ کی حیات میں بادشاہ کی روشناسی کا شرف حاصل ہوا اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ وہ اعتبار کا مستحق ٹھہرا، آٹھویں سال جلوس عالمگیری میں مغل خاں کا خطاب ملا اور بہت ترقی کی، آخر میں مالوہ کی صوبہ داری پر فائز ہوا اور اسے ذوالفقار نام کا ہاتھی اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزار پانسو ذات اور تین ہزار سوار کا منصب مرحمت ہوا اور اسی سال کے آخر ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء میں اس کا انتقال ہو گیا، اس کے لڑکے کو بھی باپ کا خطاب ملا اور اس نے شاہی خدمات انجام دیں - آصف جاہ فتح جنگ کی بیوی سیدہ بیگم کی بہن اس کے گھر میں تھی یعنی وہ آصف جاہ والی دکن کا ہم زلف تھا -

(۱۱۵) عزیز (میر) دفتر سوم ۱۸۰ - آپ کا نام بھی خلفاء کی فہرست میں درج ہے (روضہ ص ۲۳۶/۲) -

(۱۱۶) عطاء اللہ (میرک) دفتر اول ۱۸۵ -

(۱۱۷) عطاء اللہ سورتی (ملا) دفتر سوم ۲۷ - ۸۸ - (آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو) -

(۱۱۸) عماد (سید میر) دفتر دوم ۱۰۸ -

(۱۱۹) عمر الحضرمی (شیخ) - دفتر سوم ۲۵۲ - (آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو) -

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۱۲۰) **عنایت اللہ** (قاضی) دفتر سوم ۹۔ قاضی سید عنایت اللہ مونگیری کو ان کے والد بزرگوار سید عبد النبی کی جگہ پر عالمگیر نے سورج گڑھا اور کجرا (مونگیر) کا قاضی مقرر کیا تو، بادشاہ نے محکمہ قضا کی سند عطا کرتے وقت اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی حمائل اور چالیس بیگہ زمین عنایت کی۔ (بزم تیموریہ ص ۲۵۲)

غ

(۱۲۱) **غازی** سرہندی (مولانا) دفتر دوم ۱۸-۶۸۔

(۱۲۲) **غضنفر** (حاجی میرزا) دفتر دوم ۲۱-۴۹- سوم ۲۳۔ میر غضنفر مخاطب بیکہ تاز خاں۔ امرائے عالمگیر شاہی میں سے تھے ۱۱ رمضان ۱۰۹۱ھ کو اجمیر میں فوت ہوئے (تلخیص و ترجمہ ص ۳) روضۃ القیومیہ (ص ۲۴۶/۲) میں آپ کو حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلفا میں لکھا ہے۔

(۱۲۳) **غلام محمد افغان**۔ دفتر اول ۳۷-سوم ۳۸- آپ بھی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلفا میں سے ہیں (روضہ ص ۲۴۵/۲)

(۱۲۴) **غلام محمد فاروق**۔ دفتر دوم ۹۔

ف

(۱۲۵) **فاضل** کابلی (ملا) دفتر سوم ۸۰- آپ حضرت کے خلفا میں سے ہیں کابل میں آپ کے بکثرت مرید تھے (روضہ ص ۲۴۶/۲)

(۱۲۶) **فتح خاں** شیرپوری۔ دفتر اول ۱۵۲۔

(۱۲۷) **فصیح الدین** (مولانا) دفتر دوم ۱۲۶-سوم ۲۱۹- آپ حضرت کے صاحب کشف و کرامت خلیفہ تھے (روضہ ص ۲۴۴/۲)

(۱۲۸) **فضل اللہ** برہانپوری (شاہ) دفتر اول ۱۰۷۔

(۱۲۹) **فقیر اللہ** بنگالی (شیخ) دفتر سوم ۹۷۔

(۱۳۰) **فیض اللہ** بنگالی (شیخ) دفتر اول ۲۲۳- آپ حضرت کے صاحب تصرف خلیفہ تھے (روضہ ص ۲۴۵/۲)

(۱۳۱) **فیض محمد** فتح آبادی (ملا) دفتر سوم ۷۹

ق

(۱۳۲) **قاسم** پٹنی (خواجہ) دفتر سوم ۲۱۳- آپ بھی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلفا میں سے ہیں (روضہ ص ۲۴۶/۲)

(۱۳۳) **قاسم** پسر صوفی مغربی (ملا) دفتر سوم ۲۳۵- آپ بھی حضرت کے خلیفہ ہیں خراسان میں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی (روضہ ص ۲۴۴/۲)

(۱۳۴) **قاسم** روپڑی (ملا) دفتر سوم ۵۸- آپ بھی حضرت کے خلفا میں سے ہیں روپڑ (ضلع حصار) میں بہت لوگ آپ کے معتقد و مرید ہوئے (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۴۵)

(۱۳۵) **قلیج اللہ**۔ دفتر اول ۱۱- آپ قلیج محمد اندجانی کے قریبی عزیز تھے مفصل حالات معلوم نہ ہو سکے۔ بعض قلمی مکتوبات معصومیہ میں آپ کا نام فتح اللہ لکھا ہے مگر صحیح قلیج اللہ ہے۔ (تلخیص و ترجمہ ص ۸۳)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

گ

(۱۳۶) **گدا محمد** (خواجہ) دفتر اول ۱۷۴ -

(۱۳۷) **گل بہاری** (میرزا) دفتر سوم ۶۲ -

(۱۳۸) **گل محمد** مفتی پشاوری (مُلّا) دفتر اول ۲۱۳ -

ل

(۱۳۹) **لطف اللہ بن سعید خاں** (میرزا) - دفتر اول ۱۰۰ - ۱۷۶ - میرزا لطف اللہ جملۃ الملک سعد اللہ خاں کے بڑے صاحبزادے ہیں، عہدِ عالمگیری میں بہت ترقی کی، اکیسویں سالِ جلوس عالمگیری میں آپ کو یہ اعزاز ملا کہ پالکی میں سوار ہو کر قلعہ میں آئیں، بعد ازاں تین ہزار ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور نقارہ ملا اور بیجاپور کی صوبہ داری پر فائز ہوئے، آپ فضل و کمال کے ساتھ شجاع اور بہادر بھی تھے ۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۲ء میں انتقال ہوا (مآثر الامراء ج ۳ ص ۱۴۷)

(۱۴۰) **لطیف بخاری** (میرزا) دفتر سوم ۱۰ - ۱۶۱ - ۲۳۱ -

م

ماہ (خواجہ) ملاحظہ ہو محمد صدیق پسر خواجہ عبد الرحمٰن نقشبندی

(۱۴۱) **محب علی ملتانی** - دفتر سوم ۱۸۹ - ۲۲۴ -

(۱۴۲) **محسن سیالکوٹی** (مولانا) دفتر دوم ۴۸ - (آپ کا تذکرہ خلفاء کے باب میں)

(۱۴۳) **محسن کشمیری** (شیخ) دفتر اول ۱۴۳ - شیخ محمد محسن کشمیری، کشمیر کے نامور عالم اور محمد امین کافی کشمیری کے شاگرد تھے، علومِ عقلیہ میں کافی دستگاہ رکھتے تھے، اُن کے طالب علموں میں سے کوئی بے بہرہ نہ رہا، ہدایہ و مطول پر حواشی و تعلیقات لکھے، ملا نازک کے مرید تھے ۱۱۱۹ھ / ۱۷۰۷ء میں انتقال ہوا سید محمد کرمانی کے مقبرہ تاشون میں دفن ہوئے (تذکرہ علمائے ہند ص ۴۶۹)

(۱۴۴) **محمد ابراہیم** (میر) ولد سیادت پناہ میر محمد نعمانؒ - دفتر اول ۷۸ - آپ کے متعلق نزہۃ الخواطر جلد ۵ ص ۸ پر ہے کہ "الشیخ العالم الصالح ابراہیم بن نعمان بن شمس الدین الحسنی البلخی ثم الہندی الاکبرآبادی۔ آپ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ میں سے ہیں آپ نے طویل عرصہ تک اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں رہ کر سلوک کی تکمیل کی بعد ازاں سنہ ۱۰۶۷ھ میں حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے ہمراہ حج و زیارت سے مشرف ہوئے"۔ نیز مولانا نسیم احمد صاحب تلخیص ترجمہ ص ۳۶۸ پر تحریر فرماتے ہیں "آپ میر محمد نعمان اکبرآبادی کے صاحبزادے اور اسلام خاں (میر ضیاء الدین حسین) کے داماد تھے اکابر عصر میں آپ کا شمار تھا عالمگیر بادشاہ کی طرف سے بطور نذر چھ لاکھ ساٹھ ہزار کی اجناس حرمین شریفین کیلئے لیکر گئے تھے بعد مراجعت حدودِ دکن میں سنہ ۱۰۷۱ھ کو انتقال ہوا۔ (تاریخ محمدی قلمی رضا لائبریری رامپور و مآثر الامراء جلد اول ص ۳۱۹)

(۱۴۵) **محمد ابراہیم** (میر) ولد شیخ میر - دفتر دوم ۱۵۰ - ۱۵۱ - ۱۵۲ - سوم ۱۷۳ - ۱۹۲ - ۲۲۵ -

(۱۴۶) **محمد اسحٰق** (میر) ولد شیخ میر - دفتر دوم ۱۵۳ - ۱۵۴ - سوم ۱۵۹ - ۱۶۵ - ۲۲۶ (آپ حضرت کے خلیفہ ہیں (روضہ ص ۲۳۵/۲)

محمد اسرائیل (سید) ملاحظہ ہو اسرائیل

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۱۴۷) محمد اشرف (مخدوم زادہ خواجہ) دفتر اول ۲۲۹-۲۳۸ - دوم ۱۴۵-۱۴۶- سوم ۲۵۳ - آپ کا تذکرہ اولاد امجاد کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۱۴۸) محمد افضل (مُلّا) ولد شیخ بدر الدین سرہندی۔ دفتر اول ۷۰-۱۹۴ - آپ مولانا شیخ بدر الدین صاحب حضرات القدس کے صاحبزادے، حضرتؒ کے بڑے خلفا اور اولیائے وقت میں سے تھے (روضہ ص۲۴۴)

(۱۴۹) محمد افغان (حاجی) دفتر اول ۳۳-۱۷۱ - (خلفاء کا باب ملاحظہ ہو)

(۱۵۰) محمد امین بخاری (مولانا) دفتر دوم ۱-۲۸-۱۲۷-سوم ۲۹-۱۷۰- (آپ صاحب جذب قوی الاثر خلیفہ تھے (روضہ ص۲۴۳)

(۱۵۱) محمد امین حافظ آبادی (مولانا) دفتر دوم ۱۵۵-سوم ۱۰۲-۱۹۶ - آپ بھی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلفا میں سے ہیں، حضرت نے آپ کو ہر سہ ولایت کی خوشخبری دی (روضہ ص۲۴۳)

(۱۵۲) محمد امین لاہوری (مولانا) دفتر اول ۱۱۹- دوم ۱۱۶ - مولانا محمد امین بن مولانا خواجہ حسینی الہروی ثم اللاہوری آپ ہرات میں پیدا ہوئے وہاں سے قندھار آئے، شیخ زین الدین خوافی سے علم حاصل کیا اور اکبری دور میں ہندوستان آئے اور ملک پور (مضافاتِ لاہور) میں مقیم ہو گئے ۸۶ سال کی عمر میں وفات پائی (نزھۃ الخواطر ج۵ ص۳۶۱)

(۱۵۳) محمد اللہ رکھا سرہندی (شیخ)۔ دفتر سوم ۱۰۴-

(۱۵۴) محمد باقر فتح آبادی- دوم ۶۹ - اعظم خاں میر محمد باقر عرف ارادت خاں سادات میں سے تھے۔ ساوہ (عراق کا ایک شہر) سے جہانگیری دور میں ہندوستان آئے، شاہجہاں کے دور میں بہت ترقیاں حاصل کیں اور دکن کی گورنری ملی بھیر دھاور کے قلعہ کو فتح کیا اور اس کا نام فتح آباد رکھا، شاید اسی وجہ سے فتح آبادی کہلائے ہوں آخر میں جونپور کی سرکار اُن کے سپرد ہوئی اور وہیں ۱۰۵۹ھ/۱۶۴۹ء میں ۷۶ سال کی عمر پا کر انتقال کیا۔ "اعظم اولیا" تاریخِ وفات ہے، جونپور میں دریا کے کنارے ایک باغ لگایا تھا اسی میں دفن ہوئے۔ (مآثر الامراء ج۱ ص۱۷۸)

(۱۵۵) محمد باقر لاہوری (شیخ) دفتر دوم ۴۷-۱۴۱-سوم ۱۱-۱۰۰-۱۰۱-۱۲۸-۱۵۰-۱۵۷-۱۹۴-۲۱۸-۲۳۸-۲۴۹-

(۱۵۶) محمد بن محمد التہامی۔ دفتر دوم ۷۹-

(۱۵۷) محمد بیگ بلخی (سید) دفتر سوم ۸۴-

(۱۵۸) محمد جان اکبر آبادی (شیخ) دفتر اول ۲۱-

(۱۵۹) محمد جان طالقانی (حاجی) دفتر اول ۲۰-

(۱۶۰) محمد جان ورسکی (مُلّا) (محمد خان ورسکی) دفتر دوم ۹۷-سوم ۱۵۸-

(۱۶۱) محمد حسین کابلی (صوفی) دفتر دوم ۱۱۱-سوم ۱۳۶-۲۱۰- آپ بھی حضرت کے خلفا میں سے ہیں کابل میں آپ کا ارشاد بکثرت ہوا دعا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۱۶۲) محمد حکیم ولد قاضی اسلم (خواجہ)۔ دفتر اول ۱۳۰۔

(۱۶۳) محمد حنیف کابلی (خواجہ) دفتر اول ۱۴-۲۲-۴۷-۵۵-۷۹-۸۶-۸۸-۸۹-۱۲۰-۱۵۸-۱۴۰-
۲۰۱- دوم ۶-۸-۱۰-۱۳-۱۵-۱۷-۱۹-۲۰-۲۲-۲۴-۲۵-۲۷- ۳۰- ۸۱-۱۴۸- سوم ۴۳-
۷۷- دفتر سوم کا مکتوب ۱۵۴ خواجہ محمد حنیف کی وفات پر اُن کے متعلقین کے نام بطورِ تعزیت تحریر فرمایا۔ (آپ کا تذکرہ خلفاء کے باب میں ملاحظہ ہو)۔

(۱۶۴) محمد خافی (میر) دفتر اول ۴۸-۴۹-۱۴۷-۲۱۱-

(۱۶۵) محمد خلیل اللہ (برادر زادہ شیخ) دفتر دوم ۱۴۰- سوم ۳- ۱۹۵-۲۱۶- (تذکرہ خلفاء کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۱۶۶) محمد رضا پسر رعایت خاں۔ دفتر سوم ۸۶-

(۱۶۷) محمد رؤف کابلی۔ دفتر دوم ۱۴۳-

(۱۶۸) محمد زاہد جدید (میرزا)۔ دفتر دوم ۱۰۵-

(۱۶۹) محمد زماں (میرزا) پسر رعایت خاں۔ دفتر سوم ۸۵-

(۱۷۰) محمد زماں (میر) دفتر دوم ۱۰۷-

(۱۷۱) محمد سعید (برادرِ بزرگ حضرت شیخ) دفتر سوم ۱- ۶۶- حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمۃ قدس سرہٗ
حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے دوسرے فرزند ہیں آپ کی ولادت باسعادت ماہِ شوال ۱۰۰۵ھ میں ہوئی، طفولیت ہی سے آثارِ ہدایت وکرامت آپ کی ناصیۂ استعداد سے ہویدا تھے۔ جب آپ سنِ شعور کو پہنچے تو تحصیل علوم ظاہری میں مشغول ہوگئے، شیخ محمد طاہر لاہوری سے اکثر کتابیں پڑھیں، بعض کتابیں اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادقؒ سے بھی پڑھیں، اپنے والد ماجد اور شیخ عبدالرحمٰن رمزی سے حدیث کی کتابیں پڑھیں اور سند حاصل کی، تحصیلِ علوم ہی کے زمانے میں حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کی توجہ سے طائفہ علیہ نقشبندیہ کی نسبت سے مشرف ہوئے اور "خازن الرحمۃ" کا لقب پایا۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر سے درس وتدریس میں مشغول ہوگئے، معقول ومنقول کی مشکل سے مشکل کتابیں پوری قابلیت سے پڑھائیں اور بعض کتابوں پر حواشی بھی لکھے انہی میں سے تعلیق مشکوٰۃ المصابیح بھی ہے فقہ میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور دقیق سے دقیق مسائل کو معمولی توجہ سے حل فرمادیتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں سو عدد مکتوبات کا ایک دفتر ہے۔ دہلی سے سرہند شریف آتے ہوئے سنبھالکہ کے مقام پر ۲۷ جمادی الاخری ۱۰۷۰ھ کو انتقال فرمایا۔ جنازہ کو سرہند شریف لاکر قبۂ حضرت خواجہ محمد صادقؒ میں دفن کیا گیا۔ (تفصیلی حالات کیلئے ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانیؒ")

(۱۷۲) محمد سعید فاروقی (شیخ) دفتر سوم ۲۰-

(۱۷۳) محمد سعید سارنگپوری دفتر سوم ۷۴-

(۱۷۴) محمد سعید سہارنپوری۔ دفتر دوم ۷۲-

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۱۷۵) محمد سیف الدینؒ (مخدوم زادہ خواجہ) دفتر اول ۱۹۰-۲۳۵-سوم ۲۰-۲۲-۲۳۲-۲۴۲-۲۴۳-
(آپ کا تذکرہ اولاد امجاد میں ملاحظہ ہو)
(۱۷۶) محمد شاہ گرز بردار (میرزا) دفتر دوم ۳۱-۳۹-۴۵-۱۵۷
آپ بھی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلفا میں سے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں "جو واقعات کہ محمد شاہ نے دیکھے ہیں وہ واضح ہیں، بظاہر وہ قطب وقت کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتا ہے اور اس کے انوار و برکات سے امیدوار ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ قوت سے فعل میں لائے، واقعات بشارات ہیں، ہمارے بزرگوں نے ان پر اعتماد کلی نہیں رکھا ہے جو کچھ بیداری میں پیش آئے وہ اس شخص کی ملکیت ہے (مکتوبات معصومیہ دفتر اول ۲۱)
(۱۷۷) محمد شریف خادم (حاجی) (حاجی شریف) دفتر دوم ۵۳-سوم ۱۳۷-۲۰۶- (آپ حضرت کے صاحب ارشاد خلیفہ تھے (روضہ ص ۲۴۳/۲)
(۱۷۸) محمد شریف بخاری (خواجہ) دفتر دوم ۱۳۶-سوم ۶۹-۱۵۱- (آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)
(۱۷۹) محمد شریف (سیادت پناہ) دفتر دوم ۲۱۷-
(۱۸۰) محمد شریف کابلی (شیخ) دفتر اول ۴۱-۱۱۲-۱۵۰- (آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)
(۱۸۱) محمد شریف لاہوری- دفتر اول ۱۳-۱۳۱-۱۳۲-۲۰۲-دوم ۹۸-۱۴۷-سوم ۱۲-۱۳-
(۱۸۲) محمد صادق بخاری ثم المدنی (خواجہ) دفتر اول ۴۴-سوم ۶۴-۱۱۰- آپ خواجہ مولانا محمد صدیق کے صاحبزادے ہیں (روضہ ص ۲۳۵/۲) حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے خلافت دیکر عرب بھیجا وہاں بہت لوگ آپ کے مرید ہوئے (روضہ ص ۲۴۴/۲)
(۱۸۳) محمد صادق پسر نصیر خاں (میرزا) دفتر دوم ۴۳-۸۳-سوم ۱۶-۴۷-۱۹۸-۲۱۵-
(۱۸۴) محمد صادق پٹنی- دفتر سوم ۱۴۳-
(۱۸۵) محمد صادق کابلی (حافظ) دفتر دوم ۱۱۷-سوم ۲۴۱- (آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)
(۱۸۶) محمد صالح تھانیسری (شیخ) دفتر اول ۱۰۵-
(۱۸۷) محمد صالح کولابی (خواجہ) دفتر اول ۶۹-
(۱۸۸) محمد صبغۃ اللہ (مخدوم زادۂ کلاں شیخ) دفتر اول ۶۳-۱۸۹-۱۹۶-۲۱۵-۲۳۱-سوم ۴-۲۵-
(آپ کا تذکرہ اولاد امجاد میں ملاحظہ ہو)
(۱۸۹) محمد صدیق (مخدوم زادہ شیخ) دفتر سوم ۷-۷۰- (آپ کا تذکرہ اولاد امجاد کے باب میں ملاحظہ ہو)
(۱۹۰) محمد صدیق بدخشی ملقب بہ ہدایۃ (خواجہ) دفتر سوم ۹۱- پسر ظہیر الدین حسن کشم (علاقہ بدخشاں) کے رہنے والے تھے عنفوانِ شباب میں ہندوستان آئے چونکہ شعر و شاعری سے دلچسپی رکھتے تھے اس لئے محب الفقرا عبد الرحیم خانخاناں کی صحبت اختیار کی اور حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے بیعت ہو کر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے منسلک ہو گئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے وصال کے بعد شعر و

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شاعری سے دستکش ہوکر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی رحؒ
کی صحبت میں ولایتِ خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور حضرت کی خلافت سے مشرف ہوئے سنہ ۱۰۱۹ھ
میں آپ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی بیاض خاص سے رسالہ مبدا و معاد کے مضامین نقل کرکے مرتب کیا،
سنہ ۱۰۳۲ھ میں حج و زیارت حرمین شریفین کیلئے تشریف لے گئے۔ ماہ شوال سنہ ۱۰۵۱ھ میں وفات پائی اور دہلی میں حضرت
خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے قبرستان میں دفن ہوئے (تفصیلی حالات کیلئے ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانیؒ)

(۱۹۱) **محمد صدیق** ولد شیخ محمد صالح تھانیسری۔ دفتر سوم ۳-۱۰۔

(۱۹۲) **محمد صدیق پشاوری** (مولانا) دفتر اول ۱۸-۵۶-۵۹-۶۶-۸۴-۱۱۱-۱۱۴-۱۱۸-۱۲۲-۱۲۴-
۱۲۹-۱۳۳-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۴-۱۴۶-۱۴۹-۱۷۹-۲۱۴-۲۲۰-۲۲۶-۲۲۸-دوم ۱-۳-۷-
۳۵-سوم ۷۵-۱۲۰- (آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۱۹۳) **محمد صدیق کشمی** (خواجہ) دفتر اول ۶۹-۱۶۱-

(۱۹۴) **محمد صدیق** ملقب بخواجہ ماہ پسر خواجہ عبدالرحمٰن نقشبندی۔ دفتر سوم ۱۲۹-۱۸۱-۲۰۷-

(۱۹۵) **محمد صلاح کابلی**۔ دفتر دوم ۱۲-

(۱۹۶) **محمد عارف** (حاجی) دفتر اول ۲۱۳-۲۲۵-دوم ۵۰- (آپ حضرت کے خاص خلیفہ اور طریقہ احمدیہ کے سخت پابند تھے۔ (روضہ ص ۲۴۳)

(۱۹۷) **محمد عاشور بخاری** (حاجی) دفتر اول ۱۴۵-دوم ۳۴-۱۳۲-سوم ۴-۲۵۱- (ملاحظہ ہو خلفا کا باب)

(۱۹۸) **محمد عبیداللہ** (مخدوم زادہ خواجہ) دفتر اول ۶۸-۱۱۰-۱۸۳-۱۹۱-۱۹۲-۲۱۹-۲۳۶-
سوم ۱۱۷-۱۱۸- (آپ کا تذکرہ اولاد امجاد کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۱۹۹) **محمد عبیداللہ** (پیرزادہ خواجہ) دفتر اول ۸۵-۱۲۱-۱۵۶-۲۳۰-

پیرزادہ خواجہ محمد عبیداللہ عرف خواجۂ کلاںؒ۔ آپ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے
بڑے صاحبزادے ہیں، یکم ربیع الاول سنہ ۱۰۱۰ھ کو عصر کے وقت ولادت ہوئی، ابھی اڑھائی
سال کے بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ خواجہ حسام الدین نے آپ کی پرورش کی اور اعلیٰ
تعلیم و تربیت کے بعد آپ کو حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کی خدمت میں بھیج دیا جہاں حضرت کے فیض صحبت سے طریقہ
عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں تکمیل حاصل کرکے خلافت پائی اور اس طرح آپ اپنے والد بزرگوار کے خلف الرشید ثابت ہوئے
اور علوم ظاہری و باطنی میں کامل ہوگئے۔ نیز آپ کی ایک صاحبزادی کی شادی حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کے چھوٹے
صاحبزادے حضرت شاہ محمد یحییٰؒ سے ہوئی، اس طرح آپ کو حضرت سے قرابت داری کا شرف بھی حاصل ہوگیا۔ آپ عربی و
فارسی کے انشاپرداز تھے آپ کا ایک مختصر رسالہ "مبلغ الرجال" بھی ہے۔ آخر عمر میں آپ کا رجحان توحید وجودی کی
طرف ہوگیا تھا جس کا بہت مدلل جواب حضرت عروۃ الوثقیٰؒ نے اپنے مکتوب ۲۳۰ دفتر اول میں دیا ہے، ۱۸ رجمادی الاولیٰ
سنہ ۱۰۷۳ھ کو آپ کا انتقال ہوا اور اپنے والد کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ (مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانیؒ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۲۰۰) **محمد علیم** جلال آبادی (شیخ عبد العلیم - دفتر اول ۲۸ - ۱۴۰ - دوم ۵۴ - سوم ۹۵ - ۱۱۲ - ۱۲۱ - ۱۴۷ -
آپ بھی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلفا میں سے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ حضرت ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں "اس سے پہلے مکتوب میں فقیر نے لکھا تھا کہ جس تعداد کی آپ کو اجازت دی گئی تھی اس سے دو چند کی اجازت ہے اب لکھا جاتا ہے کہ چار گنی تعداد کو طریقہ سکھائیں۔ (مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۲۸)

(۲۰۱) **محمد فاروق** (خواجہ) ولد خواجہ عبد الغفور سمرقندی - دفتر اول ۶۰ - ۹۹ - ۱۰۶ - ۱۰۷ - ۱۰۸ - ۱۰۹ -

(۲۰۲) **محمد فاروق** (میرزا) دفتر اول ۸۰ -

(۲۰۳) **محمد فضل اللہ** ہمشیرہ زادہ (حاجی شیخ) دفتر دوم ۱۲۸ - سوم ۲۵۰ - (آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۲۰۴) **محمد قلی** (مُلّا) دفتر اول ۶۲ - الشیخ عالم الصالح محمد قلی بن رستم نقشبندی دہلوی - آپ مشائخ نقشبندیہ میں سے ہیں، دہلی میں ولادت ہوئی اور وہیں تربیت پائی اور علم و طریقت کی تعلیم خواجہ عبد اللہ بن حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہما کی خدمت میں حاصل کی اور بہت مدت تک ان کی صحبت میں رہے، آپ کی تصانیف میں سراج المشکوٰۃ ہے آپ کی وفات ۱۰۷۳ھ میں ہوئی۔ (نزھۃ الخواطر جلد ۵ ص ۳۸۶)

(۲۰۵) **محمد کاشف** - دفتر اول ۸۲ - ۱۴۳ - ۱۷۲ - آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے قدیم خلفا میں سے ہیں بہت محتاط رہتے ہوئے سلوک کی تکمیل کی، حضرت نے آپ کو خلافت و اجازت عطا فرما کر کاشغر بھیجدیا وہاں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی حتیٰ کہ بادشاہِ کاشغر بھی آپ کا مرید ہو گیا۔ (روضہ رکن دوم ص ۲۴۲)

(۲۰۶) **محمد کاظم** (خواجہ) ولد خواجہ محمد ہاشم - دفتر اول ۹۶ - ۲۳۴ -

(۲۰۷) **محمد محسن** (حافظ) دفتر دوم ۶۷ - (آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۲۰۸) **محمد مسافر** (مُلّا) - دفتر اول ۷۲ -

(۲۰۹) **محمد معصوم** - دفتر دوم ۱۲۵ - آپ محمد صالح ترخان صف شکن خاں کے داماد تھے جو عالمگیر کی فوج میں ملازم تھا۔ (مآثر الامراء جلد ۳ ص ۴۶۷)

(۲۱۰) **محمد معین** - دفتر دوم ۴۶ -

(۲۱۱) **محمد مقیم** قصوری - دفتر اول ۵۱ - آپ اپنے والد شاہ ابو المعالی کے انتقال کے وقت کم سن تھے علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد تلاشِ مرشد میں لاہور پہنچے اور حیات المیر زندہ پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور خلافت پائی ۱۱۵۵ھ میں انتقال ہوا (حدیقۃ الاولیاء ص ۱۹ -)

محمد مکی (خواجہ) ملاحظہ ہو جعفر خاں۔

(۲۱۲) **محمد منصور** (میر) دفتر اول ۸۷ -

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(۲۱۳) محمد موسیٰ (شیخ میر) دفتر سوم ۱۷۹۔

(۲۱۴) محمد مؤمن گیلانی ثم برہانپوری (شیخ) دفتر دوم ۵۸۔ ۹۴۔ ۹۔ سوم ۱۴۴۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کے خلیفہ شیخ ابو المظفر برہانپوری کے خلفا میں سے ہیں جیسا کہ دفتر سوم مکتوب ۵۴ سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۲۱۵) محمد میرک بیگ بدخشی گرز بردار۔ دفتر دوم ۱۱۲۔ سوم ۴۹۔ ۶۰۔ ۲۴۰۔

(۲۱۶) محمد نعمان (حقائق آگاہ میر) دفتر اول ۸۔ ۱۷۔ ۵۲۔ ۹۷۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۴۸۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۸۴۔ ۲۰۳۔ ۲۱۷۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ خواجہ میر محمد نعمان بن سید شمس الدین یحییٰ بدخشی معروف بہ میر بزرگ، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خلفا میں آپ کا اول درجہ ہے۔ ۹۷۷ھ میں سمرقند میں آپ کی ولادت ہوئی، بچپن سے آپ پر درویشی کے آثار نمایاں تھے، فقرا و مشائخ کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھتے تھے، علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ حضرت امیر عبد اللہ عشقی کی خدمت میں بلخ پہنچے اور ان ہی کے اشارہ پر ہندوستان تشریف لائے، یہاں بہت سے درویشوں کی خدمت میں پہنچے بالآخر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت کو لازم کر کے طریقۂ نقشبندیہ میں داخل ہو گئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رح آپ کو اپنے ہمراہ سرہند شریف لے آئے اور ایک عرصہ بعد مقاماتِ عالیہ سے سرفراز فرما کر خلافت و اجازت دیکر برہانپور بھیجدیا پھر جہانگیر نے آپ کو برہانپور سے اکبر آباد بلوالیا۔ میر صاحب موصوف کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ساتھ عشق و محبت امتیاز کامل حاصل تھا اسی لئے آپ کی شہرت و قبولیت بہت ہوئی اور بکثرت مخلوق آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی۔ آپ نے ایک مختصر رسالہ "رسالۂ سلوک" بھی تالیف فرمایا ہے۔ آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے بعض نے ۱۸ صفر ۱۰۵۸ھ لکھا ہے اور بعض نے ۱۰۵۹ یا ۱۰۶۰ھ لکھا ہے، مزار پر انوار اکبر آباد میں ہے (مزید تفصیل کیلئے کتاب "حضرت مجدد الف ثانی رح" ملاحظہ ہو)

(۲۱۷) محمد نقشبند (مخدوم زادہ خواجہ) دفتر اول ۶۷۔ ۱۱۳۔ ۱۹۳۔ ۱۹۵۔ ۲۳۷۔ سوم ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ (آپ کا تذکرہ اولاد امجاد کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۲۱۸) محمد نقی (میرزا) دفتر سوم ۱۰۶۔ الشیخ الفاضل المفتی محمد نقی بن محمد تقی بن کمال الدین القرشی الملتانی ثم لاہوری علماء صالحین میں سے تھے لاہور میں پیدا ہوئے وہیں تربیت پائی اور علم و معرفت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا، انھیں کی خدمت میں رہے، اپنی بقیہ عمر درس و تدریس اور افتا میں بسر کی (نزھۃ الخواطر ج ۶ ص ۳۶۰)

(۲۱۹) محمد وفا حصاری (خواجہ) دفتر اول ۴۲۔ سوم ۲۳۴۔ حضرت کے خلیفہ جن کو قندھار میں مقبولیت حاصل ہوئی (روضہ ۲ ص ۲۴۴)

(۲۲۰) محمد ہادی (میرزا یا مرزا ہادی) دفتر دوم ۴۔ سوم ۵۱۔ الامیر الفاضل محمد ہادی بن رفیع الدین الفارسی۔ ہندوستان کے مشہور لوگوں میں سے ہیں، شہزادہ شجاع بن شاہجہاں کی خدمت میں رہے پھر اس سے علیحدگی اختیار

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کرلی، کھجوہ کے مقام پر عالمگیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عالمگیر نے آپ کو دو ہزار ذات اور پانچ سو گھوڑوں کا منصب اور "ہادی خاں" کا لقب عطا فرمایا۔ (نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۳۸۶)

(۲۲۱) **محمد ہاشم کشمی** (خواجہ) دفتر اول ۵۳۔۔ ۲۰۶ - مولانا محمد ہاشم، موضع کشم (بدخشاں) میں پیدا ہوئے وہیں تعلیم و تربیت پائی لیکن عنفوانِ شباب ہی سے فطری مناسبت اور بشارتہائے یزدانی کی بنا پر سلسلۂ ذہبیہ خواجگانِ نقشبندیہ سے دلبستگی پیدا ہو گئی تھی اسی تلاش و جستجو میں ہندوستان کا سفر اختیار کیا اور اتفاقاً برہان پور پہنچکر حضرت خواجہ محمد نعمانؒ کی خدمت میں پہنچ گئے بعد ازاں میر صاحب موصوف کی صحبت سے متاثر ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہو گئے۔ چونکہ مولانا محمد ہاشم خوش آواز، شیریں کلام، نیک خُلق اور متواضع تھے اس لئے میر صاحب بھی آپ پر بہت مہربان تھے حتی کہ اپنی دختر نیک اختر کی شادی آپ کے ساتھ کر کے آپ کو شرفِ دامادی بخشا۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے طلب فرمانے پر ۱۰۳۱ھ میں اجمیر شریف حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقریباً دو سال تک سفر و حضر، خلوت و جلوت میں آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں رہے اور اس مدت میں جسقدر فوائد اور انوار و برکات اس آفتاب عالمتاب سے حاصل کئے ان کی تفصیل احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ آپ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت خواجہ باقی باللہؒ اور صاحبزادگان وغیرہم کے حالات میں نہایت جامع اور مستند مجموعہ لکھا جس کا نام "برکات احمدیہ" رکھا اور تاریخی نام "زبدۃ المقامات" قرار پایا حضرتؒ کے حالات میں سب سے پہلی اور مستند کتاب ہے۔ غالباً ۱۰۵۴ھ میں آپ کا انتقال برہانپور میں ہوا، چونکہ آپ کا مزار عیدگاہ کے قریب پانڈہ رول ندی کے کنارے پر تھا ۱۲۷۲ھ میں سیلاب کی وجہ سے مزار کے منہدم ہو جانے کا خطرہ تھا خود مولانا محمد ہاشمؒ نے شہر برہانپور کے ایک بزرگ محمد طاہر کو خواب میں اپنے مزار کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی ہدایت کی حسب ارشاد آپ کی نعش کو دوسری جگہ دفن کیا گیا۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ تقریباً تین سو سال کے بعد آپ کی نعش کو قبر سے نکالا گیا آپ کا جسم اور کفن بالکل اصلی حالت پر تھے اور قبر سے ایسی خوشبو نکلی کہ سارا علاقہ مہک گیا بعد ازاں آپ پر نماز جنازہ پڑھ کر سپردِ خاک کیا گیا۔ (مزید حالات کیلئے ملاحظہ ہو کتاب "حضرت مجدد الف ثانیؒ")

(۲۲۲) **محمد یار** خادم حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ۔ دفتر سوم ۶۳-

(۲۲۳) **محمد یحییٰ** (حضرت خواجہ، برادرِ ایشاں) دفتر اول ۱۸۰ -سوم ۱۴۲-

آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ساتویں فرزند ارجمند اور آخری اولاد امجاد ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۲۴ھ میں ہوئی۔ آپ قد و قامت، رفتار و گفتگو اور چشم و ابرو میں اپنے والد ماجد سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ آپ بچپن ہی سے عالی استعداد رکھتے تھے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی برکت سے آٹھ نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ اسی طفولیت کے زمانے میں تحصیلِ علم سے بھی آپ کو کامل محبت و رغبت تھی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حتیٰ کہ بچپن ہی میں استاد کے ساتھ آپ کی نسبت رابطہ اس قدر مشاہدہ کی گئی کہ کسی بچے سے ایسا مشاہدہ نہیں کیا گیا اور نہ سنا گیا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد اپنے بزرگ بھائیوں کی تربیت میں تحصیل علوم معقول و منقول کی بھی تکمیل فرمائی، اس کے بعد پندرہ سال کی عمر میں نہایت پابندی اور کامل توجہ و استحضار کے ساتھ کتبِ متداولہ کی درس و تدریس اور علوم کی نشر و اشاعت میں مشغول ہو گئے اور زہد و انقطاع، آزادی و بے تعلقی، ضبطِ اوقات، سنّتِ سنیہ کے اوضاع و اطوار کی پابندی اور اس طریقۂ عالیہ کی رعایت کرنے میں پوری طرح دائم و قائم رہے جیسا کہ آپ کی پیشانیٔ مبارک پر نجابت و شرافت اور نسبت معنویہ کی وراثت کے آثار اس امر کے شاہدِ عادل تھے۔

آپ کی مقبولیت کے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی پوتی یعنی خواجۂ کلاں خواجہ عبید اللہؒ کی دختر آپ کے نکاح میں آئیں، اس طرح آپ ظاہری نسبت میں خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔۔۔

آپ بھی اپنے بھائیوں کے ہمراہ سنہ ۱۰۶۷ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے اور زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور وہاں کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد یحییٰ قدس سرہٗ کی وفات ۲۷ جمادی الاخری سنہ ۱۰۹۶ھ کو ہوئی اور سرہند شریف میں آپ کا مزار علیحدہ گنبد میں زیارت گاہِ عام ہے۔ آپ کی اولاد میں تین لڑکے اور لڑکی تھے یعنی شیخ ضیاء الدین یوسف عرف میاں جیو، شیخ زین العابدین عرف میاں فقیر اللہ، شیخ محمد امام لاولد۔ بی بی زینت النساء۔

(۲۲۴) **محمد یحییٰ** پسر قاضی جوکی کابلی۔ دفتر سوم ۱۶۹۔ ۱۸۳۔

(۲۲۵) **محمد یعقوب** (میر) سوم ۱۹۳ (غالباً شمشیر خاں بودم ۱۱) (ملاحظہ ہو شمشیر خاں)

(۲۲۶) **محمد یوسف** خادم۔ دفتر اول ۲۰۸۔

(۲۲۷) **محمد یوسف** گردیزی پیرزادہ ملتان (شیخ) دفتر سوم ۱۶۲۔ ۱۸۸۔ ۲۲۳۔ (خلفا کا باب ملاحظہ ہو)

(۲۲۸) **مراد قلی** پشاوری (ملّا شاہ) سوم ۲۰۹۔ ۲۳۳۔

مرزا خاں۔ (ملاحظہ ہو مرزا ابو المعالی)

(۲۲۹) **مزاری** (خواجۂ کلاں) دفتر سوم ۲۲۹۔

(۲۳۰) **مسافر** (ملّا)۔ دفتر اول ۷۲۔

(۲۳۱) **مشتاق** برکی (ملّا) دفتر سوم ۲۴۔ ۳۶۔ آپ حضرت کے صاحب تصرف خلیفہ تھے (روضہ ص ۳۳۵/۲)

آپ کا مزار "لوگر" افغانستان میں ابھی تک موجود ہے، نیز وہاں (لوگر میں) شاہ ابو الفتح کا مزار بھی موجود ہے جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی (پچیسویں) پشت میں سے ہیں (حاشیہ فارسی مکتوبات معصومیہ دفتر سوم ص ۲۱۴)

(۲۳۲) **مصطفیٰ** بنگالی (حاجی) دفتر دوم ۵۲۔ ۶۲۔ سوم ۵۰۔ آپ بھی حضرت کے خلیفہ ہیں بنگال میں بہت مقبول تھے (روضہ ص ۲۴۵/۲)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مظفر برہان پوری (شیخ) ملاحظہ ہو ابو المظفر

(۲۳۳) **مظفر حسین** (میر) دفتر دوم ۸۶ - (آپ نے حضرت کی خدمت میں تکمیل سلوک کیا اور خلافت پائی (روضہ ص ۲۴۲)

(۲۳۴) **معصوم** (میر) - دفتر اول ۱۶ -

(۲۳۵) **معقول** (میاں) دفتر سوم ۷۲ -

(۲۳۶) **معین الدین** (میرک) دفتر دوم ۸۹ - ۱۵۸ - (آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۲۳۷) **مغل** (میر) دفتر اول ۴۶

(۲۳۸) **مفاخر حسین** (میر) دفتر دوم ۱۰۳ - آپ نے حضرت کی خدمت میں سلوک تکمیل کر کے خلافت پائی (روضہ ص ۲۴۳)

(۲۳۹) **ممریز خاں** - دفتر اول ۲۱۶ - ممریز خاں بن عیسیٰ خاں نیازی، خان جہاں کے ساتھیوں میں سے تھے عہد شاہجہانی ۱۰۴۰ھ میں جب

(۲۴۰) **موسیٰ** (ملّا) دفتر دوم ۱۲۲ - (آپ کا تذکرہ خلفا کے باب میں ملاحظہ ہو)

(۲۴۱) **مومن بیگ** کابلی - دفتر اول ۷۱

(۲۴۲) **مومن** جذبی (خواجہ) دفتر اول ۱۲ - ۹۵ - آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مقبولین میں سے ہیں اور صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق نے آپ کو بشارت دی ہے نیز حضرت عروۃ الوثقیٰ کے ہر دو مکتوب شفقت و محبت سے لبریز ہیں -

(۲۴۳) **مومن** (خواجہ) قاضی زادہ برہانپوری - دفتر سوم ۱۲۷ - ۱۸۵ -

(۲۴۴) **میر دہلوی** (شیخ) دفتر سوم ۱۴۶ -

(۲۴۵) **میر بیگ** کولابی - دفتر سوم ۱۴۹ -

میرزا خاں (سیادت پناہ) دفتر دوم ۱۰۱ - ۱۰۴ - (آپ کا تذکرہ میرزا ابو المعالی مکتوب الیہم نمبر ۱۱ ملاحظہ ہو)

(۲۴۶) **میرک شیخ** (سیادت دستگاہ) دفتر اول ۲۰ - ۱۲۷ - الشیخ العالم الکبیر العلامہ میرک شیخ بن فصیح الدین حنفی الہروی ہرات میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی اور عہد شباب میں ہندوستان آئے - [آپ قاضی اسلم (متوفی ۱۰۶۱ھ / ۱۶۵۱ء) کے بھتیجے تھے قاضی اسلم عہد جہانگیری میں ہرات سے لاہور آئے اور ملا عبد السلام (متوفی ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷-۲۸ء) کی شاگردی اختیار کی - ملا عبد السلام لاہور کے معتبر فاضل اور علم فقہ میں عالی رتبہ رکھتے تھے کچھ دنوں شاہی لشکر کے مفتی بھی رہے]

میرک شیخ اکتسابِ کمال کے بعد شاہجہاں کے ملازمین میں منسلک ہو گئے اور اپنی قسمت کی یاوری سے داراشکوہ اور دوسرے شہزادوں کی تعلیم پر مقرر ہو گئے، پھر بادشاہ کی نوازش سے معقول منصب پر سرفراز ہوئے اور بیگم صاحبہ کی سرکار کی دیوانی ملی اور آپ کے منصب میں پانچ سو ذات اور پچاس سوار کا اضافہ ہوا - جب اورنگ زیب کو تختِ سلطنت حاصل ہوا تو آپ پر مزید عنایات ہوئیں اور عنایت اللہ قادری کی بجائے صدارتِ کل کا عہدہ ملا، پھر بہت بوڑھے ہو جانے کی وجہ سے معزول کر دیے گئے اور ۱۰۷۱ھ / ۱۶۶۰ء میں انتقال ہو گیا - (نزہۃ ج ۵ ص ۴۱۵ و مآثر الامراء ج ۳ ص ۴۳۵)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ن

(۲۴۷) **نصیر خاں** - دفتر سوم ۲۱۱-

(۲۴۸) **نظام الدین کولابی** (حاجی) دفتر دوم ۸۲-

(۲۴۹) **نعمت اللہ بنگالی** (سید) دفتر سوم ۱۳۴-۱۷۲-

(۲۵۰) **نعمت اللہ قادری** (شاہ) دفتر اول ۲۷-۴۷- الشیخ العالم الکبیر علامہ جلال الدین نعمت اللہ بن عطاء اللہ نارنولی مشائخ قادریہ میں سے تھے، آپ کی ولادت و تربیت نارنول میں ہوئی، آپ نے تحصیلِ علم کی خاطر بہت سے شہروں کا سفر کیا، جونپور میں شیخ محمد افضل عثمانی سے ہیئت پڑھنے گئے، تحصیل علوم سے فارغ ہو کر فیروز پور میں سکونت اختیار کر لی، آپ مشائخ قادریہ میں ایک ممتاز شیخ تھے آپ کی وجاہت و قبولیت مسلّم تھی، شاہزادہ شجاع آپ سے بیعت تھا، عالمگیر کے دربار سے بھی آپ کا تعلق ہو گیا تھا، آپ کی مصنفات میں ایک تفسیر القرآن ہے جو جلالین کے طرز پر ہے اور ایک ترجمۃ القرآن ہے جس کا نام تفسیر جہانگیری ہے، اس ترجمہ کو عہد جہانگیری میں دہلی کے قیام میں لکھا تھا آپ نے کئی بزرگوں سے سلوک طے کیا اور علامہ محمود بن محمد جونپوری نے آپ سے تعلیم طریقت کو اخذ کیا تھا۔ سنہ ۱۰۷۲ھ میں آپ کا وصال ہوا (نزھۃ الخواطر جلد ۵ ص ۴۲۳) صاحب روضۃ القیومیہ لکھتے ہیں کہ شہزادہ شجاع جن دنوں بنگال میں تھا آپ کو چار لاکھ اشرفی سالانہ بطور خرچ دیتا تھا۔ آپ سارا روپیہ فقراء کو تقسیم کر دیتے۔ (روضہ ص ۲۴۷/۲)

(۲۵۱) **نعمت اللہ پشاوری** (ملا) دفتر اول ۱۳۶-۱۳۹-۱۵۱- آپ حضرت کے خلفا میں سے ہیں (روضہ ص ۲۴۳/۲)

(۲۵۲) **نور بحر بارہہ** (سید) دفتر دوم ۹۶-۹۹- سوم ۴۵-۱۴۶- (از تاریخ محمدی رضا لائبریری رام پور) "سید نور بحر بارہہ مخاطب بہ سیف خاں از امرائے عالمگیر شاہی در شاہجہاں آباد فوت شد" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سادات بارہہ میں سے تھے امرائے عالمگیری میں آپ کا شمار تھا سنہ ۱۱۰۵ھ میں دہلی میں وفات ہوئی۔ (تلخیص و ترجمہ ص ۵۴)

(۲۵۳) **نور بیگ** (صوفی) دفتر اول ۲۰۰- سوم ۲۱- آپ حضرت کے خلفا میں سے ہیں۔

(۲۵۴) **نور محمد پٹنی** (شیخ) (دفتر اول ۹۳) آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے جلیل القدر خلفا میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے مرید کر کے آپ کی تربیت حضرت مجدد الف ثانی کے حوالہ کی، حضرت نے بعد تکمیل سلوک خلافت و اجازت عطا فرما کر پٹنہ بھیج دیا وہاں آپ نے دریائے گنگا کے کنارے ایک مسجد اور ایک جھونپڑی بنائی جس میں مع اہل و عیال رہنے لگے اور مسجد کو طاعات و عبادات، ارشاد و ہدایات اور افادۂ علوم دینیہ کا مرکز بنایا۔ بعض حضرات نے آپ کو رجال الغیب میں شمار کیا ہے۔ (تفصیلی حالات کیلئے ملاحظہ ہو کتاب "حضرت مجدد الف ثانیؒ")

(۲۵۵) **نور محمد سورتی** (شیخ) دفتر سوم ۲۸-

(۲۵۶) **نوروز بخت اوراوشی** (میر) دفتر سوم ۱۸۲-

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

و

(۲۵۷) **ولی محمد جہنی**، (شیخ ولی جہتی)۔ دفتر دوم ۱۱۵-۱۴۲- آپ بھی حضرت کے خلفا میں سے ہیں (روضہ ص ۲۴۵/۲)

ہ

(۲۵۸) **ہمت خاں**۔ دفتر اول ۲۱۸ - دوم ۱۲۴- ہمت خاں میر عیسیٰ میرن، میر ضیاء الدین حسین اسلام خاں بدخشی کے لائق فرزند تھے۔ بچپن ہی سے عالمگیر بادشاہ کی عنایات سے سرفراز رہے اور بادشاہ کی تربیت میں نشو ونما پائی، سلیم النفس، نیک ذات، کریم الاخلاق اور خیر خواہِ خلائق تھے، ہر نوع کے اربابِ ہنر اُن کی محفل میں باریاب و کامیاب تھے، اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے، فصیح و بلیغ نظم و نثر اُن کی یادگار ہیں، ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

بجز خارے کہ مجنوں داشت در دل   بیابانِ جنوں خارے ندارد م

عالمگیری دور میں سال بسال ترقی ہوتی رہی، چوبیسویں سال جلوس عالمگیری میں آپ اجمیر میں بخشی اول کی جلیل القدر خدمت پر فائز ہوئے اور شاہی نوازش سے سنہرے دوپٹہ کے ساتھ خلعت آپ کے گھر بھیجا گیا ۵ محرم الحرام ۹۳ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۶۸۲ء کو (غالباً اجمیر میں) آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے دو لڑکوں کا نام بھی ملتا ہے ایک "محمد مسیح مرید خاں" جس کو خان زاد خاں کا خطاب ملا۔ دوسرا لڑکا "روح اللہ نیک نام خاں" تھا۔ مآثر الامراء جلد ۳ ص ۴۷۷)

م اس کا ترجمہ: سوائے اس کانٹے کے جو مجنوں نے دل میں رکھا ہوا ہے مجنوں کے بیابان میں کوئی کانٹا نہیں ہے۔

ی

(۲۵۹) **یار محمد**- دفتر اول ۳۲ - آپ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے خلفا میں سے ہیں حضرت نے آپ کو فنائے اتم کی خوشخبری دیکر خلافت عنایت فرمائی (روضہ رکن دوم ص ۲۴۳) آپ کے متعلق شیخ محمد علیم کھلال آبادی حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ "اس (ملا یار محمد) کے قلب سے خطرہ اس حد تک دور ہو گیا ہے کہ تکلف سے بھی نہیں آتا اور وہ کہتا ہے کہ میں اپنے قلب میں آفتاب کے ذرات کی مانند دیکھتا ہوں جو کہ جوش مارتے ہیں اکثر اوقات اپنے آپ کو گم پاتا ہوں اور اپنے قلب کو کبھی اسقدر وسیع پاتا ہوں کہ اگر دنیا و مافیہا کو اس میں سمو دیں تو سما جائے الخ" (مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۲۹ کا آخری حصہ)

بغیر نام کے مکاتیب

(۱) دفتر اول مکتوب ۳۱- ایک اہل زمانہ کے نام جس میں اس نے درویشوں کے حال سے تعرض کیا تھا۔

(۲) دفتر سوم مکتوب ۲۵۵ - یہ مکتوب امرائے عالمگیر کے سادات میں سے کسی بزرگ کے نام معلوم ہوتا ہے جس میں پند و نصائح کے بعد خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ کے لئے وظیفہ کی سفارش فرمائی ہے۔ نیز مکتوبات معصومیہ کا یہ آخری مکتوب ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خواتین کے نام مکاتیب

(۲۶۰) **بیگم جیو**۔ دفتر سوم ۸۹۔ بیگم جیو، یا، بی بی جیو کا اصل نام فرزانہ بیگم، جعفر خاں عمدۃ الملک کی بیوی تھی، تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے۔

(۲۶۱) **جاناں بیگم**۔ دفتر اول ۲۳۔ ۵۴۔ جاناں بیگم بنت امیر کبیر عبد الرحیم خانخاناں بن بیرم خاں خانخاناں، آپ نے امارت کے ماحول میں ولادت و تربیت پائی، اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی، بڑی حسین و جمیل، عاقلہ اور تعلیم یافتہ خاتون تھیں، آپ کی فیاضی اور مکارم اخلاق کا بڑا شہرہ تھا، علماء و فضلا کی قدر دان اور فقراء و مشائخ سے عقیدت رکھتی تھیں، غرض علم و کمال میں اس مرتبہ کو پہنچ گئی تھیں جس میں عورتیں تو کیا مرد بھی مشکل سے پہنچ سکتے ہیں۔ اکبر بادشاہ نے آپ کا نکاح اپنے بیٹے شہزادہ دانیال سے کر دیا تھا بعد میں شہزادہ مذکور کو گجرات بھیج دیا وہاں اس کا انتقال ہو گیا۔ آپ اس کے بعد بہت عرصہ زندہ رہیں اور نکاح کی طرف رغبت نہیں کی یہاں تک کہ کہا گیا کہ بادشاہ جہانگیر آپ سے نکاح کا خواہاں ہوا لیکن آپ نے قبول نہیں کیا۔ بعد ازاں حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئیں اور قرآن کریم کی تفسیر لکھنے کی سعادت بھی حاصل کی۔ شاعری کا ذوق بھی رکھتی تھیں، ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

عاشق ز خلق عشق تو پنہاں چساں کند   پیدا ست از دو چشم ترش خوں گریستن

۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔ (نزھۃ الخواطر ج ۵ ص ۱۲۲ ۔ و بزم تیموریہ ص ۲۴۳ و تلخیص و ترجمہ ص ۱۱۱)

(۲۶۲) **حاجی بیگم**۔ دفتر سوم ۱۸۴۔

(۲۶۳) **سیدہ بی بی**۔ دفتر دوم ۳۳

(۲۶۴) **ماہ جیو**۔ دفتر دوم ۱۱۳۔

بغیر نام کے خواتین کے نام مکاتیب۔ دفتر دوم ۵۱ ۔ ۷۵ ۔ سوم ۱۸۷۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کتابیات

ابریز - از حضرت عبدالعزیز دباغ رح
اخبار الاخیار از حضرت شیخ عبدالحق محدث رح
اذکارِ معصومیہ از حضرت خواجہ محمد معصوم رح
اصولِ فقہ اور شاہ ولی اللہ رح از ڈاکٹر محمد مظہر بقا صاحب
انساب الانجاب حضرت خواجہ محمد حسن جان رح
بزمِ تیموریہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن
بزمِ صوفیہ " "
تاریخ الامت مولانا اسلم جیراجپوری
تختِ طاؤس مولوی عبداللطیف خاں کشتہ
تذکرۃ الخلیل مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رح
تذکرۃ الرشید " "
تذکرہ صوفیائے سندھ اعجاز الحق قدوسی
تذکرہ علمائے ہند مترجمہ پروفیسر محمد ایوب قادری
تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح
تقویم تاریخی عبدالقدوس ہاشمی
تلخیص و ترجمہ مکتوبات معصومیہ مولانا نسیم احمد امروہوی
جواہر علویہ مولانا عبدالرؤف احمد
جواہر مجددیہ خواجہ احمد حسین امروہوی
جواہر معصومیہ " "
حالاتِ مشائخ نقشبندیہ خلیفہ محمد حسن کرنیوری
حدائق الحنفیہ مولوی فقیر محمد لاہوری
حضرات القدس مولانا بدر الدین سرہندی رح
حیاتِ باقی مولانا رشید احمد ارشد
حضرت مجدد الف ثانی رح مؤلف کتاب ہذا
حضرت مجدد اور ان کے ناقدین مولانا ابوالحسن زید فاروقی
خزینۃ الاصفیا مفتی غلام سرور لاہوری
رائحۃ العبیر فی لائحۃ عالمگیر حضرت مولانا اشرف علی رح
رود کوثر شیخ محمد اکرام
روضۃ القیومیہ خواجہ محمد احسان رح
زبدۃ المقامات مولانا محمد ہاشم کشمی رح
ذخیرۃ الخوانین ڈاکٹر سید معین الحق
سبحۃ المرجان علامہ غلام علی آزاد
سفینۃ الاولیا دارا شکوہ
علمائے ہند کا شاندار ماضی مولانا محمد میاں
عمدۃ المقامات خواجہ محمد فضل اللہ رح
کلمات طیبات ابوالخیر محمد بن احمد
کلیات باقی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ
لمعات التنقیح شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح
کوہ نور سے سرہند کی سرگزشت رہبر فاروقی۔ نفیس اکیڈ
گلشن وحدت حضرت خواجہ عبدالاحد وحدت
مآثر الامراء مترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری
مآثر عالمگیری محمد ساقی مستعد خاں
مسلمانوں کا عروج و زوال مولانا سعید احمد اکبر آبادی
مشکوٰۃ امام ابو محمد حسین
معاشرتی و علمی تاریخ ڈاکٹر سید معین الحق
مقامات خیر مولانا ابوالحسن زید فاروقی
مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رح
مکتوبات سعیدی حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ
مکتوبات سیفیہ حضرت خواجہ سیف الدین رح
مکتوبات معصومیہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ
منتخب اللباب خافی خاں (نظام الملک)
نزہۃ الخواطر علامہ عبدالحی لکھنوی رح
نفحات الانس مولانا عبدالرحمٰن جامی رح
وسیلۃ القبول حضرت خواجہ نقشبند ثانی رح
ہدیۂ احمدیہ شیخ احمد ابوالخیر المکی
یواقیت الحرمین خواجہ محمد عبید اللہ رح

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت مولانا سید زوّار حسین شاہ صاحب مدظلہ کی تالیفات

عمدۃ السلوک : ہر دو حصہ یکجا مجلّد

عمدۃ الفقہ : کتاب الایمان وکتاب الطہارۃ

کتاب الصلوٰۃ　　کتاب الزکوٰۃ وکتاب الصوم　　کتاب الحج

زبدۃ الفقہ : خلاصہ عمدۃ الفقہ، کتاب الایمان وکتاب الطہارۃ

کتاب الصلوٰۃ　　کتاب الزکوٰۃ وکتاب الصوم　　کتاب الحج

حضرت مجدد الف ثانیؒ : حضرت مجددؒ کی زندگی کے ہر گوشہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

انوارِ معصومیہ : حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی جامع اور مبسوط سوانح حیات۔

حیاتِ سعیدیہ : حضرت خواجہ محمد سعیدؒ قریشی احمد پوری کی سوانح حیات۔

طریقۂ حج اور دعائیں : حج اور زیارت کی جامع دعائیں اور طریقۂ حج۔

گلدستۂ مناجات : عربی، فارسی اور اردو منظوم مناجات کا مجموعہ

حضرت شاہ صاحب موصوف کے ترجمے

مبدأ و معاد : حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ فارسی مع اردو ترجمہ

معارفِ لدنیہ :

مکتوباتِ معصومیہ : حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مکاتیب کا اردو ترجمہ۔

دفتر اول　　دفتر دوم　　دفتر سوم

ادارۂ مجددیہ۔ ناظم آباد ۳ ۔ کراچی ۱۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)